قافلۂ حجاز

نسیم حجازی

ناز پبلشنگ ہاؤس بھوجلہ پہاڑی دہلی

قافلۂ حجاز

مصنف	نسیم حجازی
ناشر	ارشد پرویز
طابع	اے۔ ون۔ آفسیٹ پریس
تعداد	ایک ہزار
قیمت	۳۵/ پینتیس روپے

ملنے کا پتہ

ناز پبلشنگ ہاؤس بھوجلہ پہاڑی
دہلی

باب ۱

ایک دن حسان بن عتبہ اُس شاداب علاقے میں داخل ہُوا جس کے دلکش مناظر اُسے اپنے ماضی کا ایک خواب محسُوس ہُوا کرتے تھے۔ یہ بہار کا موسم تھا اور اُسے اپنے آگے پیچھے اور دائیں طرف حدِ نگاہ تک سرسبز باغات اور گندم کے لہلہاتے کھیت دکھائی دیتے تھے۔ بائیں ہاتھ دریائے فرات کے کنارے سرکنڈوں اور جھاڑیوں کا ایک گھنا جنگل تھا۔ سورج مغرب کے غبار آلود اُفق سے جھانک رہا تھا اور شام کے سائے تیزی سے مشرق کی جانب بھاگ رہے تھے۔ پرندے درختوں پر جمع ہو رہے تھے۔ کسانوں اور چرواہوں کی بستیوں سے دُھوئیں کی ہلکی ہلکی لکیریں آسمان کی جانب اُٹھ رہی تھیں۔ کبھی کبھی وہ کسی درخت یا جھاڑی کے پاس رُک کر اپنے وطن کے پرندوں کے چہچہے سُنتا اور اُس کے تھکے اور مرجھائے ہوئے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آجاتی لیکن پھر اچانک اُس کا چہرہ مغموم ہو جاتا اور وہ آگے چل پڑتا۔ پچیس سال کا یہ آدمی اپنے بوسیدہ لباس اور پریشان صورت کے باوجُود اُن لوگوں میں سے تھا جو اپنے قد و قامت اور خدوخال کے باعث ہزاروں کے ہجوم میں نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ اُس کے مضبوط ہاتھ میں ایک موٹی اور بھدّی لکڑی تلوار سے زیادہ خطرناک دکھائی دیتی تھی۔ وہ کسی ڈوبتی ہوئی کشتی کا ملاح، کسی شکست خوردہ فوج کا سالار یا ایک ایسا چرواہا معلوم ہوتا تھا جس کا گلّہ بھیڑیوں کی نذر ہو چکا ہو۔

چند کھیت اور باغات عبُور کرنے کے بعد وہ ایک گاؤں سے باہر ایک قلعہ نما مکان کے قریب پہنچا تو سُورج کی سرخ پیشانی اُفق کو چھُو رہی تھی۔ باہر چند بچے کھیل رہے تھے۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد آگے بڑھ کر ڈیوڑھی کے نیم وا دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ وہ کچھ

دیر پریشانی کی حالت میں کھڑا رہا۔ بالآخر اُس نے ذرا زور سے دروازہ کھٹکھٹایا اور بلند آواز میں کہا۔ "کوئی ہے؟"

کُتّے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ بھونکنے لگے۔ ڈیوڑھی میں کسی نوکر کا موجود نہ ہونا اُس کے لئے ایک حیران کُن بات تھی۔ وہ اندر داخل ہونے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ایک عمر رسیدہ نوکر نے دروازے سے باہر جھانکتے ہوئے سوال کیا۔ "تم کون ہو؟"

اُس نے جواب دیا۔ "میرا نام حسان ہے اور میں قباد سے ملنا چاہتا ہوں۔"

نوکر نے اُس کی طرف بے اعتنائی سے دیکھا اور پھر حقارت سے ناک چڑھاتے ہوئے سوال کیا۔ "تم کس سے ملنا چاہتے ہو؟"

"میں یہ بتا چکا ہوں کہ میں قباد سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیا یہ اُن کا گھر نہیں ہے؟"

نوکر نے برہم ہو کر کہا۔ "یہ گھر بہت دُور سے دکھائی دیتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کا مالک ہر حاجتمند سے بغلگیر ہونے کے لئے دروازے پر کھڑا ہو۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اُن سے ملے بغیر تمہاری حاجت پوری کر دی جائے؟"

حسان نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "حاجتمندوں کو اس دروازے سے دُور رکھنے کے لئے تمہارے کُتّے کافی ہیں لیکن مَیں بہت دُور سے آیا ہوں اور آج میں نے دو منازل طے کی ہیں۔ ابھی مجھے چند کوس آگے جانا ہے۔ اگر تمہارے آقا اس وقت کسی سے ملنا پسند نہیں کرتے تو زر بخت کو بلا لاؤ۔"

"زر بخت گھر میں نہیں ہے۔"

حسان نے کہا۔ "دیکھو تم میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔ اپنے آقا کے پاس جاؤ اور انہیں یہ اطلاع دو کہ مَیں ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہوں۔"

حسان کی نگاہیں نوکر کو مرعوب کرنے کے لئے کافی تھیں اور وہ پہلی بار یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ ایک اجنبی کے لباس سے دھوکا کھا چکا ہے۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن حسان کے تیور دیکھ کر اُسے

بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔

معاً دروازے کی اوٹ سے ایک نسوانی آواز سنائی دی " کاؤس! تم یہاں کیا کر رہے ہو اور کتے کیوں بھونک رہے ہیں؟"

نوکر نے مڑ کر جواب دیا " ایک مسافر آقا سے ملنے پر مُصر ہے "

" تمہیں معلوم ہے کہ ابا جان شام کے بعد گھر سے نہیں نکلتے "

" جی میں اسے سمجھا رہا تھا لیکن ...."

" تم بحث کرنے کی بجائے دروازہ بند کیوں نہیں کر دیتے؟"

نوکر پیچھے ہٹا لیکن حسان نے اُسے دروازہ بند کرنے کا موقع نہ دیا۔ وہ جلدی سے اندر داخل ہوا اور ایک نوجوان لڑکی سے مخاطب ہو کر بولا " معاف کیجئے مجھے بہت جلدی ہے۔ اگر آپ کا نام ماہ بانو ہے تو میں آپ کے باپ سے ملنا چاہتا ہوں "

ایک اجنبی کے مُنہ سے اپنا نام سُنکر اس دوشیزہ کے حسین چہرے پر سُرخ و سپید لہریں دوڑنے لگیں۔ اُس نے قدرے توقف کے بعد جواب دیا " ایک مسافر کو یہ جاننے کی ضرورت نہیں کہ وہ اس گھر کے مکینوں کے نام بھی جانتا ہے۔ تم بیٹھ جاؤ، تھوڑی دیر تک کھانا مل جائیگا۔ کاؤس! اسے مسافر خانے میں لے جاؤ "

وہ واپس مڑی اور سامنے کوئی سو قدم کے فاصلے پر ایک عالیشان عمارت کی طرف چل پڑی۔ کاؤس نے غضبناک ہو کر حسان کی طرف دیکھا اور کہا " تم اگر پاگل نہیں تو بیوقوف ضرور ہو۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت دوسرے نوکر یہاں موجود نہیں ہیں۔ ورنہ یہ جرأت تمہیں بہت مہنگی پڑتی "

لیکن حسان نے اُس کی طرف توجہ دینے کی بجائے تیزی سے آگے بڑھ کر کہا " ٹھہریئے!"

لڑکی رُک گئی اور مُڑ کر دیکھنے لگی۔ دو قدآور کتے جو چند قدم کے فاصلے پر بندھے ہوئے تھے، زیادہ غضبناک ہو کر بھونکنے لگے۔ کاؤس نے بھاگ کر حسان کا بازو پکڑنے کی کوشش کی لیکن اُس نے ہاتھ جھٹک دیا۔ دوشیزہ کی حیرت غصے میں تبدیل ہو رہی تھی۔

حسان نے کہا " معاف کیجئے میں مسافر ضرور ہوں لیکن گداگر نہیں ہوں۔ میں جہاندار کیساتھ اپنا وعدہ پورا

کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں اور مجھے یہ توقع نہ تھی کہ اس گھر کے نوکر اور مالک ہر مسافر کو گداگر سمجھتے ہیں۔"

لڑکی کی ساری حسیات سمٹ کر اُس کی آنکھوں میں آگئیں اور اچانک اُسے ایسا محسوس ہونے لگا کہ اب آدمی کو صرف لباس کی تبدیلی گداؤں کی صف سے نکال کر قابلِ عزت لوگوں کی صف میں کھڑا کر سکتی ہے۔ اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "جہاں داد کہاں ہے؟ وہ گھر کیوں نہیں آیا؟ تم اُسے کہاں ملے تھے؟ تم خاموش کیوں ہو گئے؟ میں ماہ بانو ہوں۔ میں اُس کی بہن ہوں۔ میں صبح و شام اُس کی راہ دیکھا کرتی ہوں۔ اگر نوکر سے کوئی گستاخی ہوئی ہے تو میں معافی مانگتی ہوں۔"

ماہ بانو کی آواز سسکیوں میں دب کر رہ گئی اور اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔ حسان کی تلخی پر ندامت کا احساس غالب آچکا تھا۔ اُس نے مغموم لہجے میں کہا۔ "جہاں داد ہمیشہ اپنی بہن کے قہقہوں کا ذکر کیا کرتا تھا لیکن یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں اس گھر میں کوئی خوشی کی خبر لے کر نہیں آیا۔"

ماہ بانو کچھ دیر سکتے کی حالت میں حسان کی طرف دیکھتی رہی۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "تم ہمیں یہ بتانے آئے ہو کہ وہ واپس نہیں آئے گا؟"

حسان نے گردن جھکاتے ہوئے کرب انگیز لہجے میں جواب دیا۔ "کاش میری کوئی تدبیر اُسے واپس لاسکتی۔"

ماہ بانو نے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "اگر تم یہ کہہ سکو کہ وہ زندہ ہے اور رومیوں کے کسی قید خانے میں پڑا ہوا ہے تو میرے آنسو قہقہوں میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔"

"کاش! میں یہ کہہ سکتا۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ ..... ہمیشہ کے لئے ہم سے رخصت ہو چکا ہے؟"

"میں آخری سانس تک اُس کے ساتھ تھا۔"

ماہ بانو نے کاؤس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "انہیں ابا جان کے پاس لے آؤ!" اور پھر کسی توقف کے بغیر آنسو پونچھتی ہوئی رہائشی مکان کی طرف چل پڑی۔

کاؤس نے حسان کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ جہاں داد کی خبر لائے ہیں۔ میرا مقصد آپ کی دل آزاری نہ تھا۔ مجھے معاف کر دیجئے۔"

حسان کاؤس کے الفاظ سے زیادہ اُس کے آنسوؤں سے متاثر ہو کر بولا۔ "مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں"۔
"آئیے!" کاؤس نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا اور حسان اُس کے ساتھ چل دیا۔

حویلی کے کشادہ صحن کی تین طرف ایک بڑے زمیندار کی ضرورت کے مطابق نوکروں، سپاہیوں کی رہائش گاہیں اور مویشیوں کے چھپر دکھائی دیتے تھے لیکن ان میں سے بیشتر کمرے بند اور چھپر خالی تھے۔ دائیں ہاتھ ایک وسیع اصطبل تھا جس کے اندر پچاس ساٹھ گھوڑے سما سکتے تھے لیکن وہاں صرف چار گھوڑے بندھے ہوئے تھے اور ایک نوکر اُن کے آگے چارہ ڈال رہا تھا۔

حسان کاؤس کے ساتھ حویلی کا صحن عبور کرنے کے بعد پختہ سلوں کی سیڑھیوں پر پاؤں رکھتا ہوا ایک کشادہ چبوترے پر پہنچا۔ یہ چبوترہ چھ سات فٹ اُونچا تھا اور حویلی کو رہائشی مکان سے جُدا کرتا تھا۔ اس سے آگے ایک اور ڈیوڑھی تھی جہاں ایک مسلح پہریدار کھڑا تھا۔ ڈیوڑھی سے آگے قدرے تنگ صحن کے دائیں بائیں اور سامنے پختہ رہائشی مکان کے برآمدے اور کمرے تھے۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور مکان کے نچلے حصے میں تاریکی چھا رہی تھی۔ کاؤس نے ایک کونے میں سیڑھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "آقا اُوپر ہیں"۔

وہ سیڑھیوں کے راستے بالاخانے کے ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوئے۔ فرش پر قالین بچھے ہوئے تھے۔

"آپ تشریف رکھیں!" کاؤس یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

○

حسان قالین پر بیٹھ گیا۔ برابر کے کمرے میں کوئی عورت رو رہی تھی اور کوئی مرد درد بھری آواز میں اُسے تسلیاں دے رہا تھا۔ حسان اُٹھا اور باہر کی سمت کھلنے والے دریچے کے سامنے کھڑا ہو کر جھاڑیوں اور درختوں کے اُس گھنے جنگل کی طرف دیکھنے لگا جو دو میل دُور دریائے فرات کے کنارے تک چلا جاتا تھا۔ اچانک اُس کی نگاہیں ایک پُرانے مکان کی ٹوٹی ہوئی دیواروں پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔

ماضی کی کتنی یادیں تھیں جو اُس کے ذہن سے محو ہو چکی تھیں اور شاہراہِ حیات کے کتنے نشان تھے جو

وقت کی ریت میں دب چکے تھے لیکن اس جنگل اور اس خستہ مکان کا ایک دھندلا سا نقشہ ابھی تک اُس کے ذہن میں محفوظ تھا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں اُس نے پہلی بار جہاں داد کو قریب سے دیکھا تھا اور پھر ایک ایرانی رئیس اور ایک عرب کاشتکار کی زندگی کے راستے آپس میں مل گئے تھے۔

قریباً گیارہ برس قبل وہ ایک زخمی ہرن کے پیچھے اس جنگل میں داخل ہوا تھا۔ اُس کے ساتھی دریا کے کنارے رُک گئے تھے اور اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ ایرانی زمیندار، عرب کاشتکاروں کو اپنے جنگلات میں شکار کھیلنے کی اجازت نہیں دیتے۔ لیکن اُسے زخمی جانور کو گیدڑوں اور بھیڑیوں کے لئے چھوڑ دینا پسند نہ تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ اپنا شکار گھوڑے پر لاد کر جنگل سے باہر نکل رہا تھا تو اُسے زمیندار کے نوکروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اپنے خیال کے مطابق اُس نے کوئی جُرم نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی صفائی میں یہ کہہ سکتا تھا کہ میں صحرا کی حدود سے اپنے زخمی شکار کا پیچھا کر رہا ہوں۔ اُس نے گھوڑا روک لیا لیکن جب اُسے دائیں بائیں اور سامنے آدمیوں کی چیخ پکار کے ساتھ گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دینے لگی تو اُسے یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اگر وہ پکڑا گیا تو زمیندار کے نوکر اُسے صفائی پیش کرنے کا موقع دینے سے پہلے اپنا غصہ نکالنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ اُس نے گھوڑے کی باگ موڑ کر ایڑ لگا دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ یہ اطمینان محسوس کر رہا تھا کہ وہ تلاش کرنے والوں سے کافی دُور آ چکا ہے لیکن گھنے جنگل میں اُس کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ باہر نکلنے کے لئے کونسی سمت زیادہ محفوظ ہے۔ پھر اچانک سامنے ایک عالیشان مکان کا عقبی حصہ دیکھ کر اُسے یہ محسوس ہوا کہ وہ قباد کی بستی کے قریب پہنچ چکا ہے اور تھوڑی دیر میں بستی سے کئی آدمی اُس کی تلاش میں نکل آئیں گے۔ اُسے تلاش کرنے والے سواروں کی تعداد کا صحیح علم نہ تھا۔ تاہم اُس کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ اگر وہ زیادہ نہ ہوں تو بھی وہ تھکے ہوئے گھوڑے پر اُن سے بچ کر نہیں جا سکے گا۔

سورج غروب ہونے کو تھا۔ اُس نے سوچا اگر میں کچھ دیر تلاش کرنے والوں کی نگاہوں سے بچ سکوں تو وہ رات کی تاریکی میں مجھے تلاش نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ کچھ دیر اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد وہ محل کے قریب شکستہ مکان کی طرف بڑھا اور ہرن کو چار دیواری کے اندر پھینکنے کے بعد گھوڑے سے اُتر پڑا۔ پھر اُس نے گھوڑے کی لگام اُتار کر ایک طرف پھینک دی اور اُسے ہانک دیا۔ گھوڑا تھوڑی دُور جا کر رُک گیا۔ اس

نے جلدی سے ایک پتھر اُٹھا کر پھینکا اور گھوڑا بدحواس ہو کر بھاگ نکلا۔ اُس نے ابھی اطمینان کا سانس نہیں لیا تھا کہ آدمیوں کی چیخ پکار دوبارہ سنائی دینے لگی۔ وہ قریب ہی جھاڑیوں کے پیچھے دبک کر بیٹھ گیا لیکن اتنی دیر میں اضافی آوازوں کے ساتھ بھونکتے ہوئے کتوں کی آوازیں بھی شامل ہو چکی تھیں۔ کوئی بلند آواز میں اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا: "اگر گھوڑے سے گرنے کے بعد اُس کی گردن نہیں ٹوٹ گئی تو کسی جھاڑی کے نیچے چھپا ہوا ہوگا۔ تم اچھی طرح تلاش کرو!"

حسان نے سوچا اُنہوں نے میرا گھوڑا دیکھ لیا ہے اور شکاری کتوں نے میری بُو پالی ہے اب اُنہیں یہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔ وہ کتوں میں گھر جانے کے تصور سے خوفزدہ ہو کر باہر نکلا۔ پہلے اُس نے ایک درخت پر پناہ لینے کی کوشش کی لیکن پھر کوئی خیال آیا اور وہ شکستہ مکان کی دیوار پر چڑھ کر منہ کے بل لیٹ گیا۔ یہ دیوار کافی چوڑی تھی اور باہر کی طرف سے گھنی جھاڑیوں اور بیلوں کی شاخیں اُس پر اس طرح پھیلی ہوئی تھیں کہ وہ اپنا جسم چھپا سکتا تھا۔

انتہائی نڈر ہونے کے باوجود حسان کا دل دھڑک رہا تھا۔ بھونکتے ہوئے کتے مکان کے اندر داخل ہوئے اور نیچے پڑے ہوئے ہرن پر ٹوٹ پڑے۔ تھوڑی دیر میں چند آدمی وہاں پہنچ گئے اور اُنہوں نے کتوں کو مار کر پیچھے ہٹا دیا۔ پھر ایک کتا دیوار کی طرف بڑھا اور منہ اُٹھا کر بھونکنے لگا۔ آن کی آن میں باقی کتے بھی اُس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ وہ اُچھل اُچھل کر دیوار پر کودنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن حسان اُن کی رسائی سے باہر تھا۔ ایک آدمی مکان کی دوسری دیوار پر کھڑا ہو کر چلایا: "وہ یہیں ہے، وہ یہیں ہے۔"

ایک سوار جس کے ہاتھ میں باز تھا، گھوڑے سے اُتر کر آگے بڑھا اور اُس نے کہا: "کتوں کو روکو، اب وہ بھاگ کر نہیں جا سکتا۔" یہ جہاں داد تھا۔ جب نوکر کتوں کو رسیاں ڈال کر ایک طرف ہٹ گئے تو اُس نے اُوپر دیکھتے ہوئے کہا: "اب تم نیچے آسکتے ہو۔ ایک ہرن کے چور کو اس قدر خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے۔"

حسان نے گردن اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا، پھر نیچے اُترا اور اطمینان سے آگے بڑھ کر بولا: "میں چور نہیں ہوں۔ اس ہرن کو میں نے یہاں سے چند میل دُور زخمی کیا تھا۔ میرا قصور صرف اتنا ہے کہ میں اسے اس جنگل میں پہنچنے سے روک نہ سکا۔"

جہاں داد مسکرایا "یہ جنگل ہمارا ہے اور اس میں پناہ لینے والے جانور بھی ہمارے ہیں۔"

حسان نے کہا "آپ یہ لے سکتے ہیں، میں صرف یہ اطمینان چاہتا تھا کہ میرے تیر سے زخمی ہونے کے بعد یہ کسی درندے کے کام نہ آئے۔"

"لیکن تم بھاگ گئے کیوں تھے؟"

"میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ ہرن شکار کرنے کے بعد میں خود شکار ہو جاؤں۔ مجھے امید تھی کہ میں بچ کر نکل جاؤں گا۔"

"لیکن اب؟"

"اب مجھے بھاگنے کی ضرورت نہیں۔"

جہاں داد نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا "اگر تمہیں اپنی جان کا خطرہ ہو تو؟"

"میری جان اتنی قیمتی نہیں کہ میں اپنے سارے خاندان کی زندگی خطرے میں ڈال دوں۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ قباد کے بیٹے ہیں اور ہم اُس کے مزارع ہیں، ورنہ میرا ترکش خالی نہیں تھا۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ اگر تم مزارع نہ ہوتے تو اتنے آدمیوں کے سامنے ڈٹ جاتے؟"

"ہاں اور میرا کوئی تیر رائگاں نہ جاتا۔"

ایک نوکر نے کہا "بیوقوف! ہوش سے بات کرو!"

جہاں داد نے برہم ہو کر کہا "تم خاموش رہو!" پھر وہ حسان سے مخاطب ہوا "تمہارا گھوڑا دیکھ کر میں سمجھا تھا کہ تم گر گئے ہو۔"

"میں نے گھوڑا چھوڑ دیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں چھپ جاؤں گا اور رات ہوتے ہی یہاں سے نکل جاؤں گا۔"

"اگر تمہارا گھوڑا گھر پہنچ گیا تو وہاں یہ خیال کریں گے کہ تمہیں کوئی حادثہ پیش آگیا ہے۔ اب تم ہمارا گھوڑا لے جاؤ اور جلدی گھر پہنچنے کی کوشش کرو، صبح واپس بھیج دینا اور اپنا شکار بھی لے جاؤ۔ یہاں ہرن بہت ہیں۔ تمہیں شکار کا شوق ہے تو میرے پاس آجایا کرو، میں بیس دن اور یہاں ہوں، اس کے بعد واپس چلا جاؤں گا۔"

حسان نے پوچھا "آپ یہاں نہیں رہتے؟"

"نہیں۔ ہمارا لشکر مدائن میں ہے۔"

حسان نے کہا "میں آپ کے پاس آیا کروں گا۔ مجھے شکار کا بہت شوق ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ جس جنگل میں اتنے آدمی پہرہ دیتے ہوں وہاں ہرن جیسے جانور زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے۔"

جہاں داد نے ہنس کر جواب دیا "یہ آدمی جنگل کی حفاظت کے لئے نہیں بلکہ میرے ساتھ شکار پر آئے تھے۔"

وہ مکان کے احاطے سے باہر نکلے۔ جہاں داد کے اشارے سے ایک نوکر نے اپنا گھوڑا حسان کو پیش کر دیا۔ اگلے دن حسان جہاں داد کا گھوڑا واپس کرنے آیا تو وہ اُسے اپنے باپ کے پاس لے گیا۔

یہ ایک ایرانی امیر زادے اور ایک عرب کسان کے بیٹے کے دوستانہ تعلقات کی ابتدا تھی۔ اور اس کے بعد حسان قریباً ہر روز جہاں داد کے پاس آیا کرتا تھا۔ اُسے قباد کے عالیشان مکان کے اندر گھومنے پھرنے کی عام اجازت تھی جسے اُس کی حیثیت کے لوگ صرف باہر سے دیکھ سکتے تھے۔

حسان کی عمر اُس وقت چودہ برس تھی اور جہاں داد اُس سے کوئی تین سال بڑا تھا جہاں داد کا چھوٹا بھائی زربخت اُس سے آٹھ سال چھوٹا تھا اور کمسن ماہ بانو جسے گاؤں کی لڑکیاں پری کہا کرتی تھیں زربخت سے اڑھائی سال چھوٹی تھی۔

یہ ایران کی تاریخ کا وہ دور تھا جبکہ خسرو پرویز کی فتوحات کے سیلاب کی لہریں قسطنطنیہ کی دیواروں سے ٹکرا رہی تھیں اور قیصر روم اپنے محل کے دریچوں سے باسفورس کے مشرقی ساحل پر ایرانی افواج کے خیمے دیکھ سکتا تھا۔

حسان اس بات پر فخر کیا کرتا تھا کہ قباد کا بیٹا اور ایران کے لشکر کا ایک بہادر سالار میرا دوست ہے اور میں بھی بہت جلد اُس کے لشکر میں شامل ہو جاؤں گا۔ بستی کے لڑکے اُس پر رشک کیا کرتے تھے اور بڑی عمر کے لوگ اُس کا مذاق اُڑایا کرتے تھے۔

پھر اچانک روم و ایران کے معرکے کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ ہرقل نے برسوں کی شکست کا حساب چکانے کے لئے جوابی حملے شروع کر دیئے۔ پرویز نے اس غیر متوقع پیشقدمی کو روکنے کے لئے اچانک نئی افواج کی ضرورت محسوس کی اور ایرانی مرزبانوں اور جاگیرداروں نے اپنے کسانوں اور چرواہوں پر فوج

کی مُلازمت کے دروازے کھول دئیے۔

حسان نے فوج میں بھرتی ہونے کے بعد تین مہینے ایک سرحدی مستقر میں فوجی تربیت حاصل کی اور پھر اُسے سواروں کے چند دستوں کیساتھ شمالی ایران کی ایک چوکی میں بھیج دیا جہاں اُس کی زندگی کا ایک حسین خواب پُورا ہؤا۔ اس چوکی کا محافظِ اعلیٰ جہاں داد تھا۔ پھر وہ سپاہیانہ زندگی کی آزمائشوں، جنگ کی کلفتوں اور اسیری کے آلام و مصائب میں ایکدوسرے کے ساتھی تھے۔

اور اب قریباً نو برس بعد وہ جہاں داد کے گھر میں اُس کی موت کی خبر سُنانے آیا تھا اور اس ناخوشگوار فرض سے سبکدوش ہوتے ہی اپنے گھر پہنچنا چاہتا تھا۔ شام ہو چکی تھی اور اُس کو اس بستی سے چار کوس آگے جانا تھا۔

ایک نوکر چراغ اُٹھائے کمرے میں داخل ہؤا اور اُس نے کہا "آپ تشریف رکھیں آقا ابھی آتے ہیں"۔

حسان قالین پر بیٹھ گیا اور نوکر چراغ رکھ کر واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد قباد اور ماہ بانو کمرے میں داخل ہوئے۔ قباد کے ایک ہاتھ میں لاٹھی تھی اور دوسرا ہاتھ ماہ بانو کے کندھے پر تھا۔ اُس کے سارے بال سفید ہو چکے تھے اور وہ اس قدر نحیف تھا کہ اگر ماہ بانو اُس کے ساتھ نہ ہوتی یا حسان اُسے مکان سے باہر دیکھتا تو اُسے کبھی یہ خیال نہ آتا کہ وہ جہاں داد کا باپ ہے۔

حسان تعظیم کے لئے اُٹھا لیکن قباد کے ہاتھ کا اشارہ پاکر دوبارہ بیٹھ گیا۔ قباد نے اُس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا: "ایک باپ کے لئے جہاں داد جیسے فرزند کی موت کا یقین کر لینا آسان نہیں جنگ ختم ہوئے مدت ہو چکی ہے اور اس عرصہ میں اسے جاننے والے جن افسروں اور سپاہیوں سے میری مُلاقاتیں ہوئی ہیں اُن میں سے کسی نے اُس کی موت کی گواہی نہیں دی۔ اُن میں سے اکثر یہی کہتے رہے ہیں کہ وہ ادمیلا میں ہمارے لشکر کی شکست کے بعد لاپتہ ہو گیا تھا۔ بعض یہ بھی کہتے تھے کہ وہ زخمی تھا اور ایک سوار اُسے اپنے گھوڑے پر ڈال کر بھاگ گیا تھا۔ اب اگر تم اُس کی موت کی خبر لیکر آئے ہو تو میرا پہلا سوال یہ ہے کہ اتنا عرصہ تم کہاں تھے؟"

حسان نے جواب دیا "میں رومیوں کی قید میں تھا اور جہاں داد اپنی موت تک میرے ساتھ تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں کوئی اچھی خبر لیکر نہیں آیا۔ وہ ادمیاہ کی جنگ میں زخمی ہؤا تھا اور میں ہی اُسے اپنے گھوڑے

پرڈا لگر میدان سے نکال لایا تھا۔ ہم نے ساری رات سفر کرنے کے بعد ایک چرواہے کے ہاں پناہ لی تھی۔ دس دن بعد جہاں داد سفر کے قابل ہو چکا تھا اور ہم وہاں سے بھاگنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ لیکن اچانک رومیوں کے ایک دستے نے چرواہے کے گھر پر چھاپہ مارا اور ہمیں گرفتار کر لیا۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ بستی کے ایک اور چرواہے نے ہمیں رومیوں کے پاس فروخت کر دیا تھا۔ ہمارا نیکدل میزبان رومی سپاہیوں کو اپنے گھر کی طرف آتے دیکھ کر بھاگ گیا تھا اور ہمیں اُس کا انجام معلوم نہ ہو سکا۔"

وہ ہمیں طرزون لے گئے اور وہاں ہمیں جہاز کھینے والے غلاموں میں شامل کر دیا گیا۔ جہاز کا کپتان ہمیں انسانوں کی بجائے کارآمد جانور سمجھتا تھا۔ ہماری دُنیا جہاز کے نچلے حصے تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ ہم صرف اتنا جان سکتے تھے کہ جہاز لنگر انداز ہو چکا ہے یا متحرک ہے۔ تقریباً ایک سال ہم بدترین سزائیں بھگتتے رہے۔ جہاں داد کی صحت بتدریج خراب ہوتی گئی۔ پھر ایکدن اُس نے میری گود میں سر رکھ کر دم توڑ دیا۔ جہاز پر مرنے والوں کی لاشیں سمندر میں پھینک دی جاتی تھیں لیکن مجھے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ ہمارا جہاز کس سمندر میں ہے۔

اس کے بعد زندگی کے ساتھ میری تمام دلچسپیاں ختم ہو چکی تھیں اور مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ہمارا جہاز پچھلے مہینے کہاں تھا اور اب کس ملک کے ساحل کا طواف کر رہا ہے۔ جہاز کھینے والے غلام صبح و شام یا ہفتوں مہینوں یا برسوں کی بجائے صرف موت کا انتظار کرتے ہیں۔ میرے پُرانے ساتھیوں میں سے اکثر مر چکے تھے اور اُن کی جگہ نئے غلام لے چکے تھے۔

اسیری کے ابتدائی زمانے میں، میں بھی ہر نو وارد کی طرح آزاد ہونے کی تدبیریں سوچا کرتا تھا لیکن اب میں یہی سوچ سکتا تھا کہ کسی دن جہانداد کی طرح میری ہمت بھی جواب دے جائیگی۔ میرے ہاتھوں سے جہاز کا بھاری چپّو چھوٹ جائے گا۔ پھر میری لاش کسی نامعلوم سمندر میں پھینک دی جائیگی۔ لیکن ایک جہاز کے کپتان نے میری زنجیر کھُلوا دی اور مجھے اُن قابلِ اعتماد غلاموں کے ساتھ شامل کر دیا جو بندرگاہوں سے رسد کا سامان لادنے کے لئے ملّاحوں کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ اب میں کھُلی ہوا میں سانس لیتا تھا اور دن کے وقت سورج اور رات کے وقت چاند اور ستارے دیکھ سکتا تھا۔ جہاں داد نے اپنی موت سے قبل مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ اگر مجھے آزادی ملی تو میں اُس کے گھر جاؤں گا اور اب میں کبھی کبھی یہ سوچا کرتا تھا کہ شاید

میں کسی دن بھاگنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ میرا آخری سفر اسکندریہ سے شروع ہوا۔ ہمارے جہاز پر گندم لدی ہوئی تھی ایک طوفانی رات ہمارا جہاز شام کے ساحل کے قریب لنگر انداز ہوا اور میں نے موقع پا کر سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ آدھی رات کے قریب میں نیم بیہوشی کی حالت میں ساحل پر پہنچ گیا۔ پھر کچھ دیر سستانے کے بعد اُٹھا اور صبح تک پہاڑی علاقے میں سفر کرتا رہا۔ جہاز سے چھلانگ لگاتے وقت میں نے زندگی یا موت کا راستہ اختیار کیا تھا اور ساحل پر پہنچنے کے بعد کئی دن تک میرا ہر قدم زندگی کی بجائے موت سے زیادہ قریب تھا۔ میں کسی شہر یا بستی کا رُخ کرنے کی بجائے غریب کسانوں اور چرواہوں کے اِکا دُکا جھونپڑوں کے دروازوں پہ دستک دیتا تھا۔ یہ لوگ ایک مفلوک الحال آدمی کو روٹی اور پانی دیتے وقت زیادہ سوالات نہیں پوچھتے۔ میرے جسم پہ چیتھڑے تھے اور ایک عرب کسان نے مجھے اپنا فالتو لباس دے دیا۔ دریائے فرات کے زرخیز علاقے میں داخل ہونے کے بعد میں خطرے کی حد سے نکل چکا تھا اور عرب قبائل کی بستیوں میں مجھے تمام سہولتیں میسر تھیں۔"

حسان یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔ قباد نے کہا "تمہارا گھر کہاں ہے ؟"

"میرا گھر یہاں سے زیادہ دُور نہیں، میرا خاندان آپ کی زمین میں کاشتکاری کرتا ہے اور میرے باپ کا نام عتبہ ہے۔ یہاں سے جنوب کی طرف آپ کی جاگیر کی آخری بستی ہماری ہے۔"

قباد اور اُس کی بیٹی نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر اُن کی نگاہیں حسان کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ کچھ دیر توقف کے بعد قباد نے سوال کیا "تم سیدھے میرے پاس آئے ہو ؟"

"جی ہاں۔ اور اب میں آپ سے اجازت لینا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے گھوڑا مل جائے تو میں بہت جلد وہاں پہنچ جاؤں گا اور کل آپ کا گھوڑا واپس بھیج دوں گا۔"

"تم تھکے ہوئے ہو۔ اب کھانا کھا کر سو جاؤ۔ صبح تمہیں گھوڑا مل جائے گا۔ میں تمہارے باپ کو جانتا ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ اپنے گھر پہنچ کر تمہیں ـــ" قباد یہاں تک کہہ کر رُک گیا اور پھر ماہ بانو سے مخاطب ہو کر بولا "بیٹی تم مہمان کے لئے کھانا منگوا لو۔"

ماہ بانو اُٹھ کر چلی گئی۔ حسان نے قدرے فکرمند ہو کر سوال کیا "آپ میرے گھر کے متعلق کچھ کہنا چاہتے تھے ؟"

قباد نے جواب دیا "میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ جب ایک شکست خوردہ لشکر کا سپاہی واپس گھر پہنچتا ہے تو

اُسے بعض اوقات نئے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے میں تم سے یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ اگر تمہیں کسی مدد کی ضرورت پیش آئے تو تم اپنے دوست کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے میں عار محسوس نہیں کرو گے۔ اب رات ہو رہی ہے اور تمہارا چہرہ یہ بتا رہا ہے کہ تمہیں آرام کی ضرورت ہے تم نے شاید صبح سے کھانا بھی نہیں کھایا۔"

حسان نے جواب دیا "آج میں نے کہیں رُکنا پسند نہیں کیا۔ میرا خیال تھا کہ میں آپ کو دیکھتے ہی اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔"

"نہیں بیٹا! رات آرام کرو، صبح چلے جانا، ابھی مجھے تمہارے ساتھ بہت سی باتیں کرنی ہیں۔"

حسان نے سوال کیا "لیکن زربخت کہاں ہے؟"

"وہ مدائن گیا ہوا ہے چند دن تک واپس آجائے گا۔ اب تم کھانا کھالو پھر ہم اطمینان سے باتیں کریں گے۔"

حسان نے کہا "اگر آپ کا کوئی کارندہ ان دنوں ہمارے گاؤں گیا ہو تو اُسے بُلوا لیجئے۔ میں وہاں کے حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

قباد نے پریشان سا ہو کر اپنی بیٹی کی طرف دیکھا اور پھر حسان سے مخاطب ہو کر "بیٹا میرے آدمی بٹائی کے موقع پر باہر جایا کرتے ہیں لیکن ابھی فصل تیار نہیں ہوئی۔"

"آپ نے پچھلے دنوں میرے والد یا بھائیوں میں سے کسی کو دیکھا ہے؟"

قباد نے جواب دیا "میں کافی دنوں سے بیمار ہوں لیکن تمہیں اس قدر پریشان نہیں ہونا چاہئے۔"

تھوڑی دیر بعد حسان کھانا کھا رہا تھا اور قباد اور ماہ بانو اُس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے باپ اور بیٹی یکے بعد دیگرے اُس سے سوالات پوچھ رہے تھے اور وہ جواب میں جنگ، اسیری اور رہائی کے واقعات کی تفصیلات سُنا رہا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد جب اُس کی آنکھیں بند اور آواز بھاری ہونے لگی تو قباد نے اُٹھتے ہوئے کہا "بیٹا اب تم یہیں لیٹ جاؤ" حسان نے غنودگی کے عالم میں آنکھیں کھولیں اور پھر بند کر لیں۔

قباد اور ماہ بانو کمرے سے باہر نکل گئے تھوڑی دیر بعد ماہ بانو ایک کمبل اُٹھائے دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی تو حسان گہری نیند سو رہا تھا۔ اُس نے آہستہ سے کمبل اُس پر ڈال دیا اور دبے پاؤں

برابر کے کمرے میں چلی گئی۔

قباد بستر پر لیٹا ہوا تھا۔

"ابا جان!" ماہ بانو نے کہا۔ "یہ اُمی عتبہ کا بیٹا ہے؟"

"ہاں مجھے اس کی صورت دیکھتے ہی شک گزرا تھا۔"

"آپ نے اُسے بتا کیوں نہ دیا؟"

"نہیں بیٹی! وہ تھکاوٹ اور بھوک سے نڈھال تھا اور اُسے آرام کی ضرورت تھی اس لئے مجھے بات کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔"

"ابا جان! وہ جہاں داد کا دوست ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اُسے رخصت کرنے سے پہلے تمام حالات بتا دیں۔"

"ہاں بیٹی! اُسے خبردار کرنا ضروری ہے لیکن مجھے صبح کے وقت بھی شاید بات کرنے کا حوصلہ نہ ہو۔"

"ابا جان! اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اُسے بتا دوں گی۔"

"تمہیں اجازت ہے، بیٹی! یہ بہت ضروری ہے کہ اُسے روانہ کرنے سے پہلے تمام حالات سے خبردار کر دیا جائے۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "ابا جان! ان حالات میں وہ اپنے گھر جا کر کیا کرے گا۔ اُس کی جان بچانا ہمارا فرض ہے، کیا ہم اُسے روک نہیں سکتے؟"

"نہیں، مجھے وہ اُن لوگوں سے مختلف دکھائی دیتا ہے جو خطرات سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر ہم اُسے یہاں روکنے میں کامیاب ہو جائیں تو بھی اُس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ آج میں اُس سے زیادہ بے بس ہوں۔"

"ابا جان! مجھے یقین ہے کہ زر بخت مدائن سے اچھی خبر لے کر آئے گا اور ہمیں ان ظالموں سے نجات مل جائے گی۔"

قباد نے جواب دیا۔ "بیٹی! میں زیادہ پُر اُمید نہیں ہوں مدائن میں جو لوگ مجھے جانتے تھے اُن

میں سے اکثر جنگوں میں کام آچکے ہیں اور جو زندہ ہیں انہیں ملک کے نئے حکمرانوں اور ان کے خوشامدیوں نے ہماری طرح بے دست و پا کر دیا ہے۔ خال خال ایسے لوگ رہ گئے ہیں جو اپنی عزت بچائے ہوئے ہیں۔ لیکن ہمیں کسی سے یہ اُمید نہیں رکھنی چاہیئے کہ وہ ہماری خاطر ہرمز سے اُلجھنا پسند کرے گا۔ تورج ایک حقیر آدمی ہے۔ اگر ہرمز اُس کی پشت پر نہ ہوتا تو وہ میرے کسی ادنیٰ کاشتکار کے ساتھ بھی اُلجھنے کی جرأت نہ کرتا۔ میرا ضمیر آخری دم تک مجھے ملامت کرتا رہے گا کہ میں ایک فریادی بنکر ہرمز کے پاس گیا تھا۔ جب قوموں اور سلطنتوں کا زوال آتا ہے تو شاہی دربار کے مسخرے وزیروں اور سپہ سالاروں کی قسمت کے فیصلے کرتے ہیں۔ ہمیں صرف یہ دُعا کرنی چاہیئے کہ زربخت خیریت سے واپس آجائے۔ اس کے بعد ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہم مدائن یا کسی ایسے دُور افتادہ شہر میں چلے جائیں جہاں ہمیں جاننے والا کوئی نہ ہو اور پھر اس وقت کا انتظار کریں جب ملک کے اندر کوئی نیا انقلاب ہرمز جیسے لوگوں کا اقتدار ختم کر دے۔"

"ابا جان! مجھے یقین ہے کہ زربخت کو کوئی بڑا عہدہ مل جائے گا اور کسی دن وہ صرف تورج سے ہی نہیں بلکہ ہرمز سے بھی انتقام لے سکے گا۔"

"بیٹی! زربخت ایران کی فوج میں بڑے سے بڑا عہدہ حاصل کرنے کے بعد بھی اس قابل نہیں ہو سکتا کہ وہ ہرمز جیسے گرگِ باراں دیدہ سے ٹکر لے سکے۔ اُس کے لئے بہترین راستہ یہی ہے کہ لشکر میں شامل ہو جائے اور اُس وقت تک اپنے دشمنوں کو بھول جائے جب تک اُمرائے سلطنت شہنشاہ کے دربار کا رُخ کرنے سے پہلے اُسے سلام کرنا ضروری نہ سمجھیں۔ اگر جہاں داد زندہ واپس آ آ تو میں اُسے بھی یہی مشورہ دیتا۔"

"لیکن ابا جان! آپ تو یہ کہا کرتے تھے کہ جب جہاں داد واپس آئے گا تو آپ اُسے اپنی آنکھوں سے ایک لمحہ کے لئے بھی دُور نہیں ہونے دیں گے اور آپ اُسے ایران کے سپہ سالار کی بجائے ایک معمولی کسان دیکھنا پسند کریں گے۔"

"یہ میں اُس وقت کہا کرتا تھا جب میرے گھر میں میرے بچوں کے لئے زندگی کی تمام آسائشیں موجود تھیں۔ اب اس گھر اور چند کھیتوں کے سوا مجھ سے سب کچھ چھین لیا گیا ہے۔ مدائن کے دربار میں میرے خلاف اس قسم کی شکایات پہنچائی گئی ہیں کہ میں عرب کاشتکاروں کو حکومت کے خلاف اکساتا ہوں

اگر تورج جیسے لوگ کسی مظلوم کاشتکار کے ہاتھوں مارے گئے تو ہرمز کو ہمارے گھر پر قبضہ کرنے کے لئے بھی ایک معقول بہانہ مل جائے گا۔ میں نے اُسے کہا تھا کہ جب تمہارا زوال آئیگا تو تمہیں تورج سے زیادہ بے رحم لوگوں سے سابقہ پڑیگا اور ہرمز اُن لوگوں میں سے نہیں جو اپنے دشمن کو ایکبار گرا کر دوبارہ اُٹھنے کا موقع دیتے ہیں۔"

ماہ بانو نے آبدیدہ ہو کر کہا: "لیکن آپ نے ہرمز کا کیا بگاڑا تھا؟"

"جو لوگ ظلم کرنے میں لذت محسوس کرتے ہیں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ مظلوم نے اُن کا کیا بگاڑا ہے اُن کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ مظلوم کے حق میں آواز بلند کرنے والوں کا گلا گھونٹ دیا جائے اور ہرمز کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ میں عرب کاشتکاروں کا ہمدرد ہوں۔ میں اُن سے صرف اپنا حق وصول کرتا ہوں لیکن اُنہیں لوٹنا پسند نہیں کرتا اور میرے اس سلوک کے باعث دوسرے ایرانی زمینداروں کے کسانوں کے دل میں اپنی مظلومیت کا احساس اُبھر رہا ہے اور وہ اس احساس کو ختم کرنے کے لئے میرا خاتمہ ضروری سمجھتا ہے۔"

ماہ بانو نے آہ بھرتے ہوئے کہا: "اباجان کاش میرے ہاتھ اتنے مضبوط ہوتے کہ میں ہرمز کا گلا گھونٹ سکتی۔"

قباد نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا: "بیٹی ہر ظالم کی زندگی کا ایک آخری دن ہوتا ہے جب قدرت مظلوموں اور بیکسوں کی دلجوئی کرنا چاہتی ہے تو بعض اوقات انتہائی کمزور انسانوں کے ہاتھ بھی ظالموں کی شاہرگ تک پہنچ جاتے ہیں۔ میں خسرو پرویز، اُس کے باپ اور اُس کے بیٹے کا عبرتناک انجام دیکھ چکا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ ہر ظالم اپنے ہاتھوں سے اپنی ہلاکت کے سامان پیدا کرتا ہے اب تم سو جاؤ۔"

طلوع سحر کے وقت عاصم گہری نیند سے بیدار ہوا اور اُٹھ کر دریچے سے باہر جھانکنے لگا، تقریباً کوئی سو قدم کے فاصلے پر گھنی جھاڑیوں میں اُسے اُس عمارت کے کھنڈر دکھائی دے رہے تھے جہاں جہانداد کے ساتھ اُس کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ کاؤس کمرے میں داخل ہوا اور ایک قیمتی لباس کے علاوہ ایک تلوار اور ڈھال اُس کے سامنے رکھتے ہوئے بولا: "یہ جہانداد کی نشانیاں ہیں اور آقا کی یہ خواہش ہے کہ آپ انہیں قبول فرمائیں۔ میں آپ کے لئے ناشتہ لاتا ہوں۔ اتنی دیر میں آپ کا گھوڑا تیار ہو جائے گا۔"

حسان نے کہا: "لیکن مجھے اتنے قیمتی کپڑوں کی ضرورت نہ تھی۔"

"دیکھئے اگر آپ نے پس و پیش کیا تو انہیں تکلیف ہوگی۔ آقا نے سونے سے پہلے مجھے حکم دیا تھا کہ میں یہ چیزیں آپ کے پاس پہنچا دوں۔ اُن کی طبیعت خراب تھی اور پچھلے پہر سونے سے پہلے اُنہوں نے یہ تاکید کی تھی کہ اگر جہانداد کے دوست کو یہ تحائف قبول کرنے میں کوئی اعتراض ہو تو مجھے جگا دیا جائے۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کو گھوڑا واپس کرنے کی ضرورت نہیں آپ لباس تبدیل کر لیجئے، میں ابھی آتا ہوں۔"

"ناشتا تیار ہے، میں صرف آپ کے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا۔" کاؤس یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا اور حسان قدرے توقف کے بعد لباس تبدیل کرنے میں مصروف ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ ناشتا ختم کر کے اُٹھا تو ماہ بانو کمرے میں داخل ہوئی۔ اُس نے کہا۔ "ابا جان بہت دیر سے سوئے ہیں اور انہیں میں جگانا مناسب نہیں سمجھتی۔"

حسان نے کہا: "اُنہیں جگانے کی ضرورت نہیں میں بہت جلد دوبارہ اُن کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش کروں گا — لوگ عام طور پر ایسی المناک خبریں لانے والوں کو تحائف سے نہیں نوازتے اور مجھے گھر پہنچنے کے لئے اتنے قیمتی لباس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ آپکا شکریہ ادا کرتے ہوئے مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش اس وقت میری جگہ جہانداد آپ کے سامنے کھڑا ہوتا اور آپ کی آنکھیں آنسوؤں کی بجائے مسکراہٹوں سے لبریز ہوتیں۔"

ماہ بانو نے کہا: "آپ اپنے گھر جانے سے پہلے ہمارے پاس آئے تھے اور ہمارے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ میرا بھائی آپ کو کس قدر عزیز تھا۔ ابا جان ہر سال بھائی جان کے لئے ایک نیا لباس تیار کروایا کرتے تھے، اب اُن کی موت کی خبر سننے کے بعد اُنہیں اس بات سے بھی تھوڑا بہت اطمینان ضرور ہوگا کہ جہانداد کی پوشاک اُس کے ایک دوست کے کام آئی ہے۔"

حسان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: "جہانداد مجھے اپنے بھائی سے زیادہ عزیز تھا اور اسیری کے زمانے میں اُس کی رفاقت میری زندگی کا سب سے بڑا سہارا تھی۔

کاؤں [illegible] دروازے پر نمودار ہوا اور اُس نے کہا "گھوڑا تیار ہے"۔

حسان نے ماہ بانو کی طرف اجازت طلب نگاہوں سے دیکھا، لیکن وہ نوکر کی طرف متوجہ ہوکر بولی [illegible] بھی آتے ہیں۔ تم جاؤ!"

نوکر چلا گیا اور ماہ بانو قدرے تذبذب کے بعد بولی "آپ مدت کے بعد اپنے گھر جا رہے ہیں اور آپ کی غیر حاضری کے زمانے میں یہاں کئی انقلاب آچکے ہیں، میں آپ سے یہ وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ اگر آپکو کسی غیر متوقع صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑے تو آپ کوئی خطرناک فیصلہ کرنے سے پہلے ابا جان کے پاس ضرور آئینگے۔ آج کے بعد اس گھر میں آپکو ایک اجنبی کی حیثیت سے نہیں دیکھا جائے گا"۔

حسان نے قدرے مضطرب ہوکر کہا "دیکھئے آپکے ابا جان اپنے کاشتکاروں کے حالات سے بے خبر نہیں ہو سکتے۔ اگر انہوں نے میرے خاندان کے متعلق کوئی بُری خبر سُنی ہے تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں"۔

ماہ بانو نے جواب دیا "اب ہماری زمین اس گاؤں کے آس پاس چند کھیتوں تک محدود ہوکر رہ گئی ہے اور شاید کسی دن یہ بھی ہم سے چھین لی جائے۔ اب یہ مکان بھی ہمیں اپنی ضرورت سے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ حویلی میں پندرہ بیس نوکر اور ساٹھ مسلح سپاہی ہر وقت موجود رہتے تھے۔ اب ہمارے پاس صرف پانچ وفادار نوکر رہ گئے ہیں۔ نیاز زمیندار جسے علاقے کے حاکم نے ہماری زمینیں چھین کر دے دی ہیں، ہمیں کسی وقت بھی یہاں سے فرار ہونے پر مجبور کر سکتا ہے"۔

"نیاز زمیندار! وہ کون ہے؟"

"اُس کا نام تورج ہے اور وہ ہرمز کا رشتہ دار ہے"۔

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہرمز آپ کی جائیداد چھین کر کسی اور کے حوالے کر دے؟"

ماہ بانو نے جواب دیا "جب افواج شکست کھاتی ہیں اور ملک کے تخت و تاج کے وارث بدلتے ہیں تو ہر بات ممکن ہو جاتی ہے۔ جب میرا بھائی جنگ پر گیا تھا تو یہ علاقہ ایران کی عظیم سلطنت کا ایک اہم حصہ تھا لیکن اب یہ ہرمز کی شکارگاہ بن چکا ہے۔ حکومت کو زیادہ لگان فراہم کرنے کے عوض اس نے علاقے کے زمینداروں کو لوٹ کھسوٹ کی کھلی آزادی دے رکھی تھی۔ جب کسانوں کا ایک وفد

چند ظالم زمینداروں کے خلاف شکایات لے کر ہرمز کے پاس پہنچا تھا لیکن اُس نے اُنہیں دھکے دیکر نکال دیا تھا۔ اس کے بعد چند کسانوں نے بغاوت کردی اور زمینداروں نے اُنکی بستیاں ویران کر ڈالیں۔ ابا جان نے لُٹے ہوئے کسانوں کو اپنی پناہ میں لے لیا تو ایرانی زمیندار اُن کے خلاف متحد ہوگئے اور وہ پہلے ہرمز اور پھر مدائن کے دربار میں یہ شکایت لے کر پہنچے کہ ہم باغی عربوں کی حوصلہ افزائی کررہے ہیں۔ ہرمز ظلم کرنے کا کوئی بہانہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ چنانچہ اُس نے ہماری زمینیں چھین کر تورج کے حوالے کردیں۔ جاگیر کی ہر بستی میں لُوٹ مار کا سلسلہ جاری ہے۔ شروع شروع میں ہمارے کسانوں نے تورج کے کارندوں کو مار کر بھگا دیا تھا لیکن ہرمز سے فوجی طاقت حاصل کرنے کے بعد اُس نے اُنہیں دوبارہ مغلوب کرلیا۔"

حسان نے کرب انگیز لہجے میں کہا "آپ نے ہماری بستی کے متعلق کوئی خبر سُنی ہے؟"

چند ثانیے ماہ بانو کے پاس اشک آلود نگاہوں کے سوا اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ پھر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "اب باہر کا کوئی فریادی ہمارے گھر کا رُخ نہیں کرتا پھر بھی ابا جان کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ شاید دوسری بستیوں کی طرح آپ کی بستی بھی تورج کے مظالم سے محفوظ نہ ہو۔ وہ آپکو یہ نصیحت کرنا چاہتے تھے کہ آپ کسی بات پر نئے زمیندار سے اُلجھنے کی کوشش نہ کریں۔ موجودہ حالات میں اس علاقے کے عرب کاشتکاروں کو صبر اور حوصلے سے کام لینے کی ضرورت ہے۔"

حسان نے کہا "اگر آپ کے ابا جان کا یہ مشورہ ہے کہ رومیوں کی قید سے آزاد ہونے کے بعد اب مجھے نئے مظالم برداشت کرنے کی عادت ڈالنی پڑے گی تو میں اُنہیں مایوس نہیں کرونگا۔ ہم لوگ یہ جانتے ہیں کہ ہم ظالموں کا مقابلہ کرنے کے لئے بلکہ ظلم برداشت کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ مجھ سے کوئی بات چُھپانا چاہتی ہیں۔"

ماہ بانو نے جواب دیا "میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتی تھی کہ ہم بے بس ہیں اور اگر آپ کو تورج جیسے لوگوں سے کوئی مشکل پیش آئی تو ہم آپ کی کوئی اعانت نہیں کرسکیں گے۔"

"میں بدترین حالات میں بھی آپ کو پریشان نہیں کروں گا۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔" حسان

یہ کہہ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھا اور ماہ بانو کلیجہ مسوس کر رہ گئی۔ وہ بھاگ کر اُسے روکنا چاہتی تھی۔ وہ اُسے کچھ بتانا چاہتی تھی لیکن اُس کی ہمت جواب دے گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ رہائشی مکان کی ڈیوڑھی کی چھت سے حسان کو گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلتے دیکھ رہی تھی ــــ اور اُس کا دل ایک ناقابلِ برداشت بوجھ سے پسا جا رہا تھا۔ وہ واپس مڑی اور بھاگتی ہوئی اپنے باپ کے کمرے میں داخل ہوئی۔ قباد ابھی تک بستر پر لیٹا ہوا تھا۔

"ابا جان!" اُس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں اُسے سب کچھ بتانا چاہتی تھی لیکن اُس کی صورت دیکھ کر میری ہمت جواب دے جاتی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ صحیح حالات سے باخبر ہونے کے بعد وہ اپنے گھر کا رُخ کرنے کی بجائے تن تنہا تورج کے گھر پر حملہ کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ میں نے اُسے صرف اشاروں سے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اُس کی بستی کے حالات سراسر اُس کی توقعات کے خلاف ہو سکتے ہیں۔ ابا جان! اُس نے خوشی سے جہاں داد کا لباس پہن لیا تھا اور مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میرا بھائی ایک نئے وجود میں واپس آ گیا ہے۔ مجھے اُس کی سادگی پر رحم آتا تھا۔ کاش! میں اُسے روک سکتی۔"

قباد نے جواب دیا۔ "بیٹی! اگر وہ مجھے کسی خطرے سے ڈرنے والا معلوم ہوتا تو میں نے رات کے وقت ہی اُسے یہ کہہ دیا ہوتا کہ تم اپنے گھر نہیں جا سکتے۔"

"لیکن اب کیا ہوگا؟"

"اب اگر وہ دور اندیش ثابت ہوا تو اُن لوگوں کا راستہ اختیار کرے گا جو ظلم کے خلاف سر اُٹھانے کے لئے مناسب حالات کا انتظار کرتے ہیں۔ ورنہ ہم یہ سُنیں گے کہ ایک جوشیلا نوجوان چند نعرے لگانے کے بعد ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا ہے۔"

باب (۲)

اپنی بستی کی چراگاہوں، کھیتوں اور باغوں سے گزرتے ہوئے حسان نے کئی چرواہوں اور کسانوں کو دیکھا۔ یہ لوگ اُسے کوئی ایرانی رئیس سمجھ کر ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے اور راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو جاتے۔ اُس کے ذہن پر ماہ بانو کی الوداعی گفتگو کا یہ اثر تھا کہ راستے میں اگر کوئی جانی پہچانی صورت دکھائی دیتی تو وہ رُکنے کی بجائے گھوڑے کی رفتار کو تیز کر دیتا۔

بستی میں داخل ہوتے ہی وہ ایک مکان کے سامنے رُکا جس کی چھتیں پیوندِ زمین ہو چکی تھیں۔ صحن کے ایک کونے میں چھپر کے نیچے چند مویشی بندھے ہوئے تھے اور ایک آدمی اُن کے آگے چارہ ڈال رہا تھا۔

حسان کچھ دیر پتھرائی ہوئی آنکھوں سے شکستہ مکان کی طرف دیکھتا رہا۔ بستی کے لوگ اُس کے گرد جمع ہو رہے تھے لیکن اُسے اپنے گرد و پیش کا کوئی احساس نہ تھا۔ ایک عمر رسیدہ عورت آگے بڑھی اور اُسے غور سے دیکھنے کے بعد چلا اُٹھی "ارے یہ تو عتبہ کا بیٹا ہے۔" پھر چاروں طرف سے "حسان! حسان!" کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

ایک آدمی نے حسان کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا "حسان! میں ناصر ہوں تم نے مجھے نہیں پہچانا؟" اور وہ جواب دینے کی بجائے دیوانہ وار چلانے لگا "وہ کہاں ہیں؟ میرے ابا، میرے بھائی اور میری بہن کہاں ہیں؟ تم خاموش کیوں ہو؟"

لیکن اُسے کوئی جواب نہ ملا اور وہ گھوڑے سے کود کر ناصر کو جھنجھوڑنے لگا۔ ناصر کی آنکھوں

سے آنسو اُبل پڑے اور وہ بے اختیار اُس کے ساتھ لپٹ کر چلّانے لگا: "حسان وہ یہاں نہیں ہیں۔ تمہارے والد اور تمہارا بڑا بھائی قتل ہو چکے ہیں۔ وہ سہیل کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے تھے اور تورج نے اُسے غلام بنا لیا ہے۔"

"اور میری بہن؟ حسان نے ڈوبتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"عمارہ اپنی زندگی کی مصیبتوں سے نجات حاصل کر چکی ہے۔ نئے زمیندار نے اُسے گرفتار کر کے ہرمز کے گھر بھیج دیا تھا اور چند دن بعد ہمیں پتہ چلا کہ اُس نے ہرمز کے محل کی چھت سے چھلانگ لگا دی تھی۔ آس پاس کی بستیوں کے بیس سرکردہ آدمی ہرمز کے پاس یہ درخواست لے کر گئے تھے کہ اگر عمارہ اور سہیل کو رہا کر دیا جائے تو وہ علاقے کے لوگوں کو پُرامن رکھنے کا ذمہ لیتے ہیں لیکن عمارہ اس عرصہ میں خودکشی کر چکی تھی اور ہرمز نے اس وفد کو اُس کی لاش دکھانے کے بعد کہا تھا کہ امن قائم رکھنے کے لئے میرے سپاہیوں کی تلواریں کافی ہیں اور تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم عتبہ کے انجام سے سبق حاصل کرو اور آئندہ کسی ایرانی زمیندار کو شکایت کا موقع نہ دو۔ پھر وفد کے ارکان نے ہرمز سے سہیل کی رہائی کے لئے کہا تو اُس نے جواب دیا کہ اُس خطرناک لڑکے نے ہمارے دو سپاہیوں کو زخمی کیا تھا اور یہ اُس کی خوش قسمتی ہے کہ تورج نے اُس کو موت کی سزا دینے کی بجائے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔"

"سہیل نے ایرانی سپاہیوں کو زخمی کیا تھا؟"

"ہاں جب تورج کے ساتھ پہلی بار لڑائی ہوئی تھی تو اُس کے دو آدمی ہلاک اور پانچ زخمی ہوئے تھے۔ سہیل نے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر تیر چلائے تھے اور دو آدمیوں کو زخمی کر دیا تھا۔ پھر وہ بھاگ گئے تھے۔ چار دن بعد تورج نے پچاس سپاہیوں کے ساتھ علی الصباح حملہ کیا اور آپکے والد اور بھائی کو قتل کر دیا۔ سہیل نے باہر ایک کھجور کے درخت پر چڑھ کر چھپنے کی کوشش کی لیکن جاتے وقت ایرانیوں نے اُسے دیکھ لیا۔"

حسان نڈھال سا ہو کر زمین پر بیٹھ گیا اور اُس نے سوال کیا: "لڑائی کی ابتدا کیسے ہوئی تھی؟"

ناصر نے جواب دیا: "ہرمز نے ایرانی زمینداروں کو حکم دیا تھا کہ ہمیں روپے کی ضرورت ہے۔ اس لئے تم کاشتکاروں سے زیادہ حصہ وصول کرو۔ پھر جب زمینداروں نے لوٹ مار شروع کردی تو کاشتکار مزاحمت کرنے لگے اور کئی مقامات سے بغاوت کی خبریں آنے لگیں لیکن قباد کاشتکاروں پر سختی کرنے کے حق میں نہ تھا اور اس کی رحمدلی کے باعث اس علاقے کے کاشتکاروں کی تمام بستیوں میں امن رہا۔ پھر چاروں طرف سے ستائے ہوئے کاشتکار اس کے پاس پناہ لینے لگے اور زمینداروں نے ہرمز کے پاس شکایات کیں کہ وہ درپردہ ہمارے عرب مزارعین کی حوصلہ افزائی کررہا ہے۔ ہرمز نے قباد کی بہت سی جاگیر ضبط کرکے تورج کے حوالے کردی جو اس کا رشتہ دار ہے۔ اس کے بعد ہمیں اپنی بستیوں میں نئے زمیندار کے کارندوں کے مظالم کا سامنا کرنا پڑا۔ گزشتہ سال گرمیوں میں آپ کے والد کی قیادت میں ہمارا ایک وفد قباد کے پاس پہنچا لیکن اس نے کہا کہ میں اب بے دست و پا بنادیا گیا ہوں۔ ہرمز میری بات تک سننے کے لئے تیار نہیں۔ تم خود اس کے پاس جاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ ہرمز کے پاس گئے لیکن وہاں سے بھی مایوسی ہوئی، تورج کو ان باتوں کا پتہ چلا تو اس نے اپنے کارندے یہاں بھیج دیئے اور انہوں نے اس بہانے آپ کے گھر کی تلاشی لینے کا مطالبہ کیا کہ آپ کے والد نے فصل کا بہت سا حصہ بٹائی میں دینے کی بجائے چھپا کر رکھ لیا ہے۔ آپ کے گھر میں صرف اگلی فصل تک گزارنے کے لئے اناج تھا لیکن ایرانیوں نے وہ بھی چھین لیا۔ پھر اچانک آپ کے والد اور بھائی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ لڑائی ہوئی اور ایرانی بھاگ گئے۔ اس کے بعد تورج ہرمز کے پاس پہنچا اور اس نے سواروں کا ایک دستہ اس کے ساتھ روانہ کردیا۔

"پہلی لڑائی کی طرح دوسری لڑائی بھی گھر کے اسی صحن میں ہوئی۔ آپ کے والد اور بھائی کو کسی مزاحمت کے بغیر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ گاؤں سے جو لوگ ان کی مدد کے لئے یہاں پہنچے تھے، ان میں سے پانچ ایرانیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔"

حسان نے پوچھا: "تمہیں یقین ہے کہ سہیل زندہ ہے اور تورج کے گھر میں ہے؟"

"ہاں ہماری اپنی بستی کے کئی آدمی اسے دیکھ چکے ہیں۔"

حسان اچانک اُٹھا اور اُس نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟" کئی آدمیوں نے یک زبان ہو کر سوال کیا۔

"میں آج شام سے پہلے قورج کا حساب چکانا چاہتا ہوں۔" وہ یہ کہہ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

ایک عمر رسیدہ آدمی نے بھاگ کر اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا۔ "ٹھہرو! حسان اب تم تنہا کچھ نہیں کر سکتے۔ قورج کے پاس پچاس ساٹھ مسلح آدمی ہر وقت موجود رہتے ہیں اور پھر ہرمز اُس کی پشت پر ہے۔ وہ اگر حکم دے تو اُس کی فوج ایک دن کے اندر اندر سینکڑوں بستیوں کو راکھ کے ڈھیر بنا سکتی ہے، اب ہم بے بس ہیں، جب انتقام لینے کا موقع آئیگا تو ہم تمہارے ساتھ ہوں گے۔"

حسان نے گرج کر کہا۔ "نہیں تم میرے گھوڑے کی باگ چھوڑ دو۔ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔"

وہ سہم کر پیچھے ہٹ گیا اور حسان نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ پیچھے سے مردوں اور عورتوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ "حسان! ٹھہرو! بات سنو! حسان! حسان!" لیکن اُس نے ایک ثانیہ کے لئے بھی مڑ کر دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ دوپہر کے وقت حسان کو اپنے دائیں ہاتھ قورج کی بستی اور سامنے کوئی آدھ میل کے فاصلے پر دریا کا چمکتا ہوا پانی دکھائی دے رہا تھا۔ گھوڑے کی رفتار اُس کی تھکاوٹ، بھوک اور پیاس کا پتہ دے رہی تھی۔ دریا کی جھلک دیکھتے ہی گھوڑے نے اپنی رفتار ذرا تیز کر دی اور حسان نے اُسے اپنی مرضی پر چھوڑ دیا۔ انتقام کی آگ کی شدت جو حسان نے بستی سے نکلتے وقت اپنے دل میں محسوس کی تھی، بتدریج کم ہو رہی تھی۔ دن کی روشنی میں تنہا قورج کے گھر پر دھاوا بولنے اور اُسے قتل کرنے کی جو تدبیریں اُس کے ذہن میں آئی تھیں، اُن میں سے بیشتر ناقابلِ عمل محسوس ہو رہی تھیں۔ اگر صرف اپنی جان کے لئے کوئی خطرہ مول لینے کا مسئلہ ہوتا تھا تو وہ بلا جھجک قورج کے گھر میں جا گھستا اور زخموں سے چور ہونے کے بعد بھی یہ اعلان کرتے وقت اُسے ایک تسکین محسوس ہوتی کہ میں عتبہ کا بیٹا اور سہیل اور عمارہ کا بھائی ہوں اور میں نے اُن کے قاتل کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے لیکن جب وہ اپنے کمسن بھائی سہیل کے متعلق سوچتا تو اُس کے جوش پر ایک ایسے سپاہی کی دور اندیشی غالب آجاتی جس نے جنگ کی کٹھن آزمائشوں اور اسیری کے آلام و مصائب میں صبر اور حوصلے سے کام لینے

سیکھا تھا۔ سہیل کو تورج کے گھر سے نکال کر کسی محفوظ جگہ پہنچانے کی خواہش نے اُس کے دل ودماغ پر مصلحتوں کے پہرے بٹھا دئیے تھے۔ چنانچہ جب اُس کا پیاسا گھوڑا تورج کی بستی کا راستہ چھوڑ کر دریا کی طرف چل پڑا تو اُس نے روکنے کی کوشش نہ کی۔

تھوڑی دیر بعد گھوڑے کو پانی پلانے اور پھر اپنی پیاس بجھانے کے بعد حسان نے گھوڑے کی لگام اُتاری اور اُس کی اگلی ٹانگ گردن کے رسّے کے ساتھ باندھنے کے بعد اُسے کنارے کی سبز گھاس کی طرف ہانک دیا اور خود پاس ہی گھنی جھاڑیوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر غروبِ آفتاب کا انتظار کرنے لگا۔ یہ اُسے اپنے زمانۂ اسیری کے بدترین ایام سے کہیں زیادہ طویل اور صبر آزما محسوس ہوتا تھا۔

○

شام کے قریب گاؤں کے لوگ تورج کی حویلی سے باہر ایک ایرانی اور ایک عرب لڑکے کی کُشتی دیکھ رہے تھے۔ سہیل جس کی عمر چودہ سال کے لگ بھگ تھی، حویلی سے نمودار ہوا لیکن ڈیوڑھی کے دروازے پر ایک پہریدار کو دیکھ کر اُسے آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

پہریدار نے پہلے اُسے گھور کر دیکھا اور پھر اپنے چہرے پر ایک شگفتہ مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ "تم باہر جانا چاہتے ہو؟"

"نہیں"۔ سہیل نے بے اعتنائی سے جواب دیا۔

"تمہیں کُشتی دیکھنے کا شوق نہیں؟"

"نہیں!"

پہرے دار نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "تم اپنے گاؤں کے لڑکوں کے ساتھ کُشتی لڑا کرتے تھے ۔۔ ؟"

سہیل نے جواب دینے کی بجائے مُنہ پھیر لیا۔

پہریدار نے کہا: "دیکھو سہیل! میں نے تم پر کوئی سختی نہیں کی۔ اگر تمہارا باپ اور بھائی قتل ہو چکے ہیں تو یہ میرا قصور نہیں۔ انہیں بغاوت کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہیے تھا کہ وہ ایک بہادر کے

ساتھ ٹکر لے رہے ہیں۔ جب کمزور لوگ کسی طاقتور کے سامنے اکڑتے ہیں تو اُن کا انجام یہی ہوتا ہے۔ اُدھر دیکھو، جمشید گاؤں کے دو لڑکوں کو پچھاڑ چکا ہے اور اب کوئی اور اُس کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرتا۔"

سہیل نے تلملا کر جواب دیا۔ "جمشید سے ہار ماننے والے تمہاری طرح اُن کسانوں کے بیٹے ہیں جو ہر ایرانی کو اپنا آقا سمجھتے ہیں۔ اُنہیں یہ معلوم ہے کہ جمشید تورج کا بھانجا ہے اور آج اگر اُنہوں نے جمشید کو گرا دیا تو کل تورج کے نوکر اور سپاہی اُن کی بوٹیاں نوچ ڈالیں گے۔ اگر تم جیسے عرب ایرانیوں کی پشت پر نہ ہوتے تو جمشید کے دل میں پہلوان بننے کا شوق پیدا نہ ہوتا۔"

پہریدار نے غضبناک ہو کر سہیل کا بازو پکڑ لیا اور اُسے کھینچتا ہوا اکھاڑے کے قریب لے گیا۔ "جمشید! جمشید!" اُس نے بلند آواز میں کہا۔ "اس بیوقوف کو تمہارے ساتھ زور آزمائی کا شوق ہے۔ ذرا اس کا دماغ ٹھیک کر دو۔"

جمشید نے ایک بھوکے درندے کی طرح سہیل کی طرف دیکھا لیکن جب سہیل نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہ دی تو پہریدار نے اُسے پوری قوت سے اکھاڑے کی طرف دھکیل دیا۔ سہیل منہ کے بل گرا اور جمشید نے ہنستے ہوئے اُس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا۔ تماشائی قہقہے لگا رہے تھے۔ ایک عمر رسیدہ ایرانی نے کہا۔ "جمشید اسے اُٹھنے دو، ہم تمہاری کشتی دیکھنا چاہتے ہیں۔" جمشید نے سہیل کی گردن سے پاؤں اُٹھا لیا۔ سہیل اُٹھا اور اپنے گرد آلود کپڑے جھاڑنے لگا۔ اچانک جمشید نے اُسے گردن سے پکڑ کر جھنجھوڑنے اور پھر زور سے دھکا دے کر گرانے کی کوشش کی لیکن وہ گرتے گرتے سنبھل گیا۔ جمشید نے آگے بڑھ کر پوری قوت سے اُس کے سینے پر ہاتھ مارا لیکن سہیل اس پر بھی کشتی لڑنے کے لیے آمادہ نہ ہوا۔

"اس بزدل کی ہڈیاں کیوں توڑتے ہو؟" جمشید نے یہ کہہ کر سہیل کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا۔

سہیل اپنا گال سہلاتا ہوا پیچھے ہٹا اور ایک زخمی چیتے کی طرح جمشید کی طرف دیکھنے لگا۔ جمشید نے غصّے کی حالت میں دوبارہ ہاتھ اُٹھایا تو سہیل اچانک اُس پر ٹوٹ پڑا اور یکے بعد دیگرے اُس کے منہ، گردن اور سینے پر مکّے رسید کرنے کے بعد اُس کے ساتھ گتھم گتھا ہو گیا۔ پھر آنکھ جھپکنے کی دیر میں اُس نے

جمشید کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کر سر کے بل زمین پر پٹخ دیا اور اُس کے سینے پر سوار ہو گیا۔ تماشائی ایک لمحہ کے لیئے دم بخود ہو کر رہ گئے۔ جمشید نے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن سہیل نے ایک ہاتھ سے اُس کی گردن دبوچ لی اور دوسرے ہاتھ سے اُس کے مُنہ پر گھونسوں کی بارش شروع کر دی۔ اب تماشائی شور مچا رہے تھے۔ ایک ایرانی غضبناک ہو کر آگے بڑھا اور اُس نے سہیل کو سر کے بالوں سے پکڑ کر جمشید سے علیحدہ کر دیا۔

جمشید اُٹھ کر چلایا۔ "میں اسے جان سے مار ڈالوں گا، میں اس کی بوٹیاں نوچ ڈالوں گا۔" اُس نے آگے بڑھ کر سہیل کے گریبان پر ہاتھ ڈالا اور اُس کی قمیص کا اگلا حصہ پھاڑ کر ایک طرف پھینک دیا۔

سہیل ابھی تک ایرانی نوجوان سے اپنے سر کے بال چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن جب جمشید نے اُسے مارنے کے لیئے ہاتھ اُٹھایا تو اُس نے اپنے بازو ایرانی کی گردن میں ڈال دیئے۔ پھر اُس کے ساتھ لٹک کر دونوں ٹانگیں اُوپر اُٹھائیں اور پوری قوت کے ساتھ جمشید کے پیٹ پر رسید کر دیں۔"

جمشید پیٹھ کے بل گر پڑا اور ایرانی نوجوان نے سہیل کے بال چھوڑ کر اُسے اپنے بازوؤں کی مضبوط گرفت میں لیتے ہوئے تماشائیوں سے مخاطب ہو کر کہا "تم کیا دیکھ رہے ہو، یہ لڑکا پاگل ہے اسکو پکڑ کر لے جاؤ۔"

جمشید کراہتا ہوا اُٹھا اور چند ثانیے ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد اچانک بھاگ کر پہریدار کے ہاتھ سے نیزہ چھیننے کی کوشش کی۔ پہریدار چلایا۔ "نہیں نہیں جمشید میں تمہیں نیزہ نہیں دونگا آقا میری کھال اُتروا دیں گے۔"

کچھ دیر زور آزمائی کے بعد جمشید نے نیزہ چھوڑ دیا اور کسان کے ہاتھ سے ڈنڈا چھین لیا لیکن جب وہ سہیل کی طرف بڑھا تو ایک عمر رسیدہ عرب نے اُس کا راستہ روکتے ہوئے کہا۔ "دیکھو جمشید! ایک نہتے پر اس طرح وار کرنا بہادری نہیں۔"

جمشید نے غضب ناک ہو کر اُسی پر وار کر دیا، بوڑھا عرب تیوار کر پیچھے ہٹا اور اپنا زخمی سر دونوں ہاتھوں میں لے کر بیٹھ گیا۔

اس عرصہ میں سہیل نے ایرانی نوجوان کے بازوؤں کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کی۔ لیکن اُس کی پیش نہ گئی لیکن جب بوڑھے عرب کو زخمی کرنے کے بعد جمشید اُسکی طرف متوجہ ہوا تو بے بسی کے

احساس نے اُسے اپنا آخری حربہ آزمانے پر مجبور کر دیا۔ اچانک ایرانی کے ایک ہاتھ کا انگوٹھا اُس کے مُنہ میں تھا اور تماشائی اُس کی چیخیں سُن رہے تھے۔ ایک ثانیہ بعد سہیل آزاد ہو چکا تھا اور ایرانی اپنا زخمی ہاتھ جھاڑ رہا تھا۔

جمشید نے ڈنڈے کے ساتھ وار کیا لیکن سہیل نے ایک طرف ہٹ کر اپنے آپ کو بچا لیا۔ جمشید نے غضب ناک ہو کر دوسرا وار کیا تو وہ کُود کر پھر ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کے بعد اُس نے بھاگ کر اکھاڑے سے باہر نکلنے کی کوشش کی لیکن بستی کے ایرانی لڑکوں نے اُس کا راستہ روک لیا اور ایک آدمی نے اُسے پکڑ کر پھر اکھاڑے کی طرف دھکیل دیا۔ اب جمشید بے تحاشا اُس پر ڈنڈے برسا رہا تھا اور وہ بے بسی کی حالت میں اکھاڑے کے اندر اِدھر اُدھر بھاگ کر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ تماشائیوں میں سے عربوں کی ہمدردیاں زیادہ تر سہیل کے ساتھ تھیں لیکن اُن کی زبانیں گنگ ہو چکی تھیں، اس کے برعکس ایرانی بچوں سے لیکر بوڑھوں تک جمشید کے حق میں نعرے لگا رہے تھے اور اُن کا شور سنکر قدرج کے چند مُلازم اور بستی کے دوسرے لوگ وہاں جمع ہو چکے تھے۔ سہیل کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور اُس کی رانوں، بازوؤں اور پسلیوں پر بھی کاری ضربیں لگ چکی تھیں۔ اب وہ بیشتر وار اپنے زخمی ہاتھوں پر روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

○

اچانک ایک سوار نمودار ہوا اور اُس نے اکھاڑے کے قریب پہنچ کر گھوڑا روک لیا۔ یہ حسان تھا اور اُس کا لباس جس کے باعث وہ ایک عرب کی بجائے ایک ایرانی امیرزادہ معلوم ہوتا تھا بستی کے لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے کافی تھا اور وہ ادب سے اِدھر اُدھر سمٹنے لگے۔

حسان نے سوال کیا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ لڑکا کون ہے اور اس نے کیا جرم کیا ہے؟"

نیزے والے پہرے دار نے جواب دیا "کچھ نہیں جناب! اس بیوقوف کو قوت آزمائی کا شوق تھا۔"

"اور تم ایک وحشی کے ہاتھ میں ڈنڈا دے کر اس کے مقابلے میں لے آئے ہو۔ ایک بچے کے ساتھ اس قدر ظالمانہ سلوک پر تمہیں شرم آنی چاہیئے؟"

اِس پر ایرانی نوجوان نے جس کے زخمی انگوٹھے سے ابھی تک خون رِس رہا تھا، جواب دیا۔
"جناب یہ لڑکا بڑی عمر کے عربوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس نے ہمارے دو سپاہی زخمی کر دیئے تھے اور ابھی اس نے میرا انگوٹھا چبا ڈالا ہے، دیکھئے!"

"کیا نام ہے اس کا؟"

"اس کا نام سہیل ہے جناب! یہ ایک باغی کا بیٹا ہے۔"

حسان کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ اپنے مظلوم بھائی کی محبت اُس کا ہاتھ تلوار کے قبضے تک لے گئی، لیکن ایک سپاہی کے تدبّر اور حوصلے نے اُسے جلد بازی کی اجازت نہ دی اور وہ لہُو کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

حسان کی آمد پر جمشید کا جوش و خروش بھی کسی حد تک ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ تاہم وہ اپنے مدِمقابل سے ہار منوائے بغیر لڑائی ختم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اُس نے بد دلی سے چند وار کئے۔ اچانک سہیل نے پیچھے ہٹنے یا اِدھر اُدھر بھاگنے کی بجائے جھپٹ کر ایک ہاتھ سے اُس کی کلائی پکڑ لی اور دوسرے ہاتھ سے اُس کا ڈھنڈا چھین لیا۔

پھر دیکھنے والے ایسا محسوس کر رہے تھے کہ نفرت، غصّے اور انتقام کے سارے بھوت اِس کمسن لڑکے کے وجُود میں سما گئے ہیں۔ چند ڈنڈے کھانے کے بعد جمشید نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن سہیل نے اُس کا پیچھا نہ چھوڑا، وہ چیخیں مارتا ہُوا اکھاڑے سے نکلا اور تورج کے گھر کی طرف بھاگا لیکن سہیل نے گھیر کر اُس کا راستہ مسدُود کر دیا۔ وہ دوسری طرف بھاگا، لیکن سہیل کی تیز رفتاری کے سامنے اُس کی پیش نہ گئی، ڈنڈے کی ہر ضرب کے ساتھ اُس کی چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔ بالآخر جمشید گر پڑا۔

چند آدمی اُس کی مدد کے لئے بھاگے لیکن حسان نے گرج کر کہا۔ "ٹھہرو! اگر اب تم میں سے کسی نے مداخلت کی تو میں اُس کی گردن اُڑا دُوں گا۔"

وہ رُک گئے، ایک ایرانی نے کہا۔ "جناب جمشید تورج کا عزیز ہے اور وہ ایک عرب غلام

کے ہاتھوں اپنے خاندان کی تذلیل برداشت نہیں کریں گے۔"

"میں اُسے چھڑاتا ہوں۔ تم تورج کو بُلا لاؤ، میں ہرمز کی طرف سے آیا ہوں۔" حسان یہ کہہ کر آگے بڑھا اور سہیل کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے کُود پڑا۔

جمشید اب منہ کے بل زمین پر پڑا ہوا تھا اور سہیل اُسے مارنے کی بجائے اُس کے کپڑے نوچ رہا تھا۔ "ٹھہرو!" حسان نے اُس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "تم اپنا انتقام لے چکے ہو۔ اب میری بات غور سے سُنو۔ اگر تم حسان کے بھائی ہو تو میں تمہیں آزاد کر دا سکتا ہوں۔ تم میرا گھوڑا باغ کے اُس کونے کی طرف لے جاؤ اور وہاں میرا انتظار کرو۔"

"میں کسی ایرانی پر اعتبار نہیں کر سکتا۔" سہیل نے بے رُخی جواب دیا۔

"حسان نے جھک کر اُس کے کان میں کہا۔ "بیوقوف! میں حسان ہوں، اب خاموش رہو۔ تم کچھ نہیں کھڑے رہو جب میں اُن لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کروں گا تو تمہیں یہاں سے کھسک کر باغ کے کونے میں پہنچنے کا موقع مل جائے گا۔" حسان نے اپنے گھوڑے کی باگ سہیل کے ہاتھ میں تھما دی، پھر جمشید کو بازوؤں سے پکڑ کر اُٹھا دیا۔ تماشائی جو تذبذب اور پریشانی کی حالت میں چند قدم دُور کھڑے تھے، اُس کے گرد جمع ہونے لگے۔ جمشید نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ چند آدمی اُس کے پاس بیٹھ گئے اور اُن میں سے ایک نے سہارا دینے کے لئے اُس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔ جمشید نے اپنے آپ کو محفوظ سمجھ کر اطمینان سے آنکھیں بند کر لیں۔

ایک آدمی نے حسان سے مخاطب ہو کر کہا۔ "جناب آپ نے اپنا گھوڑا اُس پاگل لڑکے کے حوالے کر دیا ہے، اگر وہ بھاگ گیا تو؟"

حسان نے اطمینان سے جواب دیا۔ "تم میرے گھوڑے کی فکر نہ کرو، اُس پر میرے سوا کوئی اور سواری نہیں کر سکتا۔ عربوں کو مغلوب رکھنے کا یہ طریقہ نہیں کہ تم اُن کے بچوں پر اس طرح ظلم کرو۔ تمہاری ان حماقتوں کے باعث عراق کے تمام عرب قبائل ایرانیوں کے دشمن بن گئے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ تورج کے گھر کے سامنے یہ شرمناک کھیل کھیلا جا رہا تھا اور اُس نے دروازے سے باہر جھانکنے کی ضرورت بھی

محسوس نہیں کی۔ میں یہ معاملہ ہرمز کے سامنے پیش کروں گا۔"

حسان کے یہ الفاظ تماشائیوں کو مرعوب کرنے کے لئے کافی تھے۔ تورج کے ایک نوکر نے قدرے جرأت سے کام لیتے ہوئے سوال کیا: "جناب آپ کہاں سے آتے ہیں؟"

"میں مدائن سے آیا ہوں اور میرا مقصد عرب رعایا کی بے چینی کے اسباب معلوم کرنا ہے۔"

○

ایک قوی ہیکل آدمی ہانپتا، کانپتا اور گالیاں بکتا ہوا ڈیوڑھی سے نمودار ہوا۔

"وہ کہاں ہے؟" اُس نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں اُسے زندہ زمین میں گاڑ دوں گا اور تم میں سے جو اُسے شہ دیکر یہ تماشا دیکھ رہے تھے، کسی رحم کے مستحق نہیں سمجھے جائیں گے۔"

اِس قوی ہیکل آدمی کی ریشمی قبا اور زرّیں ٹوپی دیکھ کر حسان کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ وہ کون ہے۔ وہ ایک ثانیہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔ پھر اچانک اُس کا خون کھولنے لگا اور نفرت اور انتقام کے جذبات کا وہ سیلاب جسے وہ مصلحت کے لبادوں میں چھپانے کی کوشش کر رہا تھا، پوری شدت کے ساتھ پھوٹ نکلا۔ ایک ناقابلِ برداشت کرب کے باعث اُس کا دم گھُٹ رہا تھا۔ وہ پوری قوت سے چلّانا چاہتا تھا لیکن اُس کے لرزتے ہوئے ہونٹ آواز سے خالی تھے۔

شام کے دُھندلکے میں تورج کی نگاہیں اُس کے چہرے پر مرکوز ہوچکی تھیں۔ اچانک اُس نے سوال کیا۔ "تم کون ہو؟"

حسان نے بڑی مشکل سے جواب دیا۔ "تم مجھے نہیں جانتے لیکن میں تمہیں جانتا ہوں۔ تم تورج ہو؟"

"تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"ہاں میں ایک ضروری پیغام لایا ہوں۔" اُس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"میں ہرمز کی طرف سے آیا ہوں۔"

"میں نے تمہیں ہرمز کے پاس کبھی نہیں دیکھا۔"

"میرا گھر مدائن میں ہے اور میں ہرمز کے ساتھ ملاقات کرنے کے بعد یہاں پہنچا ہوں۔
"اگر یہ بات تھی تو تم باہر کیوں رُک گئے تھے۔ میرے گھر کا دروازہ کھُلا تھا۔"
"میں بچوں کی لڑائی دیکھنے کے لئے رُک گیا تھا۔ ورنہ مجھے اب تک لوٹ جانا چاہیئے تھا۔ میں کسی تاریخ کے بغیر مدائن پہنچنا چاہتا ہوں۔"
"اتنی جلدی؟"
"مجھے فوراً مدائن پہنچنا ہے۔ اب اگر تم ان لوگوں کو سزائیں دینے کا کام تھوڑی دیر کے لئے ملتوی کر سکو تو میں علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"
"بہت اچھا آئیے!"
"نہیں ہم یہیں کھڑے کھڑے بات کر لیتے ہیں۔ مجھے بہت دیر ہو گئی ہے۔" حسان یہ کہہ کر ایک طرف چل دیا اور تورج پریشانی اور اضطراب کی حالت میں اُس کے ساتھ ہو لیا۔
پندرہ بیس قدم چلنے کے بعد وہ رُک گئے اور حسان نے تورج کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔
"تمہیں معلوم ہے، میں کیا کہنا چاہتا ہوں؟"
"میں نجومی نہیں ہوں۔" تورج نے بے رُخی سے جواب دیا۔
حسان نے باغ کے کونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اُس طرف دیکھو ایک لڑکا میرے گھوڑے کی باگ تھامے کھڑا ہے۔ تمہیں معلوم ہے وہ کون ہے؟"
تورج نے برہم ہو کر جواب دیا۔ "اگر تم میری نظر کا امتحان لینا چاہتے ہو تو میں یہ کہوں گا کہ اب شام ہو چکی ہے اور میں اُلّو نہیں ہوں۔"
"اگر کوئی نجومی یہ کہہ دے کہ تم اب اپنے گھر واپس نہیں جا سکو گے اور تھوڑی دیر میں تمہاری بیوی تمہاری لاش دیکھ رہی ہو گی تو تم یقین کر لو گے؟" یہ کہتے ہوئے حسان نے اچانک اپنی تلوار نکالی اور بیشتر اس کے کہ تورج اپنے حواس پر قابو پاتا، تلوار کی تیز نوک اُس کی شاہرگ کو چھو رہی تھی۔
"تم کون ہو؟ تم کیا چاہتے ہو؟" تورج نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

"آہستہ بولو۔ اس وقت تمہارے نوکر تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔" حسان نے تلوار پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔

تورج نے سراپا التجا بنکر کہا۔ "مجھے معلوم نہیں کہ تم کون ہو، لیکن اگر میں نے تمہیں کوئی نقصان پہنچایا ہے تو میں تلافی کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

حسان نے جواب دیا۔ "تم اُن بیگناہ لوگوں کو دُنیا میں واپس نہیں لا سکتے جنہیں تم نے قتل کروایا ہے۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میں تمہیں صرف ایک بار قتل کر سکونگا۔ اگر میں تمہیں سو بار زندہ کر سکتا اور ہر بار پہلے کی نسبت زیادہ اذیت ناک طریقے سے قتل کرتا تو بھی مجھے یہ اطمینان نہ ہوتا کہ تم اپنے گناہوں کی سزا بھگت چکے ہو۔"

تورج نے کہا۔ "لیکن مجھے قتل کرنے کے بعد تم یہاں سے بھاگ نہیں سکو گے۔ جب ہرمز تمہارا پیچھا کریگا تو دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں تمہیں کہیں پناہ نہ ملے گی۔ اس وقت میرے ہاتھ خالی ہیں لیکن مجھے قتل کرنے کے بعد تم یہ دیکھو گے کہ کسریٰ کی سلطنت کا ہر مسلح آدمی تمہاری تلاش میں ہے۔"

حسان نے کہا۔ "میری تلوار کی پہلی ضرب کے ساتھ تم ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جاؤ گے' اس لئے میں تمہیں چیخنے اور چلّانے کا موقع دینا چاہتا ہوں میں تمہیں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ میں ایرانی نہیں بلکہ عرب ہوں۔ میں عتبہ کا بیٹا ہوں۔ میرا باپ' میرا بھائی تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں میری بہن کی ہلاکت کا باعث بھی تم ہو اور وہ لڑکا جسکی زندگی کا ہر لمحہ تم نے موت سے زیادہ اذیت ناک بنا رکھا ہے' میرا بھائی ہے۔ دیکھو وہ گھوڑے کے قریب کھڑا تمہاری چیخیں سُننے کا منتظر ہے۔"

تورج چند ثانیے سکتے کے عالم میں کھڑا رہا۔ اس کی آخری اُمید یہ تھی کہ شاید اُس کے نوکروں میں سے کوئی حسان کی تلوار دیکھ کر شور مچانا شروع کردے لیکن وہ اطمینان سے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ مکان کے قریب کھُلی جگہ کی نسبت درختوں کے نیچے شام کی تاریکی زیادہ تھی اور تماشائیوں کے لئے یہ جاننا مشکل تھا کہ چند قدم دُور کیا ہو رہا ہے۔ حسان کے ایرانی لباس کے باعث کسی کو یہ شک نہ ہو سکا کہ وہ اس بستی کے مغرور اور سفاک زمیندار کو موت کے منہ میں دھکیلنے والا ہے۔

تورج نے التجا کی "میں شور نہیں مچاؤں گا، اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میرے آدمی تمہارا پیچھا نہیں کریں گے۔ تم اپنے بھائی کو ساتھ لے جا سکتے ہو۔ میں زرد شت کی قسم کھاتا ہوں کہ میں تمہاری زمین واپس کر دوں گا۔ میں تمہیں اپنے علاقے کے تمام عربوں کا سردار بنا دوں گا۔ میں تمہیں اپنے گھر کا تمام سونا چاندی دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں تمہیں اور تمہارے بھائی کو اپنے اصطبل کے بہترین گھوڑے دینے کے لئے تیار ہوں۔ تمہارے خاندان پر جو ظلم ہوا ہے، اُس کی ذمہداری ہرمز پر عائد ہوتی ہے۔ میرا قصور صرف اتنا ہے کہ میں اُسے ظلم سے روک نہیں سکا۔ اگر تم میرے پاس رہنا پسند کرو تو میں تمہیں اپنی بہترین زمین دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں اس بستی کے لوگوں اور اپنے نوکروں کے سامنے تمہارے پاؤں پر گرنے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے موقع دو، مجھے معاف کر دو۔"

تورج کی آواز سسکیوں میں تبدیل ہو رہی تھی۔

حسان نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا "تم بے خبری کی حالت میں عربوں کی بستیوں پر حملے کیا کرتے تھے اور سوئے ہوئے انسانوں کو قتل کیا کرتے تھے لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ تاہم یہ بات میرے اختیار میں نہیں کہ میں ایک ظالم اور بزدل آدمی کو مرنے کا سلیقہ سکھا سکوں۔"

"عتبہ کے بیٹے! مجھ پر رحم کرو۔ مجھے معاف کر دو، میں اپنی ساری جائداد تمہارے سپرد کر دونگا۔ میں اس بستی سے دُور نکل جاؤں گا۔" تورج یہ کہہ کر اُس کے پاؤں پر گر پڑا۔ حسان تلملا کر پیچھے ہٹا۔ اُس کی تلوار بلند ہوئی۔ تورج چلایا۔ "مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ!" پھر ایک پلک جھپکنے کی دیر میں اُس کی لاش تڑپ رہی تھی۔

○

حسان نے بھاگ کر سہیل کے ہاتھ سے باگ چھین لی اور گھوڑے پر کود پڑا۔ گھوڑے نے بدحواس ہو کر ایک جست لگائی لیکن حسان نے پوری قوت سے باگ کھینچ کر سہیل کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ بستی کے لوگ چیختے چلاتے آگے بڑھے۔ کسی نے نیزہ پھینکا اور حسان نے اپنی ران میں درد کی ٹیس محسوس کی لیکن زخم زیادہ گہرا نہ تھا اور نیزہ جو جلد میں پیوست ہو کر رہ گیا تھا گھوڑے کی چند چھلانگوں کے بعد نیچے گر پڑا۔ پھر ایک تیر سہیل کی پیٹھ میں لگا اور دوسرا حسان کے کان سے چھوتا ہوا گزر گیا لیکن اسکے بعد وہ بستی سے باہر کھیتوں

میں داخل ہو چکے تھے۔ حسان نے بلند آواز میں کہا۔ "سہیل میرے ساتھ مضبوطی سے چمٹے ہو تم ٹھیک تو ہو نا؟"

سہیل نے ڈوبتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "آپ یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں، ورنہ تھوڑی دیر میں تورج کے آدمی چاروں طرف پھیل جائیں گے۔ اس وقت ہمارے لئے دریا کے کنارے جنگل زیادہ محفوظ ہوگا، وہاں ہم جھاڑیوں میں چھپ سکتے ہیں۔"

حسان نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ پوری رفتار سے بھاگنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جنگل میں داخل ہو چکے تھے۔ حسان نے اچانک محسوس کیا کہ اُس کی کمر پر سہیل کی گرفت بتدریج ڈھیلی ہو رہی ہے۔ اُس نے راستے سے ذرا ہٹ کر جھاڑیوں کی اوٹ میں گھوڑا روک لیا۔ سہیل نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کیا بات ہے بھائی جان! آپ رُک کیوں گئے؟"

حسان نے جواب دیا۔ "سہیل وہ ہمارا پیچھا کر رہے ہیں۔ ان کے تازہ دم گھوڑے ہمیں زیادہ دُور نہیں جانے دیں گے۔ اس علاقے میں صرف قباد کی بستی ایسی ہے جہاں تمہیں پناہ مل سکتی ہے، میں گزشتہ رات اُس کا مہمان تھا۔ یہ گھوڑا مجھے اُسی نے دیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ قباد تمہاری حفاظت کریگا۔ اگر تورج کے آدمیوں نے تمہارا پیچھا کیا تو بھی وہ تمہیں کسی محفوظ جگہ پہنچا دے گا۔"

سہیل نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "بھائی جان آپ کا مطلب ہے کہ آپ میرے ساتھ نہیں جائیں گے؟"

"نہیں۔" حسان نے جواب دیا۔ "یہ تھکا ہوا گھوڑا اب صرف تمہارا بوجھ اُٹھا سکتا ہے۔ اگر تم جنگل میں راستہ بھول جاؤ تو گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دینا۔ یہ تمہیں سیدھا قباد کے گھر لے جائے گا اور وہاں تمہیں صرف یہ بتانے کی ضرورت پیش آئے گی کہ تم میرے بھائی ہو۔ میرا ترکش تیروں سے بھرا ہوا ہے اور میں رات کے وقت تورج کے آدمیوں کو اس جنگل میں روک سکوں گا۔ اگر میں اُن میں سے کسی کا تازہ دم گھوڑا نہ چھین سکا تو بھی مجھے تمہارے پاس پہنچنے میں زیادہ دیر نہ لگے گی۔"

حسان یہ کہہ کر گھوڑے سے اُترنے لگا لیکن سہیل اُس کی کمر کے ساتھ لپٹ کر چلایا۔ "نہیں بھائی جان میں آپکا ساتھ نہیں چھوڑونگا۔ آپکے بغیر زندہ رہنے کی بجائے میں آپکے ساتھ رہ کر مرجانا بہتر سمجھتا ہوں۔"

حسان نے کہا۔ "سہیل بیوقوف نہ بنو۔ وہ آرہے ہیں ــــ میں اُن کے گھوڑوں کی ٹاپ سُن رہا

ہوں"۔ لیکن سہیل نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا: "بھائی جان آپ مجھے یہاں چھوڑ دیں اور اپنا ترکش اور کمان میرے حوالے کر دیں۔ میں اُنہیں آپ کا پیچھا نہیں کرنے دُوں گا اور اگر اُنہوں نے مجھے پکڑ لیا تو بھی مجھے یہ تسلّی ہو گی کہ آپ زندہ ہیں اور کسی نہ کسی دن میری مدد کو پہنچ جائیں گے لیکن اگر پکڑے گئے تو وہ آپ کو ایک لمحہ کے لئے بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ بھائی جان آپ نے تورج کو قتل کیا ہے اور تورج ہرمز کا رشتہ دار ہے۔ آپ اس علاقے سے جتنی دُور نکل جائیں اُتنا ہی آپ کے لئے بہتر ہو گا۔"

حسان نے اضطراب کی حالت میں اُس کے دونوں ہاتھ پیچھے جھٹک دیئے اور گھوڑے سے کُود پڑا اور پھر گھوڑے کی باگ اس کے ہاتھ میں تھمانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا: "سہیل میرا کہا مانو، وقت ضائع نہ کرو۔" لیکن سہیل گھوڑے سے کُود پڑا اور نڈھال سا ہو کر زمین پر بیٹھتے ہوئے بولا: "بھائی جان میں آپ کے بغیر نہیں جا سکتا۔ میں زخمی ہوں، میرا سر چکرا رہا ہے۔" حسان نے پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: "تمہارے زخم سے ابھی تک خون بہہ رہا ہے۔ ٹھہرو میں پٹی باندھتا ہوں۔"

سہیل جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کندھے کی طرف لے گیا۔ حسان کے دل پر ایک چرکا لگا اور ایک ثانیہ کے لئے اُس کی قوتِ گویائی سلب ہو کر رہ گئی۔ پھر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "سہیل یہ تیر تمہیں کب لگا؟ تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا؟" سہیل نے مجھے جواب دینے کی بجائے اپنی گردن جھکا دی۔ حسان نے اپنی قبا کا ایک ٹکڑا پھاڑنے کے بعد اُنگلیوں سے زخمی حصّے کا معائنہ کیا اور تیر کے پھل سے زخم کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے بعد قدرے مطمئن ہو کر ایک ہاتھ سے سہیل کا بازو پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے تیر نکال کر ایک طرف پھینک دیا۔ ایک ہلکی سی چیخ کمسن لڑکے کے ہونٹوں تک آ کر رُک گئی۔ پھر جب حسان زخم پر پھاہا رکھنے کے بعد پٹی باندھ رہا تھا تو گھوڑوں کی ٹاپ اور سواروں کی چیخ پکار صاف سنائی دے رہی تھی اور جب وہ اُس کے کندھے کے زخم سے فارغ ہو کر سر پر پٹی باندھ رہا تھا تو سوار آگے جا چکے تھے۔ اس کے بعد حسان کو پہلی بار اپنے زخم کا احساس ہوا۔ اُس نے قبا سے ایک اور ٹکڑا پھاڑ کر ران پر پٹی باندھی اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد سہیل کو زمین سے اُٹھایا اور گھوڑے کی پیٹھ پر بٹھاتے ہوئے کہا: "سہیل! میں تمہارے ساتھ چلوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ اگر ہم کسی جگہ دشمن کے گھیرے میں آ

جائیں تو تم میرا ساتھ دینے پر اصرار نہیں کرو گے "

"لیکن بھائی جان! آپ بھی تو زخمی ہیں "

"میرا زخم ایک خراش سے زیادہ نہیں " حسان نے یہ کہہ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اب وہ اطمینان سے جنگل عبور کر رہے تھے۔ دریا کی طرف سے قباد کے آدمیوں کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد حسان نے محسوس کیا کہ وہ دریا کا کنارہ چھوڑ کر جنگل میں پھیل گئے ہیں وہ گھنی جھاڑیوں کے درمیان رُک گیا۔ سہیل نے آہستہ سے کہا " وہ اس طرف آ رہے ہیں "

" مجھے معلوم ہے، تم خاموش رہو" یہ کہہ کر حسان نے گھوڑے کی باگ سہیل کے ہاتھ میں تھما دی۔ تھوڑی دیر سرکنڈوں اور گھنی جھاڑیوں کے پیچھے سواروں کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ ایک سوار اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا " بھئی واپس چلو۔ مجھے یقین ہے وہ اس طرف نہیں آیا ہو گا۔ پھر تورج کو اُس کے گھر کے سامنے قتل کرنے والا کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتا "

دوسرا بولا " بھائی اگر وہ اس جنگل میں چھپا ہوا ہے تو ہمیں بھی یہی دُعا کرنی چاہیئے کہ ہم کہیں اچانک اُس کے تیروں کی زد میں نہ آ جائیں۔ رات کے وقت ایسی جگہ میں دو چار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے سے پہلے وہ قابو میں نہیں آئے گا "

"لیکن وہ تھا کون؟" تیسرے نے کہا " وہ اگر کوئی شہزادہ نہیں تھا تو بھی کسی بڑے خاندان کا آدمی ضرور ہو گا۔ اپنی شکل اور اپنے لباس سے وہ ایک رئیس معلوم ہوتا تھا "

ایک اور آواز سُنائی دی " کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ وہ کون ہے۔ تورج مر چکا ہے اور ہم مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ اگر ہم نے اُسے گرفتار نہ کیا تو مجھے ڈر ہے ہرمز ہماری کھالیں اُتروا دے گا۔ پھر اگر وہ ہمارے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا اور بعد میں یہ معلوم ہوا کہ وہ کسی بڑے خاندان سے تعلق رکھتا تھا تو ہرمز کے سپاہی ہمیں بال بچوں سمیت ہلاک کر ڈالیں گے "

ایک اور بولا " مجھے یقین ہے کہ وہ قباد کا کوئی دوست یا رشتہ دار ہو گا۔ تورج نے قباد کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اُس کا یہی نتیجہ ہو سکتا تھا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اُسے ایک

عرب لڑکے کے ساتھ کیا دل چسپی ہو سکتی تھی ؟"

دوسرے نے جواب دیا "اُسے تورج کو قتل کرنے کے لئے کسی بہانے کی ضرورت تھی۔ قباد یا اُس کے بیٹے نے ایران کے دربار میں تورج کے مظالم کی شکایت کی ہوگی۔ وہاں سے کسی بڑے اہلکار کو تحقیقات کے لئے بھیجا گیا ہوگا۔ تمہیں معلوم نہیں کہ قباد کے بڑے بیٹے کی طرح سہیل کا بھائی بھی ایران کی فوج میں ملازم تھا اور جنگ کے بعد وہ دونوں واپس نہیں آئے "

"مجھے معلوم ہے اور میں نے یہ بھی سنا تھا کہ وہ ارمیاہ کی جنگ میں مارے گئے تھے۔ اب قباد نے یقیناً شہنشاہ کے پاس یہ شکایت کی ہوگی کہ تورج نے ایران کے ایک وفادار سپاہی کے خاندان پر ظلم کیا ہے۔ مجھے تو یہ ڈر بھی ہے کہ تورج کے بعد کہیں ہرمز کی شامت نہ آجائے۔ بھائی! میرا مشورہ یہی ہے کہ ہم یہاں سے نکل کر پھر دریا کے کنارے چلے جائیں اور باقی رات وہیں گزاریں۔ پھر اگر ہرمز نے جواب طلبی کی تو ہم یہ کہہ سکیں گے کہ ہم نے جنگل کا کونہ کونہ چھان مارا ہے۔ پتہ نہیں ہمارے دوسرے ساتھی کدھر نکل گئے ہیں ؟"

دوسرے نے جواب دیا "تم یہاں سے نکلو اور اُن کی فکر نہ کرو۔ اُن میں سے کوئی اس وقت جنگل میں گھسنا پسند نہیں کرے گا۔"

تھوڑی دیر بعد یہ لوگ واپس جا رہے تھے۔ حسان نے اطمینان کا سانس لیا اور سہیل کے ہاتھ سے گھوڑے کی باگ پکڑ کر چل پڑا۔ سہیل کی گردن جھکی ہوئی تھی اور اُس نے دونوں ہاتھوں سے کاٹھی کا ہنا پکڑ رکھا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ کراہنے لگا۔ حسان نے مڑکر دیکھا۔ وہ کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف لڑھک رہا تھا۔ حسان نے اُس کا بازو پکڑ کر ہلایا تو وہ ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ لیکن چند قدم اور چلنے کے بعد پھر اپنی گردن چھوڑ دی۔ حسان گھوڑا روک کر اُس کے پیچھے سوار ہو گیا۔

باب (۳)

جب حسان نے قباد کے محل کی ڈیوڑھی پر دستک دی تو آدھی رات کا چاند نمودار ہو چکا تھا۔ اندر سے بھونکتے ہوئے کتے بند دروازے پر پنجے مارتے اور سوئے ہوئے نوکر ایک دوسرے کو جگانے لگے۔

پھر کاؤس کی آواز سنائی دی "کون ہے؟"

حسان نے گھٹی ہوئی آواز میں جواب دیا "میں حسان ہوں۔ دروازہ کھولو! جلدی کرو!"

کاؤس دروازہ کھول کر جلدی سے باہر نکلا اور بولا "آقا آپ کے متعلق بہت فکرمند تھے۔ کل آپ کی روانگی سے تھوڑی دیر بعد انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ کو راستہ میں روکنے کی کوشش کروں۔ میں آپ کی بستی میں پہنچا لیکن وہاں سے پتہ چلا کہ آپ کہیں جا چکے ہیں۔ آقا کا خیال تھا کہ آپ سیدھے یہاں آئیں گے۔ وہ بہت پریشان تھے۔ آپ کہاں تھے اور یہ کون ہے؟"

حسان نے ڈیوڑھی کے اندر داخل ہو کر جواب دیا "یہ میرا بھائی ہے۔ تم اسے سہارا دو۔ یہ زخمی ہے۔" کاؤس نے آگے بڑھ کر سہیل کو سہارا دیا اور حسان نے نیچے اتر کر اُسے اپنے بازوؤں میں اُٹھاتے ہوئے کہا "دروازہ بند کر دو، کتوں کو خاموش کر دو اور اپنے آقا کو اطلاع دو کہ ہم اُن کی پناہ میں ہیں۔"

کاؤس نے جواب دیا "اُنہیں اطلاع دینے کی ضرورت نہیں وہ رات کو سوتے وقت بھی آپ کے متعلق پوچھتے تھے۔"

حسان کچھ کہے بغیر اس کے پیچھے ہو لیا۔ صحن کو عبور کرنے کے بعد جب وہ رہائشی مکان کے سامنے

بلند چبوترے کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا تو اُسے ماہ بانو کی آواز سُنائی دی "کیا ہے کاؤس ؟"

کاؤس نے جواب دیا "بیٹی حسان آگیا ہے۔"

ماہ بانو نے آگے بڑھ کر سہمی ہوئی آواز میں سوال کیا "آپ کہاں تھے اور یہ کون ہے ؟"

حسان نے جواب دیا "یہ میرا بھائی ہے اور یہ زخمی ہے۔"

ماہ بانو کچھ اور کہے بغیر اُن کے آگے آگے چل پڑی۔ تھوڑی دیر بعد حسان سہیل کو مکان کے ایک کمرے میں بستر پر لٹا رہا تھا اور ماہ بانو اپنے دو نوکروں اور ایک خادمہ کے ساتھ اُس کے قریب کھڑی تھی۔ قباد لاٹھی ٹیکتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا ہوا ؟ یہ کون ہے ؟" اُس نے سہیل کی طرف دیکھتے ہی سوال کیا۔

حسان نے جواب دیا "یہ میرا بھائی ہے۔ میں تودج کو قتل کر چکا ہوں۔ اُس کے آدمی ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔ اگر سہیل زخمی نہ ہوتا تو میں آپ کو پریشان نہ کرتا لیکن اس وقت ہمارے لئے آپ کے گھر کے سوا کوئی اور جائے پناہ نہ تھی۔"

قباد نے ایک نوکر کی طرف دیکھا "تم جاؤ اور نوکروں سے کہو کہ وہ دروازہ بند رکھیں اور باہر کے کسی آدمی سے اُن کا ذکر نہ کریں۔"

نوکر چلا گیا۔ قباد نے بستر کے قریب ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے سہیل کی طرف دیکھا اور ماہ بانو سے کہا "بیٹی! اس کے زخموں سے خون رِس رہا ہے۔ نئی پٹیاں باندھ دو۔"

خادمہ بھاگ کر دوسرے کمرے سے مرہم پٹی کا سامان لے آئی۔ ماہ بانو نے جلدی سے سہیل کی خون آلودہ پٹیاں کھولیں اور پھر زخموں پر دوائی چھڑکنے کے بعد نئی پٹیاں باندھ دیں۔ سہیل نے کراہتے ہوئے پانی مانگا۔ حسان نے سہیل کو سہارا دیکر پانی کے چند گھونٹ پلا دیئے۔ وہ کچھ دیر آنکھیں کھولکر اپنے تیمارداروں کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔

قباد نے ماہ بانو سے کہا "بیٹی! تم ان کے لئے کھانے کا انتظام کرو۔"

حسان بولا "نہیں جناب! اس وقت تکلیف نہ کیجئے۔ مجھے بھوک نہیں۔"

قباد نے ماہ بانو کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "اچھا بیٹی! تم ان کے لئے دُودھ لے آؤ۔"

ماہ بانو خادمہ کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئی اور قباد نے دوبارہ حسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "حسان بیٹھ جاؤ، اگر تمہارے لباس پر تمہارے بھائی کا خون نہیں ہے تو میں تمہارے زخم دیکھنا چاہتا ہوں۔"

حسان نے قباد کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "جناب میرا زخم معمولی ہے آپ اس کا فکر نہ کریں۔"

"تمہارا چہرہ زرد ہو رہا ہے اور میں یہ دیکھ سکتا ہوں کہ تمہارا خون ابھی تک بند نہیں ہوا۔"

حسان نے اپنی ران سے کپڑا سرکا دیا اور خون آلود پٹی کھول دی۔

قباد نے سفوف چھڑکنے کے بعد پٹی باندھتے ہوئے کہا۔ "یہ زخم اتنا معمولی نہیں۔ تمہیں چند دن چلنے پھرنے سے پرہیز کرنا پڑے گا۔ تم اپنے گاؤں سے تورج کے گاؤں چلے گئے تھے؟"

"ہاں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں روکنے کی کوشش نہ کی۔ میرا خیال تھا کہ ماہ بانو تمہیں رخصت کرنے سے پہلے تمام حالات سے خبردار کر دے گی لیکن میری طرح اُسے بھی حوصلہ نہ ہوا۔ پھر ہم نے کاؤس کو تمہارے پیچھے روانہ کیا لیکن اس نے واپس آکر یہ اطلاع دی کہ تم اپنے گاؤں سے کہیں جا چکے ہو۔ گاؤں کے لوگوں نے اُسے یہ بتایا تھا کہ تم تورج سے انتقام لئے بغیر واپس نہیں آؤ گے لیکن تمہاری سپاہیانہ تربیت سے ہمیں یہ توقع تھی کہ تم اپنی زندگی خطرے میں نہیں ڈالو گے۔ اب مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم ہمیں بھی اپنا دشمن خیال کرتے ہو گے۔"

"اگر میں آپ کو دشمن سمجھتا تو یہاں پناہ لینے کے لئے نہ آتا۔"

"تم اتنی مدت کے بعد واپس آئے تھے اور اگر میرے دل میں جہاں داد کے دوست کے لئے کوئی شفقت نہ ہوتی تو بھی مجھے فوراً ایسی خبر سنانے کا حوصلہ نہ ہوتا۔ تھوڑی قبل میں اپنے بستر پر لیٹا یہ سوچ رہا تھا کہ شاید تم کہیں دُور جا چکے ہو اور میں دوبارہ تمہیں نہیں دیکھ سکوں گا۔ ایسا اگر تم مجھ سے

انہوں نے میرے گھر تک تمہارا پیچھا نہیں کیا تو فی الحال تمہیں خطرہ نہیں۔ تاہم احتیاط لازمی ہے۔ جب تک سارے خطرات دُور نہیں ہو جاتے تمہیں اس مکان کے نیچے ایک تہ خانے میں رہنا پڑے گا۔ مکان کے پیچھے دریا تک گھنا جنگل پھیلا ہوا ہے اور خطرے کے وقت تم ایک سُرنگ کے راستے جنگل تک پہنچ سکتے ہو۔ تمہارا بھائی شاید چند دن چلنے پھرنے کے قابل نہ ہو لیکن اگر تمہاری غیر حاضری میں کوئی خطرہ پیش آیا تو میں مرتے دم تک اُس کی حفاظت کروں گا اب میں تمہاری سرگزشت سُننا چاہتا ہوں۔"

حسان نے کہا: "میں نے اپنی بستی سے نکلتے وقت یہ عہد کیا تھا کہ میں آج شام سے پہلے تورج کو قتل کر دُوں گا اور مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ جب میں اپنا عہد پُورا کر رہا تھا تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ اگر سہیل زخمی نہ ہوتا تو میں یہاں آنے کی بجائے بحرین میں اپنے ماموں کے گھر کا رُخ کرتا۔ اب میں آپ کے لئے نئی مصیبتیں لے آیا ہوں۔ تورج کے آدمی مجھے تلاش کر رہے ہیں اور صبح تک ہرمز کی فوج اس علاقے کا کونہ کونہ چھان مارے گی۔ اب اگر آپ سہیل کی حفاظت کا ذمہ لیتے ہیں تو میں اپنی جان کی خاطر آپ کے لئے نئے خطرات پیدا کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

قباد نے جواب دیا: "میری ماں ایک عرب تھی اور میں نے مہمان نوازی کے آداب اُس سے سیکھے ہیں۔ موجودہ حالات میں میرا گھر تمہارے لئے اس علاقے کی بستیوں اور صحراؤں سے کہیں زیادہ محفوظ ہے۔ میں تم سے اِس بات کا وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ تم میری اجازت کے بغیر یہاں سے نکلنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

ماہ بانو اور بوڑھی خادمہ دُودھ کے پیالے اُٹھائے کمرے میں داخل ہوئیں۔ ماہ بانو نے آگے بڑھ کر اپنا پیالہ حسان کو پیش کیا۔ حسان نے احسانمندی سے اُس کی طرف دیکھا اور پیالہ پکڑ لیا۔ ماہ بانو سہیل کی طرف متوجہ ہوئی اور اُس کی گردن کے نیچے ہاتھ دے کر اُسے اُٹھانے کی کوشش کرنے لگی۔ سہیل نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ پھر بدحواس سا ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ خادمہ نے آگے بڑھ کر کہا: "دُودھ پی لو بیٹا!"
سہیل نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے پیالہ پکڑ لیا اور چند گھونٹ پینے کے بعد آنکھیں

بند کر لیں۔ ماہ بانو اُس کا سر تکیے پر رکھ کر اُٹھی اور تذبذب کی حالت میں اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگی۔ قباد نے کرسی سے اُٹھتے ہوئے کہا "حسان! اب تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ [illegible] بھائی کو سرِ دست یہیں رہنے دو۔ اگر کوئی خطرہ پیش آیا تو ہم اسے تمہارے پاس پہنچا دیں گے۔ آؤ!" حسان اُٹھ کر اُس کے پیچھے ہو لیا۔ کاؤس ہاتھ میں مشعل اُٹھائے اُن کی رہنمائی کر رہا تھا۔

سیڑھیاں عبور کرنے کے بعد وہ نچلی منزل کی ایک کوٹھڑی میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک پھٹا پُرانا قالین بچھا ہوا تھا۔ اور ایک عمر رسیدہ نوکر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اُس کے سامنے دوسری دیوار کے ساتھ لکڑی کا ایک بڑا صندوق پڑا ہوا تھا۔ نوکر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور قباد نے حسان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا "تم اس کوٹھڑی کے آگے کوئی خفیہ راستہ دیکھ سکتے ہو؟"

حسان نے اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد جواب دیا "بظاہر تو کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔"

قباد نے نوکر کو اشارہ کیا۔ نوکر نے آگے بڑھ کر صندوق ایک طرف دھکیل دیا اور پھر نیچے سے لکڑی کا تختہ اُٹھا دیا۔ اب حسان کو صندوق والی جگہ ایک تنگ راستہ دکھائی دے رہا تھا۔ قباد نے اپنے نوکروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا "تم انہیں تہ خانے میں لے جاؤ اور وہاں سے اُوپر آنے یا باہر نکلنے کا طریقہ سمجھا دو۔"

قباد کوٹھڑی سے باہر نکل گیا اور حسان، کاؤس اور دوسرے نوکر کے پیچھے ایک تنگ سیڑھی کے راستے نیچے اُترنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کشادہ کمرے میں کھڑا تھا جہاں دو صاف ستھرے بستر لگے ہوئے تھے۔ طاقچے میں ایک چراغ جل رہا تھا۔ کاؤس نے چراغ اُٹھا کر فرش پر رکھ دیا اور دوسرے نوکر سے کہا "تم انہیں سرنگ کا دروازہ کھول کر دکھاؤ۔"

نوکر نے طاقچے میں ہاتھ ڈال کر ایک رسّا نکالا اور اُسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر نیچے کھینچنے لگا۔ دیوار میں ہلکی سی گڑگڑاہٹ پیدا ہوئی اور طاقچے کے نیچے سے ایک سِل آہستہ آہستہ اُوپر کھسکنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد دیوار میں ایک قابلِ گزر شگاف نظر آنے لگا۔ نوکر نے رسّا فرش کے قریب ایک آہنی میخ کے ساتھ لپیٹ دیا اور ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ حسان کی طرف دیکھا۔

کاؤس نے کہا: "آپ اس راستے سے باہر جا سکتے ہیں۔ یہ سُرنگ جنگل کی طرف ایک پُرانے مکان کے کھنڈر کے سامنے جا نکلتی ہے۔"

حسان نے کہا: "مجھے یاد ہے۔ ایک دفعہ میں نے ہرن کا شکار کرتے ہوئے اس مکان کے پچھواڑے ایک شکستہ مکان دیکھا تھا۔"

کاؤس بولا: "لیکن باہر سے آپ کو اس سُرنگ کا دروازہ نظر نہیں آیا ہوگا۔ وہ ہمیشہ بند رہتا ہے اور اُس کے سامنے جنگلی بیلیں اُگی ہوئی ہیں۔ ضرورت کے وقت آپ سُرنگ سے باہر ایک گھوڑا موجود پائیں گے۔ اگر ہم میں سے کسی کو بُلانا ہو تو آپ اُوپر جا کر لکڑی کے تختے پر ہاتھ ماریں پھر اگر اُوپر سے کوئی جواب نہ آئے تو یہ سمجھ لیں کہ وہاں کوئی خطرہ ہے۔"

حسان نے دیوار کے شگاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا: "اور اسے بند کرنے کا کیا طریقہ ہے؟" کاؤس نے مسکرا کر دوسرے نوکر کو اشارہ کیا اور اُس نے آگے بڑھ کر آہنی میخ کے ساتھ لپٹا ہُوا رسا کھول دیا۔ جب سِل اپنی جگہ پر آ گئی تو اُس نے رسّے کا سرا طاقچے کے اندر ٹھونس دیا۔ اور چراغ اُٹھا کر طاقچے میں رکھ دیا۔ پھر یہ دونوں نوکر اُوپر چلے گئے۔

○

حسان بستر پر لیٹ گیا لیکن تھکاوٹ سے نڈھال ہونے کے باوجود اُسے دیر تک نیند نہ آئی۔ اُس کوٹھڑی سے باہر اُس کے ماضی کی تمام یادیں اور مستقبل کے سارے تصوّرات ایک اندوہناک حال کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے اور اُس کے سینے میں ظلم کی اندھی اور بہری قوتوں کے خلاف ایک خاموش فریاد تھی۔ ایک ساعت کروٹیں بدلنے کے بعد اُسے نیند آ گئی اور احساس کی تلخیاں سپنوں میں تبدیل ہونے لگیں۔ کبھی وہ اپنی بستی کا طواف کر رہا تھا اور کبھی جنگ کے میدان میں گھوڑا دوڑا رہا تھا۔ پھر کوئی بھیانک منظر دیکھنے کے بعد ان سپنوں کا تسلسل ٹوٹ جاتا۔ لیکن کچھ دیر کروٹیں بدلنے کے بعد اُسے پھر نیند آ جاتی اور وہ سپنوں کی نئی وادیوں میں کھو جاتا۔ اس کا آخری خواب بہت طویل تھا لیکن بیدار ہونے کے بعد وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ کئی بے ربط واقعات اُس کے ذہن

میں گڈمڈ ہو گئے ہیں۔ اُس کی نیند پوری ہو چکی تھی۔ لیکن وہ اُٹھنے اور آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر دیکھنے کی بجائے دیر تک اپنے طویل خواب کے بکھرے ہوئے ٹکڑے جوڑ رہا تھا۔ بار بار اپنے حافظے پر زور دینے کے بعد اُسے صرف اتنا یاد آسکا کہ وہ رُومیوں کی قید سے فرار ہونے کے بعد جنگلوں، پہاڑوں اور صحراؤں میں بھاگ رہا تھا۔ کئی آدمی اُس کا پیچھا کر رہے تھے۔ پھر ایک دریا عبور کرنے کے بعد وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ اُس کا تعاقب کرنے والے واپس جا رہے ہیں۔ اُس نے دیکھا تھا کہ ڈاکو اُس کی بستی پر حملہ کر دیتے ہیں اور اُس کے باپ بھائی اور بہن کو قتل کر دیتے ہیں، وہ چند آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد بھاگتا ہے لیکن بستی سے باہر ڈاکوؤں کا ایک اور گروہ اُس کا راستہ روک لیتا ہے۔ وہ زخمی ہو کر گر پڑتا ہے اور ڈاکو اُسے دریا کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر وہ ایک عالیشان محل کے سامنے ایک کھلے میدان میں کھڑا ہے اور ڈاکوؤں کی بجائے ایرانی سپاہیوں کا ایک ہجوم اُس کے گرد جمع ہو رہا ہے۔ ایک دیو قامت جلاد برچھا اُٹھائے اُس کی طرف بڑھتا ہے لیکن وہ بھاگ نکلتا ہے۔ سپاہی شور مچاتے ہوئے اُس کا پیچھا کرتے ہیں۔ وہ محل میں پناہ لینے کی کوشش کرتا ہے۔ وہاں سونے کے تخت پر ایک خوبصورت شہزادی نظر آتی ہے۔ اُس کے سر پر ہیروں کا تاج جگمگا رہا ہے۔ سپاہی ننگی تلواریں لئے آگے بڑھتے ہیں لیکن شہزادی اپنا ہاتھ بلند کرتی ہے اور وہ رُک جاتے ہیں۔ جلاد آگے بڑھ کر کہتا ہے "شہزادی اسے پناہ نہ دیجئے۔ یہ ایران کا باغی ہے۔ اس نے تورج کو قتل کیا ہے۔" پھر ایک سفید ریش آدمی جو تخت کے قریب کھڑا ہے، آگے بڑھ کر شہزادی کے کان میں کچھ کہتا ہے اور وہ سر ہلا کر جلاد سے مخاطب ہوتی ہے "تم غلط کہتے ہو، یہ ایران کا باغی نہیں اسے جانے دو۔"

حسان اس خواب کو قدرت کا ایک مذاق سمجھتا تھا۔ تاہم وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ کاش یہ خواب اتنی جلدی ختم نہ ہوتا۔ سیڑھیوں پر پاؤں کی آواز سن کر اُس نے آنکھیں کھول دیں اور اچانک ایسا محسوس کیا کہ اُس کے سپنے کی شہزادی جواہرات سے مرصع تاج کے بغیر اُس کے سامنے کھڑی ہے۔

ماہ بانو نے کہا "آپ بہت دیر تک سوئے ہیں۔ میں تین بار آئی ہوں لو اب سہ پہر ہونے والی ہے۔"

"میرا بھائی کیسا ہے؟" حسان نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔

ماہ بانو نے جواب دیا "آپ کا بھائی آپ کے قریب سو رہا ہے۔ صبح ہوتے ہی ہم نے اُسے یہاں پہنچا دیا تھا لیکن آپ گہری نیند سو رہے تھے۔"

حسان نے دوسرے بستر کی طرف دیکھا اور سہیل کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "اسے تو بخار ہے۔"

ماہ بانو نے جواب دیا "آپ فکر نہ کریں۔ ابا جان کہتے تھے یہ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔"

"تورج کے آدمی اس طرف آئے تھے؟"

"نہیں وہ ابھی تک اس طرف نہیں آئے۔ ہم نے آپ کے بھائی کو احتیاطاً یہاں بھیج دیا تھا۔"

کاؤس سیڑھیوں سے نمودار ہوا اور کپڑوں کا ایک جوڑا حسان کے بستر پر رکھنے کے بعد ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ ماہ بانو نے کہا "آپ کپڑے بدل لیں پھر کاؤس آپ کو اُوپر لے آئے گا۔"

حسان نے پوچھا "آپ کو یقین ہے کہ میرے اُوپر آنے سے آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔"

"نہیں ابھی کوئی خطرہ نہیں اور اگر ہو تو بھی آپ کو یہاں واپس آنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

حسان نے کہا "لیکن سہیل اُوپر نہیں جا سکے گا۔"

"اسے اُوپر جانے کی ضرورت نہیں جب یہ بیدار ہو گا تو اسے یہیں کھانا پہنچا دیا جائے گا۔ سہیل نے یہاں آنے سے پہلے کچھ ناشتہ کر لیا تھا لیکن آپ کو بھوک ہو گی۔" ماہ بانو یہ کہہ کر اُوپر چلی گئی۔

کاؤس نے کہا "آپ اطمینان سے لباس تبدیل کر لیں۔ اس کے بعد اگر آپ کھلی ہوا میں گھومنا چاہیں تو میں ابھی واپس آ کر آپ کو سرنگ کے راستے باہر لے جاؤں گا۔ اتنی دیر میں آپ کا کھانا تیار ہو جائے گا۔"

کاؤس اُوپر چلا گیا۔

O

ایک ساعت بعد حسان اُوپر کے کمرے میں کھانا کھا رہا تھا اور قباد اور اُس کی بیٹی، اُس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کبھی کبھی آنکھ بچا کر اُن کی طرف دیکھتا اور ہر بار اپنے سپنے کی شہزادی اور بوڑھے وزیر کی تصویریں اُس کے ذہن میں گھومنے لگتیں۔

ماہ بانو کی پیشانی اپنے باپ کی طرح کشادہ تھی اور اُس کے چہرے کی رنگت میں دودھ اور گلاب کی آمیزش تھی۔ بال سنہری مائل تھے اور ذرا اُبھرے ہوئے پپوٹوں اور لمبی پلکوں کے نیچے بھورے رنگ کی بڑی بڑی آنکھیں بلّور کی طرح شفاف اور چمکدار تھیں ناک خوبصورت اور ذرا اُوپر کی طرف اُٹھتی ہوئی نوک اُس کے حسن کی دلکشی میں غیر معمولی اضافہ کر رہی تھی۔ اُس کے ہونٹوں میں ایک نیم وا غنچے کی تازگی اور لطافت تھی اور دانت جو صرف بات کرتے وقت دکھائی دیتے تھے، موتیوں کی طرح چمکتے تھے لیکن مسکرانے کے لئے اُسے ان چمکتے ہوئے موتیوں کی نمائش کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ صرف ہونٹوں کی ایک ہلکی سی جنبش کے ساتھ اُس کے گالوں میں گڑھے پڑ جاتے آنکھیں چمک اُٹھتیں اور اُس کا چہرہ مسکراہٹوں سے لبریز ہو جاتا۔ لیکن حسان کو جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا تھا وہ اُس کی آواز تھی جس کی مٹھاس وہ اپنی رُوح کی گہرائیوں میں محسوس کرتا تھا۔ ایک دن قبل جب وہ قباد کے گھر سے رخصت ہوا تھا تو ماہ بانو کی کوئی واضح تصویر اُس کے ذہن میں نہ تھی اور اب بھی وہ یہی محسوس کرتا تھا کہ ماہ بانو کو ہزار بار دیکھنے کے بعد بھی وہ اس سوال کا صحیح جواب نہیں دے سکے گا کہ اُس کے خدو خال کیسے ہیں یا وہ کون سے پیچ وخم ہیں جنکی دلکشی اور جاذبیت سے اُس کی اوّلیں نگاہیں متاثر ہوئی تھیں۔ وہ صرف اتنا کہہ سکتا تھا کہ وہ خوبصورت ہے ۔۔ اُس کے ساتھ باپ اور بیٹی کی گفتگو کا موضوع تورج اور ہرمز کے مظالم تھے۔ کھانا ختم کرنے کے بعد اُس نے قباد سے پوچھا "آپ نے مجھے باہر کے حالات نہیں بتائے ؟"

قباد نے جواب دیا "تمہیں باہر کے حالات کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں وہ تمہیں تلاش کر رہے ہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اس طرف نہیں آئیں گے "

حسان نے کہا "لیکن اگر وہ میری بستی میں گئے تو یہ بات اُن سے پوشیدہ نہیں رہے گی کہ میں واپس آ چکا ہوں پھر اُن کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں ہوگا کہ سہیل کا مددگار اور تورج کا قاتل کون ہو سکتا ہے "

قباد نے اطمینان سے جواب دیا "یہ اُنہیں معلوم ہو چکا ہے۔ میں نے ایک آدمی کو تمہارے گاؤں بھیجا اور وہ یہ خبر لایا ہے کہ ہرمز کے اہلکاروں نے تورج کے قاتل کا پتہ دینے والے کے لئے پانچسو

دینار انعام مقرر کیا ہے۔ اب اُن کے آدمی تمہیں آس پاس کی بستیوں کی بجائے سرحدی علاقوں میں تلاش کر رہے ہیں۔ ان حالات میں میرے گھر سے زیادہ تمہارے لئے کوئی جگہ محفوظ نہیں چند دن تک اُن کا جوش و خروش ٹھنڈا ہو جائے گا اور ہم تمہیں یہاں سے نکالنے کے متعلق سوچ سکیں گے۔"

کاؤس کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے حسان سے کہا۔ "سہیل جاگ رہا ہے اور آپ کو بلاتا ہے۔" حسان نے قباد کی طرف دیکھا۔ ماہ بانو نے کہا۔ "آپ جائیں میں اُس کا کھانا بھیجتی ہوں۔"

کاؤس نے کہا۔ "میں نے اُسے کھانے کے لئے کہا تھا لیکن وہ یہ کہتا تھا کہ مجھے بھوک نہیں اُس کا بخار بھی کم نہیں ہوا اور وہ اپنے زخم میں درد بھی محسوس کرتا ہے۔"

قباد نے کہا۔ "میں اُس کے لئے دوائی بھیجتا ہوں لیکن اُسے بھوکا نہیں رہنا چاہیئے۔ کم از کم اُسے دودھ ضرور پلا دو۔ میں ابھی نیچے آکر اس کا زخم دیکھتا ہوں۔"

حسان اُٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

○

رات کے وقت سہیل کی حالت زیادہ بہتر معلوم ہوتی تھی۔ اُس نے حسان کے اصرار پر کھانے کے چند نوالے منہ میں ڈالے اور بستر پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب کاؤس برتن اُٹھا کر چلا گیا تو حسان نے اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا۔ "سہیل آج میری طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں۔ میں اس جگہ بیمار ہونے سے بہت ڈرتا ہوں۔ اگر ہمیں چند دن یہاں رُکنا پڑا تو یہ لوگ محسوس کریں گے کہ ہم ان کے لئے ایک مصیبت بن گئے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم جلدی تندرست ہو جاؤ اور ہم بحرین پہنچ جائیں وہاں ہمارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

سہیل نے کہا۔ "میں نے ماموں جان کا وطن نہیں دیکھا۔ بھائی جان! جب آپ فوج میں بھرتی ہو کر چلے گئے تھے تو ابا جان نے بڑے بھائی کو ماموں کے پاس بھیجا تھا۔ میں نے اُن کے ساتھ جانے کے لئے بہت ضد کی لیکن ابا جان کہتے تھے کہ سفر بہت خطرناک ہے۔ جب آپ جنگ سے واپس آجائیں گے تو ہم سب وہاں جائیں گے۔"

حسان نے کہا: "جب ماموں جان آخری بار ہمارے پاس آئے تھے تو تم بہت چھوٹے تھے۔"
"کبھی آپ بھی وہاں گئے تھے بھائی جان؟" سہیل نے پوچھا۔
"ہاں۔" اُس نے جواب دیا۔ "ایک دفعہ میں امی جان کے ساتھ وہاں گیا تھا۔ اُس وقت میری عمر آٹھ سال تھی۔ ہم نے جہاز پر سفر کیا تھا اور ہمارے ساتھ یمن جانے والے ایرانی مسافر سوار تھے۔ ماموں جان کے ہاں تین ماہ قیام کرنے کے بعد ہم ایک ہندی تاجر کے جہاز پر واپس آئے تھے۔ خلیج فارس عبور کرنے کے بعد ہم نے ایک کشتی پر دریا کے راستے کافی لمبا سفر کیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ہم اس گاؤں کے قریب ہی کسی جگہ اُترے تھے۔ مجھے دریا کے سرسبز کناروں اور ٹاپوؤں کے مناظر ابھی تک یاد ہیں۔ یمن، بحرین اور ہندوستان کے تاجروں کی کشتیاں اکثر دریا کے راستے ہمارے علاقے تک پہنچ جاتی ہیں۔ اگر تم جلد گھوڑے کی سواری کے قابل نہ ہوئے تو ہم کسی کشتی پر سوار ہونے کی کوشش کریں گے۔ بحرین میں قیام کے دن مجھے ابھی تک یاد ہیں۔ میں اپنے ماموں زاد بھائی کے ساتھ گھوڑا دوڑایا کرتا تھا۔ وہاں سے رخصت ہوتے وقت میں نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ میں بڑا ہو کر تمہارے پاس آیا کروں گا۔ امی کی وفات کے بعد میں نے ایک دفعہ وہاں جانے کا ارادہ کیا تھا لیکن اُن دنوں قزاق خلیج فارس میں کئی جہاز تباہ کر چکے تھے۔ اس لئے اباجان نے مجھے سفر کی اجازت نہ دی۔ پھر ایک دفعہ ماموں جان کا نوکر مجھے لینے کے لئے آیا لیکن مجھے کسریٰ کا سپاہی بننے کا شوق تھا۔ اس لئے میں اُن کے ساتھ نہ جا سکا۔ جب میں رومیوں کی قید میں تھا تو اکثر یہ سوچا کرتا تھا کہ اگر میں فوج میں بھرتی ہونے کی بجائے بحرین چلا جاتا تو قزاقوں کے ہتھے چڑھنے کے بعد بھی مجھے یہ مصیبتیں پیش نہ آتیں۔ اور اس وقت بھی میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس علاقے کا ایک عرب اگر کسریٰ کے لئے اپنا خون بہانے کے بعد بھی تورج اور ہرمز جیسے ایرانیوں کے مظالم سے محفوظ نہیں تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی قزاق کا ساتھی بن جائے۔"
سہیل نے کہا: "بھائی جان! بحری قزاق اب بھی اس علاقے میں گھس آتے ہیں۔ گزشتہ چند مہینوں میں اُنہوں نے دریا کے کنارے کئی بستیوں کو لُوٹا ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ ایک مرتبہ

وہ لوٹ مار کرتے ہوئے ہرمز کے محل کے دروازے تک پہنچ گئے تھے۔ جو عرب ایرانیوں کے مظالم کے باعث بھاگ گئے ہیں اُن میں سے کئی قزاقوں کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ جب میں تورج کی قید میں تھا تو میں یہ سوچا کرتا تھا کہ کاش کوئی قزاق مجھے یہاں سے نکال کر لے جائے۔"

حسان نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "سہیل! ممکن ہے تورج یا ہرمز کے آدمی کسی وقت اِس بستی کا محاصرہ کر لیں اور مجھے اچانک تمہارا ساتھ چھوڑنا پڑے۔ ان حالات میں تمہیں حوصلے سے کام لینا پڑے گا اگر مجھے کوئی خطرہ پیش آیا تو قباد تمہیں بحرین پہنچا دے گا۔"

سہیل کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر اچانک حسان نے محسوس کیا کہ وہ سسکیاں بھر رہا ہے۔ اُس نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "سہیل! کیا ہوا، تم رو رہے ہو؟"

سہیل نے جواب دیا۔ "بھائی جان! میں آپ کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ اس وقت ہرمز کی ساری فوج آپ کو تلاش کر رہی ہوگی۔ آپ گرفتار ہو گئے تو وہ آپ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ آپ اس لئے یہاں رُک گئے ہیں کہ میں زخمی ہوں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ اگر انہوں نے اس گھر پر حملہ کر دیا تو آپ میری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے اور آپ کی غیر حاضری میں مَیں اگر پکڑا بھی جاؤں تو بھی زیادہ سے زیادہ مجھے غلام بنا لیں گے۔"

حسان نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "سہیل ہم کمزور اور مظلوم ہیں۔ ہمارے ہاتھ خالی ہیں اور ہم کو ظلم کی بے پناہ قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہونا ہے۔ ہمیں اپنے زخمی ہاتھوں سے عدل اور انصاف کا پرچم بلند کرنا ہے۔ اس آزمائش میں صبر اور استقلال ہی ہمارا آخری سہارا ہے۔ میرے ننھے بھائی! حوصلے سے کام لو۔ اس زمین کو آنسوؤں کی بجائے ہمارے خون کی ضرورت ہے۔ اب ہمیں ہر قدم پر تورج جیسے لوگوں سے واسطہ پڑے گا۔ اگر ہم ہمت ہار بیٹھے تو ہم خزاں کے موسم میں درختوں سے گرتے ہوئے پتوں کی طرح مسل دیئے جائیں گے۔"

سہیل نے ذرا سنبھل کر کہا۔ "لیکن بھائی جان! میں تورج یا ہرمز کے آدمیوں سے نہیں ڈرتا۔ مجھے صرف یہ ڈر ہے کہ آپ مجھے چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی کوشش نہیں کریں گے لیکن میں کل تک بالکل ٹھیک

ہو جاؤں گا اور آپ کے ساتھ سفر کر سکوں گا میں راستے میں آپ سے بخار یا زخموں کی تکلیف کی شکایت نہیں کروں گا۔"

حسان نے جواب دیا۔ "نہیں سہیل! ابھی تمہیں کئی دن آرام کرنا پڑے گا۔ میں تمہارے ساتھ ایک وعدہ کر سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب مجھے تمہارے متعلق اطمینان ہو جائے گا تو میں اپنے آپ کو خطرے میں نہیں ڈالوں گا۔ اب تم اطمینان سے سو جاؤ۔"

حسان نیند سے بیدار ہوا تو اُس کا جسم ٹوٹ رہا تھا اور اس کے زخم میں بھی ہلکا ہلکا درد محسوس ہو رہا تھا۔ اُس نے کونے میں پڑے ہوئے پانی کے مٹکے سے پیاس بجھائی اور کچھ دیر ایک کرسی پر بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ پھر تہہ خانے میں گھٹن سی محسوس کرنے کے بعد اُس نے رسا کھینچ کر خفیہ دروازہ کھولا اور سرنگ کے راستے باہر نکل گیا۔

شکستہ مکان سے کوئی سو قدم آگے گھنے درختوں میں اُسے ایک چھپر دکھائی دیا۔ وہاں ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا اور قباد کا ایک نوکر اُس کے آگے چارہ ڈال رہا تھا۔ حسان اُس کے قریب پہنچا تو نوکر نے آگے بڑھ کر سلام کرتے ہوئے کہا۔ "جناب اگر آپ کہیں جانا چاہتے ہیں تو مجھے گھوڑا تیار کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ جنگل میں ہماری بستی کے آدمی پہرا دے رہے ہیں اور میں نے اُن کے کہنے پر گھوڑے کو آرام دینے کے لیے زین اُتار دی تھی۔"

"ابھی زین ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ میں صرف گھومنے کے لئے باہر نکلا ہوں۔" حسان یہ کہہ کر آگے چل دیا۔

جنگل کی تر و تازہ ہوا میں سانس لینے کے بعد اُسے کچھ فرحت سی محسوس ہو رہی تھی لیکن تھوڑی دیر بعد جب آسمان پر آفتاب کی کرنیں پھیلنے لگیں تو اُسے پھر تلخی محسوس ہونے لگی۔ واپس آتے وقت اُس نے محسوس کیا کہ اُسے بخار ہو رہا ہے۔ شکستہ مکان کے قریب پہنچ کر اُس کی نگاہیں سامنے بالاخانے کے دریچے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ ماہ بانو وہاں کھڑی تھی اور اُس کے کندھوں پر سنہری بال بکھرے ہوئے تھے۔ بالاخانے کی چھت سے سفید کبوتروں کا ایک جوڑا نمودار ہوا اور دریچے کے سامنے قلابازیاں کھانے لگا۔ ماہ بانو نے اپنا بازو دریچے سے باہر نکالا اور دونوں کبوتر یکے بعد دیگرے اُس کے ہاتھ

پر بیٹھ گئے۔ ماہ بانو نے اُنہیں پکڑ کر ہوا میں اُچھال دیا لیکن وہ تھوڑی دیر فضا میں قلابازیاں کھانے کے بعد پھر دریچے میں آ بیٹھے۔ اس کے ساتھ ہی چھت سے چند اور کبوتر نمودار ہوئے اور ماہ بانو مسکراہٹوں کے موتی بکھیرتی ہوئی وہاں سے غائب ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد حسان نے دیکھا کہ کبوتر دریچے کی بجائے چھت پر جمع ہو رہے ہیں۔ پھر وہ چھت پر نمودار ہوئی تو اس کے ساتھ ایک خادمہ چھوٹی سی ٹوکری اُٹھائے ہوئے تھی۔ ماہ بانو نے ٹوکری میں ہاتھ ڈالا اور اناج کی چند مٹھیاں نکال کر چھت پر بکھیر دیں پھر اچانک حسان نے محسوس کیا کہ وہ جنگل کی طرف دیکھ رہی ہے۔ وہ شکستہ مکان کی طرف ہٹ گیا اور کچھ دیر ایک دیوار کے پیچھے کھڑا رہا۔ پھر جب اُس نے دوبارہ چھت کی طرف دیکھنے کی کوشش کی تو ماہ بانو وہاں نہ تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سرنگ کے راستے دوبارہ تہہ خانے میں پہنچ گیا۔ سہیل ابھی تک سو رہا تھا۔ حسان نے سُرنگ کا دروازہ بند کیا اور اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

پھر اچانک اُسے کسی کے پاؤں کی آہٹ سُنائی دی اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ ماہ بانو کمرے میں داخل ہوئی اور کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی: "میں نے آپ کو دیکھا تھا۔ میں چھت پر کبوتروں کو دانے ڈال رہی تھی۔ یہ کبوتر بڑے بھائی کی نشانیاں ہیں۔ جنگ پر روانہ ہونے سے قبل وہ اُن کی نگہداشت میرے سپرد کر گئے تھے۔ آپ کا بھائی کیسا ہے؟"

ماہ بانو نے کہا: "آپ پریشان نہ ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بہت جلد تندرست ہو جائے گا۔"

حسان نے قدرے توقف کے بعد کہا: "مجھے یہ تمام واقعات ایک خواب معلوم ہوتے ہیں۔ تین دن پہلے یہ کون کہہ سکتا تھا کہ میں پہلے سے زیادہ بے بسی اور بیچارگی کی حالت میں یہاں واپس آؤں گا اور آپ جنہیں علم حالات میں مجھے قابلِ توجہ نہیں سمجھنا چاہیئے تھا میرے بھائی کی تیمارداری کریں گی۔ آج میری ناداری کا یہ عالم ہے کہ مجھے اپنے جذبۂ تشکر کے اظہار کے لئے بھی الفاظ نہیں ملتے۔"

ماہ بانو نے جواب دیا: "آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مصائب کی آندھیوں نے ہمیں مختلف سمتوں سے دھکیل کر ایک جگہ پھینک دیا ہے۔ یہ گھر ہماری جائے پناہ ہے اور جب تک یہ آندھیاں ختم نہیں ہوتیں ہمیں ایک دوسرے کی ضرورت رہے گی۔ ہم نے ظلم کی طغیانیوں کے سامنے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا ہے۔

اور اپنے مقدر کے بھنور سے نکلنے کے لئے ایک کشتی پر سوار ہو گئے ہیں ہو سکتا ہے کہ اس طوفان سے نکلتے ہی ہمارے راستے جُدا ہو جائیں لیکن اس کے بعد یہ بات ہمیں ہمیشہ یاد رہے گی کہ جب ہم ہمت ہار چکے تھے تو آپ نے ہمیں حوصلہ دیا تھا۔ آج ہم آپ کو اس حالت میں دیکھ کر یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم تنہا نہیں ہیں۔"

حسان نے کہا۔ "آپ بہت رحمدل ہیں لیکن کاش میں اپنے دل کو تسلی دے سکتا کہ میں نے آپ کی پریشانیوں میں اضافہ نہیں کیا۔"

وہ بولی۔ "آپ اپنے دل کو یہ تسلی دے سکتے ہیں کہ آپکے ہاتھوں ہمیں اپنے بدترین دشمن سے نجات ملی ہے۔"

"لیکن مجھے ڈر ہے کہ میں نے کہیں ایک بھیڑیئے کو قتل کر کے اس سے زیادہ خوفناک درندوں کو آپ کے گھر کا راستہ دکھا دیا ہو۔"

ماہ بانو جواب دیا۔ "آپکو ہمارے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیئے جب ہمیں آپ کے مستقبل کے متعلق اطمینان ہو جائے گا تو ہم یہاں نہیں رہیں گے۔ ابا جان زرنجت کے پیغام کا انتظار کر رہے ہیں اگر اس نے مدائن میں ہمارے لئے کوئی ٹھکانا تلاش کر لیا تو ہم یہاں نہیں رہیں گے۔ میں آپکے لئے کھانا بھیجتی ہوں۔"

حسان نے کہا۔ "نہیں آج مجھے بھوک نہیں۔"

"تھوڑا بہت ضرور کھا لیجئے۔" ماہ بانو یہ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھی اور حسان نے اچانک یہ محسوس کیا کہ کمرے میں اُداسی چھا گئی ہے۔ "ٹھہریئے!" اُس نے کہا۔ "میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

وہ رُکی۔ اور مُڑ کر حسان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "کہیئے!"

حسان نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں شکر گزار ہوں۔"

ماہ بانو مسکرائی اور کچھ کہے بغیر کمرے سے نکل گئی۔ پھر دیر تک حسان کو اپنے درد یا بخار کا کوئی احساس نہ تھا۔ اسکی آنکھوں کے سامنے اَن گنت مسکراہٹیں رقص کر رہی تھیں اور وہ بار بار اپنے دل میں کہہ رہا تھا "ماہ بانو! ماہ بانو! میں ایک عرب ہوں میرا گھر لُٹ چکا ہے میرے لئے سر چھپانے کی کوئی جگہ نہیں میں تمہیں پریشانیوں کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ نہیں چاہتا کہ کسی دن ہمارے راستے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائیں۔" پھر وہ بستر پر لیٹا اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا۔ "تم احمق ہو۔ تمہیں صرف ایک حادثے نے ایک کشتی پر

سوار کر دیا ہے لیکن زمانے کا کوئی سیلاب تمہارے درمیان اجنبیت کی دیواریں نہیں توڑ سکتا۔"

حسان دس دن شدید بخار کی حالت میں پڑا رہا۔ قباد کا خیال تھا کہ اُس کا بخار اُس کے زخم کے بگڑ جانے کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ وہ انتہائی باقاعدگی کے ساتھ اُس کی مرہم پٹی کیا کرتا تھا۔ گیارھویں دن بعد اُس کا بخار اُتر چکا تھا اور وہ پہلی بار کھانا دیکھ کر بھوک محسوس کر رہا تھا۔

سہیل کی حالت بھی آہستہ آہستہ بہتر ہو رہی تھی۔ کمزوری کا یہ عالم تھا کہ چلتے وقت اُس کی ٹانگیں لڑکھڑاتی تھیں۔ حسان کی بیماری کے ایام میں قباد اور اُس کی بیٹی نے ایک لمحہ کے لئے بھی اجنبیت کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔ وہ دن میں تین چار مرتبہ اُسے دیکھنے کے لئے آیا کرتے تھے اور ایک نوکر ہمہ وقت اُن کی دیکھ بھال کے لئے تہہ خانے میں موجود رہا کرتا تھا۔ بخار اور درد کی حالت میں بھی جب کبھی وہ ماہ بانو کی طرف دیکھتا تو اُس کے احساس و شعور کی ساری دُنیا اُس کی مسکراہٹوں کی گہرائیوں میں گم ہو کر رہ جاتی۔

ابتدا میں ماہ بانو کی خاموش نگاہیں اُسے اَن جانی اور اَن دیکھی مسرتوں کا پیغام دیا کرتی تھیں لیکن اب اُسے کبھی کبھی ایک ایسے غیر یقینی مستقبل کا خوف محسوس ہوتا تھا جس کے تمام راستے بھیانک تاریکیوں میں گم ہو کر رہ جاتے تھے۔ تنہائی میں اُس کے خیالات ماہ بانو پر مرکوز رہتے تھے۔ اُس کے کانوں میں اُس کی دلکش آواز گونجا کرتی تھی اور رات کے وقت پہروں کروٹیں بدلنے کے بعد جب اُس کے ذہنی اضطراب کو سپنوں کی دنیا میں پناہ ملتی تو ماہ بانو وہاں بھی اُس کی ہم سفر ہوتی لیکن ان حسین خیالات اور ان دلکش سپنوں کی اتھاہ گہرائیوں سے وہ مقدس احساس بھی اُبھر رہا تھا جس کے مقابلے میں اُسے دیکھنے کی خواہش، چاہنے کی تمنّا اور حاصل کرنے کی آرزو بے معنی معلوم ہوتی تھی۔ جب اُس کی ذہنی کشمکش اپنی انتہا کو پہنچ جاتی تو اُس کا آخری فیصلہ ہمیشہ اُن خواہشات کے خلاف ہوتا، جو ہر لمحہ اُس کے دل پر ماہ بانو کی محبت کے نقوش اُجاگر کر رہی تھیں۔

باب (۴)

بخار سے نجات حاصل کرنے کے بعد حسان کے زخم کی سوزش اور تکلیف آہستہ آہستہ کم ہونے لگی۔ دوسرے ہفتے وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو چکا تھا۔ سہیل کا زخم بھی آہستہ آہستہ مندمل ہو رہا تھا اور اُس کے بخار کی شدت میں بھی کمی آ رہی تھی۔ تاہم وہ اسقدر کمزور ہو چکا تھا کہ بستر سے اُٹھتے وقت اُس کی ٹانگیں لڑکھڑاتی تھیں۔

حسان کی علالت کے ایام میں ملہ بانو اور اُس کا باپ اپنا بیشتر وقت اُسکی تیمارداری میں صرف کیا کرتے تھے۔ وہ اُن سے باہر کے حالات پوچھتا تو وہ یہ تسلی دینے کی کوشش کرتے کہ اب اُسے کوئی خطرہ نہیں تاہم وہ بار بار مضطرب ہو کر کہتا کاش! میں آپ کو اتنی تکلیف نہ دیتا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ کیلئے ایک مصیبت بن جاؤں گا تو میں اپنے گھر کی تباہی دیکھنے کے بعد تورج کی بستی کا رُخ نہ کرتا۔ میں بخار اُترتے ہی یہاں سے نکل جاؤں گا۔ اب مجھے زخم میں بھی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ میرا بخار بھی کم ہو رہا ہے۔ اگر مجھے تنہا جانا پڑا تو سہیل کی حفاظت آپ کے ذمے ہو گی۔ میں جلد واپس آؤنگا اور اگر میں نے یہ دیکھا کہ میرا واپس آنا آپ کیلئے خطرے کا باعث ہے تو میں سہیل کو یہاں سے نکالنے کا کوئی اور انتظام کروں گا۔ لیکن جب وہ سہیل کی طرف دیکھتا تو اُس کے تمام ارادے متزلزل ہو جاتے۔ سہیل کو اُن خطرات کا پورا احساس تھا جو حسان کو گرفتار ہونے کی صورت میں پیش آ سکتے تھے۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ کئی دن اور سفر کے قابل نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ حسان کو رُو بصحت ہوتا دیکھتے ہی اُس نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ اب آپکو میری وجہ سے یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیئے۔ اگر تورج کے آدمی یہاں آ گئے تو بھی مجھے یہ خطرہ نہیں کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ لیکن

آپ کا معاملہ مجھ سے مختلف ہے۔ اگر وہ مجھے پکڑ کر لے گئے تو بھی میں اس اُمید پر زندہ رہ سکوں گا کہ آپ کسی دن مجھے اُن کے قبضہ سے چھڑا کر لے جائیں گے لیکن اگر اُنہوں نے آپ کو قتل کر دیا تو میں ایک دن بھی زندہ نہیں رہوں گا۔ وہ کبھی مُنہ بسورتے، کبھی سسکیاں لیتے اور کبھی آنسو بہانے کے بعد حسان کو جلد از جلد یہاں سے نکلنے کا وعدہ کرنے پر مجبور کر دیتا۔ لیکن کبھی ایک دن اور کبھی ایک پہر بعد ہی حسان کو اس بات کا احساس ہونے لگتا کہ اُس کی قوتِ ارادی جواب دے چکی ہے۔

ایک صبح جب حسان کچھ دیر باہر گھومنے کے بعد واپس آیا تو تہہ خانے کے قریب پہنچ کر اُسے سہیل اور ماہ بانو کی آوازیں سُنائی دیں اور وہ آگے بڑھنے کی بجائے رُک کر اُن کی باتیں سُننے لگا۔

ماہ بانو کہہ رہی تھی: "دیکھو سہیل! تمہارا بھائی تمہیں اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ اگر میں ہزار بار بھی یہ کہوں کہ سہیل کو یہاں کوئی خطرہ نہیں تو بھی اُسے اطمینان نہیں ہو گا۔"

سہیل نے جواب دیا: "لیکن آپ اُنہیں سمجھا سکتی ہیں۔ اگر آپ اُن سے صرف اتنا کہہ دیں کہ اُن کے جانے میں ہم سب کی بہتری ہے تو وہ سمجھ جائیں گے۔"

ماہ بانو نے جواب دیا: "لیکن میں ڈرتی ہوں کہیں وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ ہمیں صرف اپنے بچاؤ کی فکر ہے۔"

قدرے توقف کے بعد سہیل کی آواز سُنائی دی: "بھائی جان آپ کے متعلق ایسی باتیں نہیں سوچ سکتے لیکن آپ کو اُن سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھنی چاہیئے کہ کل شام تودرج کے آدمی اس گاؤں میں آئے تھے اور وہ آپ کے نوکروں سے بھائی جان کے متعلق پوچھتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بار بار یہاں آئیں گے اور اگر اُنہیں اس بات کا ذرا بھی شک ہو گیا کہ بھائی جان یہاں ہیں تو وہ اُنہیں سُرنگ کے راستے بھی یہاں سے نکلنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

ماہ بانو نے کہا: "کاش وہ اپنی جان کے خطرے کو کوئی اہمیت دیتے۔ اگر تمہاری حالت ٹھیک ہوتی تو میں اُنہیں یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیتی اور مجھے اِس بات کی پرواہ نہ ہوتی کہ وہ ہمارے متعلق کیا خیال کرتے ہیں۔ تہہ خانے میں تھوڑی دیر کے لیئے خاموشی طاری ہو گئی۔ اس کے بعد ہلکی ہلکی سسکیوں کے درمیان سہیل کی آواز سُنائی دی: "کاش میں مر گیا ہوتا۔"

ماہ بانو نے کہا: "ایسی باتیں نہ کہو۔ تمہاری زندگی تمہارے بھائی کو بہت عزیز ہے اور میں بھی تمہیں اپنا بھائی سمجھتی ہوں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں انہیں سمجھانے کی کوشش کروں گی لیکن وہ ابھی تک نہیں آئے۔ انہیں اتنی دیر باہر نہیں رہنا چاہیے، میں نوکر بھیج کر پتہ کرتی ہوں۔"

حسان جلدی سے آگے بڑھا اور تنگ گزرگاہ سے سر نکالتے ہوئے کہا: "آپ کو نوکر بھیجنے کی ضرورت نہیں، میں آگیا ہوں۔"

ماہ بانو جو سیڑھی کے قریب پہنچ چکی تھی، رک گئی اور مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ حسان تہہ خانے میں داخل ہونے کے بعد کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔ اس نے رستا کھول کر سرنگ کا راستہ بند کیا اور ماہ بانو سے مخاطب ہو کر کہا: "میں حیران ہوں کہ میں نے اتنے دن یہاں کیسے گزار دیئے ہیں۔ ابھی میں باہر نکلا تھا تو گھوڑے کی رکھوالی کرنے والے نوکر نے تاکید کی تھی کہ مجھے سرنگ سے زیادہ دور نہیں جانا چاہیے۔ اس نے مجھے اپنی پریشانی کی کوئی خاص وجہ نہیں بتائی۔ تاہم اس کی باتیں سن کر میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ اب میرا زیادہ دیر یہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں۔"

ماہ بانو پریشان سی ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ تہہ خانے میں کچھ دیر خاموشی چھائی رہی بالآخر سہیل نے کہا: "بھائی جان! میں آپ کو ان کے نوکر کی پریشانی کی وجہ بتا سکتا ہوں۔ کل شام تورج کے آدمی ان کے گاؤں میں آئے تھے۔ خدا کے لئے آپ یہاں سے نکل جائیں۔"

حسان نے ماہ بانو سے سوال کیا: "اگر تورج کے آدمی یہاں آئے تھے تو آپ نے مجھے کیوں نہ بتایا؟"

ماہ بانو نے جواب دیا: "اگر وہ مکان کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتے تو میں یقیناً آپ کو خبردار کرتی لیکن ہمارے نوکروں نے انہیں مطمئن کر کے واپس بھیج دیا تھا۔"

حسان نے کچھ دیر سوچنے کے بعد ماہ بانو کی طرف دیکھا اور کہا: "آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں کل رات یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں کل تک ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ خطرے کی صورت میں آپ مجھے ہر وقت یہاں سے نکلنے کے لئے تیار پائیں گی۔"

ماہ بانو نے مغموم لہجے میں کہا: "کاش حالات ایسے ہوتے کہ ہم آپ کو جانے سے روک سکتے۔ میں یہ

سمجھ سکتی ہوں کہ اس حالت میں سہیل سے جدا ہونا آپ کے لئے کتنا تکلیف دہ ہوگا لیکن اگر میرے الفاظ سے آپ کی تسلی ہو سکتی ہے تو میں یہ وعدہ کرتی ہوں کہ جب تک اس گھر کی دیواریں اپنی جگہ کھڑی ہیں، آپ کے بھائی کا بال بیکا نہیں ہوگا۔"

○

رات کے وقت ماہ بانو نے حسان کا بازو جھنجوڑ کر اُسے گہری نیند سے بیدار کیا۔ اُس نے بدحواس ہو کر آنکھیں کھولیں اور بستر سے کود کر کھڑا ہو گیا۔ ماہ بانو نے دبی اور سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ آ گئے ہیں۔ وہ دروازے سے باہر کھڑے ہیں۔ آپ فوراً تیار ہو جائیں، ابا جان یہ معلوم کرنے گئے ہیں کہ وہ کس نیت سے آئے ہیں۔ وہ مجھے یہ کہہ گئے ہیں کہ میں آپ کو سُرنگ سے باہر پہنچا دوں۔ حسان جو ابھی سکتے کی حالت میں اُس کی طرف دیکھ رہا تھا، بولا "اگر وہ اس وقت آئے ہیں تو اُن کی نیت ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ میری تلوار کہاں ہے ؟"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "آپ کا سارا سامان باہر نوکر کے پاس ہے۔ ابا جان نے آپ کے لئے ایک خود بھی باہر بھجوا دیا تھا۔ حسان جلدی سے موزے پہن کر سُرنگ کا راستہ کھولنے لگا اور ماہ بانو نے چراغ اُٹھا لیا۔ پھر چند ثانیے وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ اس کے بعد دونوں کی نگاہیں سہیل پر مرکوز ہو گئیں۔ سہیل ہلکے ہلکے خراٹے لے رہا تھا۔ ماہ بانو نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ "اسے جگا دوں ؟"

"نہیں" حسان یہ کہہ کر آگے بڑھا اور سہیل کی پیشانی پر بوسہ دینے کے بعد ماہ بانو کے ہاتھ سے چراغ لے کر سُرنگ کے اندر داخل ہو گیا۔ وہ اُس کے پیچھے چل پڑی۔ چند قدم چلنے کے بعد اُس نے مڑ کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اب آپ کو میرے ساتھ آنے کی ضرورت نہیں۔ آپ واپس جا کر سُرنگ کا راستہ بند کر لیں اور جب سہیل بیدار ہو تو اُسے تسلی دینے کی کوشش کریں"

ماہ بانو نے کہا۔ "آپ میری فکر نہ کریں۔ حویلی کا دروازہ اس قدر مضبوط ہے کہ اگر وہ حملہ کر دیں تو بھی کم از کم صبح تک ہمارے آدمی اُنہیں روک سکتے ہیں۔ ہم باہر نکل کر بالا خانے کے دریچے سے ابا جان

کے اشارے کا انتظار کریں گے۔ اگر اُنہوں نے آپ کے لئے کوئی خطرہ محسوس کیا تو وہ دریچے میں چراغ رکھ دیں گے۔ ورنہ تھوڑی دیر تک کوئی نوکر ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔"

حسان کچھ کہے بغیر آگے چل دیا۔ سُرنگ کے آخری سرے پر پہنچ کر حسان نے جلتا ہوا چراغ نیچے رکھ دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سُرنگ سے باہر چاند کی روشنی میں کھڑے تھے۔ اُن کے دل دھڑک رہے تھے۔ اُن کی زبانیں خاموش تھیں اور اُن کی نگاہوں میں پیاسی رُوحوں کی فریاد تھی۔ پھر اُنہوں نے غیر شعوری طور پر ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا اور جنگل کی خاموش فضا اچانک نغموں سے لبریز ہو گئی۔ ایک ثانیے کے لئے وہ مسرت کے آسمان کی بلندیوں میں پرواز کر رہے تھے اور ایک لمحہ کے لئے وہ غم کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب رہے تھے۔ پھر اچانک اُنہوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ چھوڑ دیا اور جنگل کی فضا نغموں کی بجائے سسکیوں سے لبریز ہو گئی۔

حسان نے کہا۔ "آپ یہیں ٹھہریں۔ میں نوکر کو جگا کر ابھی واپس آتا ہوں۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "جائیے، لیکن مجھے یقین ہے کہ نوکر جاگ رہا ہو گا پھر بھی اُسے خبردار کرنا ضروری ہے۔"

حسان وہاں سے چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو وہ تیر و کمان اور تلوار سے مسلح تھا۔ ماہ بانو کے قریب پہنچ کر اُس نے کہا۔ "آپ کا خیال درست تھا۔ مجھے آپ کے نوکر کو جگانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "وہ اکیلا نہیں، جنگل میں ایک اور نوکر پہرہ دے رہا ہے اور ان دونوں کو یہ معلوم ہے کہ اگر ان میں سے کوئی رات کے وقت سو گیا تو دوسرا اُسے جگانے کی بجائے قتل کر دے گا۔ اباجان کا یہی حکم ہے۔"

کچھ دیر دونوں خاموش رہے۔ بالآخر ماہ بانو نے کہا۔ "یہ عجیب بات ہے کہ جب تک آپ سفر کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے، میں یہ دُعا کیا کرتی تھی کہ آپ چلے جائیں۔ مجھے ہمیشہ اس بات کا خوف رہتا تھا کہ آپ کی زندگی خطرے میں ہے لیکن اب میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ کاش آپ ایک دن اور ٹھہر سکتے۔"

حسان نے کہا۔ "یہاں سے رخصت ہونا میری زندگی کی سب سے بڑی آزمائش ہے۔"

ماہ بانو نے کہا: "مجھے معلوم ہے کہ سہیل آپ کو کتنا عزیز ہے لیکن کاش وہ آپ کا ساتھ دے سکتا۔"

حسان نے کہا: "اگر سہیل میرا ساتھ دے سکتا تو بھی یہاں سے رخصت ہوتے وقت میرے احساسات یہی ہوتے۔ مجھے یہ بات انتہائی صبر آزما محسوس ہوتی تھی کہ آپ کے نوکر کسی دن اچانک مجھے جگا کر بھاگ نکلنے کے لئے کہیں گے اور مجھے آپ کو الوداع کہنے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔ میں یہ سوچا کرتا تھا کہ اگر رخصت کے وقت مجھے آپ کے سامنے ایک لمحہ کے لئے زبان کھولنے کا موقع مل گیا تو میں کسی شرم یا خوف کے بغیر آپ سے وہ باتیں کہہ دوں گا جو اس جگہ ساری عمر گزار دینے کے بعد بھی میری زبان پر نہ آسکتیں، لیکن اب جبکہ آپ میرے سامنے کھڑی ہیں تو مجھے کچھ کہنے کی خواہش بھی ایک مذاق معلوم ہوتی ہے۔ ماہ بانو جب ہمارے درمیان کئی پہاڑ اور کئی صحرا حائل ہو جائیں گے تو میری بے مقصد زندگی کا کوئی لمحہ آپ کے تصور سے خالی نہیں ہوگا۔ میں پہروں آپ کی خیالی تصویروں سے ساتھ باتیں کیا کروں گا۔"

"آپ فرض کر لیجئے کہ میں یہاں نہیں ہوں۔" ماہ بانو یہ کہہ کر مسکرائی لیکن اچانک اُس کے چہرے پر غم کے بادل چھا گئے اور اُس کی جھکتی ہوئی آنکھیں آہستہ آہستہ آنسوؤں سے لبریز ہونے لگیں۔ حسان کچھ دیر خاموشی سے ماہ بانو کی طرف دیکھتا رہا پھر اُس نے کہا: "مجھے سہیل کے لئے دوبارہ یہاں آنا پڑے گا۔ لیکن اگر سہیل یہاں نہ ہوتا تو بھی چند ماہ یا چند برس بعد آپ کو دوبارہ دیکھنے کی موہوم سی اُمید میری زندگی کا سب سے بڑا سہارا ہوتی۔ میں ایک مفلس، نادار اور بے بس انسان ہوں اور میرے مستقبل کے تمام راستے ایک وحشتناک صحرا کی وسعتوں میں گم ہو کر رہ گئے ہیں لیکن اگر میں دُنیا کا سب سے بڑا زمانروا ہوتا اور مدائن اور قسطنطنیہ جیسے پُررونق شہروں میں میرے لئے سونے اور چاندی کے محل تعمیر کئے جاتے تو بھی اس بستی میں گزرے ہوئے لمحات کی یاد مجھے ہمیشہ بے چین رکھتی۔"

حسان کی بیباک نگاہیں ماہ بانو کے دل کی گہرائیوں میں اُتر گئیں اور پھر یکایک اُن کے درمیان ساری دیواریں منہدم ہو کر رہ گئیں۔ اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا: "آپ کو معلوم ہے کہ اگر اس وقت آپ کے مقابلے میں کوئی شہنشاہ کھڑا ہوتا اور مجھ سے یہ پوچھتا کہ تمہارے لئے سونے یا چاندی کے محل بہتر ہیں یا تم ایک مفلس اور نادار آدمی کے ساتھ صحراؤں کی خاک چھاننا پسند کرتی ہو اور پھر مجھے اس بات کی آزادی

ہمتی کہ میں جو چاہوں پسند کر لوں اور جو چاہوں ٹھکرا دوں تو میں کسی توقف کے بغیر آپ کا ہاتھ پکڑ لیتی۔ اور یہ کہتی یہ وہ ہیں جنہیں میں ایک انسان کی حیثیت سے جانتی ہوں اگر ان کے دل میں میرے لئے کوئی جگہ ہے تو میں صحراؤں کی خاک کو سونے کے محل پر ترجیح دوں گی لیکن ہم دونوں یکساں مجبور اور یکساں بے بس ہیں اور اگر ہمیں ایک دوسرے کو جاننے اور سمجھنے کا موقع ملا ہے تو یہ محض ایک حادثہ ہے۔"

حسان نے کہا: "میں صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ آپ مجھے بھول نہیں جائیں گی۔"

"آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کو بھول نہیں سکوں گی۔ مجھے ہمیشہ آپ کا انتظار رہے گا۔" ماہ بانو نے یہ کہہ کر سر جھکا دیا اور جنگل میں تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ بالآخر حسان نے کہا: "اب کافی دیر ہو گئی ہے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اِس وقت آپ کے مکان کے دروازے پر کیا ہو رہا ہے۔ آپ کے اباجان نے ابھی تک اطلاع کیوں نہیں دی۔"

ماہ بانو نے کہا: "اگر اُنہیں خطرہ محسوس ہوتا تو وہ یقیناً آپ کو اطلاع دیتے۔"

حسان نے کہا: "ایسی اطلاع مجھے اُسی صورت میں ملے گی جب کہ اباجان مکان پر حملے کا خطرہ محسوس کریں گے۔"

ماہ بانو نے جواب دیا: "آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ کو بھاگنے کا موقع مل جائے گا۔"

حسان بولا: "اگر یہ صورت ہوئی تو میں بھاگنا پسند نہیں کروں گا۔ میں صرف اس اطمینان کے ساتھ یہاں سے جا سکتا ہوں کہ اس گھر کی حفاظت کے لئے میری ضرورت باقی نہیں رہی۔ آپ واپس چلی جائیں، میں دروازے کی طرف جا کر پتہ کرتا ہوں۔"

"نہیں نہیں۔" ماہ بانو نے اُس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا: "آپ اُس طرف نہیں جا سکتے۔ کچھ دیر اور اطلاع نہ ملی تو ہم نوکر کو بھیج کر پتہ کریں گے۔ مجھے آپ کی بہادری پر کبھی شک نہیں ہو سکتا لیکن آپ کو سہیل کا خیال کرنا چاہیئے۔" حسان کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ماہ بانو نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر اُسے خاموش کر دیا۔ درختوں کے پیچھے کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی۔ حسان نے تیر نکال کر کمان پر چڑھا لیا

اور جھکی ہوئی شاخوں کے نیچے گھٹنوں کے بل ہو کر اُس طرف جھانکنے لگا۔ پھر وہ جلدی سے اُٹھا اور پیچھے ہٹ کر ماہ بانو سے مخاطب ہوا۔ "یہ کاؤس ہے اور شاید ہمیں تلاش کر رہا ہے۔ اُس کی چال سے معلوم ہوتا ہے کہ اب خطرہ ٹل چکا ہے۔"

کاؤس نے دبی زبان میں ماہ بانو کو آواز دی اور وہ دونوں درختوں کی اوٹ سے باہر نکل آئے۔ کاؤس نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "آپ کو سُرنگ کے قریب رہنا چاہیئے تھا کہ آپ کہاں غائب ہو گئے۔ اب آپ اندر تشریف لے جائیں۔ اگر پہریدار حماقت نہ کرتے تو ہمیں اسقدر پریشانی نہ ہوتی۔"

ماہ بانو نے پوچھا۔ "تمہارا مطلب ہے کہ پہریداروں نے ہمیں یونہی پریشان کیا ہے؟"

کاؤس نے جواب دیا۔ "انہوں نے دروازے سے باہر گھوڑوں کی ٹاپ سُنی اور یہ سمجھ لیا کہ وہ تورج کے آدمی ہیں اور جب انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پہریداروں نے جواب دینے کی بجائے دوسرے نوکروں کو جگانا ضروری سمجھا۔ میری بیوقوفی یہ تھی کہ میں نے سوچے سمجھے بغیر بھاگ کر آقا کو جگا دیا اور جب ہمارے آقا غصے کی حالت میں دروازے پر پہنچے تو پتہ چلا کہ وہ مدائن کے سپاہی ہیں اور وہاں سے آپ کے بھائی کے ساتھ آئے ہیں۔"

"بھائی جان آگئے ہیں؟" ماہ بانو نے اپنے دل میں مسرت کی دھڑکنیں محسوس کرتے ہوئے سوال کیا۔ کاؤس نے جواب دیا۔ "نہیں وہ کل آئیں گے۔ وہ ہرمز کے نام کسی بڑے آدمی کا خط لیکر آئے تھے۔ دریا عبور کرنے کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ ہرمز جو اِس علاقے کا دَورہ کر رہا ہے۔ آج تورج کی بستی میں پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ وہ گھر آنے کی بجائے سیدھے اُس کے پاس چلے گئے تھے۔ زرنجت جو خط لایا تھا اُس کا ہرمز پر یہ اثر ہوا ہے کہ اُس نے اُسے اپنے پاس ٹھہرا لیا ہے۔ زرنجت کے ساتھ فوج کے دو اور آدمی آئے تھے۔ وہ اسی علاقے کے باشندے ہیں اور اُن کا گاؤں یہاں سے ایک منزل دُور ہے۔ زرنجت نے انہیں اپنے ساتھ ٹھہرانے کی بجائے ہمارے پاس بھیج دیا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہرمز پہلے تو آپ کے بھائی کے ساتھ انتہائی رعونت کے ساتھ پیش آیا تھا لیکن سپہ سالار کا خط پڑھنے کے بعد اُن کا رویّہ اچانک بدل گیا۔

ماہ بانو نے پوچھا "اب وہ چلے گئے ہیں؟"

"کون! وہ سپاہی؟ نہیں وہ صبح تک یہیں رہیں گے۔ وہ راستہ بھول کر ہماری بستی سے آگے نکل گئے تھے اور کافی خوار ہونے کے بعد یہاں پہنچے ہیں۔ وہ اس قدر تھکے ہوئے تھے کہ آقا سے باتیں کرتے وقت بھی انہیں نیند آ رہی تھی۔" ماہ بانو نے حسان کی طرف دیکھا اور کہا "چلئے!"

حسان نے جواب دیا "میرے خیال میں اب بہتر یہی ہے کہ میں رخصت ہو جاؤں۔"

کاؤس نے کہا "نہیں نہیں، اب آپ نہیں جا سکتے۔ آقا نے مجھے آپ کو بلانے کے لئے بھیجا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ زرنجت سے مل کر جائیں۔ وہ کل یہاں پہنچ جائے گا۔"

حسان نے مذبذب سا ہو کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور وہ کسی توقف کے بغیر کاؤس سے مخاطب ہو کر بولی "یہ آج نہیں جائیں گے۔ اب تم گھوڑے کے محافظ کے پاس جاؤ اور اُسے یہ کہو کہ وہ ان کا انتظار نہ کرے۔"

"بہت اچھا، لیکن آپ سُرنگ کا دروازہ بند کر لیں، میں باہر سے ڈیوڑھی کا دروازہ کھلوا لوں گا۔"

کاؤس یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔

ماہ بانو نے کہا "آئیے!" اور حسان کچھ کہے بغیر اُس کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سُرنگ کے اندر داخل ہوئے۔ ماہ بانو نے دروازہ بند کرنے کے بعد چراغ کی روشنی میں حسان کی طرف دیکھا اور کہا "آپ اسی وقت جانا چاہتے تھے؟"

"نہیں۔" اُس نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا "یہ میرے دل کی آواز نہ تھی۔ میں صرف ایک اور امتحان سے بچنا چاہتا تھا۔"

ماہ بانو نے کہا "کل شاید مجھے آپ کو الوداع کہنے کا موقع نہ ملے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ ہماری آخری ملاقات نہیں ہو گی۔ اُس روز جب آپ اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے تھے تو ابا جان اس بات سے سخت پریشان تھے کہ میں نے آپ کو گاؤں کے حالات سے خبردار نہیں کیا۔ وہ بار بار یہ کہتے تھے کہ ہم اس نوجوان کو شاید دوبارہ نہ دیکھ سکیں لیکن میں اُس دن بھی اپنے دل میں یہ تسکین

محسوس کرتی تھی کہ آپ ضرور آئیں گے ۔ میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ آپ کو اپنے گاؤں میں قدم رکھنے کے بعد کن حالات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اس کے باوجود مجھے یہ بات ناقابلِ یقین محسوس ہوتی تھی کہ ہم ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہو چکے ہیں۔"

حسان نے کہا "اگر اُس دن میں اپنا اُجڑا ہوا گھر دیکھنے کے بعد تورج کے گاؤں کا رُخ نہ کرتا اور پھر تورج کو قتل کرنے کے بعد آپ کے ہاں پناہ لینے پر مجبور نہ ہو جاتا تو آج آپ کو شاید میرے متعلق سوچنے کی بھی ضرورت محسوس نہ ہوتی ۔ ماہ بانو! اگر آج میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھتا تو مجھے یہ کہنے کی جرأت نہ ہوتی کہ میری باقی زندگی کا کوئی لمحہ تمہاری یاد سے خالی نہیں ہو گا لیکن میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ چند ماہ یا چند برس بعد جب تم ماضی کے متعلق سوچو گی تو تمہیں یہ واقعات ایک مذاق معلوم ہوں گے۔"

"نہیں نہیں"، ماہ بانو نے سراپا احتجاج بن کر کہا "یہ کبھی نہیں ہو سکتا" اور پھر اپنا لرزتا ہوا ہاتھ حسان کے کندھے پر رکھ دیا۔

حسان نے کرب انگیز لہجے میں کہا "ماہ بانو! میں تمہارا شکر گزار ہوں لیکن کاش تم اس قدر رحمدل نہ ہوتیں اور مجھے یہ احساس دلانے کی کوشش کرتیں کہ میں ایک غریب کسان کا بیٹا ہوں۔ جس کی زندگی کے تمام راستے ویرانوں میں گُم ہو کر رہ جاتے ہیں ۔ میں یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ یہ ویرانے تمہاری یاد سے آباد رہیں گے۔ مجھے یہ کہنے میں بھی تامل نہیں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں لیکن میری محبت کا دامن مستقبل کی آرزوؤں اور اُمیدوں سے خالی رہے گا۔"

ماہ بانو نے کہا "لیکن میں مستقبل سے مایوس نہیں ہوں۔"

حسان نے جواب دیا "ماہ بانو! تم قباد کی بیٹی ہو۔ تمہارے مستقبل کے راستے صحرا کے جھونپڑوں کی طرف نہیں بلکہ پُر رونق شہروں کے مرمریں ایوانوں کی طرف جاتے ہیں۔"

ماہ بانو نے کہا "مستقبل سے میرا مطلب ہم دونوں کا مستقبل تھا۔"

"نہیں نہیں"، حسان نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا "میں اپنی سیاہ بختی میں تمہیں حصہ دار نہیں بناؤں گا۔"

ماہ بانو کے چہرے پر اچانک اُداسی چھا گئی اور اُس نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ چند ثانیے سُرنگ کے اندر اُن کے گہرے سانس اور دل کی دھڑکنوں کے سوا کوئی آواز نہ تھی۔ بالآخر حسان نے کہا: "ماہ بانو اگر تم قباد کی بیٹی اور جہاں داد کی بہن نہ ہوتیں اور میرے دل میں تمہارے لئے تشکر اور احسانمندی کے جذبات اس قدر شدید نہ ہوتے تو میں یہی کہتا کہ ہم مختلف راستوں پر چلنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "آپ کو یقین ہے کہ اب ہماری زندگی میں کوئی ایسا لمحہ بھی آ سکتا ہے جب ہمیں ایک دوسرے کی رفاقت کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی؟"

حسان نے غور سے ماہ بانو کی طرف دیکھا اور وہ جذبات جنہیں وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں چھپانے کی کوشش کر رہا تھا، ایک سیلاب کی طرح پھوٹ نکلے۔ اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا: "ماہ بانو! کیا میرا یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں؟ میری بات غور سے سنو! اگر مجھے یہ یقین ہو کہ اس سرنگ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچنے میں میری زندگی کا تمام سفر ختم ہو جائے گا اور اس سے باہر میں ہمیشہ کے لئے زندہ رہ سکتا ہوں تو میں تمہارے ساتھ چند لمحات کی رفاقت کو ایک دائمی حیات پر ترجیح دیتا۔ میں۔۔۔۔"

ماہ بانو نے جلدی سے اپنی خوبصورت اُنگلیاں اُس کے ہونٹوں پر رکھ دیں اور کہا: "حسان تمہیں اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں صرف یہ جاننا چاہتی تھی کہ تم کسی دن قباد کی بیٹی اور جہانداد کی بہن کا مذاق نہیں اُڑاؤ گے۔ میں تمہارا انتظار کرونگی۔ میں اس اُمید کے ساتھ تمہارا انتظار کرونگی کہ تم ہمیشہ میرے تھے۔ مجھے ہمیشہ اس بات پر فخر رہے گا کہ اس ملک کا ایک بہادر اور شریف انسان مجھ سے محبت کرتا تھا۔"

حسان نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں کے ساتھ بھینچ لیا اور چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: "ماہ بانو! میرا خیال تھا کہ میں اپنے دل کو فریب دے رہا ہوں۔ لیکن اگر مجھ جیسے بے بس انسان کی محبت کا انعام بھی محبت ہو سکتی ہے تو میں تمہیں یقین دلا سکتا ہوں کہ اس دُنیا کا کوئی پہاڑ، صحرا یا سمندر ہمارے درمیان حائل نہیں ہو سکے گا۔"

حسان مسکرا رہا تھا اور اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ ماہ بانو نے جھک کر چراغ

اُٹھاتے ہوئے کہا۔ "چلئے!"

حسان کچھ کہے بغیر اُس کے ساتھ چل دیا۔ باقی راستہ اُنہوں نے کوئی بات نہ کی — اور اُنہیں کوئی بات کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ وہ تہہ خانے میں داخل ہوئے تو سہیل ابھی تک گہری نیند سو رہا تھا۔ حسان نے سرنگ کا راستہ بند کیا اور ماہ بانو چراغ طاقچے میں رکھنے کے بعد سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر رُکی۔ پھر اُس نے مُڑ کر دیکھا، مُسکرائی اور غائب ہو گئی — حسان بستر پر گر پڑا اور پھر دیر تک یہ دلفریب مُسکراہٹ اُس کی نگاہوں کے سامنے رقص کرتی رہی۔

○

جب حسان کی آنکھ کھُلی تو سہیل اپنے بستر پر بیٹھا اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس نے کہا۔ "بھائی جان! میرا بخار ٹوٹ چکا ہے۔"

حسان نے محبت بھری نگاہوں سے اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔ سہیل اُٹھ کر آگے بڑھا اور حسان نے اُسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "سہیل! میں آج رات یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور اس مرتبہ شاید میں اپنا ارادہ تبدیل نہ کر سکوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔ ماہ بانو نے مجھے بتایا ہے کہ اگر شام تک مجھے دوبارہ بخار نہ ہو گیا تو آپ ضرور روانہ ہو جائیں گے اور مجھے یقین ہے کہ مجھے بخار نہیں ہو گا۔"

"وہ یہاں آئی تھیں؟"

"ہاں بھائی جان اور اُن کے ساتھ اُن کا بھائی بھی تھا۔ آپ سو رہے تھے، میں آپکو جگانے لگا تھا لیکن اُنہوں نے منع کر دیا تھا۔ ماہ بانو کے بھائی نے کہا تھا کہ میں تھوڑی دیر بعد پھر آؤں گا۔ آج آپ بہت دیر تک سوئے ہیں۔ ماہ بانو کے بھائی نے مجھ سے پوچھا تھا کہ تورج کیسے قتل ہوا تھا اور جب میں نے سارا واقعہ بتایا تو بہت خوش ہوئے تھے۔ ماہ بانو کی طرح وہ بھی مجھے تسلی دیتے تھے کہ آپ کی غیر حاضری میں مجھے اس جگہ کوئی خطرہ نہیں وہ بالکل اپنی بہن کی طرح ہیں۔ شاید وہ آ رہے ہیں" سہیل یہ کہہ کر ایک طرف ہٹ گیا اور سیڑھی کی طرف دیکھنے لگا۔ قدموں کی آہٹ نے حسان کو بھی اس طرف متوجہ کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد زربخت کمرے میں داخل ہوا اور حسان اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ زربخت نے انتہائی بے تکلفی کے ساتھ آگے بڑھ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور کہا "میرا نام زربخت ہے ـــ اور میرا خیال ہے کہ ہم بہت حد تک ایک دوسرے کے ساتھ متعارف ہو چکے ہیں۔ میرے نزدیک جہاں داد کے دوست کا درجہ بڑے بھائی سے کم نہیں۔"

"تشریف رکھیئے!" حسان نے کہا۔

زربخت سہیل کے بستر پر بیٹھ گیا اور حسان اور سہیل اُس کے سامنے دوسرے بستر پر بیٹھ گئے۔

زربخت ایک خوش وضع نوجوان تھا اور اُس کے چہرے پر پہلی نگاہ ڈالنے کے بعد حسان کا تاثر یہ تھا کہ اگر اُن کی مُلاقات کسی دُور اُفتادہ مقام پر ہوتی تو بھی اُس کے دل کی دھڑکنیں اس بات کی گواہی دیتیں کہ وہ جہاں داد کے بھائی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

زربخت نے کہا۔ "میں آپ کے متعلق سُنتے ہی یہاں آیا تھا لیکن آپ سو رہے تھے، میری بہن نے مجھے بتایا تھا کہ آپ نے ساری رات بے آرامی میں گزاری ہے اس لئے میں نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ اب آپ ناشتا کر لیں، میں اتنی دیر میں گاؤں کا چکر لگا کر واپس آجاؤں گا۔ اس کے بعد ہم سارا دن بھائی جان کے متعلق باتیں کریں گے۔ مدائن میں مجھے کئی آدمی ملے تھے جو جنگ کے ایام میں بھائی جان کے ساتھ تھے لیکن وہ مجھے اس سوال کا جواب نہیں دے سکے کہ ادمیاہ کی جنگ کے بعد اُن پر کیا گزری تھی ـــ وہ بھائی جان کے ایک عرب دوست کی بہادری کا بھی اعتراف کرتے تھے لیکن ادمیاہ کی جنگ کے بعد وہ بھی اُن کے ساتھ کہیں غائب ہوگیا تھا ـــ اب آپ آگئے ہیں اور میں آپ کی زبان سے ساری داستان سُننا چاہتا ہوں۔ میں بہت جلد واپس آجاؤں گا۔"

زربخت یہ کہہ کر اُٹھنے لگا لیکن حسان نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا "ٹھہریئے! آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ ہرمز آپ کے ساتھ کس طرح پیش آیا تھا۔ گزشتہ رات میرے دیر سے سونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ ایک ظالم انسان کے مہمان تھے۔"

زربخت نے جواب دیا۔ "ہرمز اب ہم پر ہاتھ اُٹھانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اُس کے نزدیک

سپہ سالار کے خط کی حیثیت شاہی فرمان سے کم نہ تھی۔ اُس نے وعدہ کیا ہے کہ ہماری ساری جائداد واگزار کر دی جائے گی۔"

حسان نے پوچھا: "آپ کو یقین ہے کہ آئندہ اُس کے طرزِ عمل میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی؟"

زربخت نے جواب دیا: "ابا جان اُسے قطعاً قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے لیکن مجھے یقین ہے کہ جب تک موجودہ سپہ سالار تبدیل نہیں ہوتا وہ ہمارے ساتھ بُرائی کی جُرأت نہیں کرے گا۔ ہرمز نے ہم پر اُس وقت زیادتی کی تھی جب اُسے اِس بات کا یقین تھا کہ مدائن کے اُونچے ایوانوں تک ہماری فریاد نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن مدائن میں شہنشاہ کے محافظ لشکر کا سالار ابا جان کو اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہے۔ وہ ابا جان کا خط دیکھتے ہی مجھے اپنے ایک دوست کے پاس لے گیا جو دامیاہ کی جنگ میں حصہ لے چکا تھا اور بھائی جان کو اچھی طرح جانتا تھا۔ پھر یہ دونوں مجھے سپہ سالار کے پاس لے گئے اور اُنہوں نے ہرمز کے نام خط لکھ کر میرے حوالے کرتے ہوئے کہا: 'عام حالات میں مَیں ہرمز کے نام ایسا خط نہ لکھتا۔ مجھے معلوم ہے کہ ایران کا کوئی سردار اُس سے زیادہ خود پسند اور مغرور نہیں۔ لیکن ہرمز کا علاقہ عرب کی سرحد سے ملتا ہے اور وہاں ایک ایسا انقلاب رُونما ہو چکا ہے جس کے اثرات فرات کی زرخیز زمین تک پہنچ سکتے ہیں۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہو سکتا کہ عرب رُومی سلطنت کی سرحدوں پر چند کامیاب حملے کر چکے ہیں۔ چنانچہ میں نے اُسے مشورہ دیا ہے کہ موجودہ حالات میں اُسے اُن لوگوں کا تعاون حاصل کرنا چاہیئے جو کسی خطرے کے وقت ہمارے کام آ سکتے ہیں۔ ۔۔۔ میں نے تمہارے بھائی کی خدمات کا بھی ذکر کیا ہے۔ میں نے اشارۃً اُسے یہ سمجھانے کی کوشش بھی کی ہے کہ مدائن کے کئی بااثر لوگ بالخصوص فوج کے وہ افسر جو روم کے خلاف جنگوں میں حصہ لے چکے ہیں، جہانداد کے باپ پر تمہاری طرف سے کوئی سختی پسند نہیں کریں گے۔ ممکن ہے کہ میرے خط سے اُس کے رویہ میں کوئی نرمی آ جائے۔ لیکن اگر تم یہ دیکھو کہ اُس کا رویہ تبدیل نہیں ہوا تو میرا مشورہ یہی ہے کہ تم اُس کے ساتھ اُلجھنے کی بجائے اپنے باپ کو مدائن لے آؤ۔' مدائن سے روانہ ہوتے وقت میرا خیال یہی تھا کہ ہرمز جیسا بدمزاج آدمی سپہ سالار کے خط سے متاثر نہیں ہو گا اور جب تک میں شاہی محل کا دروازہ کھٹکھٹانے کے قابل نہیں ہوتا، ہماری پریشانیاں اسی طرح رہیں گی لیکن ہرمز پر اس خط کا جو اثر ہوا وہ

میری توقع سے کہیں زیادہ تھا۔ وہ یہ جاننے کے لئے بیتاب تھا کہ مدائن کے دربار میں کتنے اُمراء ہمارے طرفدار ہیں لیکن میں نے اُسے یہ نہیں بتایا کہ میں کن لوگوں کے وسیلے سے سپہ سالار تک پہنچا ہوں کیونکہ میں یہ جانتا تھا کہ ایک یا دو آدمیوں کو فوج سے نکلوا دینا اُس کے لئے کوئی بڑی بات نہیں نہیں۔ اُس نے مجھ سے یہ بھی پوچھا تھا کہ تم سپہ سالار کے پاس جانے کی بجائے سیدھے میرے پاس کیوں نہ آئے۔ میں نے اُسے جواب دیا کہ میں آپ سے ڈرتا تھا۔ پھر اُس نے پوچھا۔ "تم مجھے ظالم سمجھتے ہو؟" میں نے جواب دیا۔ "اگر میں آپ کو ظالم سمجھتا تو سپہ سالار کا خط لے کر بھی آپ کے پاس نہ آتا۔ لیکن ڈر تھا کہ شاید میں آپ تک رسائی حاصل نہ کر سکوں۔"

حسان نے کہا۔ "میں خوش ہوں کہ آپ اُس سے مطمئن ہو کر آئے ہیں۔"

زدبخت نے جواب دیا۔ "مجھے صرف یہ اطمینان ہے کہ ابا جان کچھ عرصہ آرام سے یہاں رہ سکیں گے۔ لیکن مجھے یہ خوش فہمی کبھی نہیں ہو سکتی کہ ہرمز جیسا انسان اپنی سرشت بدل سکتا ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے فوج میں ترقی کرنے کا موقع مل جائے اور اس کے بعد اُنہیں اپنے پاس لے جاؤں۔ اس وقت میری حیثیت ایسی نہیں کہ مدائن میں اُن کے لئے کوئی اچھا سا مکان بھی حاصل کر سکوں۔ پھر مجھے یہ بھی ڈر تھا کہ ہرمز کی دشمنی مول لینے کے بعد ہم اوّل تو اپنا گاؤں چھوڑ کر نہیں جا سکتے اور اگر ہم چھپ کر بھاگنے کی کوشش بھی کریں تو بھی کسریٰ کی سلطنت کا کوئی گوشہ ہمارے لئے محفوظ نہیں ہوگا اور یہاں پہنچ کر جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ توریح کے قاتل آپ ہیں اور آپ کے چھوٹے بھائی کو کچھ دن اور یہاں رہنا پڑے گا تو میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ موجودہ حالات میں ہرمز کے ساتھ مصالحت کرنے کے سوا ہمارے لئے کوئی چارہ نہ تھا۔ اب اُس کے آدمی ہمارے گھر کا رُخ نہیں کریں گے۔ میں ایک ہفتہ یہاں ٹھہرونگا لیکن اگلے مہینے پھر دو چار دن کے لئے گھر آنے کی کوشش کرونگا۔ اس عرصہ میں اگر آپ واپس آکر سہیل کو یہاں سے لے نہ گئے اور میں نے اس کے لئے کوئی خطرہ محسوس کیا تو میں اُسے مدائن لے جاؤں گا۔ وہاں اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام بھی ہو سکے اور ممکن ہے کہ بڑا ہو کر فوج کوئی اچھا عہدہ حاصل کرنے کے قابل ہو جائے اور پھر کسی روز آپ بھی یہ محسوس کریں کہ مدائن کے

حالات آپ کے لئے بھی ناساز گار نہیں ہیں۔"

حسان نے کہا "اگر سہیل سفر کے قابل ہوتا تو میں آپ کو تکلیف دینا پسند نہ کرتا لیکن اب میرے لئے تنہا جانا ایک مجبوری ہے۔ بہرحال آپ سے ملاقات کے بعد میں اُس کے متعلق زیادہ اطمینان محسوس کرتا ہوں۔"

"ابا جان اس بات سے ناراض ہیں کہ میں نے اُن کے بدترین دشمن کے ساتھ مصالحت کمی ہے۔ لیکن موجودہ حالات میں میرے لئے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ اگر وہ میری غیر حاضری میں آپ کو بلائیں تو آپ انہیں سمجھانے کی کوشش کریں۔"

زرنجت یہ کہہ کر اُٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

ایک ساعت بعد حسان قباد اور زرنجت کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا ہوا تھا۔ سہیل نقاہت کے باعث اُٹھ نہ سکا، اس لئے اُس کا کھانا نیچے بھیج دیا گیا تھا اور ماہ بانو بھی اُس کا جی بہلانے کے لئے نیچے جا چکی تھی۔

حسان پہلی مرتبہ قباد کے چہرے پر اطمینان کی جھلک دیکھ رہا تھا۔ وہ اس بات سے خوش تھا کہ مدائن میں زرنجت کی کارگزاری نے حالات کا رُخ بدل دیا ہے اور ہرمز جیسا سفاک آدمی اپنی روش تبدیل کرنے پر مجبور ہو گیا ہے لیکن اُسے اس بات کا ملال تھا کہ شہنشاہ کے دربار میں اُس کے خلاف آواز بلند کرنے کی بجائے صرف ایک نصیحت آمیز خط لکھنے پر اکتفا کیا ہے اور جب بحث کے دوران زرنجت نے یہ کہا کہ اگر ہم ہرمز کو آئندہ کسی شکایت کا موقع نہ دیں تو وہ ہم پر کوئی زیادتی نہیں کرے گا تو قباد نے برہم ہو کر جواب دیا۔

"زرنجت! تم ایک بھیڑیئے کی فطرت نہیں بدل سکتے۔ میں یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ ہم بے بس ہیں لیکن یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ ہم اگر اپنی حالت پر قانع ہو جائیں اور ظلم کے خلاف آواز نہ اُٹھائیں تو ہماری مصیبتیں ختم ہو جائیں گی اور وہ تلوار جو ہرمز نے سپہ سالار کے مشورہ پر نیام میں ڈال لی ہے، چند دنوں، ہفتوں یا مہینوں کے بعد دوبارہ ہمارے خلاف بے نیام نہیں ہو گی؟"

زرنجت نے مضطرب ہو کر کہا "ابا جان! میں اس سے زیادہ کیا کر سکتا تھا؟"

"میں جانتا ہوں تم اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ مجھے یہ بھی توقع نہ تھی کہ تم اتنی جلدی سپہ سالار تک رسائی حاصل کر سکو گے، لیکن تمہیں اس بات سے مطمئن نہیں ہونا چاہیئے۔"

زربخت نے جواب دیا: "میں قطعاً مطمئن نہیں ہوں اباجان! لیکن میں اس تلخ حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کر سکتا کہ ہرمز ہمارا حاکم ہے اور اپنی تمام شکایات کے باوجود موجودہ حالات میں ہم اُس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اگر آپ یہاں رہنا چاہتے ہیں تو اس کی واحد صورت یہی ہے کہ ہم اُس کا عتاب مول لینے کی کوشش نہ کریں اور اگر آپ مدائن جانا چاہیں تو بھی یہ ضروری ہے کہ ہم کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے وہ ہمارا راستہ روکنے پر آمادہ ہو جائے۔ ہم کسی صورت میں بھی اُس کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتے۔ ہم بدقسمتی سے ایسے ملک کے باشندے ہیں جہاں طاقتور ہمیشہ سچ اور کمزور ہمیشہ غلط ہوتے ہیں۔ آپ مجھے اس بات کا موقع دیں کہ میں مدائن کے دربار میں زبان کھولنے کے قابل ہو جاؤں پھر میں آپکو مایوس نہیں کروں گا۔"

زربخت یہ کہہ کر حسان سے مخاطب ہوا: "آپ بتائیں اگر آپ میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟"

حسان نے جواب دیا: "مجھے معلوم نہیں کہ میں ان حالات میں کیا کرتا۔ تاہم میں آپکی مجبوریاں سمجھ سکتا ہوں اور میرے خیال میں آپ کے لئے ہرمز کے ساتھ مصالحت کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ اگر آپ ایک کمزور اور بے بس ہمسائے کی حیثیت اختیار کئے بغیر ایک طاقتور دشمن کے شر سے محفوظ رہ سکیں تو یہ آپکی خوش قسمتی ہوگی۔ آپ کا گھر محفوظ ہے تو اُس کے مکین بھی محفوظ ہیں۔ اگر میرا بھائی چند دن اور یہاں ٹھہرنے پر مجبور نہ ہوتا تو بھی میری یہی خواہش ہوتی کہ آپ ہرمز کے مظالم سے محفوظ رہیں۔"

زربخت نے اپنے باپ سے مخاطب ہو کر کہا: "اباجان! آپ کو معلوم ہے کہ اگر ہرمز آپ کی طرف سے کوئی معمولی سا خطرہ بھی محسوس کرے تو وہ آپکو مدائن میں بھی پناہ لینے کا موقع نہیں دے گا؟"

"مجھے معلوم ہے۔" قباد نے دل برداشتہ ہو کر کہا: "اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں تو لاکھ کوشش کروں ہرمز کا دل میری طرف سے صاف نہیں ہوگا۔ تاہم میں یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ موجودہ حالات میں تم اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اب میں تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔ گزشتہ رات تم نے دو بیوقوف یہاں بھیج کر مجھے اتنا پریشان کیا تھا کہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی آرام کی نیند نہیں سو سکا۔"

قباد اُٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

زربخت اور حسان کچھ دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے بالآخر زربخت نے کہا۔

میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ مجھے آپ نے ایک بہت بڑی پریشانی سے بچا لیا ہے اب مجھے مدائن واپس جاتے ہوئے یہ اطمینان ہوگا کہ ابا جان مجھ سے خفا نہیں ہیں۔ میری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ میں ماہ بانو کا بھائی ہوں۔ لیکن اگر میں ابا جان کو یہ کہہ دیتا کہ ہمارے ساتھ ہرمز کی دشمنی اُس کے لئے بھی خطرے کا باعث ہو سکتی ہے تو اُنہیں زیادہ تکلیف ہوتی۔ وہ اس اُمید پر مطمئن ہو گئے ہیں کہ میں کسی دن ہرمز کے مظالم کا حساب چکانے کے قابل ہو جاؤں گا لیکن میں اگر اُنہیں خوش کرنے کی بجائے سچی بات کہنے کی جرأت کرتا تو مجھے اس تلخ حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا کہ میں اگر کسریٰ کا سپہ سالار بن جاؤں تو بھی میرے ہاتھ ہرمز کی گردن تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

حسان نے اپنے چہرے پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ "میں کسریٰ کا سپہ سالار بننے کے خواب نہیں دیکھ سکتا لیکن اس کے باوجود میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ جب تک ہرمز کا عالیشان محل میرے گھر کی طرح ویران نہیں ہو جاتا، مجھے چین نہیں آسکے گا۔"

ماہ بانو کمرے میں داخل ہوئی اور اپنے بھائی کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی: "ابا جان کہاں گئے؟"

زربخت نے جواب دیا۔ "وہ اپنے کمرے میں چلے گئے ہیں اُنہیں آرام کی ضرورت تھی" پھر وہ حسان سے مخاطب ہوا۔ "اب میں شروع سے لیکر آخر تک آپ کی سرگزشت سننا چاہتا ہوں۔"

"بہت اچھا، لیکن میری سرگزشت کی اہمیت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں مہاذاد کا ہمسفر تھا" حسان نے یہ کہہ کر اپنے ماضی کی وہ داستان شروع کر دی جسے وہ کئی بار دُہرا چکا تھا اور جب اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں یہ داستان ختم کی تو زربخت اور ماہ بانو کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔

حسان نے باقی دن اپنے بھائی کے ساتھ تہہ خانے میں گزارا۔ غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل زربخت بھی اُن کے پاس آگیا اور وہ دیر تک باتیں کرتے رہے۔

پھر جب رات کا ایک پہر گزر چکا تھا تو حسان سرنگ سے باہر گھوڑے کی باگ تھامے اپنے میزبانوں کو الوداع کہہ رہا تھا۔ سہیل جو پہلی بار سرنگ کے راستے باہر نکلا تھا، زربخت کا سہارا لیکر اپنے بھائی کی

طرف دیکھ رہا تھا۔ حسان نے قباد کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اُس نے کہا: "بیٹا! تمہیں اپنے بھائی کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے چکے ہیں اور ہماری زندگی میں اس کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔ اگر کوئی خطرہ پیش آیا تو ہم اُسے زرنجت کے پاس مدائن بھیج دیں گے۔ میری یہی خواہش ہے کہ تم جلد واپس آؤ۔ لیکن تمہیں اپنے بھائی کی خاطر کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہیئے۔ چند ہفتوں یا مہینوں سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم اگر دو سال بعد آؤ تو بھی سہیل کو یہ شکایت نہیں ہوگی کہ ہم نے اُسے خوش رکھنے کی کوشش نہیں کی۔"

قباد کے بعد حسان زرنجت کی طرف متوجہ ہوا تو وہ مصافحہ کرنے کی بجائے بغلگیر ہو کر بولا "بحرین کے تاجر اکثر مدائن آیا کرتے ہیں اور اگر آپ کسی قابلِ اعتماد آدمی کے ہاتھ اپنی خیریت کا پیغام بھیجنا چاہیں تو اُس کے لئے مجھے تلاش کرنا مشکل نہیں ہوگا۔ پھر اگر میں آپ کو یہ پیغام بھیجوں کہ آپ کے لئے مدائن آنے میں کوئی خطرہ نہیں تو آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔"

"مجھے یقین ہے کہ یہ ہماری آخری ملاقات نہیں ہوگی۔" حسان یہ کہہ کر سہیل کی طرف متوجہ ہوا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا "سہیل! تم اُداس تو نہیں ہو جاؤ گے؟"

"نہیں۔" اُس نے جواب دیا۔

ماہ بانو نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا "سہیل میرا بھائی ہے اور میں اُسے اُداس نہیں ہونے دوں گی۔"

حسان ایک نگاہ سے زیادہ ماہ بانو کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ وہ جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

چند ثانیے بعد اُسے رخصت کرنے والے درختوں کی اوٹ میں اُس کے گھوڑے کی ٹاپ سُن رہے تھے۔

باب (۵)

ایک دوپہر حسان، صحرا کی ایک بستی سے باہر ایک خانقاہ کے دروازے کے سامنے کنواں دیکھ کر گھوڑے سے اُتر پڑا۔ اُس نے ڈول سے پانی نکال کر اپنی اور گھوڑے کی پیاس بجھائی، پھر اناج کا توبڑا پانی سے تر کرکے گھوڑے کے منہ پر چڑھا دیا اور پاس ہی ایک درخت کے ساتھ باندھ کر اُس کے قریب بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ٹانگیں پھیلائے اونگھ رہا تھا کہ خانقاہ کے دروازے سے دو آدمی مٹکے اُٹھائے نمودار ہوئے اور پانی لیکر واپس چلے گئے۔ کچھ دیر بعد ایک عمر رسیدہ راہب لاٹھی ٹیکتا ہوا باہر نکلا اور حسان کے قریب پہنچ کر بولا۔ "بیٹا! تم کھانا کھاؤ گے؟"

حسان نے جواب دیا۔ "میں پچھلی بستی سے کھا چکا ہوں۔"

"پانی لادوں؟"

"جی نہیں پی چکا ہوں۔ اس کنوئیں کا پانی بہت میٹھا ہے۔"

راہب نے بے تکلفی سے اُس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کہاں سے آتے ہو؟"

"میں عراق سے آیا ہوں۔ بحرین میں میرا ماموں رہتا ہے۔ میرا گھوڑا تھک گیا ہے۔ اس لئے تھوڑی دیر کے لئے یہاں رُک گیا ہوں۔"

"تم خود بھی کافی تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔ اگر یہاں کچھ دن قیام کرنا چاہو تو تمہارے آرام کا بندوبست ہو سکتا ہے۔ ہماری خانقاہ کے وسائل محدود ہیں لیکن مہمانوں کے لئے اِس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔"

"میں آپ کا شکر گزار ہوں، لیکن میرا ارادہ ہے کہ شام سے پہلے چند کوس اور طے کرلوں۔ اگر مجھے

کسی دن واپس آنے کا موقع ملا تو آپ کے پاس ضرور ٹھہروں گا۔"

راہب نے کہا: "تمہاری صورت دیکھ کر مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم یا تو کسی خطرے سے بھاگ رہے ہو یا کسی مہم پر جا رہے ہو۔"

حسان نے جواب دیا: "میں اپنے ذاتی خطرات کو کئی منازل دُور چھوڑ آیا ہوں بس وقت میری پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ میرا چھوٹا بھائی پیچھے رہ گیا ہے۔ وہ ایک نیکدل ایرانی کی پناہ میں ہے لیکن اگر وہ پکڑا گیا تو ہمارا ایرانی حاکم اُسے بدترین سزا دینے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔"

راہب نے کہا: "اگر تم عراق کے کسی عرب قبیلے سے تعلق رکھتے ہو تو میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ تم کس قسم کے حالات کا سامنا کر رہے ہو۔ لیکن زمانے کے حالات تیزی سے بدل رہے ہیں اور وہ دن دُور نہیں جب رُوم اور ایران کی سرحدوں کے عرب قبائل قیصر و کسریٰ کی غلامی کا جُوا اُتار کر پھینک دیں گے۔ اگر تم مظلوم اور بے بس ہو تو میں تمہیں یہ مژدہ سُنا سکتا ہوں کہ اب ظالموں کا روزِ حساب شروع ہونے والا ہے۔"

حسان نے کہا: "میرا گھر راکھ کا ڈھیر بن چکا ہے میرا باپ اور بھائی قتل ہو چکے ہیں میری بہن اپنی عزت بچانے کے لئے مکان کی چھت سے کُود کر ہلاک ہو چکی ہے اور میں نے حبِ وطن کی عزت اور آزادی کے لئے تلوار اُٹھائی تھی، وہاں اب میرے لئے سر چھپانے کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں آپ مجھے یہ تسلی نہیں دے سکتے کہ زمانے کا کوئی انقلاب اُن بھیڑیا خصلت انسانوں کی ذہنیت بدل دے گا جو ہماری بستیوں کو اپنی شکارگاہیں سمجھتے ہیں۔ اپنے وطن میں میرے لئے دو ہی راستے تھے، ایک یہ کہ میں اپنے آپ کو اپنے بیرحم دشمنوں کے حوالے کر دوں۔ دوسرا یہ کہ میں زندہ رہوں اور انتقام کے لئے موزوں وقت کا انتظار کروں۔"

راہب نے کہا: "اگر چند ظالموں کے خاتمے سے ظلم ختم ہو سکتا تو یہ مسئلہ بہت آسان تھا لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ جو جنگل خاردار جھاڑیوں سے بھرا ہوا ہو، وہاں چند کانٹے مسل دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم جن ظالموں کو قتل کر دو گے اُن کی جگہ لینے کے لئے کئی اور آموجود ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے

کر سنے بھیڑیئے پرانے بھیڑیوں سے زیادہ خونخوار ثابت ہوں۔ کیا تم یہ محسوس نہیں کرتے کہ انسانیت کو ایک نئی روشنی کی ضرورت ہے اور بھیڑیوں اور بھیڑیوں کی یہ دُنیا کسی ایسے نظام کی محتاج ہے جو ہر مظلوم کو پناہ دے سکتا ہو۔"

حسان نے ایک اُداس مسکراہٹ کے ساتھ عمر رسیدہ راہب کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اگر آپ مجھے عیسائیت کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو مایوسی ہوگی۔ میں کئی برس رُومیوں کی قید میں رہ چکا ہوں، اور یہ دیکھ چکا ہوں کہ قیصر کے غلام کسریٰ کے غلاموں سے زیادہ خوش قسمت نہیں ہیں۔"

راہب نے جواب دیا۔ "جب میں نے نئی روشنی کا ذکر کیا تھا تو میری مُراد کوئی ایسا دین نہیں تھا جس کے اصول اور ضابطے قیصر کی خواہشات کے تابع ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ قانون جس کا اولین مقصد بادشاہوں کے اقتدار کی حفاظت ہو، اس دُنیا کو امن اور انصاف نہیں دے سکتا۔ میں آقاؤں اور غلاموں کی دُنیا میں اپنی عمر کے ساٹھ سال گزارنے کے بعد یہ سمجھ چکا ہوں کہ جب تک اس دُنیا میں ایک انسان پر دوسرے انسان کی بالادستی ختم نہیں ہوتی، ہم اسی طرح ظلم اور وحشت کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہیں گے۔ شہنشاہیت قیصر کے ایوانوں سے نمودار ہو یا کسریٰ کے تخت کی زینت ہو، وہ بہر حال ایک لعنت ہے۔ امن، عدل اور انصاف کے تقاضے صرف اُس آئین کی بالادستی سے پورے ہو سکتے ہیں جو طاقتور اور کمزور، ادنیٰ اور اعلیٰ، امیر اور غریب کا امتیاز مٹا سکتا ہو۔"

حسان نے پوچھا۔ "اگر آپ کا ذہن کسی ایسے آئین کے متعلق سوچ سکتا ہے تو قیصر اور کسریٰ اپنی سلطنتوں میں اُس کی بالادستی کیسے تسلیم کر لیں گے؟"

راہب نے جواب دیا۔ "قیصر اور کسریٰ اپنے قوانین اور اپنی خواہشات پر کسی دوسرے قانون کی بالادستی تسلیم نہیں کریں گے لیکن وہ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، جس کے حکم سے رات کی تاریکی صبح کے اُجالے میں تبدیل ہو جاتی ہے، اپنے بندوں کے حال سے غافل نہیں۔ تم نے کہا ہے کہ عراق کی زمین تمہارے لئے تنگ ہو چکی ہے اور تم بحرین جا رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"تو پھر تم وہ نئی روشنی دیکھ سکو گے"۔

"معاف کیجئے میں آپ کی بات نہیں سمجھ سکا"۔

"روشنی دیکھنے کے لئے صرف آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یثرب میں تم اُن لوگوں کو تلاش کر سکو گے جو تمہیں سلامتی کا راستہ دکھا سکتے ہیں۔ یہ لوگ اس دین کے علمبردار ہیں جس نے آقا اور غلام، کمزور اور طاقتور، عربی اور عجمی کا امتیاز مٹا دیا ہے ۔۔۔ تم اپنے حال سے مایوس ہو۔ وہ تمہیں مستقبل کی روشنی دکھائیں گے۔ تم ظلم سے بھاگ رہے ہو اور وہ تمہیں ظلم کے خلاف سینہ سپر ہونا سکھائیں گے۔ یہاں تم تنہا ہو اور وہاں پہنچ کر تم یہ دیکھو گے کہ ایک عظیم قافلہ تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ پھر اس قافلے کے ساتھ سفر کرتے ہوئے تمہیں یہ محسوس ہو گا کہ تمہارے سر پر خدا کا ہاتھ ہے"۔

"آپ عربوں کے نئے دین کے متعلق کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں میں اُس دین کے متعلق کہہ رہا ہوں جو اس دُنیا کے مقہور اور مجبور انسانوں کا آخری سہارا ہے۔ تم خوش قسمت ہو کہ تم جوان ہو اور اُس قافلے کے ساتھ سفر کر سکتے ہو جس کی منازل فرات اور دجلہ سے کہیں آگے ہیں۔ میں اس عمر میں صرف اُس کے راستے کا غبار دیکھنے کی تمنا کر سکتا ہوں"۔

حسان نے کچھ سوچ کر کہا: "میں خسرو پرویز کی فوج کا سپاہی تھا اور میدانِ سیاہ کی جنگ کے بعد رومیوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ میں اپنی قید کے طویل زمانے میں باہر کے حالات سے بے خبر رہا ہوں۔ رومی جہاز سے فرار ہونے کے بعد میں نے اپنے وطن کے راستے میں جن لوگوں کے ساتھ ملاقاتیں کی تھیں اُن کی زبانی عرب کے کچھ حالات معلوم ہوتے تھے لیکن جب وہ شام کی سرحد پر مسلمانوں کے حملوں کا ذکر کرتے تھے تو مجھے یقین نہیں آتا تھا۔ ایک رات میں نے ایک راہب کے پاس قیام کیا تھا اور اُس نے مجھے یہ بتایا تھا کہ وہ نبی جس نے عربوں میں ایک نئی رُوح پھونک دی تھی وفات پا چکا ہے اور کئی قبائل اُس کے دین سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اُن کا اتحاد مسلمانوں کو چاروں طرف سے سمیٹ کر یثرب کی چار دیواری میں پناہ لینے پر مجبور کر دے گا۔ پھر جب باغی قبائل چاروں طرف سے یثرب پر یلغار کریں گے تو یہ لوگ ایک دن کے لئے بھی اُن کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ صحرائے شام سے گزرتے وقت مجھے بنو تمیم اور

اہلِ یمامہ کی بغاوت کی اطلاع ملی تھی۔ پھر چند منازل طے کرنے کے بعد ایک بدوی نے مجھے یہ بتایا کہ بنو تمیم شکست کھا چکے ہیں لیکن یمامہ میں باغی قبائل کا ایک بہت بڑا لشکر موجود ہے۔ بحرین نے بھی بغاوت کر دی ہے۔ ان حالات میں کوئی معجزہ ہی مسلمانوں کو تباہی سے بچا سکتا ہے۔"

بوڑھے راہب نے حسان کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔ "بیٹا! بحرین پہنچ کر تم کئی معجزات دیکھو گے۔ یمن کے طول و عرض میں باغیوں کے جھنڈے سرنگوں ہو چکے ہیں۔ یمامہ میں چالیس ہزار باغیوں کا لشکر نیست و نابود ہو چکا ہے۔ مسیلمہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا قتل ہو چکا ہے۔ بحرین میں جو مسلمان ابھی تک اپنے دین پر قائم ہیں اُن کی تعداد باغیوں کے مقابلے میں بہت کم ہے لیکن جو لشکر یمامہ تک پہنچ چکا ہے اُس سے کہیں یہ توقع نہیں رکھنی چاہیئے کہ وہ بحرین کے مسلمانوں کو اپنے حال پر چھوڑ کر واپس چلا جائے گا۔ پھر بحرین کے وہ قبائل جنہوں نے اسلام کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ہے عرب کے دوسرے باغی قبائل سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں۔"

حسان کچھ دیر راہب کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "آپ عیسائی ہونے کے باوجود مسلمانوں کے طرف دار ہیں؟"

راہب نے جواب دیا۔ "میں عیسائی ہونے کے باوجود ایک حقیقت پسند انسان ہوں اور اسلام اس دور کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ جب سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نمودار ہو چکا ہو تو ہم آنکھیں بند کر کے یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ابھی صبح نہیں ہوئی۔ میری تمام دعائیں اللہ کے اُن نیک بندوں کے ساتھ ہیں جو اس زمین پر عدل و مساوات کے جھنڈے گاڑ رہے ہیں۔ ایک تارک الدنیا سے اس عمر میں یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ تلوار اُٹھا کر اس قافلے میں شامل ہو جائے لیکن مجھے مرتے دم تک اس بات کا انتظار رہے گا کہ حجاز کا کوئی مسافر اس خانقاہ کے دروازے پر دستک دے اور میں یہ کہ اُسے سینے سے لگالوں کہ میں برسوں سے تمہارا منتظر تھا۔ اگر میں تمہارا ہم عمر ہوتا اور میرے قویٰ تمہاری طرح مضبوط ہوتے تو میں تم سے یہ کہتا کہ ہم دونوں اپنے اپنے توہمات کے سراب میں بھٹک رہے ہیں۔ اگر تمہیں کسی سدا بہار نخلستان کی تلاش ہے تو میرے ساتھ چلو۔ لیکن مکہ اور مدینہ یہاں سے بہت دور

ہیں اور میری نحیف ٹانگیں چند قدم سے زیادہ میرا بوجھ نہیں اُٹھا سکتیں میں اس خانقاہ کے دروازے پر بیٹھ کر اُس قافلے کا انتظار کروں گا جس کی راہ کے غبار میں انسانیت کی ساری عظمتیں پوشیدہ ہیں۔ لیکن تم جوان ہو۔ تم اپنے راستے کے پہاڑ، دریا اور صحرا عبور کر سکتے ہو تم جنگ کے میدانوں میں اللہ کے اُن بندوں کا ساتھ دے سکتے ہو جن کی نگاہوں کی ہیبت سے شیروں کے دل دہل جاتے ہیں۔"

حسان نے پُر اُمید ہو کر کہا۔ "مجھے معلوم نہیں کہ عرب میں اسلام کا مستقبل کیا ہے لیکن اگر عدل و مساوات کے علمبرداروں کا کوئی قافلہ عراق کی طرف روانہ ہوا تو میں یہ سوچے سمجھے بغیر اُس کے ساتھ چل پڑوں گا کہ ایران کی عظیم سلطنت سے جنگ کی صورت میں اُس کی کامیابی کے امکانات کیا ہیں۔"

راہب نے جواب دیا۔ "جب تم اس قافلے کے ساتھ شامل ہو جاؤ گے تو تم یہ محسوس کرو گے کہ تمہارا ہر قدم فتح کی طرف اُٹھ رہا ہے اور پھر آنے والے اَدوار میں امن اور آزادی کے متلاشی تمہارے قدموں کے نشان سے اپنا راستہ تلاش کریں گے۔"

حسان نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اب مجھے اجازت دیجئے، اگر مجھے نجات کا راستہ مل گیا تو میں کسی دن اظہارِ تشکر کے لئے آپ کے پاس آؤں گا۔ لیکن اس وقت میری زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ اُس کمسن بھائی کو ایک ایسے دشمن سے نجات دلانا ہے جسے دُنیا کی کسی طاقت کا خوف ظلم سے نہیں روک سکتا۔"

راہب نے کہا۔ "اب شام ہونے والی ہے تم آج رات یہاں نہیں ٹھہرو گے؟"

"نہیں مجھے اجازت دیجئے اور میرے لئے یہ دُعا کیجئے کہ میرا بھائی مجھے مل جائے۔"

"میں تمہارے لئے دُعا کروں گا۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے حسان کہتے ہیں۔ آپ اپنا نام بتا سکتے ہیں؟"

راہب نے جواب دیا۔ "میرا نام یوحنا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد حسان عمر رسیدہ راہب کو خدا حافظ کہہ رہا تھا۔

○

حسان نے اپنے ماموں کے ہاں پہنچتے ہی یہ محسوس کیا کہ وہاں کسی بڑی ضیافت کا انتظام ہو رہا ہے۔

قیس بن ارقم کے قلعہ نما مکان کی چار دیواری سے باہر کھجوروں کے باغ میں کوئی ڈیڑھ سو گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ وہ گھوڑے سے اُترا تو ایک آدمی نے آگے بڑھ کر باگ پکڑتے ہوئے کہا: "مہمان کھانے پر بیٹھ گئے ہیں، آپ اندر تشریف لے جائیں۔"

"یہ قیس بن ارقم کا گھر ہے نا؟" اُس نے سوال کیا۔

"جی ہاں یہ اُنہی کا گھر ہے۔"

"اور مہمان کون ہیں؟"

"آپ نہیں جانتے؟ آج یہاں علاقے کے سرکردہ لوگ جمع ہیں۔"

"میں اس اجتماع کی وجہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تمہیں وجہ معلوم نہیں تو تمہیں اندر جانے کی ضرورت نہیں۔ اِس موقع پر کسی اجنبی کو اِس بستی کے اندر پاؤں نہیں رکھنا چاہیے۔"

"میں اجنبی نہیں ہوں، یہ میرے ماموں کا گھر ہے۔"

"تمہارے ماموں کا گھر! کیا تم عراق سے آئے ہو؟"

"ہاں۔"

"معاف کیجیے مجھے یہ شک ہوا تھا کہ آپ مسلمانوں کے جاسوس ہیں۔ آپ کے ماموں کے گھر حطم بن ضبیعہ کی دعوت ہے اور علاقے کے رئیس اُن کے ساتھ ملاقات کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ حطم آپ کے ماموں اور دوسرے سرداروں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصّہ لینے پر آمادہ کرنے کے لئے یہاں آیا ہے۔"

"حطم بن ضبیعہ کون ہے؟"

"وہ بحرین کے حکمران نعمان بن منذر کا دستِ راست اور اُن قبائل کا رہنما ہے جو مسلمانوں کو بحرین سے نکالنے کا عہد کر چکے ہیں۔ بحرین کے غیر ملکی باشندے بالخصوص ایرانی تاجر بھی اُسے اپنا رہنما سمجھتے ہیں۔"

حسان نے کہا: "میں نے بنو تمیم، مسیلمہ اور دوسرے باغیوں کے خلاف مسلمانوں کی فتوحات کی جو خبریں

سُنی ہیں اگر وہ درست ہیں تو اہلِ بحرین کے لیئے اُن کے خلاف جنگ کرنا خودکشی کے مترادف ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ میرے ماموں اور اُن کے قبیلے کے لوگ ہلاکت کا راستہ اختیار کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیں گے۔"

نوجوان نے جواب دیا۔"اگر تم نے اپنے ماموں کو مسلمانوں کی قوت سے مرعوب کرنے کی کوشش کی تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں اپنا بھانجا تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیں گے۔ وہ حطم بن ضبیعہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور اس دعوت کا مقصد یہ ہے کہ قبیلے کے جو معززین ابھی تک تذبذب میں ہیں اُنہیں حطم کے جھنڈے تلے جمع ہونے پر آمادہ کیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ جو لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں اُن میں سے کوئی یہ سُننا پسند نہیں کرے گا کہ وہ مسلمانوں کی طاقت سے ڈر گیا ہے اور پھر بحرین کے حالات اتنے مایوس کُن بھی نہیں۔ ہمارا اوّلین مقصد مقامی مسلمانوں کو مغلوب کرنا ہے۔ اس کے بعد اگر حجاز سے مسلمانوں کے کسی لشکر نے ہم پر چڑھائی کی تو ایران کی عظیم سلطنت ہماری پُشت پر ہوگی ایران کسی صورت یہ برداشت نہیں کرے گا کہ بحیرہ احمر سے لیکر خلیج فارس کے ساحل تک سارا عرب مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے۔ بحرین کے تازہ حالات سے پریشان ہو کر مقامی مسلمان جُواثیؔ[1] کے قریب جمع ہو چکے ہیں اور اُن کے گرد حطم بن ضبیعہ کے لشکر کا گھیرا بتدریج تنگ ہو رہا ہے۔ اگر حطم نے اُنہیں کسی تاخیر کے بغیر مغلوب کر لیا تو یہ فتح پورے عرب پر اثر انداز ہوگی اور وہ قبائل جو مسلمانوں کی گزشتہ فتوحات کے باعث بددل ہو چکے ہیں وہ دوبارہ اُٹھ کھڑے ہوں گے۔"

حسان نے سوال کیا۔"بحرین میں مسلمانوں کا راہنما کون ہے؟"

"اُن کے راہنما کا نام علاء بن حضرمی تھا۔ وہ چند سال قبل مسلمانوں کے نبیؐ کا ایلچی بنکر آیا تھا اور اُس کی تبلیغ سے کئی قبیلے مسلمان ہو گئے تھے لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد بحرین کے بدلتے ہوئے حالات نے اُس کو واپس جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب اُس کی جگہ بنو عبدالقیس کا ایک بااثر سردار جارود بن معلی لے چکا ہے اور اُس کا سارا قبیلہ اپنے دین پر قائم ہے لیکن وہ شخص جسے حطم اور اس کے ساتھی سب سے زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں، مثنیٰ بن حارثہ شیبانی ہے اگر وہ مسلمانوں کا ساتھ

---

[1] بحرین کا ایک قصبہ

نہ دیتا تو اب تک ہم انہیں نابود کر چکے ہوتے۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"اُس کی بستی یہاں سے چار منزل دُور ہے لیکن ان دنوں وہ اپنے گھر قیام کرنے کی بجائے بحرین کے طول و عرض میں مُسلمانوں کو منظم کر رہا ہے۔ وہ بلا جھجک اُن سرداروں کی بستیوں میں چلا جاتا ہے جو نعمان اور حطم کے ساتھ شامل ہو چکے ہیں اور اب تک شاید کئی با اثر سرداروں اور اُن کے خاندانوں کو دوبارہ اسلام کے دائرے میں لا چکا ہے۔ ایک دن ہم یہ خبر سُنتے ہیں کہ حطم نے فلاں علاقے کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے تو چند دن بعد ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے کہ مثنیٰ بن حارثہ بھی اُس علاقے کے دورے پر روانہ ہو چکا ہے اور باغی قبائل از سرِ نو اسلام کی طرف راغب ہو رہے ہیں لیکن معاف کیجئے یہ باتوں کا وقت نہیں آپ اندر جا کر مہمانوں کے ساتھ کھانا کھائیں میں آپ کے گھوڑے کے لئے چارہ اور پانی کا انتظام کرتا ہوں۔"

حسان نے کہا۔ "لیکن اندر جانے سے پہلے میں تم سے ایک سوال پُوچھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں نے مُسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو تم کس کا ساتھ دو گے؟"

نوجوان نے جواب دیا۔ "میں ذاتی طور پر مُسلمانوں کے خلاف اپنے دل میں نفرت یا عداوت کا جذبہ محسوس نہیں کرتا لیکن آپ کا ماموں ہمارا سردار ہے اور اگر اُس نے مُسلمانوں کے خلاف تلوار اُٹھانے کا فیصلہ کر لیا تو میرے لئے اپنے قبیلے کا ساتھ چھوڑنا ناممکن نہیں ہو گا۔"

"میں نے برسوں سے اپنے ماموں کو نہیں دیکھا اور میرے لئے مہمانوں کی بھیڑ میں اُنہیں پہچاننا اور بھی مشکل ہو گا۔ اب اگر وہ مہمانوں کے ساتھ کھانے پر بیٹھ گئے ہیں تو مجھے اُن کے فارغ ہونے کا انتظار کرنا چاہیئے۔"

نوجوان نے کہا۔ "کھانا ابھی شروع ہوا ہے۔ آپ میرے ساتھ اندر تشریف لے چلیں، جب وہ فارغ ہو جائیں گے تو میں آپ کا تعارف کروا دوں گا۔ آیئے!"

حسان اُس کے ساتھ کشادہ حویلی میں داخل ہوا اور شامیانے کے نیچے وسیع دسترخوان پر ایک طرف بیٹھ گیا۔

بیشتر مہمانوں کی گفتگو کا موضوع یمامہ کا خونریز معرکہ تھا۔ بعض دبی زبان سے اور بعض ذرا کُھل کر

خالد بن ولیدؓ کی عظمت اور اُن کے جھنڈے تلے لڑنے والے مجاہدوں کی شجاعت کا اعتراف کر رہے تھے لیکن جب بحرین کا ذکر آتا تو یہ لوگ ایک دوسرے کو یہ کہہ کر تسلی دینے کی کوشش کرتے تھے کہ مسلمان اس طرف پیشقدمی کی جرأت نہیں کریں گے۔ خطرے کے وقت عراق کے قبائل اور ایران کی عظیم سلطنت کی افواج ہماری پُشت پر ہوں گی اور وہ ہمیں خشکی اور سمندر کے راستوں سے کمک بھیج سکیں گے۔ ایران کبھی یہ گوارا نہیں کرے گا کہ مسلمان بحرین کو روندتے ہوئے اُس کی سرحدوں تک پہنچ جائیں۔"

تھوڑی دیر بعد جب مہمان کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھو رہے تھے تو حسان کا استقبال کرنے والے نوجوان نے اُسے ایک معمر لیکن قوی ہیکل آدمی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔"وہ آپکے ماموں ہیں۔"

حسان جھکتا ہوا اپنے ماموں کے پاس پہنچا اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔"ماموں جان! میں حسان بن عتبہ ہوں۔"

ایک ثانیہ کے لئے قیس بن ارقم کی نگاہیں حسان کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں پھر اُس نے ہاتھ پھیلا کر اُسے گلے لگا لیا اور کہا۔"بیٹا! تم اتنی مدت کہاں غائب رہے۔ تمہارے باپ کی آخری اطلاع یہ تھی کہ تم لاپتہ ہو لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ تم کھانا کھا چکے ہو یا نہیں۔"

"میں کھانا کھا چکا ہوں۔"

"تم سر سے پاؤں تک اپنے باپ کی تصویر ہو۔ لیکن تمہارا سینہ اُس سے کشادہ اور قد اُس سے بڑا ہے۔ میرا خیال تھا کہ عتبہ کی طرح اُس کے بیٹے بھی ہمیں بھول گئے ہیں لیکن تم ایسے وقت آئے ہو جبکہ ہمیں تمہاری ضرورت تھی۔" یہ کہہ کر قیس اپنے مہمانوں کی طرف متوجہ ہوا۔"جانتے ہو یہ کون ہے؟ یہ میرا بھانجا ہے، یہ کسریٰ پرویز کے جھنڈے تلے لڑ چکا ہے۔ یہ اُن عظیم معرکوں میں حصہ لے چکا ہے جہاں لاکھوں سپاہی ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوتے تھے۔ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے ایسے سپاہی کی ضرورت جو منظم افواج کے ساتھ لڑنے کا تجربہ رکھتا ہو اور اس نازک مرحلہ پر اُس کی آمد اس بات کا ثبوت ہے کہ قدرت کو اہلِ بحرین کی فتح منظور ہے۔"

حاضرین کی نگاہیں حسان پر مرکوز ہو چکی تھیں۔ ایک سردار نے آگے بڑھ کر اُس کے ساتھ مصافحہ کیا اور

دوسرے اس کی تقلید کرنے لگے۔ ایک نوجوان جو چند قدم دُور مہمانوں کے ہاتھ دُھلا رہا تھا، پانی کا کُوزہ دوسرے آدمی کے ہاتھ میں تھما کر آگے بڑھا اور تذبذب کی حالت میں حسان کی طرف دیکھنے لگا۔ قیس نے کہا: "حکم! یہ تمہاری پھوپھی کا بیٹا ہے اور تمہیں اس سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔" حکم نے مرعوب سا ہو کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن حسان نے اُسے کھینچ کر گلے لگا لیا۔

خاندان کے دوسرے افراد باری باری حسان سے بغلگیر ہونے لگے۔ پھر قیس حسان کو بازو سے پکڑ کر ایک قوی ہیکل آدمی کے سامنے لے گیا جس کے لباس سے امارت اور چہرے سے سفاکی اور عیاری مترشح تھی۔ "یہ ہمارے راہنما حطم بن ضبیعہ ہیں۔"

حطم نے حسان کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "میں تمہاری آمد کو ایک اچھا شگون سمجھتا ہوں۔ ہمیں تجربہ کار سپاہیوں کی بیحد ضرورت ہے۔"

حسان نے کہا: "لیکن میں ----"

حطم نے اُسکی بات کاٹتے ہوئے کہا: "معاف کیجئے میرا یہ مطلب نہیں کہ تم ایک عام سپاہی کی حیثیت سے ہمارے ساتھ شریک ہو گے۔ اگر تم میدانِ جنگ میں اپنے ماموں کی توقعات پر پُورا اُتر سکے تو ہمیں ناشکر گزار نہیں پاؤ گے۔"

قیس نے کہا: "میں حسان کا امتحان لئے بغیر یہ اعلان کرتا ہوں کہ میرے خاندان کے لوگ اُسے اپنا سالار تسلیم کرتے ہیں۔"

حسان اپنے دل میں ناخوشگوار دھڑکنیں محسوس کر رہا تھا۔ وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ میں مُسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کے لئے نہیں بلکہ سر چھپانے کی جگہ کی تلاش میں یہاں پہنچا ہوں لیکن اتنے آدمیوں کے سامنے اُسے اپنے ماموں کی تذلیل گوارا نہ تھی۔ اس لئے وہ خاموش رہا۔ تھوڑی دیر بعد چند مہمان سائبان کے نیچے سستا رہے تھے اور باقی حویلی سے باہر درختوں کی چھاؤں میں جمع ہو رہے تھے۔ حسان ایک دیوار کے سائے میں اپنے ماموں کے بیٹے حکم اور اُس کے خاندان کے چند اور نوجوانوں سے باتیں کر رہا تھا۔ قیس مہمانوں کی دیکھ بھال کے لئے حویلی کے اندر اور باہر چکر لگا رہا تھا۔ اچانک وہ حسان

کی طرف متوجہ ہوا اور آگے بڑھ کر بولا۔" بیٹا! تم بھی تھوڑی دیر آرام کر لو۔ ہمیں شام کے وقت یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ حکم بیٹا! تم اپنے بھائی کو اندر لے جاؤ، اتنی بھیڑ میں اُسے آرام نہیں ملے گا۔"

حسان نے کہا۔" ماموں جان! میں نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ میں کن حالات میں یہاں پہنچا ہوں۔ میں مہمانوں کے سامنے آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

قیس مضطرب سا ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے کہا۔" تم کوئی بُری خبر لائے ہو؟"

حسان نے جواب دیا۔" میں آپ کو یہ بتلانے آیا تھا کہ ہمارا گھر ایرانیوں کے ہاتھوں تباہ ہو چکا ہے۔ ابا اور سعد قتل ہو چکے ہیں۔ میری بہن نے اپنی عزت بچانے کے لیے خودکشی کر لی تھی اور میرا کمسن بھائی زخمی ہونے کے بعد ایک نیک دل آدمی کے گھر میں چھپا ہوا ہے۔"

قیس کچھ دیر کرب و اضطراب کی حالت میں خاموش کھڑا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔" لیکن تم کسریٰ کی فوج میں تھے، پھر ایرانی تمہارے دشمن کیسے بن۔"

حسان نے جواب دیا۔" ایک عرب کسریٰ کے لیے جان کی بازی لگا کر بھی اپنے خاندان کو ایرانیوں کے مظالم سے نہیں بچا سکتا۔"

قیس نے کہا۔" جب ایک کمزور آدمی یہ بھول جاتا ہے کہ وہ ایک طاقتور کے ساتھ ٹکر لینے کے لیے پیدا نہیں ہوا تو اُس کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ جب عتبہ آخری بار یہاں آیا تھا تو اُس کی باتوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ اُسے عراق کے قبائل پر ایرانیوں بالادستی پسند نہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اُس نے یہ کہا تھا کہ قباد کے سوا عراق کے تمام ایرانی زمیندار عرب کسانوں کے ساتھ انتہائی ظالمانہ سلوک کرتے ہیں اور وہ دن دُور نہیں جب عرب قبائل اُن کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ میں نے اُسے یہ سمجھایا تھا کہ اگر کبھی ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو تمہیں کسی صورت میں بھی باغیوں کا ساتھ نہیں دینا چاہیے۔ ایرانی سلطنت ایک پہاڑ ہے اور اس پہاڑ کے ساتھ ٹکرانے والوں کو سر پھوڑنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

پھر جب میں نے یہ سُنا کہ تم کسریٰ کی فوج میں شامل ہو چکے ہو تو میں نے اطمینان کا سانس لیا

تھا کہ تم نے صحیح راستہ اختیار کیا ہے اور اب ایرانی حکومت اور تمہارے خاندان کے تصادم کا کوئی امکان نہیں۔ مجھے یقین تھا کہ کسریٰ کی فوج میں نام پیدا کرنے کے بعد تم اپنے خاندان کے لئے بڑی سے بڑی مراعات حاصل کر سکو گے لیکن اب اگر تم مجھے یہ خبر سنانے آئے ہو کہ ایرانیوں نے تم پر ظلم کیا ہے تو میرا پہلا سوال یہ ہے کہ تمہارے ساتھ اُن کی دشمنی کی وجوہات کیا تھیں؟ کیا تم نے کسی میدان میں پیٹھ دکھائی تھی یا تمہارے باپ نے پرویز کی شکست کے بعد یہ سمجھ لیا تھا کہ اب ایرانی اس قدر کمزور ہو چکے ہیں کہ عراق کے کسان بھی انہیں دھکے دے سکتے ہیں؟"

ایک ثانیہ کے لئے حسان کی رگوں کا سارا خون سمٹ کر اُس کے چہرے پر آ گیا۔ اُس نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "ماموں جان! میں نے کسی میدان میں پیٹھ نہیں دکھائی اور میرے باپ اور بھائی نے بھی ایران کی سلطنت کے خلاف کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ اُن کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ عرب ہونے کے باوجود اپنے انسانی حقوق کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔ حکمرانوں کے نظام کے جواز کے لئے یہ وجہ کافی نہیں کہ محکوموں کے کمزور ہاتھ اُن کے گریبان تک نہیں پہنچ سکتے۔ آپ کو سارے واقعات سننے سے پہلے ہی یہ فیصلہ نہیں کر لینا چاہیئے تھا کہ ہم قصوروار ہیں۔ آپ کو یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ میں اپنے باپ بھائی اور بہن کے قتل کا انتقام لینے کے لئے آپ کی اعانت کا طلبگار ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ میری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ بالخصوص ان حالات میں جبکہ آپ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے ایرانیوں کا سہارا لینے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ اگر ایرانی مسلمانوں کے خلاف اہلِ بحرین کے حلیف بن جائیں تو بھی میرے دل میں اُن کے خلاف نفرت اور عداوت کے جذبات کم نہیں ہوں گے۔ یہ اور بات ہے کہ اپنی کمزوری یا بے بسی کا احساس مجھے اُن کے خلاف سر اٹھانے کی اجازت نہ دے۔ تاہم میں آخری دم تک یہ نہیں بھولوں گا کہ میں اپنی زندگی کا ایک اہم ترین فرض پورا نہیں کر سکا۔ ماموں جان! میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ موجودہ حالات میں مجھے کوئی اور جائے پناہ نظر نہیں آئی۔ لیکن میں آپ پر کوئی بوجھ نہیں ڈالوں گا۔"

قیس کی پریشانی ندامت کے گہرے احساس میں تبدیل ہو رہی تھی۔ وہ حسان کو مطمئن کرنے کے لئے

موزوں الفاظ سوچ رہا تھا کہ حویلی سے باہر آدمیوں کا شور سنائی دیا اور وہ چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک ثانیہ بعد ایک نوجوان بھاگتا ہوا اندر آیا اور اُس نے بلند آواز میں کہا "مثنیٰ بن حارثہ آرہا ہے۔"

حویلی کے اندر ایک ثانیہ کے لئے سناٹا چھا گیا۔ حطم بن ضبیعہ کے چہرے پر زردی آگئی۔ وہ تلوار سنبھال کر اُٹھا لیکن آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ قیس بھاگ کر باہر نکلا اور دوسرے لوگ اُس کی تقلید کرنے لگے۔ آن کی آن میں حویلی خالی ہو چکی تھی اور باہر باغ میں جمع ہونے والے مہمان اور میزبان ایک پریشان حال سوار پر سوالات کی بوچھاڑ کر رہے تھے۔ "مثنیٰ کہاں ہے؟ تم اُسے کب دیکھا ہے؟ کہاں دیکھا ہے؟ اُس کے ساتھ کتنی فوج ہے؟ تمہیں یقین ہے کہ وہ اس طرف آرہا ہے؟

اور وہ پوری قوت سے چلا رہا تھا "خدا کی قسم وہ آرہا ہے۔ وہ سیدھا اس طرف آرہا ہے اُس کے ساتھ چار سوار اور تھے۔ ممکن ہے کہ اُن کے پیچھے کوئی فوج آرہی ہو۔ میں نے اُسے گاؤں کے جنوب میں پہاڑی کی چوٹی سے دیکھا ہے۔ میں اُس کا سفید گھوڑا کئی بار دیکھ چکا ہوں، میں اُسے پہچاننے میں غلطی نہیں کر سکتا۔"

قیس اپنی تلوار بلند کرتے ہوئے چلایا "اگر مثنیٰ کے ساتھ صرف چار آدمی ہیں تو وہ ہمارے لئے کسی خطرے کا باعث نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر اُس کے پیچھے کوئی فوج آرہی ہے تو ہمیں مقابلہ کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ، صفیں باندھ لو۔ تیر انداز آگے آجائیں۔"

حطم نے آگے بڑھ کر کہا "اگر مثنیٰ لڑائی کی نیت سے آرہا ہے تو فوج پیچھے نہیں بلکہ اُس کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ ہمیں صرف چار آدمیوں سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ مثنیٰ کا مقصد تمہیں ڈرا دھمکا کر جنگ سے باز رکھنا ہے۔ لیکن تم اُس کی باتوں میں نہیں آؤ گے۔ قیس! اُس نے تم لوگوں کو بھیڑ بکریاں سمجھ کر اس بستی کا رُخ کیا ہے۔ اب یہ تمہارا فرض ہے کہ وہ یہاں سے واپس نہ جاسکے۔ تمہارے بھانجے کو اپنی جرأت کا ثبوت دینے کے لئے اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا۔"

باغ کے کونے سے کسی نے آواز دی "وہ آرہے ہیں" اور وہ دم بخود ہو کر اُس طرف دیکھنے لگے۔ چار سوار نمودار ہوئے۔ سب سے اگلے سوار کا گھوڑا دودھ کی طرح سفید تھا اور دیکھنے والوں کو انسانی جاہ و جلال کے ایک پیکرِ مجسّم کو پہچاننے میں دیر نہ لگی۔ گھوڑے کی طرح اُس کا عمامہ اور قبا بھی سفید تھی۔ کوئی سر قدم

کے فاصلے پر اُس نے رُک کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر اچانک گھوڑے کو ایڑ لگا دی تو بطوط تیت گھوڑا اچھلتا اور کودتا ہوا آگے بڑھا۔ تیر اندازوں کی صف کے سامنے کوئی دس قدم دُور اُس نے گھوڑے کی باگ کھینچ لی۔ چند ثانیے بے پروائی سے اِدھر اُدھر دیکھا اور السلام علیکم کہہ کر گھوڑے سے کود پڑا۔ سامنے سے کوئی جواب نہ پا کر اُس نے اپنے گھوڑے کی باگ پچھلے سوار کے ہاتھ میں تھما دی اور ذرا بلند آواز میں کہا۔ "قیس میں تمہارے لئے اور تمہارے مہمانوں کے لئے سلامتی کا پیغام لایا ہوں۔"

قیس جو تیر اندازوں کی صف کے پیچھے کھڑا تھا، آگے بڑھا اور بولا: "مثنیٰ! اہلیں تمہاری طرف سے سلامتی کے پیغام کی ضرورت نہیں تم جس راستے سے آئے ہو اُسی راستے سے واپس چلے جاؤ۔"

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "میں اپنی مرضی سے آیا ہوں اور اپنی مرضی سے واپس جاؤں گا۔ تم بحرین کے صحراؤں اور پہاڑوں کا کوئی راستہ میرے لئے پسند نہیں کر سکتے۔ میں یہاں اس لئے نہیں آیا کہ میں تمہاری جنگی تیاریوں سے کوئی بڑا خطرہ محسُوس کرتا ہوں۔ بلکہ میرے یہاں آنے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے بحرین کی خاک پر بحرین کے باشندوں کا خون گرانا پسند نہیں۔ تم یمن کے باغیوں کا حال سُن چکے ہو۔ تم بنو تمیم اور اہلِ یمامہ کا حشر دیکھ چکے ہو۔ میں تمہیں یہ بتلانے آیا ہوں کہ جو قافلہ حجاز سے نمُودار ہوا ہے اُس کی منازل عرب کی سرحدوں سے کہیں آگے ہیں۔ فرزندانِ اسلام عجم کی آہنی چٹانوں کو پامال کرنے کے لئے اُٹھے ہیں، عرب کے چند کانٹے انہیں ہراساں نہیں کر سکتے۔ تم نے اُس دین سے بغاوت کی ہے جس نے اہلِ عرب کو ذلت اور گمراہی کی پستیوں سے نکال کر انسانیت کی عظمتوں سے آشنا کیا ہے۔ تم ہدایت کی روشنی سے آنکھیں بند کر سکتے ہو لیکن وہ بھیانک رات واپس نہیں لا سکتے جس کے دامن میں ہمارے اسلاف کے لئے ظلم اور جہالت کے سوا کچھ نہ تھا۔"

قیس نے اضطراب کی حالت میں حطم بن ضبیعہ کی طرف دیکھا اور اُس نے آگے بڑھ کر کہا۔ "مثنیٰ! یہ لوگ تمہاری باتوں میں نہیں آئیں گے۔ انہیں معلوم ہے کہ تم اہلِ بحرین کی آزادی کے دشمن ہو۔ تم یہاں اس لئے آئے ہو کہ جواثی میں تمہارے ساتھی ہمارے محاصرے سے تنگ آ چکے ہیں لیکن اب باتوں کا وقت گزر چکا ہے۔ اب مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا پُورے بحرین کا مسئلہ بن چکا ہے۔ تم ان لوگوں کو جنگ

میں حصہ لینے سے باز نہیں رکھ سکتے۔ ہم محاصرے کو طول دینا نہیں چاہتے۔ اگر تم آج یہاں نہ آتے تو دو دن بعد جواثی کے میدان میں ہماری مُلاقات ہوتی۔ اب میں تمہارا واپس جانا پسند نہیں کروں گا۔ ہم یہ چاہتے ہیں مسلمان خون خرابہ کے بغیر ہتھیار ڈال دیں لیکن تم اُنہیں آخری دم تک لڑانے کی کوشش کرو گے۔ اس لیئے اُن کی بھلائی اسی میں ہے کہ تمہیں جنگ میں حصہ لینے سے روک دیا جائے۔ اس وقت تم کم از کم ڈیڑھ سو آدمیوں کے تیروں کی زد میں ہو۔ بھاگنے کی کوشش بے سُود ہے۔ میں تمہیں ہتھیار پھینکنے کا حکم دیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں صرف جنگ کے اختتام تک قید میں رکھا جائے گا۔"

مثنیٰ کا چہرہ غصے سے تمتما اُٹھا۔ اُس نے حقارت سے حلم کی طرف دیکھا اور کہا۔ "میں قیس کے گھر کو جنگ کا میدان بنانے کی نیت سے نہیں آیا لیکن اگر تم امن اور انسانیت کے معنی نہیں سمجھ سکتے تو میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں بھاگنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ ہم پانچ ہیں لیکن ہمارے ہتھیار حاصل کرنے سے پہلے تمہیں کم از کم اپنے بیس آدمیوں کی لاشیں اُٹھانا پڑیں گے۔ پھر تمہیں یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اس کے بعد جنگ ختم ہو جائے گی۔ ہمارے خون کے چند قطرے گرانے کے بعد قیس کے سارے خاندان کا لہو اس زمین کی پیاس نہیں بجھا سکے گا۔"

حسان جو چند قدم دُور اپنے گھوڑے کے پاس کھڑا تھا بھاگ کر آگے بڑھا اور تیر اندازوں کے سامنے مثنیٰ کی ڈھال بن کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اُس نے مثنیٰ اور اُس کے ساتھیوں کی طرف مُڑ کر دیکھا اور بلند آواز میں کہا۔ "آپ پانچ نہیں چھ ہیں۔"

قیس جو پہلے ہی تذبذب اور پریشانی کی حالت میں کبھی مثنیٰ کبھی حلم اور کبھی اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اب ایک سکتے کی سی حالت میں کھڑا تھا۔ اُس کا بیٹا اور اُس کے دوسرے رشتے دار غصے کی حالت میں اپنے ہونٹ کاٹ رہے تھے۔

حسان نے کہا۔ "ماموں جان! میں نے رُوم اور ایران کی جنگ سے صرف ایک سبق سیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ امن اور صلح کا پیغام لانے والوں کے خلاف تلوار اُٹھانے والے ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔ ایران پر اس لیئے تباہی آئی تھی کہ پرویز نے صلح کے لیئے ہرقل کی پیشکش ٹھکرانے کی غلطی کی تھی۔

میں مسلمانوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا لیکن اگر اُن میں مثنیٰ بن حارثہ جیسے چند اور لوگ موجود ہیں تو آپکو اُن سے اُلجھنے کی غلطی نہیں کرنی چاہیئے۔"

مثنیٰ نے اطمینان سے حسان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "نوجوان! میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ لیکن قیس کے قبیلے کا کوئی آدمی مجھ پر حملہ نہیں کر سکتا۔" پھر وہ صف بستہ آدمیوں کی طرف متوجہ ہوا۔" میں واپس جا رہا ہوں لیکن جانے سے پہلے تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ صرف یہ چار آدمی نہ تھے۔ میں اپنے قبیلے کے پانچسو جوانوں کے ساتھ جواثی کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں مجھے اطلاع ملی کہ اس بستی میں علاقے کے سردار جمع ہو رہے ہیں اور وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ میں اپنے ساتھیوں کو راستے میں چھوڑ کر یہاں پہنچ گیا۔ اگر جنگ کی نیت ہوتی تو اب تک اس باغ میں تمہاری لاشوں کے سوا کچھ نہ ہوتا لیکن میں یہ اُمید لے کر آیا تھا کہ میں تمہیں تباہی کے راستے سے روک سکتا ہوں۔ اب میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لو۔ مسلمانوں کے ساتھ صلح یا جنگ کا فیصلہ کرنے کے لئے تمہیں ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں ملے گا۔ جواثی کے قریب باغیوں نے جن مسلمانوں کا محاصرہ کر رکھا ہے اُن کی مدد کے لئے مدینہ سے لشکر روانہ ہو چکا ہے۔ راستے میں بنو تمیم بھی جو کل تک اسلام کے باغی تھے، اس لشکر میں شامل ہو گئے ہیں اور یہ عظیم فوج جس کا ہر سپاہی صرف اپنی فتح یا شہادت پر ایمان رکھتا ہے، ایک ہفتے کے اندر اندر جواثی پہنچ جائے گی اور میں تمہیں یہ بتلانے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس کے بعد تم حطم بن ضبیعہ جیسے لوگوں کے مُنہ سے جنگ کی باتیں نہیں سنو گے۔ یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ تم بحرین پر اسلام کا پرچم نصب کرنے کی سعادت حاصل نہیں کر سکے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ جب مسلمانوں کا لشکر ایران کی طرف بڑھے گا، جب صحرا نشینوں کے ہاتھ عجم کے ظالم حکمرانوں کی قبائیں نوچ رہے ہوں گے تو تمہارے بیٹے کسی میدان میں اہلِ حجاز سے پیچھے رہنا پسند نہیں کریں گے۔ اہلِ عرب اللہ کے دین کی روشنی میں اپنے مستقبل کی منازل دیکھ چکے ہیں اور بحرین کا مستقبل عرب کے مستقبل سے جُدا نہیں ہو سکتا۔ قیس! میں تمہیں تباہی کے راستے سے روکنے کے لئے آیا ہوں۔ میں تمہارا دشمن نہیں۔ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ آنے والے ادوار میں جب

تمہاری آیندہ نسلیں اپنے ماضی کی طرف دیکھیں تو وہ فخر سے یہ کہہ سکیں کہ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ عرب کو اللہ کے دین کی طرف بُلایا تھا تو اہلِ بحرین بھی اُن کی آواز پر لبیک کہنے والوں کے ساتھ تھے۔ جب اس بنجر زمین پر خدا کی رحمتوں کی بارش ہو رہی تھی تو ہمارے اسلاف نے بھی اپنے دامن کشادہ کر دیئے تھے اور جب مجاہدینِ اسلام مشرق و مغرب کی رزمگاہوں پر فتوحات کے جھنڈے نصب کر رہے تھے تو ہمارے آباؤ اجداد بھی عرب کے کسی قبیلے سے پیچھے نہ تھے۔

اسلام کسی خاندان یا قبیلے کا مذہب نہیں بلکہ یہ وہ دین ہے جو اپنی برکات اور انعامات کی تقسیم میں عرب و عجم کا امتیاز نہیں کرتا۔ اس کی فتح کسی ایک قبیلے یا قوم کی فتح نہیں ہوگی بلکہ عرب و عجم کے اُن کروڑوں انسانوں کی فتح ہوگی جو ظلم کے مقابلے میں عدل و انصاف، بدی کے مقابلے میں نیکی، فساد کے کے مقابلے میں امن اور سلامتی اور قبائلی اور نسلی عصبیتوں کے مقابلے میں انسانی اخوت اور مساوات کے طلبگار ہیں۔ میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تم انسان ہو اور انسان کے لئے سلامتی کا راستہ اسلام کے سوا اور کوئی نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ کسی دن تم فخر و غرور کے ساتھ نہیں بلکہ شرم و ندامت کے ساتھ ان ایام کو یاد کرو گے اور تمہارا ضمیر ملامت کرے گا کہ جب نور کے سیلاب کی موجیں عجم کی سرحدوں کو چھو رہی تھیں تم اپنے ظلمتکدوں کے دریچے بند کر رہے تھے۔ میں اس دُعا کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں کہ اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا انجام تمہارے آغاز سے بہتر ہو۔"

مثنیٰ کی خود اعتمادی کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ کوئی ناقابلِ یقین بات کہہ دیتا تو بھی کسی کو تردید کی جرأت نہ ہوتی۔ سب مبہوت کھڑے تھے۔ حلیم انتہائی کرب کی حالت میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا لیکن کوئی اُس کے ساتھ آنکھ ملانے یا بات کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ مثنیٰ نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے باگ پکڑلی اور اطمینان سے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

حسان نے کہا۔ "میں قیس کا بھانجا ہوں۔ میرا وطن عراق ہے۔ میں اسلام کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ لیکن اگر آپ کو یہ یقین ہے کہ عرب کے صحرا نشینوں کے ہاتھ کسی دن عجم کے ظالم بادشاہوں کی قبائیں نوچ سکیں گے تو میں آپ کا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔"

مثنیٰ مسکرایا۔ "تم اسلام کے بہت قریب آچکے ہو اور ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔"

حسان نے بھاگ کر اپنا گھوڑا کھولا اور اُس پر سوار ہو گیا جب مثنیٰ اپنے گھوڑے کی باگ موڑ رہا تھا تو ایک عمر رسیدہ سردار اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا اور بلند آواز میں چلایا۔ "مثنیٰ ٹھہرو!"

وہ رُک گیا۔

بوڑھے سردار نے کہا۔ "اگر میرے لئے توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا تو میں بھی تمہارا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔"

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "اگر میں یہ محسوس کرتا کہ آپ کے لئے توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے تو میں یہاں نہ آتا۔"

"میرے تین بیٹے اور قبیلے کے بیس اور آدمی یہاں موجود ہیں آپ انہیں ابھی ساتھ لے جائیں میں دو دن تک قبیلے کے باقی آدمیوں کے ساتھ پہنچ جاؤں گا۔"

دو اور سرداروں نے اُس کی تقلید کی اور تھوڑی دیر بعد جب مثنیٰ باغ سے باہر نکل رہا تھا تو اُس کے پیچھے پانچ کی بجائے ساٹھ سوار تھے۔

قیس اور حطم لُٹے ہوئے مسافروں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔

ایک سردار نے آگے بڑھ کر کہا۔ "میں حیران ہوں کہ تم نے اطمینان سے یہ سب باتیں کیسے برداشت کریں۔"

اور حطم نے اُسے جواب دینے کی بجائے قیس پر برس پڑا۔ "تم اپنے آدمیوں کی بہادری پر فخر کرتے تھے اور مثنیٰ کے سامنے تمہارے آدمی غلاموں کی طرح کھڑے تھے۔ تم نے انہیں تیر چلانے کا حکم کیوں نہ دیا؟"

قیس نے جواب دیا۔ "وہ ایک ایلچی کی حیثیت سے آیا تھا اور میں نے اپنے آدمیوں کو ایلچی پر ہاتھ اُٹھانے کی تربیت نہیں دی۔"

حطم نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم ڈر گئے تھے۔"

قیس نے بگڑ کر جواب دیا۔ "مثنیٰ کو دیکھتے ہی میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ کاش ایلچی کا قتل جائز ہوتا۔ اب تمہاری صورت دیکھ کر بار بار میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ کاش حسان کا قتل جائز ہوتا۔ تم کہتے تھے کہ بنو عبدالقیس کو حجاز سے کوئی مدد نہیں ملیگی اور تم یہ بھی کہتے تھے، بنو تمیم اور یمامہ کے شکست خوردہ قبائل تمہارے ساتھ شامل ہو جائیں گے اور پھر سارے عرب کے قبائل یکے بعد دیگرے تمہاری مدد کے لئے نکل آئیں گے۔ تم بیوقوف ہو اور میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اور میرے قبیلے کا کوئی آدمی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک نہیں ہوگا۔"

باب ۶

اگلی شام مثنیٰ بن حارثہ جواثی سے دو منزل دُور علاقے کے ایک با اثر رئیس کی بستی میں پڑاو ڈالے ہوئے تھا اور بحرین کے طول و عرض سے کئی قبیلوں کے رضاکار اُس کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے تھے اُس کا بھائی معنیٰ اور شیبانی قبیلے کے کئی اور رئیس اہلِ بحرین کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔

پڑاؤ کے قیام کے دوران مثنیٰ کا بیشتر وقت اپنے قاصدوں کی کارگزاری کا حال سُننے اور اُنہیں تازہ ہدایات دینے میں صرف ہوتا تھا۔ ایک قاصد کسی دُور اُفتادہ بستی کے رئیس کو اُس کا پیغام پہنچانے کے بعد تھکا ہارا واپس آتا تو اُسے تازہ دم گھوڑا دینے کے بعد کسی اور مہم پر روانہ کر دیا جاتا۔ اپنی مہم میں کامیاب ہو کر لوٹنے والے مثنیٰ کے چہرے پر ایک ہلکی سی مُسکراہٹ یا تحسین کے چند الفاظ کو اپنے طویل سفر کی تکان بھوک اور پیاس کا انعام سمجھتے تھے اور جب کوئی یہ اطلاع دیتا کہ فلاں قبیلے پر آپ کے پیغام کا کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ ایرانیوں کا ساتھ دینے پر بضد ہے تو مثنیٰ اپنے بھائی یا کسی اور سردار کو پڑاؤ کی نگرانی کا فرض سونپ کر گھوڑے پر سوار ہو جاتا۔ اُس کے جاں نثار اُس کا ساتھ دینے پر اصرار کرتے لیکن وہ اُنہیں یہ کہہ کر خاموش کر دیتا کہ اگر اللہ کو یہی منظور ہے کہ میں اپنے ہموطنوں کے ہاتھوں شہید ہو جاؤں تو تم میرے گرد آہنی دیواریں کھڑی کر کے بھی مجھے نہیں بچا سکو گے۔ لیکن اگر وہ مجھے اپنے دین کی خدمت کے لئے زندہ رکھنا چاہتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے مغلوب نہیں کر سکتی۔ حسان جسے مثنیٰ نے اپنے کشادہ خیمے میں ٹھہرا لیا تھا، ہر آن یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس انسان کے وجود میں کوئی بے پناہ قوت اُسے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ کسریٰ کی فوج میں اُس نے وہ پُرشکوہ جرنیل دیکھے تھے جن کی سخت گیری اُن کے سپاہیوں کو گردنیں جھکانے پر مجبور کر دیا کرتی تھی لیکن سالار اور سپاہی کے

درمیان عقیدت اور محبت کا یہ رشتہ اُس کے لئے نیا تھا۔ یہاں ادنیٰ اور اعلیٰ کا کوئی امتیاز نہ تھا قبیلوں کے سردار اور عام لوگ ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے اور نماز کے لئے صفیں باندھتے وقت بھی وہ ایک ہی خاندان کے افراد دکھائی دیتے تھے۔ حسان نے اس سے قبل ایران اور روم کی افواج کے جن سپاہیوں کو دیکھا تھا وہ فرصت کے ایام میں شراب نوشی، قمار بازی اور عیاشی سے جی بہلایا کرتے تھے اور اُن کے مستقر کے آس پاس کی بستیاں اُن کی شکارگاہیں بن جایا کرتی تھیں لیکن غازیانِ اسلام کا ہر لمحہ جہاد کی تیاریوں اور فتح کے لئے دُعاؤں میں صرف ہوتا تھا۔ شراب اور جُوا اُن پر حرام تھا اور اُن کا دامن اُن گناہوں سے پاک تھا جنہیں عجم کی سپاہیانہ زندگی کا ایک لازمی جزو خیال کیا جاتا تھا۔

حسان کے نزدیک زیادہ حیران کن بات یہ تھی کہ انسانی اخوت اور مساوات کے اُس رشتے کے باوجود جس نے ادنیٰ اور اعلیٰ کی تفریق یکسر مٹا دی تھی، اُن لوگوں میں ضبط و نظم کی کوئی کمی نہ تھی ضمیر کی لامحدود آزادی کے باوجود اُن کے فکر و عمل میں غایت درجہ کی یکسانیت تھی۔ اپنے سالار کا ادنیٰ اشارہ بھی اُن کے لئے ایک حکم کا درجہ رکھتا تھا۔ انہیں صرف اس اطمینان کی ضرورت تھی کہ مثنیٰ انہیں سلامتی کا راستہ دکھا سکتا ہے اور اس اطمینان کے بعد وہ یہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے کہ اس راستے پر قدم اُٹھانے کے بعد کتنے دریا، پہاڑ اور صحرا عبور کرنے پڑیں گے۔ وہ اپنے اولوالعزم راہنما کی کشادہ پیشانی پر فتح و نصرت کی بشارت دیکھ رہے تھے۔

چار دن گزر گئے اور اس عرصہ میں حسان کو مثنیٰ کے ساتھ کھل کر باتیں کرنے کا موقع نہ ملا۔ کبھی کبھی وہ تھوڑی دیر کے لئے حسان کی طرف متوجہ ہوتا، اُس کا حال پوچھتا اور پھر اپنے کسی ساتھی کو اُس کے آرام کا خیال رکھنے کا حکم دینے کے بعد اپنے کام میں مصروف ہو جاتا۔ حسان خاموشی سے ایک کمرے میں بیٹھ کر اُن قاصدوں کے ساتھ مثنیٰ کی گفتگو سُنتا جو اُسے گرد و جوار کے حالات سے باخبر رکھتے تھے۔ قاصدوں کی اطلاعات سُننے اور انہیں نئی مہمات پر روانہ کرنے کے بعد مثنیٰ اُن قبائل کے نمائندوں سے ملاقات کرتا جو دوبارہ اسلام قبول کر رہے تھے۔ ان لوگوں کی ذہنی تطہیر کا کام اور بے لوث مبلغین کے سپرد تھا جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دینِ حق کی سربلندی کے لئے وقف تھا۔ یہ لوگ بطحاکاروں کو قرآن کا درس دیتے۔ رسُولِ اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات سُناتے اور صحابۂ کرامؓ کے فضائل بیان کرتے تھے۔ حسان ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر ایسا محسوس کرتا کہ اُس کے سامنے علم و عرفان کی ایک نئی دنیا کے دروازے کھل رہے ہیں اور اس دنیا کی وسعتیں اُن غیر فانی مسرتوں سے لبریز ہیں جن کی جستجو میں ظہورِ اسلام سے قبل متلاشیانِ حق کے اَن گنت قافلے عرب و عجم کے بے نشان راستوں پر دم توڑ چکے تھے۔ اسلام کا ماضی اور حال اُسے اپنا ماضی اور حال معلوم ہوتا تھا اور اسلام کے مستقبل کے متعلق خدا کے ان بندوں کی اُمیدیں اور دُعائیں اُسے اپنی اُمیدیں اور دُعائیں محسوس ہوتی تھیں۔

ایک رات مثنیٰ کسی مہم پر گیا ہوا تھا اور رضاکار اُس کے خیمے کے قریب کھلی فضا میں بیٹھے ایک مبلّغ کی تقریر سُن رہے تھے۔ جب مبلّغ نے ظہورِ اسلام سے قبل اہلِ عرب کی زبوں حالی کا نقشہ کھینچنے کے بعد اللہ کی اُن نعمتوں کا ذکر کیا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں پر نازل ہوئی تھیں تو سامعین پر رقت طاری ہو گئی۔ تقریر کے اختتام پر جب حاضرین منتشر ہونے لگے تو حسان اپنی جگہ سے اُٹھ کر بھاگتا ہوا مبلّغ کے قریب پہنچا اور بلند آواز میں چلایا "بھائیو! ٹھہرو! میں کچھ کہنا چاہتا ہوں" وہ رُک کر اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ حسان نے قدرے توقف کے بعد دوبارہ زبان کھولی تو جذبات کی شدت سے اس کی آواز لرز رہی تھی۔ اُس نے بڑی مشکل سے کہا "بھائیو! تم سب گواہ رہو کہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں" اور ان الفاظ کے ساتھ ہی اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔ لوگ باری باری آگے بڑھ کر اُسے گلے لگا رہے تھے، اُسے مُبارکباد دے رہے تھے اور وہ بار بار یہ کہہ رہا تھا "بھائیو! میرے لئے دُعا کرو کہ میں اللہ کے راستے پر ثابت قدم رہ سکوں"۔

○

صبح کی نماز کے بعد حسان پڑاؤ سے باہر ایک ٹیلے پر کھڑا طلوعِ آفتاب کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اچانک اُسے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی اور پھر تھوڑی دیر بعد دائیں ہاتھ دوسرے ٹیلے کی اوٹ سے مثنیٰ بن حارث اور اُس کے تین ساتھی نمودار ہوئے۔ وہ جلدی سے اُترا اور اُن کے راستے میں کھڑا ہو گیا۔ مثنیٰ نے اُس کے قریب پہنچ کر گھوڑا روکا اور حسان نے شکایت کے لہجے میں کہا "پڑاؤ میں آپ کے ساتھی بہت پریشان

میں اُن کا خیال تھا کہ آپ شام سے پہلے واپس آجائیں گے۔ آدھی رات تک انتظار کرنے کے بعد چند سوار آپ کی تلاش میں روانہ ہو گئے تھے۔ کل تک مجھے آپ سے کچھ کہنے کا حق نہ تھا لیکن اب میں مسلمان ہو چکا ہوں اور اگر ایک نومسلم کے جذبات آپ کے لئے کوئی معنی رکھتے ہیں تو مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ موجودہ حالات میں آپ کی سلامتی بحرین کے مسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اس لئے جب آپ پڑاؤ سے باہر نکلیں تو آپ کی حفاظت کا مناسب انتظام ہونا چاہیئے۔ بالخصوص جب آپ اسلام کے باغیوں کے پاس جائیں تو آپ کے ساتھ ایسے جانبازوں کی ایک معقول تعداد ہونی چاہیئے جو خطر کے وقت آپ کے لئے ڈھال اور تلوار کا کام دے سکیں۔"

مثنیٰ مسکراتا ہوا گھوڑے سے اُترا اور حسان کے ساتھ بغلگیر ہو کر بولا۔ "میں تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں نے تمہیں پہلی بار دیکھتے ہی یہ محسوس کیا تھا کہ بحرین کے مسلمانوں کے لشکر میں ایک اچھے سپاہی کا اضافہ ہونے والا ہے لیکن میں جسقدر تمہاری زبان سے کلمۂ توحید سننے کا خواہشمند تھا اُسی قدر اس بات کا خواہاں تھا کہ تم میرے ساتھ کسی ذاتی عقیدت کے باعث نہیں بلکہ براہِ راست اُس دین کی عظمت اور صداقت کا اعتراف کرو جس نے میرے جیسے لاکھوں انسانوں کو جہالت اور گمراہی کے تاریک گڑھوں سے نکال کر سلامتی کے روشن اور ہموار راستے پر ڈال دیا ہے۔ اب تم میرے بھائی ہو اور تمہیں اپنے جذبات کے اظہار کے لئے میری اجازت کی ضرورت نہیں لیکن تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ میری زندگی کسی دوسرے مسلمان سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ہم سب ایک ہی راستے کے مسافر ہیں اور اس راستے پر چلنے کی اولین شرط یہ ہے کہ ہمارے دل موت کے خوف سے آزاد ہوں۔ اسلام ہمیں وہ مقصدِ حیات عطا کرتا ہے جس کے لئے جینا ایک سعادت اور مرنا ایک عظیم سعادت ہے۔ جب تم اللہ کے اُن نیک بندوں کے حالات سنو گے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں شاہراہِ اسلام پر اپنے سفر کا آغاز کیا تھا تو تم اس حقیقت کو سمجھ سکو گے کہ ایک مومن کی زندگی کی یہی معراج ہے کہ وہ موت کے دروازے پر کھڑا ہو کر بھی حیاتِ ابدی کی مسکراہٹیں دیکھ سکتا ہو۔ اُس کے زخموں سے خون کے دھارے پھوٹ رہے ہوں لیکن اُسے یہ اطمینان ہو کہ وہ اپنی جنت کے سدا بہار پھولوں کی آبیاری کر رہا ہے۔ تم نے ابھی تک خدا کے وہ برگزیدہ بندے نہیں دیکھے

جن کی نگاہیں جمالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روشن ہوئی ہیں۔ جب اُن کا قافلہ یہاں پہنچے گا تو تم یہ محسوس کرو گے کہ انسانی عظمتوں کے متعلق تمہارے بلند ترین تصورات اس قافلے کی راہ کے غبار میں گم ہو کر رہ گئے ہیں۔"

مثنیٰ یہاں تک کہہ کر کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔ پھر اُس نے گھوڑے کی باگ اپنے ایک ساتھی کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا "تم جاؤ میں یہاں سے پیدل آؤں گا۔"

جب مثنیٰ کے ساتھی وہاں سے چل دیئے تو وہ دوبارہ حسان کی طرف متوجہ ہو کر بولا "ابھی تک میں نے کوئی ایسا کارنامہ سرانجام نہیں دیا جس پر فخر کر سکوں۔ میں اگر اسلام کے باغیوں کی بستیوں میں جانے کے لئے پہریداروں کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تو ایک سبب میرا یہ اطمینان بھی ہے کہ یہ لوگ میرے قبیلے کے انتقام کے خوف سے مجھ پر ہاتھ نہیں اُٹھائیں گے۔ بحرین کے کسی قبیلے کا رئیس اپنے دامن پر میرے خون کے چھینٹے پسند نہیں کرے گا۔ تم اپنے ماموں کو دیکھ چکے ہو۔ وہ دوسرے قبائل کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار تھا لیکن اُسے یہ گوارا نہ تھا کہ اُس کا اپنا گھر جنگ کا میدان بن جائے۔ مجھے اُس کی بستی میں داخل ہوتے وقت یہ اطمینان تھا کہ اگر حطم بن ضبیعہ باہر کے لوگوں کو مشتعل کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا تو بھی تمہارے ماموں کے خاندان کی تلواریں میری حمایت میں بلند ہوں گی۔ میں حطم بن ضبیعہ کو قتل کر کے بحرین کو ایک بہت بڑے فتنے سے نجات دلا سکتا تھا اور میرے لئے یہ کام مشکل بھی نہ تھا لیکن میں جانتا تھا کہ وہ قیس کا مہمان ہے اور میری طرح وہ حطم کی حفاظت بھی اپنی ذمہ داری خیال کرتا ہے لیکن میری کامیابی میری توقع سے کہیں زیادہ تھی۔ قیس کی بستی میں جو لوگ جمع ہوئے تھے اُن میں سے اکثر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے سے انکار کر چکے ہیں۔ جب حطم وہاں سے بھاگا تھا تو صرف تیس آدمی اُس کے ساتھ تھے۔ تمہارے ماموں کی طرف سے مجھے یہ پیغام مل چکا ہے کہ وہ باغیوں کا ساتھ نہیں دے گا اور مجھے یقین ہے کہ مرتدوں کا ساتھ چھوڑنے کے بعد اُسے اسلام کی طرف لوٹنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ کل میں نے ایک بااثر سردار کو اُس کے پاس بھیجا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک دو دن تک میں تمہیں یہ خوشخبری سنا سکوں کہ تمہارا

ماموں ہمارا ساتھی بن چکا ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ بحرین کے ہزاروں انسان باغیوں کے کارگش ہو رہے ہیں لیکن تمہیں یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ میں صرف کامیابی کی اُمید پر یہ دوڑ دھوپ کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر مجھے پے در پے مایوسیوں کا سامنا کرنا پڑتا تو بھی میرا حوصلہ پست نہ ہوتا۔ اگر میرے راستے میں دشمنوں کے نیزوں کی دیواریں کھڑی ہوتیں اور میرے دوست مجھے یہ کہتے کہ تم زندہ واپس نہیں آؤ گے تو بھی میں اُن کے پاس ضرور جاتا۔ میں اُن کے اپنے سینے پر روکتا اور نزع کے عالم میں بھی مجھے یہ اطمینان ہوتا کہ میری زندگی کا مقصد پورا ہو گیا۔ میں نے اپنے جسم اور ذہن کی ساری توانائی اللہ کے دین کا راستہ صاف کرنے میں صرف کر دی ہے۔ میرا خون اُس زمین پر بہا ہے جہاں اسلام کی فتح کے پرچم لہرائے جائیں گے اور قیامت کے دن میرے آگے بدر و اُحد اور میرے دائیں بائیں عجم کے میدانوں میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا بول بالا کرنے والے شہیدوں کی صفیں ہوں گی۔ شکست یا ناکامی اُن مجاہدوں کا مقدر نہیں جو اس دُنیا کی عارضی زندگی کے ساتھ آخرت کی دائمی حیات کا سُودا کرتے ہیں۔ موت صرف اُن کی شکست ہے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اب چلو، مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

حسان اُس کے ساتھ چل دیا لیکن چند قدم اُٹھانے کے بعد اُس نے کہا۔ "میں نے سُنا ہے کہ جواثی میں مسلمانوں کا محاصرہ کرنے والوں کی تعداد آئے دن بڑھ رہی ہے۔ آپ حجاز سے جس لشکر کا انتظار کر رہے ہیں، وہ کب تک پہنچے گا؟"

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "وہ زیادہ سے زیادہ چار دن تک پہنچ جائیں گے۔"

"کیا یہ درست ہے کہ باغیوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ چکی ہے؟"

"ہاں یہ درست ہے لیکن اب اُن کی تعداد میں مزید اضافے کے امکانات ختم ہو چکے ہیں، ہوا کا رُخ بدل رہا ہے۔ گزشتہ پانچ دن میں حطم اور اُس کے ساتھیوں نے اپنی جماعت میں جتنے آدمیوں کا اضافہ کیا ہے، میں اُن سے دُگنے آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا چکا ہوں۔"

"فرض کیجیے اگر حجاز سے آنے والی فوج چند دن تاخیر سے پہنچی اور اس عرصہ میں بھوک اور پیاس سے جاں بلب ہونے والے مسلمانوں نے ہتھیار ڈال دیے تو؟"

مثنیٰ نے جواب دیا ۔ "میں ایسی باتیں فرض نہیں کیا کرتا۔ حجاز کے مجاہد میری توقع سے پہلے پہنچ جائیں گے اور بنو عبد القیس کے بہادروں سے مجھے یہ توقع نہیں کہ کوئی بڑی سے بڑی آزمائش بھی انہیں مرتدوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دے گی۔"

وہ کچھ دیر خاموشی سے چلتے رہے۔ پھر مثنیٰ نے اچانک مڑ کر حسان کی طرف دیکھا اور کہا۔ "مرتدین کے ساتھ ہماری جنگ بہت جلد ختم ہو جائے گی۔ لیکن اس کے فوراً بعد پورے عرب کے اسلام کو پورے عجم کے کفر کو نبرد آزما ہونا پڑے گا۔"

حسان نے کہا۔ "جب ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی تو میں یہ سن کر بہت متاثر ہوا تھا کہ آپ ایران کے ساتھ بھی تصادم کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہیں۔ میری خوشی کی وجہ یہ تھی کہ حالات نے مجھے ایران کا دشمن بنا دیا تھا اور میں صرف ایک زخم خوردہ انسان کے ذہن سے سوچتا تھا لیکن جب میں ایک سپاہی کی حیثیت سے سوچتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عرب کو ایران کے مقابلے میں کھڑا کر دینا تاریخ کا عظیم ترین معجزہ ہوگا۔"

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "تمہیں معجزات کا قائل ہونے میں زیادہ عرصہ نہیں لگے گا اور میں نے یہ نہیں کہا کہ عجم کی وسعت صرف ایرانی سلطنت تک محدود ہے۔"

حسان نے پریشان ہو کر سوال کیا۔ "آپ کا مطلب ہے کہ آپ بیک وقت روم اور ایران دونوں کے ساتھ جنگ کرنا چاہتے ہیں؟"

"نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ روم اور ایران ہمارے ساتھ جنگ شروع کر چکے ہیں اور ہم اُن کی تلواروں کے جواب میں تلواریں اُٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے تم اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہو سکتے کہ اسلام کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کرنے والے بیشتر وہ قبائل ہیں جو ایران یا روم کے زیر اثر ہیں اور عرب کی سرحدیں اُس وقت تک محفوظ نہیں ہو سکتیں جب تک کہ شام میں قیصر اور عراق میں کسریٰ کا اقتدار ختم نہیں ہو جاتا۔ بحرین میں مقامی قبائل اور غیر ملکی تاجر اس اُمید پر مسلمانوں کے ساتھ لڑ رہے ہیں کہ ایران ان کی پشت پناہی کرے گا۔ قیصر اور کسریٰ یہ جانتے ہیں کہ عرب میں اسلام کی پُر امن ترقی اُن کے اقتدار

کے لیے خطرناک ہے۔ اس لیے اُن کی کوشش یہ ہے کہ اپنی سرحدوں کے قبائل کی مدد سے اہلِ عرب کو خانہ جنگی میں مبتلا رکھا جائے۔ لیکن میرا ایمان ہے کہ ایران اور روم کی طاقت اُس دین کا راستہ نہیں روک سکتی جو خدا کی زمین پر خدا کا قانون نافذ کرنا چاہتا ہے۔ حجاز سے جو رحمت کی گھٹا نمودار ہوئی ہے اُس کے بادلوں کی پرواز عرب کی فضاؤں تک محدود نہیں رہ سکتی۔ تم کہتے ہو کہ اگر اہلِ عرب ایران اور روم کے مقابلے میں کھڑے ہو سکیں تو یہ انسانی تاریخ کا عظیم معجزہ ہوگا اور میں یہ کہتا ہوں عرب میں اسلام کا ظہور ہی انسانی تاریخ کا عظیم ترین معجزہ ہے۔ آج سے چند برس قبل جو لوگ صرف ظاہری اسباب سے نتائج اخذ کرنے کے عادی تھے۔ اُن کے نزدیک ایرانیوں نے رُومیوں کو ہمیشہ کے لئے مغلوب کر دیا تھا اور یہ بات اُن کی سمجھ سے بالاتر تھی کہ چند سال بعد نہ صرف رُومی ایرانیوں پر غالب آجائیں گے بلکہ مکہ کے مُٹھی بھر مقہور و مجبور مسلمان بھی اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کریں گے لیکن اللہ کا وعدہ پُورا ہُوا اور وہ جو معجزات پر ایمان نہیں رکھتے تھے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ رُومیوں نے تباہی کے آخری گڑھے سے نکل کر ایران کا غرور خاک میں ملا دیا ہے اور مُٹھی بھر مسلمانوں نے کفار کے لشکر کو شکست دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اُن پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ میرے دوست اگر میرے سامنے بحرین کے باغیوں کی سرکوبی کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں آج چند جانبازوں کے ساتھ ایران کی طرف مسلمانوں کی فتوحات کا راستہ صاف کرنے میں مصروف ہوتا۔ اپنے وسائل کی کمی کے باوجود میرا ہر قدم اس یقین کے ساتھ اُٹھتا کہ میری منزل مدائن ہے اور اگر میں راستے میں زخم کھا کر گر پڑوں تو میرے پیچھے وہ لشکر نمودار ہوگا جس کا ہر سپاہی میری اُمیدوں اور میرے حوصلوں کا امین ہوگا۔"

مثنیٰ کی گفتگو کے دوران حسان کے دل کی کیفیت یہ تھی کہ اگر وہ یہ کہہ دیتا کہ بحرین کی سب سے اُونچی پہاڑی اُٹھا کر سمندر میں پھینک دُوں گا یا دجلہ اور فرات کا رُخ بدل دُوں گا تو بھی اُسے یہ کہنے کی کی جسارت نہ ہوتی کہ آپ کوئی ناممکن بات کہہ رہے ہیں۔ اُس نے پرویز کا جاہ و جلال دیکھا تھا، اُس نے ایرانی فوج کے ان نامور جرنیلوں کو دیکھا تھا جو حریر و اطلس کی قبائیں پہنتے تھے۔ جنکی تلواروں کے دستے ہیروں سے مرصع ہوتے تھے اور اپنے سپاہیوں کی تعداد اور اسلحہ کی برتری کو اپنی فتوحات کا ضامن

خیال کرتے تھے لیکن ظاہری شان و شوکت کے ان لوازمات کے بغیر بھی مثنیٰ بن حارثہ کی شخصیت اُن سے کہیں زیادہ پُرشکوہ دکھائی دیتی تھی اور اُس کے چہرے پر عزم و یقین کی وہ روشنی تھی جس سے حسان کی نگاہیں ناآشنا تھیں اور اس روشنی میں اُسے اپنے مستقبل کی نئی منازل دکھائی دے رہی تھیں مثنیٰ بن حارثہ کے ساتھ اس گفتگو سے پہلے اُسے یہ شکایت تھی کہ ابھی تک اُسے پوری تفصیل کے ساتھ اپنی داستان سنانے کا موقع نہیں ملا۔ وہ ایک بہادر اور رحم دل انسان سے ہمدردی کا متمنی تھا لیکن اب اُسے اپنے ذاتی آلام و مصائب بے حقیقت معلوم ہوتے تھے۔ مثنیٰ کی رفاقت اُسے اپنی ذاتی خواہشات کے جزیرے سے نکال کر اُس وسیع دُنیا میں لے آئی تھی جہاں آفاق گیری کے ولولے پرورش پا رہے تھے۔ اُس نے اچانک سوال کیا: "آپ کو یقین ہے کہ بحرین میں مرتدین کی سرکوبی کے بعد آپ کو دربارِ خلافت سے ایران کی طرف پیش قدمی کی اجازت مل جائے گی؟"

مثنیٰ نے جواب دیا: "مجھے معلوم نہیں، میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ جب بحرین کے حالات اعتدال پر آجائیں گے تو مجھے چند سو یا چند ہزار ایسے رضاکار مل جائیں گے جو میرے ہم خیال ہوں گے۔ کم از کم میرے قبیلے کا ہر جوان میرا ساتھ دے گا اور ہم بلا تکلف عراق کے اُس علاقے کی طرف پیش قدمی کر دیں گے، جس کی زمین سونا اگلتی ہے لیکن کسانوں کو اپنی محنت کے عوض سوکھی روٹی نصیب نہیں ہوتی۔ ہم اُن غریب کاشتکاروں کے پاس آزادی، عدل اور مساوات کا پیغام لے کر جائیں گے جنہیں ایران کے حکمران بار برداری کے جانور خیال کرتے ہیں۔ پھر جب ہم مدائن کا رُخ کریں گے تو یہ لوگ ہمارے ہمسفر ہوں گے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب ہم اپنے سفر کا آغاز کریں گے تو دربارِ خلافت کا ردِعمل کیا ہو گا لیکن مجھے یہ یقین ہے۔ کہ صدیق اکبرؓ کو ہماری تائید اور حمایت کا فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

حسان نے کہا: "لیکن اگر ایران کا کوئی سالار کسریٰ کے حکم کے بغیر کسی محاذ پر لڑائی شروع کر دے تو اُسے بدترین سزا کا مستحق سمجھا جائے گا۔"

مثنیٰ نے جواب دیا: "ایران کے سپہ سالار اور سپاہی صرف کسریٰ کی فتح کے لئے لڑتے ہیں لیکن ہم اپنے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے جہاد کرتے ہیں پھر میں مسلمانوں کا سپہ سالار نہیں ہوں ابھی تک

مجھے ایک معمولی عہدہ دار کے اختیارات بھی حاصل نہیں ہوتے۔ حضرت ابو بکرؓ میرے اقدام کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ صرف یہ دیکھ کر کریں گے کہ میں نے اپنے طور پر جو ذمہ داری قبول کی ہے اُسے کس حد تک پورا کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ صدیقِ اکبرؓ کی نگاہیں مجھ سے کہیں آگے دیکھ سکتی ہیں اور جب وہ یہ سنیں گے کہ بحرین کی ایک جماعت اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے ایران کا رُخ کر رہی ہے تو اُن کی دُعائیں ہمارے ساتھ ہوں گی۔ مجھے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ ایران سے قوت آزمائی کا موزوں ترین وقت یہی ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں یہ ثابت کر سکتا ہوں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت لشکرِ اسلام کی قیادت ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جس کا عجم کے پاس کوئی جواب نہیں۔ ابھی تک میری اُس سے ملاقات بھی نہیں ہوئی لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ایران کے متعلق اُس کے خیالات میرے خیالات سے مختلف نہیں ہو سکتے۔ وہ یقیناً میری تائید کرے گا۔"

"وہ کون ہے؟" حسان نے سوال کیا۔

"اُس کا نام خالدؓ ہے۔ خالد بن ولید جو اپنی تلوار کی نوک سے عرب و عجم کے قدیم نقشے پر نئی لکیریں کھینچ رہا ہے جس کے مجاہدانہ کارناموں کی داستانیں شکست کے لفظ سے خالی ہیں اگر وہ بحرین کا باشندہ ہوتا تو اب تک ہم ایران کے راستے کی کئی منزلیں طے کر چکے ہوتے۔ میں اکثر یہ سوچتا ہوں اگر میری کوئی کارگزاری اُس عظیم انسان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بھی لے آئے تو یہ میرے لئے بہت بڑا انعام ہوگا۔"

پڑاؤ قریب آچکا تھا اور مثنیٰ اب حسان کی بجائے اُن رضاکاروں کی طرف متوجہ ہو چکا تھا جو بھاگ بھاگ کر اُس کا خیر مقدم کر رہے تھے۔

○

تیسرے پہر مثنیٰ بن حارثہ اور اُس کے ساتھی اپنے پڑاؤ میں قیس بن ارقم اور اُس کے خاندان کے ڈیڑھ سو سواروں کا استقبال کر رہے تھے۔ ان لوگوں کے پیچھے رسد کے سامان سے لدے ہوئے اسی اُونٹوں کا قافلہ آرہا تھا۔

قیس نے گھوڑے سے اُتر کر مثنیٰ کے ساتھ معانقہ کرتے ہوئے کہا۔ "جب آپ میری بستی سے نکل

لئے تھے تو مجھے بڑی شدت کے ساتھ اِس بات کا احساس ہوا تھا کہ میں آپ کو کھانے کی دعوت نہیں دے سکا۔ مجھے افسوس تھا کہ حطم جیسے لوگوں کے ساتھ مل کر میں ایک عرب کی مہمان نوازی کے آداب بھی بھول گیا تھا اب میں آپ کا حصّہ یہاں لے آیا ہوں۔

مثنیٰ نے جواب دیا "میں آپ کا شکر گزار ہُوں لیکن رسد کی یہاں کمی نہیں۔ آپ کی طرح دوسرے قبائل کے رؤسا نے بھی انتہائی فیاضی کا ثبوت دیا ہے۔ مجھے ابھی اطلاع ملی ہے کہ علاء بن حضرمی کا لشکر کل شام جواثی سے ایک منزل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈال دے گا۔ ہم اُن کے استقبال کے لئے رات کے پچھلے پہر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کا سامان یہاں اُتارنے کی بجائے وہاں بھیج دیا جائے۔ مدینے کے لشکر کو خوراک کی زیادہ ضرورت ہو گی۔ علاء بن حضرمی کے قیام کا انتظام کرنے کے لئے چند آدمی عصر کی نماز کے بعد یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ اگر آپ کے اُونٹ بھی اُن کے ساتھ روانہ کر دئے جائیں تو بہتر ہو گا۔ آپ کے آدمی یہاں آرام کر سکتے ہیں، اُنہیں اُونٹوں کے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں۔ اُونٹوں کی حفاظت کے لئے چند تازہ دم رضاکار بھیج دئے جائیں گے۔"

قیس نے جواب دیا "اگر مدینے کا لشکر آ رہا ہے تو مجھے اس کے استقبال کے لئے ایک منزل کی بجائے تین منزل سفر کرنے میں بھی خوشی محسوس ہو گی۔ لیکن میرا بھانجا کہاں ہے؟"

"میں یہیں ہوں ماموں جان!" حسان نے چند قدم دُور رضاکاروں کے ایک گروہ سے نکل کر جواب دیا۔

قیس نے مصافحہ کرنے کے بعد پیار سے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "تم مجھ سے خفا ہو کر بھاگ آئے تھے لیکن میں تمہارا شکر گزار ہُوں تم نے ایک بوڑھے آدمی کو ہلاکت سے بچا لیا ہے۔"

حسان نے جواب دیا "میں بھی آپ کا شکر گزار ہوں میں بھٹکتا ہوا آپ کے پاس پہنچا تھا اگر اس دن آپ کے ہاں مثنیٰ بن حارثہ کے ساتھ میری مُلاقات نہ ہوتی تو آج شاید میں یہاں نہ ہوتا۔"

قیس نے مثنیٰ کی طرف متوجہ ہو کر کہا "میرا بھانجا رُوم و ایران کی جنگوں میں حصّہ لے چکا ہے۔ آپ کی آمد سے پہلے میں اپنے ساتھیوں کو یہ مژدہ سُنا رہا تھا کہ یہ نوجوان مسلمانوں کے خلاف جنگ میں میرے خاندان کی راہنمائی کرے گا۔ اب اسلام کا پرچم اُٹھانے کے بعد میں آپ سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ

اگر اُسے کوئی اور ذمہ داری نہیں سونپ چکے تو میرے آدمیوں کو اس کی ضرورت ہے۔"

مثنیٰ نے جواب دیا "میں نے ابھی اس کا امتحان نہیں لیا۔ تاہم میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ آپ کو مایوس نہیں کرے گا۔"

O

اگلے دن غروبِ آفتاب سے ایک ساعت قبل مثنیٰ اور اُس کے ساتھی جواثی سے ایک منزل دُور علاء بن حضرمی کے لشکر کا خیر مقدم کر رہے تھے۔ اس لشکر میں بنو تمیم اور بنو حنیفہ کے وہ رضاکار بھی موجود تھے جن کے خاندان بغاوت کے ایام میں دینِ اسلام پر قائم رہے تھے۔ یہ لوگ راستے کی منازل میں مدینہ سے آنے والے لشکر کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ یمن کے چند سردار بھی اپنے اپنے قبیلے کے رضاکاروں کے ساتھ علاء بن حضرمی کے ہم رکاب تھے۔ رات کے پچھلے پہر علاء بن حضرمی فوج کے سالاروں کے ساتھ آئندہ حملے کی تجاویز پر بحث کر رہے تھے۔ مثنیٰ ابن حارثہ اُن کے خیمے میں داخل ہوا اور اُس نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا "ہم صبح حملہ نہیں کریں گے۔"

حاضرین متعجب ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ بالآخر علاء بن حضرمی نے کہا "کیا یہ ہو سکتا ہے کہ بحرین کے شہر کو دشمن کی تعداد نے پریشان کر دیا ہو؟"

مثنیٰ نے اطمینان سے بیٹھتے ہوئے جواب دیا "اگر مجھے اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ ہم اس جنگ میں فتح حاصل کر چکے ہیں تو شام کی تاریکی مجھے تلوار نیام میں ڈالنے پر آمادہ نہ کرتی۔ میں باغیوں کو اُن کی شکست کا اعتراف کرنے کی مُہلت دینا چاہتا ہوں۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ ان میں سے زیادہ سے زیادہ ہمارے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ جائیں اور گمراہی کا راستہ چھوڑ کر ہمارے ساتھ آملیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم چند دن دشمن کی رسد و کمک کے راستے کاٹتے اور اکا دکا حملوں پر اکتفا کرتے رہیں تو ان میں سے اکثر حطم بن ضبیعہ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس کے بعد ہم ایک ہی حملے میں حطم کے رہے سہے ساتھیوں کو کچل کر رکھ دیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہمیں فیصلہ کُن حملے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے اور یہی لوگ جو آج ہمارے دشمن ہیں، کل دجلہ اور فرات کی وادیوں میں اسلام کے لشکر کا دستہ ہراول بننے میں فخر محسوس

کریں میرے نزدیک عرب کا مستقبل اسلام کے مستقبل اور بحرین کے مستقبل عرب کے مستقبل سے جُدا نہیں ہو سکتا اور جب ہم عرب کی سرحدوں سے آگے نئی رزمگاہوں کا رخ کریں گے تو صرف اہلِ بحرین ہی نہیں بلکہ عراق عرب کے قبائل بھی ہمارے ساتھ آ ملیں گے۔ پھر جب قافلۂ حجاز ایران کی وسعتوں میں داخل ہوگا تو ہم یہ دیکھیں گے کہ جویائے حق وہاں بھی ہماری راہ دیکھ رہے ہیں۔ ہماری حالت اُس دریا کی سی ہوگی جو راستے کی تمام ندیوں اور نالوں کو اپنے آغوش میں لے لیتا ہے۔ ہمیں بحرین میں اسلام کا پرچم نصب کرنے کے لئے مزید خون بہانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اب حطم بن ضبیعہ کو نئے حلیف نہیں ملیں گے اور اُس کے پُرانے حلیف بھی یکے بعد دیگرے اُس کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اُس نے اپنی قوت سے زیادہ ایرانیوں کی اعانت کے بھروسے پر بغاوت کا جھنڈا بلند کیا تھا اور ایران کے موجودہ حالات ایسے نہیں کہ وہ بحرین میں ہمارے ساتھ اُلجھنے کی جرأت کرے۔"

بنو عبدالقیس کے ایک رئیس نے کہا۔ "ہم پر مرتدین نے جو مظالم کئے ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ تاہم میں مثنیٰ بن حارث کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ ہمیں فیصلہ کُن حملے صرف اُسی صورت میں کرنا چاہئیں جبکہ باغیوں کے تائب ہونے کی کوئی اُمید باقی نہ رہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم نے کامیابی کے ساتھ محاصرہ جاری رکھا تو اُن میں سے بہت کم ایسے ہوں گے جو شکست میں حطم کا ساتھ دینا پسند کریں گے۔"

علاء بن حضرمی نے مثنیٰ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "بحرین کے حالات آپ سے بہتر کوئی اور نہیں جانتا۔ اس لئے اگر آپ کا یہی فیصلہ ہے تو میں چند دن انتظار کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

دو دن بعد حطم بن ضبیعہ انہیں حالات کا سامنا کر رہا تھا جو اُس نے محاصرے کے ایام میں بنو عبدالقیس کے لئے پیدا کئے تھے۔ پڑاؤ میں اُس کا ساتھ دینے والوں کی تعداد آئے دن کم ہو رہی تھی۔ ایک رات حطم کے چند ساتھی فرار ہو کر مُسلمانوں کے پڑاؤ میں پہنچے اور اُنہوں نے اطلاع دی کہ اب حطم کے ساتھ صرف پانچ ہزار آدمی رہ گئے ہیں اور اُن میں بھی زیادہ تر وہ ایرانی اور دوسرے غیر ملکی تاجر ہیں جنہیں ابھی تک یہ اُمید ہے کہ عراق میں کسریٰ کے باجگزار اُن کی اعانت کے لئے عربی النسل لوگوں کا لشکر جمع کر رہے ہیں۔ آج یہ غیر ملکی جشن منا رہے ہیں اور پڑاؤ میں شراب کے دَور چل رہے ہیں۔"

اس اطلاع کے تھوڑی دیر بعد جب باغیوں کے پڑاؤ سے شراب سے بدمست آدمیوں کی چیخ پکار سنائی دے رہی تھی تو مسلمانوں نے تین جانب سے حملہ کر دیا۔ باغیوں کی حالت تنکوں کے اس انبار کی سی تھی جسے اچانک آندھی کے تند جھونکوں نے منتشر کر دیا ہو۔ تین ہزار آدمی رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر گرتے پڑتے ساحل کی طرف نکل گئے۔ آٹھ سو ہلاک اور زخمی ہوئے اور باقی آدمیوں نے رات بھر ادھر اُدھر چھپنے کی ناکام کوشش کی بعد صبح کی روشنی میں ہتھیار ڈال دیئے۔ حطم بن ضبیعہ کے علاوہ مرتدین کے چند اور بااثر راہنما قتل ہو چکے تھے۔ اس جنگ کے بعد سمندر کے ساحل پر غیر ملکی تاجروں کا ایک قلعہ باغیوں کی آخری جائے پناہ تھا لیکن اگلی شام جب مسلمانوں کا لشکر باغیوں کے تعاقب میں اس قلعے کے قریب پہنچا تو یہ لوگ وہاں سے کشتیوں پر سوار ہو کر جزیرہ دارین کا رخ کر رہے تھے۔ مسلمان رات بھر آس پاس کی بندرگاہوں سے کشتیاں تلاش کرتے رہے لیکن انہیں معلوم ہوا کہ غیر ملکی تاجروں کے زیرِ اثر مقامی ملاحوں نے بھی اپنی کشتیاں باغیوں کے حوالے کر دی ہیں۔

اگلی صبح کے آفتاب کی ابتدائی کرنوں کے ساتھ غازیانِ اسلام اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر سمندر کے کنارے صفیں باندھ رہے تھے۔ امیرِ لشکر یا چند سالاروں کے سوا کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان کی منزل کہاں ہے۔ وہ صرف اتنا جانتے تھے کہ انہیں صبح ہوتے ہی کوچ کرنا ہے۔ وہ صبح کی تر و تازہ ہوا میں سمندر کی لہروں سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور ان لہروں سے آگے ان کی نگاہیں ایک جزیرے کی جھلک دیکھ سکتی تھیں۔ علاء بن حضرمی اور مثنیٰ بن حارث سب سے آگے کھڑے تھے اور سمندر کی لہریں ان کے خوبصورت گھوڑوں کے پاؤں چھو رہی تھیں۔ اچانک وہ گھوڑوں کی باگیں موڑ کر لشکر کی طرف متوجہ ہوئے۔ علاء بن حضرمی نے بلند آواز میں کہا، "غازیانِ اسلام! بحرین میں دشمنانِ دین کے پرچم سرنگوں ہو چکے ہیں۔ اللہ نے تمہارے صدق و خلوص کو فتح کے انعامات سے نوازا ہے۔ اب دشمن دارین میں پناہ لے چکا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس جزیرے کو اپنا مستقر بنا کر ہمارے ساتھ جنگ جاری رکھ سکے گا اور جب تک ہمارے درمیان یہ سمندر حائل ہے ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہمیں اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں کہ چند ہزار باغی ہمارے لئے کسی بڑے خطرے کا باعث ہو سکتے ہیں لیکن یہ لوگ ایران کے آلۂ کار ہیں کہ یقیناً نئے فتنوں کے دروازے

کھول سکتے ہیں۔ ہم ایران کو اس بات کا موقع نہیں دینا چاہتے کہ اس جزیرے کو اپنا بحری مستقر بنالے۔ یہ سمندر ہمارے درمیان حائل نہیں رہے گا۔" علاء بن حضرمی یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

ایک عرب نے کہا۔" دارین فتح کرنے کے لئے ہمیں صرف چند کشتیوں کی ضرورت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم کوشش کریں تو مقامی ملاح ہمارے ساتھ تعاون پر آمادہ ہو جائیں گے۔"

علاء بن حضرمی نے جواب دیا۔" دارین فتح کرنے کے لئے ہمیں کشتیوں کی ضرورت نہیں یہ سمندر زیادہ گہرا نہیں۔ اگر تم ہمت سے کام لو تو میں تمہیں یہ مژدہ سنا سکتا ہوں کہ دارین کے ساحل پر اللہ کی نصرت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ ہم ظہر کی نماز وہیں ادا کریں گے۔"

مثنیٰ نے بلند آواز میں کہا۔" مجاہدو! تم اپنے امیر کا حکم سن چکے ہو۔"

جواب میں "اللہ اکبر، اللہ اکبر" کی صدائیں بلند ہوئیں اور اس کے ساتھ ہی مثنیٰ اور علاء بن حضرمی نے باگیں موڑ کر گھوڑے سمندر میں ڈال دئیے۔ پھر ایک آن کی آن میں پوری فوج سمندر میں کود چکی تھی اور ابھرتا ہوا سورج مچلتی ہوئی لہروں میں انسانی عظمتوں کے پہاڑ دیکھ رہا تھا۔ تاریخ ہمیں صرف یہ بتاتی ہے کہ جب دارین میں پناہ لینے والے مرتدین نے یہ دیکھا کہ مسلمان اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر سمندر عبور کر رہے ہیں تو وحشت زدہ ہو کر بھاگ نکلے۔ لیکن کاش کسی مؤرخ کی نگاہیں اُن دلوں کی گہرائی تک پہنچ سکتیں جو فرزندانِ اسلام کے عزائم اور حوصلوں کے امین تھے۔

باب

دارین کی فتح کے چند دن بعد علاء بن حضرمی واپس آگئے اور بحرین کے نظم و نسق میں مصروف ہو گئے۔ خلیج فارس کے ساحلی علاقوں کی طرح باقی عرب بھی اندرونی فتنوں سے محفوظ ہو چکا تھا اور فرزندانِ توحید کا قافلہ نئے عزائم کے ساتھ شاہراہِ حیات پر دوڑ رہا تھا۔

شمال مغرب کی جانب عرب کی سرحد شام اور شمال مشرق کی سمت عراق سے ملتی تھی اور ان سرحدوں سے آگے قیصر و کسریٰ کی وہ عظیم سلطنتیں شروع ہوتی تھیں جن کا پُرشکوہ ماضی صدیوں کے دامن میں پھیلا ہوا تھا۔

زمانے کی نگاہیں عرب کو پہلی مرتبہ دُنیا کے نقشے پر ایک سلطنت اور اہلِ عرب کو تاریخ کے صفحات میں ایک ملت کی حیثیت سے دیکھ رہی تھیں لیکن یہ سلطنت اور یہ ملت اپنی تاریخ کے ابتدائی دور ہی میں رُوئے زمین کی دو عظیم ترین طاقتوں کا سامنا کر رہی تھی۔

شام جس قدر حجاز سے زیادہ قریب تھا اُسی قدر اہلِ حجاز شام کے رومی حکمرانوں کے عزائم سے باخبر تھے۔ روم اور ایران کی گزشتہ جنگ میں قیصر اپنی طاقت کا لوہا منوا چکا تھا اور اُس کے اقتدار اور اثر و رسوخ کا دائرہ اس قدر وسیع ہو چکا تھا کہ وہ کسی وقت بھی مسلمانوں کے لئے ایک خطرۂ عظیم بن سکتا تھا۔ عرب کی سرحد پر رومی لشکر کی نقل و حرکت یہ ثابت کرنے کے لئے کافی تھی کہ قیصر کو صرف مسلمانوں کی قوتِ مدافعت کا خوف بھی پُرامن رہنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ چنانچہ غازیانِ اسلام نے فرزندانِ تثلیث کو مدینے پر یلغار کرنے کا موقع دینے کی بجائے شام کی سرحدوں پر پیشقدمی کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اُن کی تلواریں اُن کی

Sunday 3.9.1984

حفاظت کر سکتی ہیں۔ شام کی سرحدوں پر مسلمانوں اور رومیوں کے ابتدائی معرکوں کے ساتھ قافلۂ حجاز ان کٹھن راستوں پر گامزن ہو چکا تھا جو آگے چل کر یرموک اور اجنادین کے میدانوں سے گزرتے تھے۔

ایرانیوں کے متعلق اگر مسلمان مطمئن نہیں تھے تو زیادہ پریشان بھی نہیں تھے۔ رومیوں کے ہاتھوں عبرتناک شکست کھانے کے بعد ایران ایک اندرونی خلفشار میں مبتلا ہو چکا تھا اور مسلمانوں کو وہاں سے کسی فوری خطرے کا اندیشہ نہ تھا اور اگر وہ کوئی خطرہ محسوس کرتے بھی تو بیک وقت مشرق و مغرب کی دو عظیم سلطنتوں سے تصادم ہونا انہیں بعید از قیاس معلوم ہوتا تھا۔ لیکن حالات نے صدیق اکبرؓ کی خلافت کے پہلے سال ہی یہ ثابت کر دیا کہ روم کے عیسائی اور ایران کے مجوسی عرب میں اسلام کے عروج کو اپنے مستقبل کے لئے یکساں خطرناک سمجھتے ہیں۔ عراق کی سرحدوں سے قریب جن قبائل نے فتنۂ ارتداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، اُن میں سے اکثر ایرانی حکومت کے زیرِ اثر تھے۔ پھر الجزیرہ[1] سے بنو یربوع کی ایک کاہنہ سجاح بنت حارث نبوت کا دعویٰ لیکر اُٹھی اور اُس نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کے ارادے سے عرب کے مرتد اور باغی قبائل کو ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن نباج کے مقام پر اوس بن خزیمہ نے اُسے شکست دی اور اُسے مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ترک کرنے پر مجبور کر دیا۔ سجاح اس اُمید پر عرب میں داخل ہوئی تھی کہ باغی قبائل اسلامی سلطنت کے خلاف فیصلہ کُن جنگ میں اُس کا ساتھ دیں گے لیکن اُسے یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ اسلام کے باغیوں کی اکثریت یمامہ کے جھوٹے نبی مسیلمہ کے گرد جمع ہو چکی ہے چنانچہ اُس نے اپنی برتری کا لوہا منوانے کے لئے اپنی فوج کا رُخ یمامہ کی طرف پھیر دیا۔ سجاح کو اس بات کا یقین تھا کہ مسیلمہ کو شکست دینے کے بعد وہ باغیانِ اسلام کو اپنی طرف مائل کر سکے گی لیکن مسیلمہ کذاب اُس کے ساتھ جنگ کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہ تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ شکست کی صورت میں

---

[1] الجزیرہ یا میسوپوٹیمیا۔ یہ علاقہ عراق کے شمال مغرب میں دجلہ اور فرات کے درمیان اُس مقام سے شروع ہوتا ہے جہاں یہ دریا ایک دوسرے سے بہت قریب ہو جاتے ہیں اور پھر اوپر کی طرف اُن کا درمیانی فاصلہ بتدریج زیادہ ہونے لگتا ہے بالآخر یہ وسیع علاقہ اُس تنگ وادی تک چلا جاتا ہے جہاں دجلہ اور فرات پھر ایک دوسرے سے اس قدر قریب آجاتے ہیں کہ اُن کے درمیان صرف چند میل کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔

مرتدین اُس کا ساتھ چھوڑ کر سجاح کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے اور اگر اُسے فتح حاصل ہوئی تو بھی وہ اِس قدر کمزور ہو چکا ہو گا کہ اُس کے لئے مُسلمانوں کا مقابلہ کرنا آسان نہیں ہو گا۔ چنانچہ اُس نے جنگ کی بجائے مصالحانہ گفتگو کی درخواست کی اور اس کے ساتھ ہی چند تحائف بھیج دیئے۔ سجاح نے یہ درخواست قبول کر لی۔ اور جھوٹے نبی نے جھوٹی نبیہ سے اپنی برتری کا لوہا منوا لیا۔ دوسری مُلاقات مسیلمہ کذاب کے کیمپ میں ہوئی اور پھر سجاح اپنے حریف کے ساتھ شادی کرنے کے بعد اس یقین اور اطمینان کے ساتھ واپس چلی گئی کہ جس مقصد کے لئے وہ عرب میں داخل ہوئی تھی اُس کی تکمیل کے لئے شوہر زیادہ موزوں ہے

واقعات کی کڑیاں ملانے کے بعد ہم اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سجاح کا مقصد عرب کے اندرونی انتشار سے فائدہ اُٹھانا تھا۔ وہ اور اُس کے پیروکار ایرانیوں کے زیرِ اثر تھے۔ اگر وہ عرب کے کسی گوشے سے نمودار ہوتی تو نبوت کے کئی اور جھوٹے دعویداروں کی طرح اسلامی سلطنت کے خلاف اُس کی بغاوت کی وجہ سمجھ میں آسکتی تھی۔ لیکن اُس کا وطن مدینہ سے بہت دُور تھا اور ابھی تک وہاں اس حد تک اسلام کے اثرات نہیں پہنچے تھے کہ وہ جھوٹی نبوت کے اعلان کے ساتھ ہی مدینہ پر چڑھائی کی ضرورت محسوس کرتی۔ اگر اُس کے دل میں شہرت اور اقتدار کی ہوس ہوتی تو اُس کا پہلا تصادم اپنے ایرانی حکمرانوں کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا۔ ان حالات میں ہمیں اُن لوگوں کی قیاس آرائی بے محل معلوم نہیں ہوتی جو سجاح کو ایرانی حکومت کی آلۂ کار سمجھتے ہیں۔ مدینہ کی طرف سجاح کی پیشقدمی سے قبل مسلمانوں کے ہاتھوں یمن کی سرزمین پر ایرانیوں کے اقتدار کا خاتمہ ہو چکا تھا اور یمن کا ایرانی گورنر اسلام قبول کر چکا تھا۔ پھر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بحرین کے باغیوں کو بھی ایرانیوں کی پشت پناہی حاصل تھی تو یہ حقیقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ روم کی طرح ایران کی حکومت بھی اُن حالات سے غافل نہ تھی جو اسلام کی بدولت صحرائے عرب میں رُونما ہو رہے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ رومی حکومت نے مُسلمانوں کو اپنی قوت کے مظاہروں سے مرعوب کرنے کی کوشش کی تھی اور مسلمان تلوار کے جواب میں تلوار اُٹھانے پر مجبور ہو گئے تھے لیکن ایرانی حکمران ابھی تک سازشوں پر اکتفا کر رہے تھے۔ بحرین کی بغاوت کے خاتمے کے ساتھ بظاہر ان سازشوں کے

دروازے بند ہوگئے تھے لیکن بحرین کا ایک سپاہی اور مدبر اسلام اور مجوسیت کا تصادم ناگزیر سمجھتا تھا۔ یہ مجاہد مثنیٰ بن حارثہ تھا جس کی نگاہیں شمال مشرق کے اُفق پر خطرناک آندھیوں کے آثار دیکھ رہی تھیں۔ اُسے یہ یقین تھا کہ جب ایرانی حکومت اپنی اندرونی مشکلات پر قابو پالے گی اور اُس کی جنگی تیاریاں مکمل ہو جائیں گی تو اُسے عرب پر دھاوا بولنے کے لئے کسی بہانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ایرانی معاشرہ جس کی بنیاد عدم مساوات پر رکھی گئی تھی، براہِ راست عرب کے اُس معاشرے سے متصادم تھا جو اخوت اور مساوات کا داعی تھا۔ مثنیٰ بن حارثہ مدائن کو اُن غازیوں کے راستے کی ایک اہم منزل سمجھتے تھے جو اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے میدان میں اُترے تھے۔ وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ اگر ایران کے ساتھ ٹکر لینے میں تساہل سے کام لیا گیا یا اُسے جنگ کے لئے تیاری کا موقع دیا گیا تو چند سال بعد مسلمانوں کو انتہائی خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑے گا اور اُنہیں اس بات کا خدشہ بھی تھا کہ روم اور ایران کسی وقت بھی مسلمانوں کو ایک مشترکہ دشمن سمجھ کر متحد ہو سکتے ہیں۔ مثنیٰ بن حارثہ کسی تاخیر کے بغیر خلیفۃ المسلمین کو ایران کی طرف متوجہ کرنا چاہتے تھے اور اُن کے نزدیک اس کا آسان طریقہ یہی تھا کہ انہوں نے اپنے قبیلے کے جانبازوں کو جمع کیا اور عراق پر حملہ کر دیا۔ ابتدا میں سرحدی اہلکاروں اور زمینداروں کو کسریٰ کی سلطنت پر بحرین کے ایک قبیلے کی چڑھائی ایک مذاق معلوم ہوتی تھی لیکن جلد ہی وہ ایک غیر متوقع صورتِ حال کا سامنا کر رہے تھے۔ مثنیٰ بن حارثہ اچانک سرحد کی کسی چوکی پر حملہ کرتے اور ایرانی سپاہیوں کو تتر بتر کر دیتے۔ پھر جب تک کسی بڑے مستقر سے ایرانی لشکر حرکت میں آتا وہ کوسوں دُور کسی اور چوکی پر چڑھ دوڑتے ۔۔۔ وہ عراق کے جغرافیائی خدوخال اپنے ہاتھ کی لکیروں کی طرح جانتے تھے اور اُن کے ساتھ ایک ایسا لشکر تھا جو سامانِ رسد سے بے نیاز تھا۔ اُن کے عقب میں وہ صحرا تھا جس کی وسعتیں اُنہیں خطرے کے وقت پناہ دے سکتی تھیں اور سامنے وہ زرخیز علاقے تھے جہاں گھوڑوں کے لئے چارے اور سواروں کے لئے اناج کی کمی نہ تھی۔ عرب کسان اور چرواہے جنہیں ایرانی عمال اور جاگیرداروں نے زندگی کی تمام راحتوں سے محروم کر دیا تھا، ان مٹھی بھر جانبازوں کو اپنا نجات دہندہ خیال کرتے تھے۔

ہرمز اُن سرحدی علاقوں کا حاکم تھا جہاں سے بحرین کے مجاہدوں کی پیشقدمی کا آغاز ہوا تھا۔ اس

کا دائرہ اختیار جنوب میں صحرا کے کنارے سے لے کر فرات کے ڈیلٹائی علاقے اور خلیج فارس کے شمالی کونے میں کاظمہ اور جفیر سے لے کر مغرب کی جانب حیرہ کی حدود تک پھیلا ہوا تھا۔ اپنے اقتدار کی حفاظت کے لئے یہ مغرور اور ظالم حاکم دس ہزار تربیت یافتہ سپاہی میدان میں لا سکتا تھا اور بوقت ضرورت ایرانی جاگیردار جن پر ہرمز کو بالادستی حاصل تھی، اُسے مزید افواج مہیا کر سکتے تھے۔

مثنیٰ بن حارثہ ہرمز کو اپنے راستے کی پہلی دیوار سمجھتے تھے لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ ایک انتہائی قلیل لشکر کے ساتھ کسی کھلے میدان میں ہرمز کی افواج کے ساتھ ٹکر نہیں لے سکتے اور اُن کی پیش قدمی کا مقصد بھی یہ نہیں تھا۔

اُنہوں نے ایک باقاعدہ جنگ لڑنے کی بجائے اِکّا دُکّا حملوں سے ایران کی قوت کا بھرم کھول دیا تھا۔ اُنہوں نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اگر عراق کے محکوم قبائل کے دلوں سے ایرانی حکمرانوں کی قوت کا خوف اُٹھ جائے تو اُنہیں مُسلمانوں کے ساتھ اپنا مستقبل وابستہ کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔

مثنیٰ کی پہلی کامیابی یہ تھی کہ اُنہوں نے ہرمز کو اپنے لامحدود وسائل کے باوجود مدافعانہ جنگ لڑنے پر مجبور کر دیا۔ اور اُن کی دوسری کامیابی یہ تھی کہ مقامی عرب اپنے ایرانی آقاؤں کی بجائے مُسلمانوں کے ساتھ تعاون کر رہے تھے۔

مثنیٰ بن حارثہ کا لشکر سرحد کے چرواہوں اور کسانوں کی جس بستی سے گزرتا تھا، وہاں مرجھائے ہوئے چہرے اُمید کی روشنی سے جگمگا اُٹھتے تھے۔ تین ماہ کے عرصہ میں مثنیٰ بن حارثہ نے کسی علاقے پر قابض ہونے یا وہاں دو چار دن سے زیادہ ٹھہرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ تاہم اُس نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ فتوحات جو اُس نے مقہور اور مظلوم انسانوں کے دلوں پر حاصل کی ہیں بستیوں، شہروں اور قلعوں کی فتوحات سے زیادہ اہم ہیں۔ ان مجاہدوں کے ساتھ دینِ اسلام کے مبلغ بھی تھے اور جب سرحد کے ایرانی جاگیردار اپنی بستیوں کو غیر محفوظ سمجھ کر اندرونی علاقوں کی طرف بھاگ نکلتے تو وہاں تبلیغ کے راستے کھل جاتے۔ اور مجاہدین کا لشکر کسی اور منزل کی طرف روانہ ہو جاتا۔

تین ماہ کے عرصے میں مثنیٰ بن حارثہ نے جن راستوں پر اپنے قدموں کے نشان چھوڑے تھے

وہاں سینکڑوں ایسے تھے جو اعلانیہ دینِ اسلام قبول کر چکے تھے اور ہزاروں ایسے تھے جنہیں کھُلے بندوں مُسلمانوں کا ساتھ دینے کے لئے مناسب وقت کا انتظار تھا۔

○

حسان اُس مردِ مجاہد کا ہم سفر تھا جسے قدرت نے سائرس اور دارا کے جانشینوں کی سلطنت کی طرف اسلام کے لشکر کا راستہ صاف کرنے کے لئے منتخب کیا تھا۔ سپاہیانہ کھیل اُس کے لئے نئے نہ تھے۔ وہ روم و ایران کے عظیم معرکوں میں حصّہ لے چکا تھا اور جنگ کے قواعد سے پوری طرح باخبر تھا۔ لیکن مثنیٰ بن حارثہ کی رفاقت میں بحرین سے عراق کا رُخ کرتے ہوئے جب وہ ایک آزمودہ کار سپاہی کے ذہن سے سوچتا اور اسباب اور نتائج کی کڑیاں ملانے کی کوشش کرتا تو اُسے یہ بات ناقابلِ یقین محسوس ہوتی کہ مُٹھی بھر نمازیوں کی یہ جماعت عراق میں ایرانیوں کے اقتدار کے لئے کوئی بڑا خطرہ پیدا کر سکے گی۔ اُس نے عجم کے وہ سپہ سالار دیکھے تھے جو شاہی شان و شوکت کے ساتھ جنگ کے میدانوں کا رُخ کیا کرتے تھے۔ جن کا ذاتی سامان کئی بیل گاڑیوں اور اُونٹوں پر لادا جاتا تھا۔ اُسے یہ بات عجیب معلوم ہوتی تھی کہ ایک قبیلے کا رئیس ایک عظیم سلطنت کے ساتھ ٹکر لینے کے لئے نکلا ہے اور اُس کی فوج کی تعداد پانچسو سوار سے زیادہ نہیں اور وہ بھی ایسے جنہیں کسی فوری خطرے کی صورت میں پیچھے سے رسد یا کمک ملنے کی کوئی اُمید نہیں ہو سکتی۔ حسان نے اتنی بڑی مہم کے لئے اتنی قلیل اور بے سروسامان فوج پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی اور نہ وہ اُس عزم و یقین سے آشنا تھا جس کی روشنی سے ان جری انسانوں کی نگاہیں لبریز تھیں۔ انتہائی پریشانی کی حالت میں بھی جب وہ اس لشکر کے قائد کی طرف دیکھتا تو اُس کے دل میں ایک ناقابلِ تسخیر ولولہ کروٹیں لینے لگتا اور اُس کے ساتھ جینے اور مرنے کی خواہش تمام آرزوؤں اور سارے اندیشوں پر غالب آجاتی۔ ابتدا میں وہ مثنیٰ کی ہمہ گیر شخصیت سے متاثر ہوا تھا اور اُس کے دل میں عقیدت اور احترام کے جذبات ایک ایسے راہنما کا خراج تھے جس نے اُسے انسانیت کی نئی عظمتوں سے آشنا کیا تھا لیکن عراق میں چند معرکوں کے بعد وہ یہ

محسوس کر رہا تھا کہ قدرت نے مثنیٰ کو جس مقصد کی تکمیل کے لئے منتخب کیا ہے وہ اُس کی ذات سے زیادہ بلند اور اہم ہے اور اُس کی ہمت اور خود اعتمادی اور اُس کی غیر معمولی کامیابیاں صرف اُس جادۂ مستقیم پر گامزن ہونے کا نتیجہ ہیں جسے صرف دینِ حق کا پرچم اُٹھانے والے مجاہدوں کی نگاہیں دیکھ سکتی ہیں۔ عراق کی سرحد میں داخل ہوتے وقت جب اُس کے ایک ساتھی نے کہا تھا ,حسان تم عراق کے حالات سے زیادہ واقف ہو۔ تمہارے خیال میں ہماری مہم کی کامیابی کے امکانات کیا ہیں تو اُس نے بلا توقف یہ جواب دیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں یہ مُٹھی بھر مجاہد کس اُمید پر وہاں جا رہے ہیں۔ میں صرف تمنا جانتا ہوں' مثنیٰ کی رفاقت میں آگ کے سمندر میں کُود سکتا ہوں۔

لیکن اب وہ اپنے دل میں۔ کہا کرتا تھا کہ مثنیٰ کے ہاتھ میں اللہ کے دین کا پرچم ہے اور اللہ کی نصرت اُس کے ساتھ ہے۔ میں نے گزشتہ چند ہفتوں میں قدرت کے جو معجزات دیکھے ہیں اُن کے بعد اگر یہ مجاہد ہوا میں اُڑنے اور پانی کی سطح پر دوڑنے لگیں تو بھی مجھے تعجب نہیں ہوگا۔

باب ۸

مثنیٰ بن حارثہ دس مجاہدوں کے ساتھ قبیلہ تغلب کے ایک سردار کے ہاں مقیم تھا اور اُس کے دوسرے ساتھی حسبِ معمول اس پاس کی چند بستیوں کے عرب کسانوں اور چرواہوں کے مہمان تھے۔ مثنیٰ کے میزبان نے عربوں کی روایتی مہمان نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے اُس کے لئے اپنا سکونتی مکان خالی کر دیا تھا۔ مٹی کا یہ مکان تین کشادہ کمروں پر مشتمل تھا اور اُس کے گرد دیوار تھی۔ باہر چاروں طرف کھجوروں کے باغ قبیلے کے کسانوں اور چرواہوں کے چھوٹے چھوٹے جھونپڑے اور مکانات تھے۔

ایک دن طلوعِ آفتاب کے وقت مثنیٰ بن حارثہ مکان کے صحن میں ٹہل رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر رنج و ملال کے آثار تھے۔ دیوار کے ساتھ ایک چھپر کے نیچے چند گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ پاس ہی ایک چٹائی پر چند نوجوان بیٹھے تھے۔ مثنیٰ نے کسی گہری سوچ سے سر اُٹھا کر ادھر اُدھر دیکھا اور اُن سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ "معنیٰ کہاں ہے؟"

ایک نوجوان نے جواب دیا "وہ اندر چلے گئے ہیں۔"

"اُسے بلاؤ!"

نوجوان بھاگتا ہوا مکان کی طرف بڑھا اور تھوڑی دیر بعد مثنیٰ بن حارثہ کے سامنے اُس کا جوان سال بھائی کھڑا تھا۔ شکل و صورت اور قد و قامت کے اعتبار سے معنیٰ میں اپنے بڑے بھائی کی تمام امتیازی خصوصیات موجود تھیں۔

مثنیٰ نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔ حسان ابھی تک نہیں آیا اور ہم اُس کا مزید انتظار نہیں کر سکتے۔

میں اُس کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ صرف ایک آدمی میرے ساتھ ہوگا۔ اگر شام تک میری طرف سے کوئی حکم نہ ملے تو یہاں سے کوچ کر دو اور صبح ہونے تک سرحد پر نوبجمہ کی آخری بستی میں پہنچ جاؤ اور وہاں میرا انتظار کرو۔ باقی ساتھیوں کو یہ پیغام بھیج دو کہ وہ غروبِ آفتاب کے بعد روانہ ہو جائیں اور صبح تک وہاں پہنچ جائیں۔ اُن کے لئے الگ الگ راستے اختیار کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔"

معنیٰ نے کہا "بھائی جان! کل ہم نے جو سوار حسان کی تلاش میں روانہ کئے تھے وہ سب مایوس ہو کر واپس آ گئے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اُس نے خود نمائی کے شوق میں آپ کی ہدایات کی پروا نہیں کی اور ہم اپنے آٹھ بہترین آدمی کھو بیٹھے ہیں۔"

مثنیٰ نے جواب دیا "حسان اس قدر نادان نہیں مجھے یقین ہے کہ وہ بلا وجہ کوئی خطرہ مول نہیں لیگا۔"

"لیکن اُسے تین دن قبل واپس آ جانا چاہیئے تھا۔ رات میں یہ سوچ رہا تھا کہ ہم نے اُسے پیدل بھیج کر غلطی کی ہے۔ اگر دشمن کے سواروں نے کسی جگہ اُنہیں گھیر لیا تو اُن کے لئے بچ نکلنا آسان نہیں ہوگا۔"

مثنیٰ نے کہا "اُنہیں اس لئے پیدل بھیجا گیا ہے کہ دشمن کو اُن کی سرگرمیوں کا پتہ نہ چل سکے۔ اور واپس آنے میں اُن کی تاخیر کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ کسی غیر متوقع خطرے کے پیشِ نظر کسی عرب کے گھر چھپ گئے ہوں گے۔"

معنیٰ نے کہا "لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی عرب نے انعام کے لالچ میں اُنہیں ایرانیوں کے حوالے کر دیا ہو۔"

مثنیٰ نے جواب دیا "یہ ہو سکتا ہے لیکن اگر میں نے حسان کو پہچاننے میں غلطی نہیں کی تو وہ بدترین حالات میں بھی اپنے ساتھیوں کو بچانے کی کوشش کرے گا۔ سنو شاید کوئی آ رہا ہے۔"

دونوں بھائی گھوڑے کی ٹاپ سُن کر حویلی کے دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک سرپٹ سوار اندر داخل ہوا اور مثنیٰ کو دیکھتے ہی بلند آواز میں چلّایا "جناب وہ آ گئے ہیں۔"

مثنیٰ دروازے کی طرف بڑھا لیکن سوار نے گھوڑے سے کودتے ہوئے کہا "جناب وہ گھوڑوں کو پانی پلانے کے لئے نہر پہ رُک گئے ہیں۔"

مثنیٰ نے قدرے مضطرب ہو کر سوال کیا "لیکن وہ ہیں کون ؟"

سوار نے جواب دیا "جناب میں حسان اور اُس کے ساتھیوں کا ذکر کر رہا ہوں۔ وہ سب آ گئے ہیں۔ اُنہیں دُور سے دیکھ کر ہمیں یہی شبہ ہوا تھا کہ شاید ایرانیوں کا کوئی دستہ اس طرف آ رہا ہے اور ہم نہر کے پار گھات لگا کر بیٹھ گئے تھے لیکن اُنہوں نے احتیاطاً ایک سوار آگے بھیج دیا۔ ہم نے گھوڑوں کے متعلق پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ غنیمت کا مال ہے۔ اُن کے پاس اپنی سواری کے علاوہ پانچ گھوڑے فالتو بھی ہیں۔"

مثنیٰ نے اپنے بھائی کی طرف متوجہ ہو کر کہا "جو لوگ حکم ماننا نہیں جانتے وہ زیادہ عرصہ ہمارا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔ تم تمام سالاروں کو پیغام بھیج دو آج رات کوچ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اور حسان کو یہاں آتے ہی میرے پاس بھیج دو۔ میں اُس کے ساتھ علیحدگی میں چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

○

تھوڑی دیر بعد مثنیٰ ایک تنگ دریچے کے سامنے کھڑا کمرے سے باہر جھانک رہا تھا۔ حسان اندر داخل ہوا اور "السلام علیکم" کہہ کر چند قدم دُور کھڑا ہو گیا۔ مثنیٰ نے وعلیکم السلام کہہ کر ایک ثانیہ کے لئے اُس کی طرف دیکھا اور منہ پھیر لیا۔

حسان نے قدرے توقف کے بعد مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "جناب میرے تمام ساتھی بخیریت واپس آ گئے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے" مثنیٰ نے غصے کی حالت میں حسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اور مجھے یہ اطلاع بھی مل چکی ہے کہ تم خالی ہاتھ واپس نہیں آتے۔"

حسان کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن مثنیٰ کے تیور دیکھ کر اُس کو زبان کھولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مثنیٰ نے قدرے توقف کے بعد کہا "شاید میں تمہیں اس بات کا یقین نہیں دلا سکا کہ ہم ایک ایسی سلطنت کے خلاف جنگ شروع کر رہے ہیں جس کے وسائل ہم سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ ہمارا مقصد اپنی برتری ثابت کرنا نہیں بلکہ اللہ کے دین کا بول بالا کرنا ہے اور اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے ہمیں جس قدر جرأت اور ہمت کی ضرورت ہے اُسی قدر نظم اور ضبط کی بھی ضرورت ہے۔ اگر میں تمہاری شجاعت کا امتحان لینے کی ضرورت

محسوس کرتا تو تمہارے ساتھ صرف آٹھ آدمی اور وہ بھی گھوڑوں کے بغیر نہ بھیجتا۔ تمہیں چند قبائل سے رابطہ پیدا کرنے اور ایرانی لشکر کی نقل و حرکت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اگر مجھے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کی خواہش ہوتی تو میں کوسوں دُور بیٹھ کر تمہاری مہم کے نتائج کا انتظار نہ کرتا۔ میں نے تمہیں حملے کی اجازت نہیں دی تھی بلکہ کسی ایسی بستی تک پہنچنے کی اجازت دی تھی جس کے قابلِ اعتماد باشندے تمہیں ہرمز کے جھنڈے تلے جمع ہونے والے ایرانیوں کی نقل و حرکت کے متعلق ضروری معلومات فراہم کر سکیں۔ تمہیں پرسوں طلوعِ آفتاب سے پہلے واپس پہنچ جانا چاہیئے تھا لیکن مجھے دو دن بعد بھی یہ معلوم نہ تھا کہ تم کہاں ہو۔ تم نے مجھے مایوس کیا ہے۔ مجھے تمہارے بھائی کے متعلق معلوم تھا۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ دریا کے کنارے کسی بستی میں تمہارے محسن تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں لیکن اگر مجھے اس بات کا ذرہ بھر بھی شبہ ہوتا کہ تم وہاں جانے کے شوق میں میرے احکام کی بھی پروا نہیں کرو گے تو میں تمہیں یہ مہم نہ سونپتا۔"

حسان سر جھکائے مثنیٰ کی باتیں سنتا رہا۔ جب وہ خاموش ہو گیا تو اُس نے آہستہ سے گردن اُٹھائی اور مغموم لہجے میں کہا: "اگر مجھے اپنے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا تو دُنیا کی کوئی طاقت مجھے وہاں جانے سے روک نہ سکتی۔ میری بستی ہمارے راستے سے صرف دو منزل دُور تھی اور میں کوئی خطرہ مول لئے بغیر ان لوگوں کے پاس پہنچ سکتا تھا جو مجھے قباد کے گھر کے حالات بتا سکتے تھے لیکن میں آپ کی حکم عدولی کی جرأت نہ کر سکا۔

میرے دیر سے آنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے ہرمز کی جنگی تیاریوں کا حال معلوم کرنے کے لئے جن مقامی رضا کاروں کی خدمات حاصل کی تھیں وہ ہرمز کی بستی تک تمام فوجی پڑاؤ دیکھ کر واپس آئے تھے اور مجھے اُن کا انتظار کرنا پڑا۔ مجھے ایک بستی میں چھپ کر بیٹھنے کے سوا کوئی کام نہ تھا لیکن میں وہاں نہیں گیا۔ میں نے کسی مقامی آدمی کو وہاں بھیج کر بھی یہ دریافت کرنے کی کوشش نہیں کی کہ میرا بھائی کس حال میں ہے اور اُسے پناہ دینے والوں پر میرے بعد کیا گزری ہے۔ میں اس بات سے ڈرتا تھا کہ کوئی بُری خبر مجھے آپ کے حکم کے خلاف وہاں جانے پر مجبور نہ کر دے۔"

آخری الفاظ کے ساتھ حسان کی آواز بیٹھ گئی اور اُس نے سر جھکا دیا۔ مثنیٰ نے آگے بڑھ کر اُس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور کہا: "جو لوگ اللہ کی رضا کے طلبگار ہوتے ہیں اُنکی راہ میں کئی آزمائشیں آتی

آتی ہیں۔ یہ مجاہد جو بحرین سے میرے ساتھ آئے ہیں اُن میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا گھر زندگی کی راحتوں سے خالی تھا۔ ہمارے ہر ساتھی کو کسی نہ کسی عزیز کی یاد ضرور ستاتی ہے۔ اس امتحان اور آزمائش میں تم تنہا نہیں ہو۔ پھر تم نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ تمہارا بھائی ایک شریف اور قابلِ اعتماد آدمی کی پناہ میں ہے اور جب تک قباد کا گھر سلامت ہے اُسے کوئی خطرہ پیش نہیں آسکتا۔ اگر تم وہاں جاتے تو کبھی تمہارے سامنے صرف اپنے بھائی کو وہاں سے نکالنے کا مسئلہ نہ ہوتا بلکہ تمہیں یہ بھی سوچنا پڑتا کہ اگر تم راستے میں گرفتار ہو گئے اور ہرمز کو کسی طرح یہ معلوم ہو گیا کہ قباد کا گھر تمہاری جائے پناہ ہے اور تمہارا بھائی بھی وہاں چھپا ہوا تھا تو وہ قباد اور اُس کے خاندان کے ساتھ کیا سلوک کریگا۔ حسان ہمت سے کام لو، اگر تمہارا بھائی قباد کے گھر میں غیر محفوظ ہوتا تو بھی تم تنہا وہاں جا کر اُس کی کوئی مدد نہ کرسکتے۔ اگر اُسے کوئی فوری خطرہ پیش نہ آیا تو وہ دن دُور نہیں جب تم ایک فاتح لشکر کے ساتھ وہاں جاؤ گے اور صرف اپنے بھائی کو ہی نہیں بلکہ عرب کاشتکاروں کے ہر بچے کو یہ پیغام دے سکو گے کہ ہم نے عراق سے حول و عرض میں ایرانی استبداد کا خاتمہ کر دیا ہے اور اب تم آزادی سے سانس لے سکتے ہو۔ ایک بڑے کام کے لئے بڑے حوصلے کی ضرورت ہے اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تم نے مجھے مایوس نہیں کیا۔ اب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے ہرمز کے متعلق کیا معلومات حاصل کی ہیں؟"

حسان نے جواب دیا۔" ہرمز پورے جوش و خروش کے ساتھ جنگی تیاریوں میں مصروف ہے اور وہ ایرانی جاگیردار جو ہم سے خوفزدہ ہو کر بھاگے ہیں اُن میں سے بیشتر مدائن کا رُخ کرنے کی بجائے اُس کے پاس پناہ لے رہے ہیں۔ وہ ایرانی زمینداروں کو یہ حکم دے چکا ہے کہ وہ عرب جن پر مسلمانوں کے طرفدار ہونے کا شبہ ہو، کسی توقف کے بغیر موت کے گھاٹ اُتار دئیے جائیں۔ بعض عرب ہرمز کے عتاب سے بچنے کے لئے اُس کی فوج میں بھرتی ہو رہے ہیں لیکن اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو ہماری پیشقدمی کے منتظر ہیں۔ تاہم جب تک انہیں اس بات کا اطمینان نہیں ہو جاتا کہ ہم واقعی سلطنتِ ایران کے ساتھ ٹکر لینے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور ہماری فتح بھی یقینی ہے وہ کھُلی بغاوت پر آمادہ نہیں ہونگے۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ جب عرب سے کوئی بڑی فوج عراق میں داخل ہو گی تو ایران اپنے زرخیز ترین علاقوں کی حفاظت کیلئے پوری

قوت سے میدان میں آجائے گا۔ پھر اگر ہمیں پیچھے ہٹنا پڑا تو ہرمز جیسے لوگ ہمارا ساتھ دینے والوں کو پیس کر رکھ دیں گے۔ مقامی عرب ہماری گزشتہ کامیابیوں پر بہت خوش ہیں لیکن سردست انہیں یہ سمجھانا مشکل ہے کہ ہم ایران کی طاقت کا مقابلہ کر سکتے ہیں میں اُن عرب سرداروں سے مل چکا ہوں جن کے عزیز ہرمز کے مظالم برداشت کر رہے ہیں اور اُن کی یہی رائے تھی کہ اگر ہم نے ایران کے خلاف ایک باقاعدہ جنگ کی تیاریوں کے بغیر ہرمز کے علاقے میں پیشقدمی کی تو مقامی عرب پوری جرأت کے ساتھ ہمارا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔ ایرانیوں کو ہماری تعداد کا صحیح علم نہیں ورنہ وہ اس علاقے میں اتنا عرصہ ہماری سرگرمیاں برداشت نہ کرتے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایک بہت بڑی فوج ہمارے پیچھے آرہی ہے۔ میں اُن عربوں سے مل چکا ہوں جو مدائن کے حالات سے باخبر ہیں۔ بنو تغلب کی ایک بستی کے رئیس نے مجھے بتایا تھا کہ ہمارے حملوں کے باعث جو ایرانی بھاگ کر مدائن پہنچے ہیں انہوں نے وہاں اپنی کمزوری یا بزدلی کا اعتراف کرنے کی بجائے ہماری تعداد کے متعلق انتہائی مبالغہ آمیز داستانیں بیان کی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایران کی حکومت اتنا عرصہ ہمارے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکی لیکن ہرمز جیسے لوگ ایرانی حکومت کو زیادہ عرصہ خاموش نہیں بیٹھنے دیں گے۔ اُس نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ مدائن سے ایک بہت بڑی فوج میری مدد کے لئے آرہی ہے اور میں بہت جلد عراق میں داخل ہونے والے مسلمانوں کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ دوبارہ اس طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ کر سکیں۔ مجھے یقین ہے کہ عراق کی سرزمین میں مجوسیت اور اسلام کی فیصلہ کن جنگ ناگزیر ہے لیکن کاش یہ اطمینان بھی ہوتا کہ آپ دربارِ خلافت کو اس جنگ کے لئے آمادہ کر سکیں گے اور ضرورت کے وقت مدینے سے کوئی بڑا لشکر ہماری مدد کے لئے پہنچ جائے گا۔ آپ کو مدینے سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ ہمارا اب تک ہمارے ایلچی کو واپس آجانا چاہیئے تھا۔"

مثنیٰ نے جواب دیا۔" کل مدینے سے ایک آدمی ہمارے ایلچی کا خط لے کر یہاں پہنچا تھا اور اُس نے یہ لکھا ہے کہ اُسے ابھی تک دربارِ خلافت سے ہماری درخواست کا کوئی حوصلہ افزا جواب نہیں ملا۔"

حسان کے چہرے پر اُداسی چھا گئی اور وہ چند ثانیے خاموشی سے اپنے راہنما کی طرف دیکھتا رہا۔

مثنیٰ نے اُسے تسلّی دیتے ہوئے کہا "گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ عاصم بن عمر نے مجھے بذاتِ خود خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا ہے اور میں اس یقین کے ساتھ اُن کے پاس جا رہا ہوں کہ وہ میری درخواست رد نہیں کریں گے۔"

"آپ کب جا رہے ہیں؟"

مثنیٰ نے جواب دیا "مجھے صرف تمہارا انتظار تھا۔ میری غیر حاضری میں لشکر کا پڑاؤ سرحد کے قریب ہوگا لیکن ہم دشمن کو یہ تاثر نہیں دیں گے کہ ہم پیشقدمی کا ارادہ ترک کر کے پیچھے ہٹ گئے ہیں ہماری تبلیغی اور فوجی سرگرمیاں بدستور جاری رہیں گی اور ہم ایرانیوں کو دوبارہ اس علاقے میں پاؤں جمانے کا موقع نہیں دیں گے۔ ہمارے سوار چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں پیشقدمی کرنے کے بعد واپس آجایا کریں گے۔ اس صورت میں اگر ایرانیوں کی طرف سے کوئی بڑا خطرہ پیش آیا تو ہمیں صحرا کے دامن میں پناہ مل سکے گی۔ ہمارا مقصد اُن عربوں کے حوصلے قائم رکھنا ہے جن کے دل ایرانیوں کے جبر و استبداد سے نجات حاصل کرنے کی اُمید پیدا ہو چکی ہے اور یہ مقصد اُسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جب کہ ہم اپنے عمل سے یہ ثابت کریں کہ ہم اُن کے دوست اور ہمدرد ہیں۔ میری عدم موجودگی میں معنیٰ تمہارا راہنما ہوگا اور مجھے تم سے یہ توقع ہے کہ تم اُس کے لئے ایک اچھے مشیر ثابت ہو گے۔ اگر مجھے واپس آکر یہ معلوم ہوا کہ تم نے صرف گھوڑے حاصل کرنے کے لئے کوئی خطرہ مول لیا ہے تو مجھے بہت افسوس ہوگا۔"

حسان نے جواب دیا "یہ میری غلطی تھی کہ میں نے آتے ہی آپ کو گھوڑوں کے متعلق نہیں بتایا۔ ورنہ آپ کو یہ شکایت نہ ہوتی کہ میں نے آپ کی حکم عدولی کی ہے۔ میرے ساتھی اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم نے گھوڑے حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ چند انسانوں کی داد رسی کے لئے ایرانیوں سے اُلجھنے کا خطرہ مول لیا تھا۔ واپسی پر ہم نے راستے کی ایک بستی میں قیام کیا تھا۔ ہمارا میزبان بنو بکر کے ایک خاندان کا رئیس تھا۔ ہم دوپہر کے وقت اُس کے باغ میں آرام کر رہے تھے کہ دو سوار جن میں سے ایک زخمی تھا، وہاں پہنچے اور اُنہوں نے ہمارے میزبان سے فریاد کی کہ علاقے کے ایرانی جاگیردار کے مُلازم اُس کی بستی میں لوٹ مار کر رہے ہیں اور اس ظلم کی وجہ یہ ہے کہ جاگیردار نے لگان زیادہ

کر دیا ہے اور گاؤں کے کسان اپنا پیٹ کاٹ کر بھی اُس کے مطالبات پورے نہیں کر سکتے۔ زخمی نوجوان ہمارے میزبان کا بھانجا تھا۔ اُس نے یہ بتایا کہ ایرانیوں نے میرے باپ کے علاوہ چند آدمیوں کو گرفتار اور تین آدمیوں کو قتل کر دیا ہے اور میں ایک ایرانی کو قتل اور دوسرے کو زخمی کرنے کے بعد بھاگ آیا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور سوار وہاں پہنچ گیا اور اُس نے یہ اطلاع دی کہ ایرانیوں نے گاؤں کو آگ لگا دی ہے اور مردوں کے علاوہ چند عورتوں کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔

یہ بستی جس پر ایرانیوں نے حملہ کیا تھا، ہماری قیام گاہ سے چھ کوس دُور تھی لیکن لوگوں کے خوف و ہراس یہ عالم تھا کہ وہ اپنے عزیزوں کی خبر لینے کی بجائے وہاں سے بھاگنا چاہتے تھے۔ میں نے اُنہیں ملامت کی اور یہ سمجھایا کہ مظلوم کی نجات ظالم سے ڈر کر بھاگنے میں نہیں بلکہ اُس کا مقابلہ کرنے میں ہے۔ قریباً پچاس آدمی ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ غروب آفتاب کے وقت جب جاگیردار اور اُس کے ساتھی جب شراب سے مدہوش تھے ہم نے اُن پر حملہ کر دیا۔ اُن کی تعداد بیس سے زیادہ نہ تھی جاگیردار گیارہ آدمیوں کی لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلا لیکن ہمارے حملے سے قبل ہمارے میزبان کے بہنوئی اور بستی کے آٹھ اور آدمیوں کو پھانسی دی جا چکی تھی۔ ہمیں ایک نوجوان لڑکی کی لاش بھی ملی اور استفسار پر معلوم ہوا کہ اُس نے ایرانی زمیندار کا مُنہ نوچ لیا تھا۔ اِس واقعہ کے بعد بستی والے ایرانیوں کے انتقام کے خوف سے بھاگنا چاہتے تھے اور میرے ساتھیوں کی رائے بھی یہی تھی کہ اب اُن کا وہاں رہنا ناممکن ہے۔

چنانچہ رات کے وقت جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو کوئی آٹھ سو انسانوں کا قافلہ ہمارے ساتھ تھا۔ ان میں سے تین سو کے قریب حیرہ کی طرف اپنے رشتہ داروں کے پاس چلے گئے اور باقی جن کے لئے اور کوئی جائے پناہ نہ تھی، ہمارے ساتھ آ گئے۔ ابتدائی منازل میں ہمیں اِس بات کا خدشہ تھا کہ اگر ایرانیوں نے ان لوگوں کا پیچھا کیا تو ہمارے لئے ان کی حفاظت کرنا آسان نہیں ہو گا۔ چنانچہ تین روز ہم چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں مختلف راستوں پر سفر کرتے رہے۔ دن کے وقت ہمیں مقامی چرواہوں اور کسانوں کے گھروں میں پناہ مل جاتی تھی اور غروب آفتاب کے بعد ہم اگلی منزل کا رُخ کرتے تھے۔ ان مہاجرین میں سے جن کے پاس گھوڑے تھے، اُنہیں یہ ہدایت دی گئی تھی کہ وہ پیدل سفر کرنے والوں سے چند میل پیچھے

رہیں اور اگر عقب سے کوئی خطرہ پیش آئے تو وہ بھاگ کر پیدل سفر کرنے والوں کو خبر دار کر دیں اور میرے ساتھیوں کا یہ فرض تھا کہ چند کوس آگے رہ کر یہ معلوم کریں کہ جو گروہ اُن کے پیچھے آ رہے ہیں اُن کے لئے دن کے وقت کس بستی یا جنگل میں رُکنا یا کون سے راستوں پر رات کا سفر زیادہ محفوظ ہوگا۔ خوش قسمتی سے ان لوگوں کو کسی جنگل میں پناہ لینے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ مقامی لوگ ہر جگہ اُن کے لئے اپنے گھروں کے دروازے کھول دیتے تھے۔ بنو اسد کی بستیوں میں داخل ہونے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب یہ لوگ کل شام تک یہاں پہنچ جائیں گے۔ میں ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ میرا یہ اقدام کس حد تک غلط یا درست ہے لیکن جب میں نے ایک زخمی نوجوان کی فریاد سُنی تھی تو میں نے صرف یہ سوچا تھا کہ اگر میری جگہ مثنیٰ بن حارثہ ہوتے تو وہ کیا کرتے اور پھر میں نے اپنے دل میں یہ اطمینان محسوس کیا تھا کہ میں وہ مقدس فرض ادا کر رہا ہوں جو ہر مُسلمان پر عائد ہوتا ہے۔ اس کے بعد جب مجبور اور بے بس انسانوں کا ایک قافلہ میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گیا تو بھی میرے ضمیر کی آواز یہی تھی کہ تم ان لوگوں کو اس حالت میں نہیں چھوڑ سکتے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ آپ ان لوگوں کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ اُن کے ساتھ عورتیں اور بچے بھی ہیں۔ تاہم میں یہی محسوس کرتا ہوں کہ میں تاریک رات کے مسافروں روشنی کے اُس مینار کے سامنے لے آیا ہوں جو انہیں سلامتی کا راستہ دکھا سکتا ہے۔"

مثنیٰ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "مہاجرین میں سے جو لوگ لڑائی کے قابل ہیں اُن کے متعلق مجھے کوئی پریشانی نہیں وہ مجاہدین کے ساتھ رہ سکتے ہیں لیکن عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے لئے ہمارا ساتھ دینا مشکل ہوگا۔ اُن کی حفاظت کا ایک طریقہ یہ ہے کہ انہیں بحرین بھیج دیا جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اُن کی حفاظت کی ذمہ داری اُس علاقے کو سونپ دی جائے۔ اگر مقامی لوگ اُنہیں اپنی بستیوں میں پناہ دینے پر آمادہ ہو گئے تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔ میں اُن سے کہوں گا کہ جب تک ایرانیوں کی پیشقدمی سے اس علاقے کو کوئی خطرہ پیش نہیں آتا وہ مہاجر عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو اپنے گھروں میں جگہ دیں۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ ایران کی حکومت اس علاقے کے باشندوں کے خلاف بہت جلد کوئی فیصلہ کُن اقدام کرے گی۔ ایرانیوں کو صرف ہماری پیشقدمی کا خوف ہی جارحیت سے باز

میرا ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہونا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔"

حسان نے کہا: "خدا کرے کہ آپ صدیق اکبرؓ کو اپنا ہمخیال بنا سکیں ورنہ عراق کا کوئی گوشہ عرب قبائل کے لئے محفوظ نہیں ہوگا اور عراق کے حریت پسندوں کو کچلنے کے بعد جب ایرانی لشکر بحرین اور یمن کا رُخ کرے گا تو ہمیں انتہائی خطرناک صُورتِ حال سے دو چار ہونا پڑے گا۔ اگر ہمیں کسی محاذ سے پیچھے ہٹنا پڑا تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ قبائل جنہوں نے فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کے بعد اپنا مستقبل اسلام سے وابستہ کر لیا ہے، ہماری حمایت سے دستکش ہو جائیں۔"

مثنیٰ نے کہا: "اسلام اور مجوسیت کی فیصلہ کُن جنگ عرب میں نہیں بلکہ ایران میں لڑی جائے گی۔ ابوبکر صدیقؓ نے اُس وقت اسلام کے لشکر کو شام کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا تھا جبکہ اہلِ مدینہ کو چاروں طرف سے باغیوں کی یلغار کا خطرہ تھا اور اب میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ اہلِ فارس کو عرب پر چڑھ دوڑنے کا موقع دیں گے۔ بالخصوص ایسے حالات میں، جبکہ جزیرہ نمائے عرب میں ارتداد کا فتنہ ختم ہو چکا ہے اور مسلمان پوری خوُد اعتمادی کے ساتھ دشمنانِ دین کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ میں اُنہیں یہ بتانے کے لئے جا رہا ہوں کہ اگر ہم نے ایران کی طرف پیشقدمی نہ کی تو ایرانی عرب پر چڑھائی کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لیں گے۔ روم کی طرح ایران کے ساتھ بھی ہماری جنگ ناگزیر ہے۔ اللہ کا دین صحرائے عرب کی سرحدوں تک محدُود ہو کر نہیں رہ سکتا۔ مدینہ میں اس مسئلہ پر بحث نہیں ہوگی کہ اسلام اور مجوسیت کے درمیان امن یا جنگ کے امکانات کیا ہیں بلکہ وہاں صرف یہ مسئلہ زیرِ بحث آئے گا کہ ایران پر حملہ کرنے کے لئے یہ وقت موزوں ہے یا نہیں۔ مجھے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ ایران کے حالات ہماری طرف سے فوری اقدام کے متقاضی ہیں۔"

حسان نے کہا: "خدا کرے آپ کی یہ توقعات پُوری ہوں اور جب آپ مدینہ سے واپس آئیں تو میں یہ خوشخبری سُنوں کہ ایران کو جس قافلے کا انتظار ہے وہ آپ کے پیچھے آرہا ہے لیکن مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کیا ہماری حکومت بیک وقت دو محاذوں پر لڑنے پر آمادہ ہو جائے گی؟"

"اگر ہم اس زمین پر اللہ کے دین کی نصرت کے طالب ہیں تو ہمیں بیک وقت کئی محاذوں پر سینہ سپر

ہونا پڑے گا۔ ہمارا نصب العین پورے کفر کو شکست دینا ہے اور ہمارے نزدیک اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کفار ایک متحدہ محاذ بنا کر ہمارے سامنے آتے ہیں یا مختلف محاذوں سے۔ میں ایک لمحہ کے لئے بھی اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہو سکتا کہ جب ہم رومیوں کے مقابلے میں کھڑے ہوں گے تو ایران موقع سے فائدہ اُٹھا کر ہمارے عقب پر حملہ نہیں کرے گا۔ ہم اُس وقت کا انتظار نہیں کریں گے جبکہ چکی کے یہ دو پاٹ آپس میں مل جائیں اور ہمیں پیس کر رکھ دیں۔ میں پہلی بار مدینہ جا رہا ہوں۔ وہاں میری ملاقات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن جلیل القدر صحابیوں سے ہو گی جن کی نگاہیں ہر اُفق سے آگے دیکھ سکتی ہیں میرے لئے انہیں یہ سمجھانا مشکل نہیں ہو گا کہ ایران کے حالات ہماری پیشقدمی کے لیے کتنے سازگار ہیں اور بے بس انسان جو صدیوں سے ظلم اور وحشت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں کن اُمیدوں، حوصلوں اور ولولوں کے ساتھ حجاز کے اُفق پر ایک نئی صبح کی روشنی دیکھ رہے ہیں کبھی کبھی مجھے یہ خیال آتا ہے کہ شاید وہ ایک اجنبی کی باتوں کو زیادہ اہمیت نہ دیں لیکن خالد بن ولید جیسے اولو العزم مجاہد کے متعلق سوچتے ہوئے مجھے یہ اطمینان محسوس ہوتا ہے کہ وہ میری بات سمجھ سکیں گے اور جب میں اُن کے سامنے دجلہ اور فرات کے زرخیز میدانوں کا نقشہ پیش کروں گا تو اُن کی نگاہیں کوہِ البرز سے آگے دیکھ رہی ہوں گی میں یہ جانتا ہوں کہ اگر میں وہاں نہ جاؤں تو بھی یہ ظلمت کدہ زیادہ دیر اسلام کی روشنی سے محروم نہیں رہے گا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ زندگی کی شاہراہ پر آخری قدم اُٹھاتے ہوئے مجھے یہ اطمینان ہو کہ بدر و حنین کا قافلہ مدائن کے راستے پر گامزن ہو چکا ہے اور اس راستے کی چند منازل کے چراغ میں نے اپنے خون سے روشن کئے ہیں۔"

مثنیٰ یہاں تک کہہ کر رُک گیا اور دریچے سے باہر جھانکنے لگا۔ چند ثانیے بعد اُس نے دوبارہ مڑ کر حسان کی طرف دیکھا اور کہا۔ "حسان! مجھے معلوم نہیں کہ خدا کی زمین کی سرحدیں کہاں ختم ہوتی ہیں اور جب اللہ کے سپاہیوں کا لشکر اس طرف آئے گا تو میں کہاں تک اُس کا ساتھ دوں گا۔ ممکن ہے کہ میں اُن کے ساتھ اُفق کی پہلی لکیر سے بھی آگے نہ جا سکوں لیکن جب مدائن کے ایوانوں پر اسلام کے پرچم لہرائے جائیں گے تو میری رُوح وہاں موجود ہو گی اور جب غازیانِ اسلام مدائن سے آگے نئے شہروں اور بستیوں کا رُخ کریں گے تو میں وہاں بھی اُن کا استقبال کروں گا۔ پھر جب تک زمین کی حدود ختم نہیں ہوں گی لا

جب تک قافلہ حجاز کا سفر جاری رہے گا، میری روح اُن ابدی مسرتوں سے ہمکنار رہے گی جو اللہ کی راہ پر قدم اُٹھانے والوں کا مقدر ہیں۔ قیامت تک اسلام کے غازیوں کی فتوحات میری فتوحات ہوں گی اور قیامت تک جبر و استبداد کے قلعے مسمار کرنے اور انسانیت کے پرچم بلند کرنے والوں کی مسرتیں میری ہونگی۔"

جب مثنیٰ نے اپنی بات ختم کی تو اُس کے ہونٹوں پر ایک دلفریب مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ حسان عقیدت اور محبت کے جذبات کے اظہار کے لئے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کوئی موزوں الفاظ اُس کی زبان پر نہ آسکے۔ اُس نے قدرے توقف کے بعد پوچھا "آپ کب جا رہے ہیں؟"

مثنیٰ نے جواب دیا "غروب آفتاب کے وقت روانہ ہو جاؤں گا۔ تم معنیٰ کو بلا لاؤ۔"

حسان جلدی سے باہر نکل گیا اور مثنیٰ پھر عقبی دریچے کے پاس جاکر باہر جھانکنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد معنیٰ اور حسان کمرے میں داخل ہوئے۔ مثنیٰ نے مُڑ کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور کہا "معنیٰ! میں آج غروبِ آفتاب کے بعد روانہ ہو جاؤں گا اور اپنے ساتھ صرف دو سوار لے جاؤں گا لیکن روانہ ہونے سے قبل میں یہ اطمینان چاہتا ہوں کہ کل صبح تک ہمارے تمام ساتھی سرحد کے قریب اپنے نئے پڑاؤ میں پہنچ جائیں گے۔ لیکن ایرانیوں کو یہ احساس نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم نے یہ علاقہ خالی کر دیا ہے۔ مقامی لوگوں کے حوصلے بلند رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ چند سوار اس علاقے میں گشت کرتے رہیں اور اُن سے رابطہ قائم رکھیں۔ جب سواروں کا ایک دستہ واپس آئے تو اُس کی جگہ دُوسرا دستہ روانہ کر دیا جائے۔ اشد ضرورت کے بغیر لڑائی سے اجتناب کیا جائے اور لڑائی کی صورت میں اگر ہمارے آدمی ایک جگہ سے ہٹنے پر مجبور ہو جائیں تو چند میل دُور کسی دوسرے مقام پر حملہ کر دیا۔ بظاہر اس بات کا کوئی خدشہ نہیں کہ ایرانی چند ہفتوں تک ہمارے خلاف کسی بڑے پیمانے پر کاروائی شروع کر دیں گے لیکن اگر میری غیر حاضری میں ایسی صورت پیدا ہو گئی تو تمہیں چند کوس اور پیچھے اُن چرواہوں کی بستیوں میں پناہ مل سکے گی جو ابھی تک ایرانیوں کے تسلط سے آزاد ہیں۔ حسان کے پیچھے اُن مہاجرین کا قافلہ آرہا ہے جنہیں حالات نے اپنے گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اُن کی حفاظت تمہاری اولین ذمہ داری ہے۔ تم فوراً آس پاس کی بستیوں کے سرکردہ لوگوں کو جمع کرو۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کو چند دنوں یا چند ہفتوں کے لئے اپنے

گھروں میں پناہ دے سکیں گے۔ جو لوگ لڑائی کے قابل ہیں وہ تمہارے ساتھ پڑاؤ میں رہ سکیں گے لیکن عورتوں اور بچوں کے لئے ہمیں اُن لوگوں کو تکلیف دینا پڑے گی۔ ہمارے گشتی دستوں کا یہ فرض ہو گا کہ وہ لشکر کو دریائے فرات کے کناروں تک ایرانیوں کی نقل و حرکت سے باخبر رکھیں تاکہ اگر کوئی خطرہ پیش آئے تو مہاجرین کو بروقت سرحد سے آگے کسی محفوظ جگہ پہنچا دیا جائے۔ یہ بات لشکر کے چند انتہائی ذمہ دار آدمیوں کے سوا کسی پر ظاہر نہیں ہونی چاہیئے کہ میں مدینہ جا چکا ہوں۔ اگر مقامی باشندے میرے متعلق کسی پریشانی کا اظہار کریں تو انہیں یہ کہہ دینا کافی ہو گا کہ میں کسی خفیہ مہم پر جا چکا ہوں۔ مناسب وقت آنے پر جب انہیں سارے حالات معلوم ہو جائیں گے تو کسی کو یہ شکایت نہیں ہو گی کہ ہم نے بلاوجہ اُن سے کوئی راز چھپانے کی کوشش کی ہے۔ حسان تمہارے ساتھ رہے گا اور مجھے یقین ہے کہ میری غیر حاضری میں یہ ایک اچھا مشیر ثابت ہو گا۔

○

بیس دن بعد ایک دوپہر سانڈنی سوار لشکر کے پڑاؤ میں داخل ہوا اور آن کی آن میں مجاہدین اپنے اپنے خیموں سے نکل کر اُس کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ سوار اُن دو آدمیوں میں سے ایک تھا جنہیں مثنیٰ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

مجاہدین پوچھ رہے تھے "مثنیٰ کہاں ہیں؟ تم کہاں سے آ رہے ہو۔ وہ کب آئیں گے؟ تم اتنے دن کہاں تھے؟"

سوار نے نیچے اُتر کر اطمینان سے جواب دیا "مثنیٰ بخیریت ہیں وہ بہت جلد واپس آ جائیں گے اور تمہیں ایک خوشخبری سنائیں گے۔ معنیٰ کہاں ہیں؟"

حسان ہجوم کو اِدھر اُدھر ہٹاتا ہوا تیزی سے آگے بڑھا اور سوار کا ہاتھ پکڑ کر بولا "میرے ساتھ آؤ!"

سوار کچھ کہے بغیر اُس کے ساتھ چل دیا۔

معنیٰ چند قدم دُور اپنے خیمے سے باہر کھڑا تھا۔ قاصد نے آگے بڑھ کر اُسے السلام علیکم کہا اور اپنے تھیلے سے ایک کاغذ نکال کر پیش کر دیا۔

معنیٰ نے سوال کیا "بھائی جان کب آئیں گے؟"

"اُنہیں شاید دو ہفتے اور مدینہ میں ٹھہرنا پڑے۔"

"اچھا اندر چلو"۔

وہ خیمے میں داخل ہوئے اور معنی اخط کھول کر اطمینان سے چٹائی پر بیٹھ گیا۔ مثنیٰ نے لکھا تھا:

"عزیز بھائی! میں خلیفہ ابو بکرؓ سے مل چکا ہوں اور انہیں عراق کے حالات سے آگاہ کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ مجم کا پورا نقشہ اُن کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ تاہم عراق پر پیشقدمی کا فیصلہ کرنے سے پہلے وہ خالد بن ولیدؓ سے مشورہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں چنانچہ انہیں یہ حکم بھیج دیا گیا ہے کہ وہ یمامہ سے مدینہ پہنچ جائیں۔ اب میں اُن کی راہ دیکھ رہا ہوں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے میری درخواست سُننے کے بعد مدینہ کے جن اہل الرائے لوگوں کا مشورہ طلب کیا تھا، انہوں نے پوری گرمجوشی کے ساتھ میری تجاویز کی حمایت کی ہے۔

ان بزرگوں کی محفل میں مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی اجنبیت کا احساس نہیں ہوا۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو پورے ایران کے نشیب و فراز سے واقف ہیں اور جب میں اُن سے یہ پوچھتا ہوں کہ عراق کی طرف پیشقدمی کے بارے میں خالد بن ولید کی رائے کیا ہو گی تو وہ یہ کہتے ہیں کہ خالد کی رائے ہم سے مختلف نہیں ہو سکتی۔ خلیفۃ المسلمین خالدؓ سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ کسریٰ کی حکومت کے متعلق ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ اسلام اور مجوسیت کا معرکہ ناگزیر ہے۔ خالد بن ولیدؓ صرف اس لئے بلائے گئے ہیں کہ وہ ایک عظیم فوجی راہنما ہیں اور جنگ کے متعلق اُن کے اندازے کبھی غلط ثابت نہیں ہوئے۔ وہ یہ بتا سکیں گے کہ عراق کی مہم کے لئے ہمیں کتنی فوج کی ضرورت ہے اور اس فوج کو منظم کرنے میں کتنا عرصہ لگے گا! ایران کے حالات فوری پیشقدمی کے لئے سازگار ہیں یا ہمیں کچھ عرصہ انتظار کرنا پڑے گا۔ مجھے یقین ہے کہ خالد بن ولید کسی توقف کے بغیر عراق پر فوج کشی کا مشورہ دیں گے اور میرے اس یقین کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس سے قبل کسی مرحلہ پر ظاہری اسباب کا سہارا نہیں لیا بلکہ ہر معرکے میں یہ ثابت کیا ہے کہ جب غازیانِ اسلام شہادت کے طلبگار ہو کر میدان میں آتے ہیں تو اللہ کی نصرت ہر قدم پر اُن کا ساتھ دیتی ہے۔

اب تم اپنے ساتھیوں کو یہ مژدہ سُنا سکتے ہو کہ تمہیں اللہ کی بارگاہ سے اُس لشکر کا دستۂ ہراول بننے کا شرف عطا ہونے والا ہے جس نے بدر کے میدان میں اپنی فتوحات کا آغاز کیا تھا۔ تم عراق کے مجبور و ستم رسیدہ انسانوں کو بھی یہ پیغام دے سکتے ہو کہ وہ جنہوں نے اللہ کی زمین پر عدل و انصاف کے پرچم بلند کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہے، تمہارے حال سے غافل نہیں ہے۔

باب ۹

ایک صبح حسان ریت کے ایک ٹیلے پر کھڑا تھا۔ جنوب مغرب کی سمت اس ٹیلے سے نیچے ایک کشادہ وادی میں کہیں کہیں کھجوروں کے جھنڈ اور چرواہوں کی بستیاں دکھائی دیتی تھیں اور اس سے آگے ان برہنہ پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا جو حدِ نگاہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ شمال مشرق کی جانب ایک تدریجی نشیب اس ہموار اور سرسبز میدان سے جا ملتا تھا جسے دریائے فرات کی نہریں سیراب کرتی تھیں اور اسی نشیب پر کوئی دو میل دور راہِ حق کے اُن مسافروں کا پڑاؤ نظر آتا تھا جو انتہائی بے چینی کے ساتھ اپنے قافلہ سالار کا انتظار کر رہے تھے۔

گزشتہ دس دن سے حسان کا معمول یہ تھا کہ وہ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر سیر کے بہانے پڑاؤ سے نکلتا اور بھاگتا ہوا اس ٹیلے پر جا پہنچتا۔ پھر دیر تک وادی سے آگے اُن بلند ٹیلوں کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہتا جو اُفق پر ایک دیوار کی شکل اختیار کر لیتے تھے۔ جب مغرب کی جانب پھیلے ہوئے سائے سمٹنے لگتے اور صبح کی خوشگوار ہوا میں تلخی محسوس ہونے لگتی تو وہ دل پر بوجھ محسوس کرتا ہوا واپس چل پڑتا۔ کبھی کبھی وہ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا اور وادی سے آگے کسی زیادہ بلند ٹیلے پر پہنچ کر مثنیٰ بن حارثہ کی راہ دیکھتا۔

کچھ دیر بلند ٹیلوں پر نگاہ دوڑانے کے بعد وہ بددل سا ہو کر زمین پر بیٹھ گیا اور نرم ریت پر اپنی انگلی سے لکیریں کھینچنے لگا۔ پھر اس نے ہاتھ پھیر کر یہ لکیریں مٹا دیں اور اُٹھ کر دوبارہ ٹیلوں کی طرف دیکھنے لگا۔ چند ثانیے بعد وہ واپس مڑنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ جنوب مشرق کی سمت اُسے ایک بلند ٹیلے کے دامن میں اونٹوں اور گھوڑوں کی ایک موہوم سی جھلک دکھائی اور اس کے ساتھ ہی پیچھے سے کسی کی آواز سنائی "حسان!

تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" اُس نے مڑ کر دیکھا تو چند قدم دُور معنیٰ بن حارثہ اور اُس کے دو اور ساتھی گھوڑوں پر سوار تھے۔ "میں اُن کی راہ دیکھ رہا تھا"۔ اُس نے اپنے دل کی دھڑکن پر قابُو پانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ آرہے ہیں۔ وہ پُوری فوج کے ساتھ آرہے ہیں"۔ "کیا تم خواب تو نہیں دیکھ رہے"؟ معنیٰ نے کہا۔ حسان نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خواب غلط نہیں ہو سکتا۔ اُس ٹیلے کی طرف دیکھئے"!

معنیٰ اور اُس کے ساتھی چند ثانیے دم بخود ہو کر حسان کے ہاتھ کے اشارے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر معنیٰ نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم اب بھی ایک خواب دیکھ رہے ہو"۔

حسان نے جواب دیا۔ "نہیں، نہیں یہ خواب نہیں، مجھے یقین ہے کہ میں نے کئی گھوڑے اور اُونٹ دیکھے ہیں۔ وہ بہت دُور تھے اُس بلند ٹیلے کے دامن میں، اب وہ اگلے ٹیلوں کی اوٹ میں جا چکے ہیں۔ آپ تھوڑی دیر انتظار کریں تو آپ کو خواب اور حقیقت کا فرق معلوم ہو جائے گا"۔

معنیٰ نے کہا۔ "لیکن اُس طرف مدینے کا نہیں بلکہ بحرین کا راستہ ہے۔ اگر تم نے واقعی کوئی لشکر دیکھا ہے تو ممکن ہے کہ ایرانی طویل چکر کاٹنے کے بعد ہمارے عقب میں پہنچ گئے ہوں"۔

"نہیں اگر وہ ایرانی ہوتے تو مقامی عرب ہمیں یقیناً خبردار کرتے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بحرین سے کوئی قافلہ ہماری مدد کے لئے آرہا ہو"۔

معنیٰ کے ایک ساتھی نے کہا۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم نے جو اُونٹ اور گھوڑے دیکھے ہیں وہ کسی چرواہے کی ملکیت ہوں"۔

حسان نے جواب دیا۔ "چرواہے اپنے جانوروں کو اُن بے آب و گیاہ ٹیلوں پر لیکر نہیں جاتے"۔

معنیٰ نے کہا۔ "لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی بدوی قبیلہ صحرا سے نکل کر اس طرف آرہا ہو"۔

حسان نے جواب دیا۔ "میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے آخری ٹیلے کے دامن میں اونٹوں اور گھوڑوں کی ہلکی سی جھلک صرف اُس وقت دیکھی تھی جبکہ وہ اگلے ٹیلوں کے پیچھے رُوپوش ہو رہے تھے اور مجھے یہ دیکھنے کا موقع نہ مل سکا کہ اُن پر سوار بھی تھے یا نہیں بہرحال یہ میرا وہم نہیں تھا"۔

مثنیٰ کے دوسرے ساتھی نے کہا۔ "حسان! میرا خیال ہے کہ تم نے ہرنوں کے ریوڑ کو دیکھا ہوگا"۔

حسان نے قدرے بگڑ کر جواب دیا۔ "میں ہرن کو اونٹ یا گھوڑا سمجھنے کی غلطی نہیں کر سکتا۔ پھر ہرن رات کے وقت پانی اور چارے کی تلاش میں نکلتے ہیں اور طلوعِ سحر سے قبل واپس صحرا میں چلے جاتے ہیں۔"

معنیٰ نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔ "تم واپس جاؤ اور مجاہدوں سے کہو کہ وہ تیار ہو جائیں، ممکن ہے کہ ہمیں کسی غیر متوقع صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑے۔"

سوار نے گھوڑے کی باگ موڑ کر ایڑ لگادی اور معنیٰ اور اُس کا دوسرا ساتھی گھوڑوں سے اُتر پڑے۔ کچھ دیر بعد وادی سے آگے ایک ٹیلے کی چوٹی پر یکے بعد دیگرے چند سوار نمودار ہوئے اور حسان نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ "وہ آگئے! وہ آگئے!"

سوار تھوڑی دیر ٹیلے کی چوٹی پر رُکے اور پھر آہستہ آہستہ نیچے اُترنے لگے اور اُن کی جگہ گھوڑوں اور اونٹوں کے سواروں کی نئی ٹولیاں ٹیلے کی چوٹی پر نمودار ہونے لگیں۔

وہ کچھ دیر کھڑے رہے پھر معنیٰ کے ساتھی نے کہا۔ "جناب ہمیں واپس جانا چاہیے، ممکن ہے کہ وہ ایرانی ہوں۔ حسان تم میرے پیچھے بیٹھ جاؤ، جلدی کرو۔"

حسان نے مڑ کر دیکھے بغیر جواب دیا۔ "بھائی وہ ایرانی نہیں ہو سکتے، اگر وہ ایرانی ہوتے تو تم اس دھوپ میں اُن کے خود، اُن کی زرہیں اور ڈھالیں چمکتی ہوئی دیکھتے۔ پھر جو لشکر اچانک حملہ کرنا چاہتا ہو وہ دن کی روشنی میں اتنی بلندی سے دشمن کے سامنے نہیں آتا۔ وہ سیدھے اس طرف آ رہے ہیں اور یہ سمجھ سکتے ہیں کہ جب وہ یہاں پہنچیں گے تو صرف پڑاؤ میں ہمارے ساتھی ہی نہیں بلکہ دُور دُور کی بستیوں کے لوگ بھی اُنہیں دیکھ سکیں گے۔"

معنیٰ کے ساتھی نے کہا۔ "اگر اُن کی تعداد ہم سے کئی گنا زیادہ ہو تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

حسان نے جواب دیا۔ "اُن کی تعداد دو ہزار سے زیادہ نہیں۔ دیکھیے اونٹوں کی آخری قطار ٹیلے سے نیچے اُتر رہی ہے اور اس کے پیچھے کوئی اور گھوڑا یا اونٹ دکھائی نہیں دیتا۔ جو فوج لڑائی کے لیے آ رہی ہو وہ اس طرح پیش قدمی نہیں کرتی۔ میں ایران کی فوج میں رہ چکا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ اُن

کی صفوں کی ترتیب کیا ہوتی ہے"۔

معنیٰ کچھ دیر اور تذبذب کی حالت میں کھڑا رہا۔ جب سواروں کا اگلا گروہ وادی کے درمیان پہنچ گیا تو حسان نے بلند آواز میں کہا "اُن کا لباس دیکھئے وہ یقیناً عرب ہیں اور اُن کے ساتھ وہ ساز و سامان نہیں جو ایرانی افواج کے ساتھ دیکھا جاتا ہے"۔

معنیٰ نے اچانک گھوڑے کی پیٹھ پر کود کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور کہا "تم اپنا گھوڑا حسان کو دے دو، ہم کچھ دُور آگے جائیں گے"۔

حسان نے بھاگ کر اُس کے ہاتھ سے باگ پکڑلی اور گھوڑے پر سوار ہو کر پیچھے ہولیا۔ ٹیلے سے نیچے اُتر کر وادی میں کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ آنے والے قافلے سے کوئی نصف میل دُور رُک گئے اور معنیٰ نے حسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "سب سے اگلا سوار میرے بھائی کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا لیکن اس لشکر کی تعداد مجھے ڈیڑھ ہزار سے زیادہ معلوم نہیں ہوتی"۔

حسان نے جواب دیا "مجھے یقین ہے کہ آپ کے بھائی جس عظیم لشکر کی راہنمائی کر رہے ہیں، اُس کا بیشتر حصہ ابھی تک ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے"۔

معنیٰ نے جواب دیا "نہیں اگر وہ مدینہ سے کوئی بڑی فوج لیکر آتے تو ہمیں چند دن قبل اطلاع مل جاتی"۔

حسان کچھ دیر خاموش رہا۔ بالآخر اُس نے کہا "میرا خیال ہے کہ آپ کے بھائی نے ہمیں پہچان لیا ہے۔ دیکھئے وہ سیدھے اس طرف آرہے ہیں"۔

معنیٰ نے کچھ کہے بغیر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگادی۔ تھوڑی دیر بعد یہ دونوں مثنیٰ بن حارثہ کے سامنے کھڑے تھے اور اس چہرے کی فاتحانہ مسکراہٹ میں اپنے اَن گنت سوالات کا جواب پا رہے تھے۔

مثنیٰ نے مُڑ کر پیچھے آنے والے قافلے کی طرف دیکھا اور پھر اُن کی طرف متوجہ ہو کر کہا "ان لوگوں نے ساری رات سفر کیا ہے، تم واپس جاؤ اور اُن کے لئے کھانے کا بندوبست کرو۔ میرا راستہ دیکھنے کے لئے تمہیں پڑاؤ سے اتنی دُور آنے کی ضرورت نہ تھی"۔

معنیٰ نے پوچھا "ہمیں کتنے آدمیوں کا انتظام کرنا پڑے گا"؟

مثنیٰ نے جواب دیا "میرے ساتھ اٹھارہ سو آدمی آئے ہیں"

"باقی لشکر کتنی دور ہے؟"

مثنیٰ نے جواب دیا "مدینے کی فوج ابھی تک روانہ نہیں ہوئی۔ یہ لوگ بحرین سے آئے ہیں لیکن تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ میرا اوّلین مقصد عراق میں پیشقدمی کے لئے امیر المسلمین کی اجازت حاصل کرنا تھا اور اس مقصد میں کامیاب ہونے کے بعد میں نے بحرین کا راستہ اختیار کیا تھا۔ یہ مجاہد میں سے آئے ہیں اور ان میں سے بیشتر ہمارے اپنے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں باقی قبائل کے سرداروں کو پیغامات بھیج چکا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ چند دنوں تک بحرین سے مجاہدین کے مزید قافلے ہمارے ساتھ آملیں گے۔ پھر انشاء اللہ ہم خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں مدائن کا رُخ کریں گے۔ اب تم اپنے ساتھیوں کو یہ خوشخبری سُنا سکتے ہو کہ خالد بن ولیدؓ بہت جلد آرہے ہیں"

○

چند دنوں میں عراق کی سرحد پر جمع ہونے والے لشکر کی تعداد آٹھ ہزار تک پہنچ چکی تھی اور اس کے ساتھ ہی مثنیٰ بن حارثہ کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ خالد بن ولید دس ہزار مجاہدین کے ساتھ یمامہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ پھر ایک دن طلوعِ آفتاب کے وقت مثنیٰ بن حارثہ اور اُس کے ساتھی خالد بن ولیدؓ کے لشکر کا خیر مقدم کر رہے تھے۔ بحرین کا ہر سپاہی اور ہر سالار خالد بن ولید کو قریب سے دیکھنے اور اُس کے ساتھ ہمکلام ہونے کے لئے بیتاب تھا لیکن مثنیٰ کے ضبط و نظم کا یہ عالم تھا کہ اگر آس پاس کے ٹیلے حرکت میں آجاتے تو بھی اُنہیں اپنی صفوں سے باہر نکلنے کی جُراٴت نہ ہوتی لیکن جب انسانی جاہ و جلال کا یہ پیکر صفوں کا معائنہ کرنے کے بعد مثنیٰ اور چند سرداروں کے ساتھ ایک خیمے کے اندر داخل ہوا اور مثنیٰ نے اُنہیں منتشر ہونے کا حکم دیا تو وہ بھاگتے اور مسرت کے نعرے بلند کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے بغلگیر ہونے لگے۔

حسان لشکرِ اسلام کے عظیم رہنما کو قریب سے دیکھنے اور اُس کے ساتھ ہمکلام ہونے کے لئے بیچین تھا۔ وہ دیر تک اُس خیمے کے آس پاس گھومتا رہا جہاں خالد بن ولید اور مثنیٰ بن حارثہ کسریٰ کی سلطنت

کے نقشے پر نئی لکیریں کھینچ رہے تھے۔ وہ کسریٰ کے سپاہی اور قیصر کے قیدی کی حیثیت میں عجم کی وہ عظیم افواج دیکھ چکا تھا جن کے ساز و سامان کی حفاظت کرنے والوں کی تعداد بھی اس لشکر سے زیادہ ہوا کرتی تھی اُسے یہ اُمید نہ تھی کہ خالد بن ولید کوئی بہت بڑی فوج لے کر آ رہے ہیں۔ تاہم یہ دس ہزار انسان اُس کی توقع سے بہت کم تھے۔ اچانک کسی نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "اب آپ کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔"

حسان نے مڑ کر دیکھا یہ مثنیٰ کا تیسرا بھائی مسعود تھا جو ایک ہفتہ قبل بحرین سے پچاس رضاکاروں کے آخری دستے کے ساتھ یہاں پہنچا تھا۔ مضبوط اعضا کے اس بلند قامت اور خوش وضع نوجوان کی عمر بیس سال سے زیادہ نہ تھی۔

حسان نے کہا "آپ کو یقین ہے کہ خالد بن ولید عراق کی تسخیر کے لئے اس فوج کو کافی سمجھتے ہیں اور وہ کسی تاخیر کے بغیر حملہ کر دیں گے۔"

مسعود نے جواب دیا "مجھے یقین ہے کہ خالد بن ولید دشمن کو تیاری کا موقع نہیں دیں گے۔ اگر وہ یہاں رُکنے کی بجائے گھوڑے سے اُترے بغیر ہمیں یہ حکم دیتے کہ آج غروب آفتاب سے پہلے میں عراق کے فلاں علاقے پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں تو بھی مجھے تعجب نہ ہوتا۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ اب وہ پیشقدمی سے پہلے مدینے سے مزید لشکر کی آمد کا انتظار کریں گے۔ وہ یمامہ سے یلغار کرتے ہوئے یہاں پہنچے ہیں، اتنے طویل سفر کے بعد ویسے بھی انہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"نہیں اگر انہیں مدینہ سے مزید فوج کا انتظار ہوتا تو وہ چند دن اور یمامہ ہی میں قیام کرتے یمامہ سے اُن کی اچانک روانگی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر عراق پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔"

"لیکن گزشتہ ہفتے یمامہ سے اُن کا ایلچی یہ پیغام لے کر آیا تھا کہ انہوں نے دربارِ خلافت کو کمک بھیجنے کے لئے لکھا ہے اور جب تک مدینہ سے کوئی جواب نہیں آتا وہ یمامہ ہی میں قیام کریں گے۔"

مسعود نے جواب دیا "خلیفہ نے مدینے سے جو کمک بھیجی تھی وہ خالد کی روانگی سے پہلے یمامہ پہنچ گئی تھی۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ ان دس ہزار آدمیوں میں کمک کے دستے بھی شامل ہیں؟"

مسعود بن حارثہ مسکرایا۔ "خلیفہ نے خالد کی درخواست پر صرف ایک آدمی بھیجنے کی ضرورت محسوس کی تھی۔"

"صرف ایک آدمی؟"

"ہاں"۔

"اور وہ کون ہے؟"

"اُس کا نام قعقاع بن عمرو تمیمی ہے اور اُسے روانہ کرتے وقت دربارِ خلافت نے خالد بن ولیدؓ کے ایلچی کو یہ کہا تھا کہ جس لشکر میں قعقاع بن عمرو موجود ہو اُسے شکست نہیں ہو سکتی"۔

"عاصم کا بھائی! وہ کہاں ہے؟"

"میرے خیال میں آپ بھی اُسے دیکھ چکے ہیں۔ وہ سفید گھوڑے پر سوار تھے اور اُنہوں نے خالد بن ولید کے ساتھ پڑاؤ کا معائنہ کیا تھا۔ اُس وقت مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کون ہیں۔ تاہم اُنہیں دیکھتے ہی میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتے۔ جب وہ امیر لشکر کے ساتھ خیمے کے اندر چلے گئے تو مجھے یمامہ کے ایک مجاہد نے یہ بتایا کہ وہ قعقاع بن عمرو ہیں جنہیں خلیفہ نے خالد بن ولیدؓ کی اعانت کے لئے بھیجا ہے"۔

حسان نے کہا۔ "میں اُنہیں غور سے نہیں دیکھ سکا۔ جب وہ میرے قریب سے گزر رہے تھے تو میری ساری توجہ خالد بن ولید کی طرف تھی۔ اگر خلیفہ ابوبکرؓ انہیں ایک فوج کا نعم البدل خیال کرتے ہیں تو وہ یقیناً غیر معمولی انسان ہوں گے"۔

مسعود نے کہا۔ "میں نے اُن کے متعلق حیرت انگیز باتیں سُنی ہیں۔ مدینے کے لشکر کا ایک سالار یہ کہہ رہا تھا کہ اگر قعقاع بن عمرو خالی ہاتھ شیروں کے کچھار میں گھس جائے تو مجھے تعجب نہیں ہوگا"۔

حسان نے کہا۔ "میں ایران کو شیروں کا کچھار نہیں سمجھتا۔ تاہم یہ ضرور سمجھتا ہوں کہ دُنیا کی ایک عظیم سلطنت پر فتح حاصل کرنے کے لئے ہمیں کافی لشکر کی ضرورت ہے"۔

مسعود نے جواب دیا "اِس بات کا فیصلہ صرف خلیفہ ابوبکرؓ ہی کر سکتے ہیں۔ ایران میں اسلام کا پرچم بلند کرنے کے لئے ہمیں کتنے لشکر کی ضرورت ہے۔ سرِدست میں آپ کو یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ جب کسی میدان میں ہمیں زیادہ لشکر کی ضرورت محسوس ہوگی تو ابوبکرؓ صدیق ہمیں مایوس نہیں کریں گے۔"

○

مثنیٰ بن حارثہ خیمے سے باہر نکلا اور اُس نے آس پاس جمع ہونے والے سپاہیوں سے متوجہ ہوکر کہا "حسان کہاں ہے؟ اُسے تلاش کرو۔"

سپاہی حسان کو آوازیں دیتے ہوئے اِدھر اُدھر پھیل گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد حسان بھاگتا ہوا خیمے کے قریب پہنچا اور مثنیٰ نے اُسے دیکھتے ہی کہا "حسان تمہیں امیرِ لشکر نے یاد فرمایا ہے۔"

حسان بلا توقف خیمے کے اندر داخل ہوا۔ خالد بن ولید، مثنیٰ بن حارثہ، قعقاع بن عمرو اور بحرین کے چند شیوخ چٹائی پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ خالد بن ولید کے سامنے ایک نقشہ پھیلا ہوا تھا۔

مثنیٰ نے کہا "یہ حسان ہے۔"

خالد بن ولید نے نظر اُٹھا کر حسان کی طرف دیکھا اور پھر نقشہ لپیٹ کر ایک طرف رکھتے ہوئے کہا "تم کسریٰ کی فوج میں تھے؟"

"جی ہاں۔"

"تم رومیوں کی قید میں بھی رہ چکے ہو؟"

"جی ہاں۔"

"بیٹھ جاؤ۔"

حسان ادب سے خالد بن ولید کے سامنے بیٹھ گیا۔

خالد نے قدرے توقف کے بعد کہا "تم ہرمز کے پاس میرا پیغام لے جانے میں کوئی خطرہ تو محسوس نہیں کرو گے؟ ہم نے سُنا ہے کہ وہ بہت ظالم ہے اور تمہاری گرفتاری کے لئے انعام کا اعلان کر چکا ہے۔"

حسان نے جواب دیا "اگر میں اُسے یہ پیغام دے سکوں کہ تمہارا یومِ حساب قریب آرہا ہے تو اُسے

اپنی زندگی کی سب سے بڑی سعادت سمجھوں گا۔"

"لیکن ہم بلاوجہ تمہاری جان خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتے، کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ تمہاری جگہ اس علاقے کے کسی قابلِ اعتماد آدمی کو بھیج دیا جائے۔ مقامی قبائل سے کئی رضاکار یہ ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔"

حسان نے جواب دیا۔"ہرمز کے پاس آپ کا پیغام لے جانے والے ہر ایلچی کی زندگی یکساں محفوظ اور یکساں غیر محفوظ ہو گی اور میں آپ کو یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ ہرمز کی بستی میں مجھے پہچاننے والا کوئی نہیں ہو گا اور وہ مجھے صرف آپ کے ایلچی کی حیثیت سے دیکھے گا اور پھر اگر اس نے آپ کے ایلچی پر ہاتھ اٹھانے کی جسارت کی تو بھی کسی اور آدمی کی نسبت میرے بچ نکلنے کے امکانات زیادہ ہوں گے۔ میں راستے کے اُن قبائل سے واقف ہوں جن پر کسی خطرے کے وقت بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ میں یہ دعویٰ بھی کر سکتا ہوں کہ میں آپ کو ہرمز کے لشکر کے متعلق جو اطلاعات فراہم کر سکتا ہوں وہ کسی اور آدمی کو حاصل نہیں ہو سکتیں۔"

خالد بن ولید نے کہا۔"بہت اچھا تم غروب آفتاب کے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کرو۔"

حسان نے جواب دیا۔"اگر میں اسی وقت روانہ ہو جاؤں تو غروبِ آفتاب سے قبل کافی فاصلہ طے کر سکوں گا۔ ابتدائی منزل کے راستے کی بستیوں میں دن کے وقت بھی مجھے کوئی خطرہ نہیں۔"

"بہت اچھا تم اپنا گھوڑا تیار کرو، تھوڑی دیر تمہیں میرا خط مل جائے گا۔"

حسان خیمے سے باہر نکل گیا۔ اور خالد بن ولید اپنے کاتب کو خط لکھوانے میں مصروف ہو گئے۔ ہرمز کے نام اس مختصر سے خط کا مضمون یہ تھا۔"اگر تمہیں امن کی خواہش ہے تو اسلام لے آؤ بصورتِ دیگر ذمی بن کر جزیہ دینا قبول کر لو۔ اگر تمہیں یہ بھی منظور نہیں تو پچھتاؤ گے کیونکہ تمہیں اُن لوگوں سے سابقہ پڑے گا جو زندگی سے تمہاری محبت کے مقابلے میں موت سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد امیرِ لشکر کے خیمے سے باہر مثنیٰ بن حارثہ اور اس کے بھائی حسان کو رخصت کر رہے تھے

مثنّیٰ نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "حسان اب میں تمہیں اپنے عزیزوں کا حال معلوم کرنے سے منع نہیں کروں گا۔ تم اُنہیں یہ مژدہ سُنا سکتے ہو کہ تمہارے آلام و مصائب کا زمانہ گزر چکا ہے۔ اگر حالات سازگار ہوں تو تم اُس نیک دل ایرانی کے پاس بھی جا سکتے ہو جس نے مصیبت میں تمہیں سہارا دیا تھا لیکن تمہیں جلد واپس آنا چاہیئے اور بلا وجہ کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہیئے۔"

جب حسان گھوڑے پر سوار ہونے لگا تو خیمے سے ایک بلند قامت انسان نمودار ہوا اور اُس نے کہا: "ٹھہرو!"

حسان رُک گیا۔ یہ پُرشکوہ آدمی جس کے پُورے وجُود سے زندگی اور توانائی کے چشمے پھُوٹ رہے تھے، آگے بڑھا اور اُس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "میرا نام قعقاع ہے اور مجھے کسی ایسے آدمی کی تلاش تھی جو عجم کے فنونِ حرب سے واقفیت رکھتا ہو۔ میں تم سے کئی سوال پوچھنا چاہتا تھا لیکن مجھے کچھ کہنے کا موقع نہ ملا۔ اب میں تمہارا وقت ضائع نہیں کروں گا۔"

حسان نے کہا: "آپ سے باتیں کرنے کا مجھے کم اشتیاق نہیں، میں بہت جلد واپس آؤں گا اور پھر مدائن کے راستے ہمیں باتیں کرنے کے لئے بہت ملے گا۔"

حسان قعقاع کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد گھوڑے پر سوار ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد اُسے رخصت کرنے والے شمال مشرق کی طرف غبار کی ایک ہلکی سی لکیر دیکھ رہے تھے۔

باب ۱۰

ایک صبح ہرمز کے محل کے ایک کشادہ کمرے میں چند سرکردہ ایرانی زمیندار اور فوجی افسر جمع تھے۔ یہ کمرہ حریر کے پردوں اور بیش قیمت قالینوں سے آراستہ تھا۔ حاضرین ایک طرف کوئی دو ہاتھ بلند چبوترے پر سونے اور چاندی سے آراستہ مسند کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ایک دیو ہیکل آدمی جس کے لباس میں شاہانِ عجم کی ساری خصوصیات موجود تھیں، مسند کے عقب سے نمودار ہوا اور حاضرین نے اُٹھ کر تعظیم کے لئے سر جھکا دئے۔ وہ مسند پر بیٹھ گیا اور دو حبشی غلام جن کے ہاتھوں میں برچھے تھے اُس کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔ ہرمز نے قدرے توقف کے بعد ایک فوجی افسر سے مخاطب ہو کر کہا "ایک عرب کی آمد کا مسئلہ اس قدر اہم نہ تھا کہ تم صبح ہوتے ہی میرا دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیتے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ان دنوں ہم زیادہ اہم معاملات پر توجہ دے رہے ہیں۔"

افسر نے جواب دیا "عالیجاہ! اگر مجھے اپنی ذمہ داری کا احساس نہ ہوتا تو میں آپ کے آرام میں مخل ہونے کی بجائے اُس کا سر قلم کر دیتا۔"

ہرمز نے غضب ناک ہو کر پوچھا "وہ ابھی تک زندہ ہے؟"

"عالیجاہ! میں نے محسوس کیا تھا کہ اُسے قتل کرنے کے لئے مجھے آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔ وہ آپ سے ملاقات پر مُصر تھا اور مجھے اُس کی گفتگو سے محسوس ہوا تھا کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں مسلمانوں کے سپہ سالار کی طرف سے ایک اہم پیغام لایا ہوں اُس نے ہمیں خالد بن ولید کا نام دکھا کر دھمکیاں دی تھیں اور ہم آپ کے حکم کے بغیر ایک ایلچی پر ہاتھ نہیں اُٹھا سکتے تھے۔"

ہرمز نے گرج کر پوچھا "وہ خط کہاں ہے ؟"

افسر آگے بڑھا اور اُس نے ہرمز کو خالد بن ولید کا خط پیش کر دیا۔

ہرمز نے جلدی سے خط کھول کر پڑھا اور اُس کے وجود کی ساری ہیبت اُس کے چہرے پر سمٹ آئی۔ وہ چلایا "اُس عرب کو پیش کرو"

افسر نے مڑ کر اُن پہرے داروں کو اشارہ کیا جو دروازے کے سامنے کھڑے تھے اور جلدی سے باہر نکل گئے۔

چند ثانیے کمرے میں خاموشی طاری رہی، پھر ہرمز حاضرین سے مخاطب ہوا "تمہاری غفلت اور بزدلی کے باعث اب مسلمانوں کو یہ جرأت بھی ہو گئی ہے کہ اُن کی ایلچی ہمیں دھمکیاں دینے کے لئے یہاں تک پہنچ جاتے ہیں"

فوج کے ایک اور افسر نے جواب دیا "جناب والا! مسلمانوں کی یہ جسارت سرحد کے اُن زمینداروں کی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے جو بحرین کے مٹھی بھر آدمیوں کو اپنے علاقوں سے دُور نہیں رکھ سکے۔ اگر وہ بزدلی اور بے حسی کا مظاہرہ نہ کرتے تو آج ان ننگے اور بھوکے صحرا نشینوں کو ہماری طرف دیکھنے کی جرأت نہ ہوتی۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر انہوں نے ذرا آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اُن کا ہر قدم تباہی کی طرف اُٹھے گا۔ ہم اپنی سرحدی بستیوں کی حفاظت ہی نہیں کریں گے بلکہ مکہ اور مدینہ کی دیواروں تک اُن کا پیچھا کریں گے"

"تم نے خالد بن ولید کا نام سُنا ہے؟" ہرمز نے حقارت سے افسر کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں جناب اُس کے متعلق بہت کچھ سُن چکا ہوں، لیکن میرا خیال ہے کہ اگر وہ ایک سپاہی کی نگاہ رکھتا ہے تو ننگے اور بھوکے عربوں کو اپنے صحراؤں کی حدود سے آگے بڑھنے کا مشورہ نہیں دے گا۔"

ہرمز نے تلخ ہو کر کہا "بیوقوف اس خط میں اُس نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ وہ ننگے اور بھوکے عرب بہت جلد یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

محفل پر تھوڑی دیر کے لئے سناٹا چھا گیا۔ پھر ایک ایرانی سردار نے کہا "جناب خالد کی کارگزاری

تنی سے مختلف نہیں ہو گی۔ یہ لوگ سرحد کے چند دُور اُفتادہ بستیوں میں لُوٹ مار کرنے کے بعد بھاگ جائیں گے لیکن ہمارے علاقے میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کریں گے۔"

"یہ خط اُن کی جرأت کا پہلا ثبوت ہے اور اگر یہ واقعی خالد نے لکھا ہے تو تمہیں زیادہ دیر اُس کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔" ہرمز یہ کہہ کر فوج کے افسروں کی طرف متوجہ ہُوا۔ "اب ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ میں تین دن کے اندر خالد کی فوج کی تعداد کے متعلق صحیح معلُومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

ایک بوڑھے سردار نے کہا۔ "جناب میری التجا ہے کہ آپ خالد کے ایلچی کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیں۔ اگر اُسے قتل کر دیا گیا تو مُسلمانوں کے ساتھ آپ کی جنگ ناگزیر ہو جائے گی۔"

ہرمز نے تلملا کر جواب دیا۔ "میں بیوقوف نہیں ہُوں۔ میں جانتا ہوں کہ ان صحرا نشینوں کو ہماری قوت کا احترام ہی جنگ سے باز رکھ سکتا ہے اور جب خالد کا ایلچی واپس جائے گا تو وہ یہ نہیں کہہ سکے گا کہ ہم اُس کی دھمکیوں کو کوئی اہمیت دیتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب وہ یہاں آئے تو تمہارے چہروں پر خوف و ہراس کی بجائے مسکراہٹیں دیکھے۔ ہم کسریٰ سے کمک حاصل کئے بغیر چالیس ہزار جوان میدان میں لا سکتے ہیں لیکن خالد کے ایلچی کو ہمیں یہ تاثر دینے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ اگر مُسلمانوں نے اس طرف پیشقدمی کی تو اُن کے راستے میں قدم قدم پر انسانوں کی دیواریں کھڑی ہوں گی۔"

حسان ننگی تلواروں کے پہرے میں کمرے کے اندر داخل ہُوا اور ہرمز کی مسند کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔

ہرمز نے اُس پر سر سے پاؤں تک نظر دوڑائی اور پھر اطمینان سے کہا۔ "اگر تم ایک چور کی طرح یہاں نہ آتے تو تمہیں محل کے دروازے پر دستک دینے کا موقع نہ ملتا۔ تمہاری سزا موت ہے۔"

حسان نے جواب دیا۔ "اگر مجھے موت کا خوف ہوتا تو تمہارے پاس خالد بن ولید کا خط پہنچانے کی ذمہ داری قبول نہ کرتا۔"

ہرمز بولا۔ "تمہارا خیال ہے کہ میں مُسلمانوں کی قوت سے خائف ہو کر اُن کا دین قبول کر لوں گا۔"

حسان نے جواب دیا۔ "ہمارا مقصد تمہیں قوت سے مرعُوب کرنا نہیں بلکہ سلامتی کا راستہ دکھانا ہے۔ میں تمہارے ساتھ بحث نہیں کروں گا۔ میں اس یقین کے باوجود یہاں آ گیا ہوں کہ تمہارا دربار حساب

قریب آچکا ہے اور قدرت تمہیں سلامتی کا راستہ دیکھنے کا موقع نہیں دے گی۔"

ہرمز نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارے سپہ سالار نے یہ لکھا ہے کہ ہم جس قدر زندگی سے محبت کرتے ہیں، اُسی قدر مسلمانوں کو موت سے عشق ہے۔ تم اُسے ہماری طرف سے یہ پیغام دے سکتے ہو کہ اگر اُس کے سپاہی مرنا چاہتے ہیں تو ہم اُنہیں مایوس نہیں کریں گے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ آپ کو ہماری کوئی پیش کش منظور نہیں؟"

ہرمز نے جواب دیا۔ "تم خالد کو یہ پیغام دے سکتے ہو کہ میں نہایت بے چینی سے اُس کا انتظار کر رہا ہوں۔"

حسان مسکرایا۔ "آپ کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ ہمارے گھوڑوں کی رفتار بہت تیز ہے۔"

ہرمز چلایا۔ "اسے لے جاؤ اور اگر یہ غروبِ آفتاب کے بعد ہمارے علاقے میں نظر آئے تو اس کی گردن اُڑا دو۔"

O

رات کے وقت قباد اپنے بستر پر پڑا ہوا تھا۔ گزشتہ دو ہفتوں کی شدید علالت نے اُسے بہت لاغر کر دیا تھا۔ ایک عمر رسیدہ طبیب جو غروبِ آفتاب سے تھوڑی دیر قبل وہاں پہنچا تھا، قباد کے بستر کے قریب ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ماہ بانو دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے اپنے باپ کے قریب بیٹھتے ہوئے طبیب سے سوال کیا۔ "اب ان کی طبیعت کیسی ہے؟"

طبیب نے جواب دیا۔ "بیٹی پُرانے مرض اتنی جلدی ٹھیک نہیں ہوتے، تاہم مجھے یقین ہے کہ میری دوا اثر کرے گی۔"

قباد نے آنکھیں کھول کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور پھر طبیب کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ میں کافی دیر سویا ہوں اور میرا درد بھی بہت کم ہو چکا ہے۔"

طبیب نے جواب دیا۔ "آپ نے صرف ایک پہر آرام کیا ہے۔ تھوڑی دیر تک میں آپ کو ایک اور دوا دوں گا اور اس کے بعد آپ صبح تک آرام کی نیند سو سکیں گے۔"

قباد نے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ آپ کو میرے بیٹے نے مدائن بھیجا ہوگا۔ لیکن ماہ بانو کہتی تھی کہ

آپ حیرہ سے آئے ہیں۔ مجھے اس وقت بہت تکلیف تھی۔ اِس لئے میں آپ سے باتیں نہ کر سکا۔"

طبیب نے جواب دیا "میں حیرہ کے والی کے حکم پر یہاں آیا ہوں۔ اُنہوں نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کا بیٹا شہنشاہ کی محافظ فوج میں ملازم ہے اور اس فوج کے سالارِ اعلیٰ کی خواہش تھی کہ میں کسی تاخیر کے بغیر آپ کے علاج کے لئے روانہ ہو جاؤں۔"

"سالارِ اعلیٰ آپ کو جانتا تھا؟"

"جی ہاں، وہ حیرہ کے حاکم کے دوست ہیں اور ایک مرتبہ جب وہ بیمار ہوئے تھے تو مجھے اُن کے علاج کے لئے مدائن بھیجا گیا تھا۔ اس کے بعد سے جب کبھی اُن کا کوئی دوست یا عزیز بیمار ہوتا ہے تو وہ مجھے بُلا لیتے ہیں۔"

قباد نے کہا "میں حیران ہوں کہ مدائن میں اتنے بااثر آدمی تک رسائی حاصل کرنے کے بعد بھی آپ حیرہ میں رہنا پسند کرتے ہیں۔"

طبیب مُسکرایا "میں حیرہ کے حاکم کا غلام ہوں لیکن اگر میں اُن کا غلام نہ ہوتا تو بھی اپنی خوشی سے مدائن میں رہنا پسند نہ کرتا۔ میں عیسائی ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ ایک عیسائی کے لئے مدائن کے حالات سازگار نہیں۔"

قباد نے غور سے اُن کی طرف دیکھا اور کہا "تم ایرانی نہیں ہو اور شاید تم عرب بھی نہیں ہو۔"

طبیب مسکرایا "جناب آپ درست کہتے ہیں میرے والدین یونانی تھے اور وہ انطاکیہ میں آباد ہو گئے تھے جب شہنشاہ نوشیرواں نے انطاکیہ فتح کیا تو ہمیں غلام بنا کر مدائن لایا گیا میری ماں راستے ہی میں چل بسی۔ میری عمر اُس وقت تین سال تھی۔ جب میں نے ہوش سنبھالا تو معلوم ہوا کہ میں اور میرا باپ ایران کی فوج کے ایک افسر کے غلام ہیں انطاکیہ میں میرا باپ ایک کامیاب طبیب تھا اور مدائن پہنچنے کے بعد بھی اُس کے جوہر لوگوں سے پوشیدہ نہ رہے۔ ہمارے آقا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی میرے باپ نے اُس کا علاج کیا اور اُن کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے بعد ہماری حالت غلاموں سے بہتر تھی۔ جب میری عمر بیس سال ہوئی تو میرا باپ چل بسا لیکن موت سے قبل وہ مجھے طب کے متعلق بہت کچھ سکھا چکا تھا۔

چند سال بعد میرے آقا کا لڑکا حیرہ کا حاکم مقرر ہوا اور میں اُس کے ساتھ وہاں چلا گیا۔ پرویز کی شکست کے بعد تمام غلاموں کو آزادی مل گئی۔ لیکن میں نے حیرہ چھوڑنا پسند نہ کیا۔ حیرہ کا والی مجھ پر بہت مہربان ہے۔ وہ میرے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا اور میں نے سنا ہے کہ آپ بھی عیسائیوں سے نفرت نہیں کرتے۔"

قباد نے جواب دیا۔ "مجھے صرف اُن عیسائیوں سے نفرت ہے جو کسریٰ کی رعایا ہونے کے باوجود قیصر کو زیادہ قابلِ احترام سمجھتے ہیں لیکن جو عیسائی ایرانی سلطنت کے وفادار ہیں اُنہیں میں نے کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔"

طبیب نے کہا۔ "اگر کسریٰ اور قیصر کے مشیر آپ کی طرح رواداری سے کام لیتے تو دنیا روم و ایران کی گزشتہ جنگوں کی ہولناکیاں نہ دیکھتی۔ لیکن اب مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے اندوہناک ماضی سے سبق سیکھ چکے ہیں۔ اب وہ مدائن اور قسطنطنیہ میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جنہیں مستقبل کے امن اور دوستی میں اپنی بقا اور سلامتی نظر آتی ہے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ مشترکہ خطرے کا احساس بہت جلد روم اور ایران کو متحد ہونے پر مجبور کر دے گا۔"

قباد نے کہا۔ "اگر مشترکہ خطرے سے تمہارا مطلب مسلمانوں کا خطرہ ہے تو میں کم از کم کسریٰ کے متعلق اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے رومیوں کے تعاون کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا۔ میں یہ جانتا ہوں کہ مدائن کی محلاتی سازشوں کے باعث ایران کافی کمزور ہو چکا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ عراق میں ایرانی رؤسا کے مظالم کے باعث مقامی عرب دل برداشتہ ہو چکے ہیں اور خطرے کے وقت بعض قبائل ہمارا ساتھ نہیں دیں گے لیکن میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ عرب کے مسلمان کسی میدان میں ایران کی فوجی قوت کا مقابلہ کر سکیں گے۔ وہ صرف اس اطمینان کے ساتھ ہمارے سرحدی علاقوں پر چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں کہ صحراؤں کی وسعتیں اُن کی پشت پر ہیں اور جب اُنہیں کسی باقاعدہ لشکر کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ اطمینان سے پیچھے ہٹ جائیں گے۔ آپ کو مثنیٰ بن حارثہ کے حملوں سے یہ تاثر نہیں لینا چاہیئے کہ عرب کے خانہ بدوش اُن کے ساتھ ٹکر لینے کے قابل ہو گئے ہیں۔"

طبیب مسکرایا۔ "عرب پہلی بار ایک سلطنت کی شکل اختیار کر چکا ہے اور اہلِ عرب پہلی بار ایک

قوم کی حیثیت سے نمودار ہوئے ہیں اور مجھے اُس دین کی قوت سے خوف محسوس ہوتا ہے جس نے چند برس کے اندر اندر وہاں کے تمام قبائل کو اپنے آغوش میں لے لیا ہے۔ حیرہ سے روانہ ہوتے وقت میں نے یہ خبر سُنی تھی کہ عربوں کی ایک فوج دومتہ الجندل کا رُخ کر رہی ہے اور آج راستے کی ایک بستی سے گزرتے ہوئے مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ اُن کا دوسرا لشکر یہاں سے صرف چند منازل دُور پڑاؤ ڈال چکا ہے۔"

قباد نے اطمینان سے جواب دیا۔ "یہ لشکر گزشتہ چند مہینوں میں ہماری سرحد پر کئی حملے کر چکا ہے اور مجھے اُس کے متعلق کوئی پریشانی نہیں۔ ہم اُنہیں دریائے فرات کا پانی پینے سے نہیں روک سکتے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ باقاعدہ جنگ کی صورت میں کسی محاذ پر ثابت قدم رہ سکیں۔"

طلیب نے کہا۔ "میں نے راستے میں جس لشکر کی آمد کے متعلق سُنا ہے' اُس کا امیر خالد بن ولید ہے۔ اور خالد کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اُس نے ابھی تک کسی میدان میں شکست نہیں کھائی۔ یمامہ کی جنگ میں اُس کے ہاتھوں مسیلمہ کے چالیس ہزار سپاہیوں کی عبرتناک تباہی ایک معجزے سے کم نہ تھی۔"

قباد نے کہا۔ "میں مسلمانوں کے متعلق یہ تو مان سکتا ہوں کہ وہ اپنے اتحاد اور ایمان کے باعث صحرائے عرب کے اُن قبائل پر غالب آسکتے ہیں جن کے اتحاد کی بنیاد اُن کی نسبت کمزور ہے لیکن یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ وہ ہمارے لئے کوئی خطرہ پیدا کر سکتے ہیں۔"

طلیب نے کہا۔ "جناب میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ تاہم یہ محسوس کرتا ہوں کہ ایران اور رُوم کی تاریخ کے آئندہ چند مہینے بہت اہم ہوں گے۔ اگر عراق کے کسی حصے میں عربوں کے پاؤں جم گئے اور ہم اُنہیں فیصلہ کُن شکست نہ دے سکے تو اُن کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔"

قباد نے قدرے تلخ ہو کر کہا۔ "لیکن آپ یہ کیوں سوچتے ہیں کہ ایران کا لشکر مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکے گا؟"

طلیب نے جواب دیا۔ "معاف کیجئے یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی کہ مسلمان کسریٰ کی عظیم افواج کے سامنے ٹھہر سکیں گے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ اگر ایران اور روم ایک مشترکہ دشمن کے عزائم کے پیشِ نظر متحد ہو جائیں تو کسریٰ کو عراق اور قیصر کو شام کی حدُود میں اُن کا راستہ روکنے کی ضرورت

پیش نہیں آئے گی بلکہ ہم مکہ اور مدینہ کی دیواروں تک اُن کا تعاقب کریں گے اور پھر آپ یہ دیکھیں گے کہ صحرائے شکست خوردہ قبائل نے بھی بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا ہے لیکن اگر مُسلمانوں کو عراق میں پیشقدمی کا موقع دیا گیا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ مقامی عرب اُن کے ساتھ مل جائیں گے۔"

قباد نے کہا۔" آج اگر کوئی قیصر اور کسریٰ کو مُسلمانوں کے خلاف اتحاد کی دعوت دے تو اُسے بیوقوف سمجھا جائے گا۔ لیکن آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ جب کسریٰ کی افواج میدان میں آئیں گی تو مقامی عرب قبائل مسلمانوں کا ساتھ دینے کی جرأت نہیں کریں گے۔ مثنیٰ بن حارثہ کی گزشتہ کامیابیوں کی وجہ صرف یہ تھی کہ مدائن کے حالات نے ہمیں اس طرف توجہ دینے کا موقع نہیں دیا۔ اور ہمارا حاکم ایک ایسا آدمی ہے جس کے مظالم سے مقامی عرب تنگ آ چکے ہیں لیکن اب اگر مسلمانوں نے خالد بن ولید کو اس محاذ پر بھیج دیا ہے تو مجھے یقین ہے کہ ایران کی حکومت زیادہ دیر اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہیں رہے گی۔ میں تم سے صرف ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے متعلق عراق کے عیسائیوں کے جذبات کیا ہیں؟"

ملیبہ نے جواب دیا۔" مُسلمانوں کے متعلق عراق کے عیسائیوں کے جذبات مجوسیوں سے مختلف نہیں ہو سکتے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب اُن کی وفاداری کے امتحان کا وقت آئے گا تو آپ اُنہیں کسریٰ کے سپاہیوں کی پہلی صف میں دیکھیں گے۔ اگر اُنہیں ایرانیوں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ ہو تو بھی وہ مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب جزیرہ کی کاہنہ سجاح نے مسلمانوں کے خلاف پیشقدمی کی تھی تو اُس کے لشکر میں عیسائی بھی تھے۔ اگر وہ مسیلمہ کے فریب میں نہ آجاتی تو آج عرب کے حالات مختلف ہوتے اور شاید آپ کو بھی یہ پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آتی کہ ایران کے خلاف عربوں کی پیشقدمی کی صورت میں مقامی عیسائیوں کے جذبات کیا ہوں گے۔"

"میں مقامی عیسائیوں کی وفاداری پر شبہ نہیں کرتا اور غیر عیسائی عربوں کے متعلق بھی مجھے یہ خدشہ نہیں کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل جائیں گے۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ ایرانی زمینداروں کی سختیوں نے اُنہیں بددل کر دیا ہے۔" قباد یہ کہہ کر ماہ بانو سے مخاطب ہوا۔" بیٹی ہمارے مہمان تھکے ہوئے ہیں تم کاؤس کو بُلاؤ اور اُن کے آرام کا انتظام کرو۔"

ماہ بانو نے کاؤس کو آواز دی تو ایک خادمہ بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے کہا۔" کاؤس یہاں نہیں ہے۔ ڈیوڑھی سے ایک پہریدار آیا تھا اور وہ اُس کے ساتھ چلا گیا تھا۔"

قباد نے کہا۔" بہت اچھا، تم مہمان کو ان کے کمرے میں لے جاؤ اور جب کاؤس آئے تو اُسے میرے پاس بھیج دو۔"

طبیب نے اپنے تھیلے سے ایک چھوٹی سی صراحی نکالی اور خادمہ کو پانی لانے کے لئے کہا۔ خادمہ جلدی سے واپس مڑی اور چاندی کے پیالے میں پانی لے آئی۔ طبیب نے صراحی کا ڈھکنا کھولا اور اُس میں سے مٹیالے رنگ کی دوائی کے چند قطرے پیالے میں ڈال دیئے اور قباد کو پیش کرتے ہوئے کہا۔" پی لیجئے۔ اس کے بعد آپ کافی دیر آرام کی نیند سو سکیں گے۔"

قباد نے اُٹھ کر دوائی پی لی۔ طبیب ماہ بانو سے مخاطب ہوا۔" رات کے وقت اگر یہ تکلیف محسوس کریں تو مجھے جگا دیجئے۔"

تھوڑی دیر بعد طبیب ماہ بانو کے ساتھ دوسرے کمرے میں داخل ہوا اور نڈھال سا ہو کر بستر پر بیٹھ گیا۔

ماہ بانو نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔" آپ کو یہ اطمینان ہے کہ ابا جان کی بیماری زیادہ خطرناک نہیں؟"

طبیب نے جواب دیا۔" بیٹی میں اُن کی بیماری کے متعلق ابھی پورے وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تاہم تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ میں ان کے علاج میں کوتاہی نہیں کروں گا۔"

ماہ بانو نے کہا۔" میں آپ کی شکر گزار ہوں لیکن آپ جانتے ہیں کہ میرا بھائی مدائن میں ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ اگر آپ کوئی خدشہ محسوس کرتے ہوں تو اُسے بُلا لیا جائے۔ گزشتہ تین مہینوں میں وہ چار مرتبہ یہاں آچکے ہیں، میں ابا جان سے پوچھے بغیر انہیں بُلا لیا کرتی تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ موجودہ حالات میں فوج کے ملازموں کو آسانی سے چھٹی نہیں ملتی۔ پچھلی مرتبہ جب وہ گھر آئے تھے تو ابا جان مجھ پر سخت برہم ہوئے تھے۔ وہ نہیں چاہتے گھر کے حالات کے باعث اُن کی ترقی کے راستے بند ہو جائیں۔ اگر ابا جان

سفر کے قابل ہوتے تو بھائی جان ہمیں اپنے ساتھ مدائن لے جاتے۔ اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے"۔

طبیب نے کہا: "آپ کے بھائی اپنے والد کی حالت سے بے خبر نہیں ہیں۔ اُنہوں نے بڑی کوشش کے بعد مجھے یہاں بھجوایا ہے۔ اگر اُنہیں آسانی سے رخصت مل سکتی تو وہ بذاتِ خود حیرہ آتے اور مجھے ساتھ لیکر یہاں پہنچتے۔ اب اگر مسلمانوں کی پیشقدمی کے متعلق تازہ خبریں درست ہیں تو آپ کے بھائی کے لئے رخصت حاصل کرنا زیادہ مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ صبر اور ہمت سے کام لیں۔ اگر خدانخواستہ مجھے اُن کے متعلق زیادہ تشویش محسوس ہوئی تو میں حیرہ کے حاکم کے توسط سے اُنہیں یہاں بُلانے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اُن کی سفارش رد نہیں کی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے عراق کی طرف مسلمانوں کی پیشقدمی روکنے کے لئے مدائن کی افواج کو میدان میں آنا پڑے اور آپ کے بھائی اُن کے ساتھ ہوں"۔

ماہ بانو نے احسانمندی سے طبیب کی طرف دیکھا اور کمرے سے باہر نکل آئی۔ چند ثانیے بعد وہ قباد کے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ سو رہا تھا اور خادمہ بستر کے قریب کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی ماہ بانو دوسری کرسی اُٹھا کر اُس کے قریب بیٹھ گئی۔ خادمہ نے دبی زبان میں کہا: "یہ دوا کھاتے ہی سو گئے تھے۔ اب آپ بھی آرام کریں"۔

ماہ بانو نے جواب دیا: "مجھ سے زیادہ تمہیں آرام کی ضرورت ہے"۔

خادمہ نے کہا: "میں نے دن کے وقت کافی سو لیا تھا جب کاؤس آ جائیگا تو میں بھی آرام کر لونگی"۔

"لیکن وہ کہاں غائب ہو گیا ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں، پہریدار نے اُس کے کان میں کچھ کہا تھا اور وہ دبے پاؤں باہر نکل گیا۔ پھر جب میں دودھ لینے گئی تو باورچی سے معلوم ہوا کہ وہ اُوپر آیا تھا اور کسی مہمان کے لئے کھانا لے کر دوبارہ واپس چلا گیا ہے"۔ "اگر کوئی مہمان آیا تھا تو اُس نے ہمیں اطلاع کیوں نہ دی؟"

خادمہ نے کہا: "آپ آہستہ بات کریں۔ اگر کوئی اہم بات ہوتی تو وہ آپ کو ضرور اطلاع دیتا۔ میرے خیال میں کوئی مُسافر ہوگا"۔

کاؤس دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا اور وہ جواب طلب نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ چند ثانیے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں کھڑا رہا اور پھر ماہ بانو کو ہاتھ کا اشارہ کرنے کے بعد باہر نکل گیا۔

ماہ بانو مضطرب سی ہو کر کمرے سے باہر نکلی۔

"کیا بات ہے کاؤس! تم اس قدر بدحواس کیوں ہو؟"

کاؤس نے جواب دینے کی بجائے اپنے ہونٹوں پر اُنگل رکھ دی اور چند قدم دُور جا کھڑا ہوا۔ ماہ بانو کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ پھر بھاگتی ہوئی آگے بڑھی اور بولی —

"کاؤس تم خاموش کیوں ہو؟ مہمان کون ہے؟"

کاؤس نے اُس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے پوچھا "طبیب کہاں ہے؟"

"وہ اپنے کمرے میں ہے۔ لیکن تم میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے؟"

"آقا سو رہے ہیں؟"

"ہاں —!"

"بیٹی آہستہ بات کرو۔ وہ آگئے ہیں!"

"کون؟" ماہ بانو نے ڈوبتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"حسان!"

ایک لمحہ کے لئے ماہ بانو سکتے کی حالت میں کھڑی رہی۔ پھر رات کی خاموشی سے نغموں اور قہقہوں کا ایک سیلاب پھوٹ پڑا۔ وہ بولنا چاہتی تھی لیکن اُس کے حلق سے آواز نہ نکلتی تھی۔ ہر لحظہ اُس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں اُس نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے کاؤس کا بازو پکڑ لیا اور ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

"وہ کہاں ہے؟"

کاؤس نے جواب دیا "میں اُسے چھت پر چھوڑ آیا ہوں وہ تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ طبیب کی موجودگی میں اُس کا اندر آنا مناسب نہ تھا۔ اُسے بہت جلدی ہے۔ تم جاؤ۔ مجھے اُس کے لئے گھوڑے کا انتظام کرنا ہے۔ اُس کے گھوڑے نے راستے میں دم توڑ دیا تھا۔ اگر آقا کے پاس طبیب نہ ہوتا تو میں اُسے سیدھا وہاں لے آتا۔

اب تم جاؤ اور جب طبیب سو جائے تو اُسے آقا کے کمرے میں لے آؤ، میں سرنگ کے سامنے اُس کا انتظار کروں گا۔"

"وہ پیدل آیا ہے اور دشمن اُس کا پیچھا کر رہے ہوں گے۔ وہ ٹھیک ہے نا؟"

"وہ بالکل ٹھیک ہے لیکن اُس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کوئی خطرہ ضرور ہے۔ اُسے گھوڑا دینے کے متعلق میں آقا سے اجازت لے سکتا تو بہتر ہوتا۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "ابا جان اُس سے ملاقات نہیں کر سکیں گے۔ انہیں جگانا مناسب نہیں اور حسان کو گھوڑا دینے کے لئے اُن کی اجازت کی ضرورت بھی نہیں۔ تم نے سہیل کے متعلق اُسے بتا دیا تھا؟"

"ہاں اب تم جاؤ، اُسے بہت جلدی ہے۔"

○

ماہ بانو زینے کی طرف بڑھی۔ اُس کی ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ چند قدم اُٹھانے کے بعد ایک ثانیہ کے لئے رُکی اور پھر بھاگتی ہوئی چھت پر جا پہنچی۔ فضا میں دسویں رات کا چاند نُور کے خزانے بکھیر رہا تھا۔ حسان جو زینے کے دروازے سے چند قدم دُور منڈیر کے قریب کھڑا جنگل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اچانک ماہ بانو کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ رُک گئی۔ حسان آگے بڑھا۔ ماہ بانو کا چہرہ مسکراہٹوں سے کھل اُٹھا۔ اس کے ساتھ ہی اُس کی آنکھوں سے آنسو اُمڈ پڑے۔ "حسان!" اُس نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "آپ نے بہت دیر لگائی۔"

حسان کی نگاہیں جھک گئیں اور اُس نے چند ثانیے توقف کے بعد کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں جلد واپس نہ آسکا۔ آپ کے ابا جان کیسے ہیں؟"

"اُن کی صحت اچھی نہیں۔ آج حیرہ سے ایک طبیب اُن کے علاج کے لئے آیا ہے اور اُس کی دوا سے وہ کئی دنوں کے بعد آرام کی نیند سوتے ہیں لیکن آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ آپ اتنی مدت کہاں رہے؟ آپ کو کوئی خطرہ تو نہیں؟"

حسان نے جواب دیا۔ "آپ میری فکر نہ کریں، میں ابھی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

ماہ بانو کے چہرے پر اُداسی چھا گئی۔ اُس نے کہا۔ "ابا جان آپ کو بہت یاد کیا کرتے تھے جب وہ یہ

سُنیں گے کہ آپ اُن سے ملے بغیر چلے گئے ہیں تو انہیں بہت افسوس ہوگا لیکن اگر کوئی آپ کا پیچھا کر رہا ہے تو میں آپ کو روکنے کی کوشش نہیں کروں گی۔"

حسان نے جواب دیا۔ "اگر ہرمز کے آدمی میرا پیچھا نہ کرتے تو بھی میرے لئے چند گھڑیوں سے زیادہ یہاں ٹھہرنا ممکن نہ تھا۔ میں سہیل کو لینے کے لئے آیا تھا لیکن آپ کے ذکر سے معلوم ہوا کہ وہ یہاں نہیں ہے۔"

"ابا جان نے اُسے زرنجت کے ساتھ مدائن بھیج دیا تھا۔ اُس کا یہاں رہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اُس کی صحت بھی ٹھیک نہ تھی اور بھائی جان کہتے تھے مدائن میں اُس کے علاج کے لئے کسی اچھے طبیب کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ وہ مدائن پہنچتے ہی تندرست ہوگیا تھا۔ بھائی جان نے اُس کی فوجی تعلیم و تربیت کا انتظام کر دیا ہے اور اب وہ بہت خوش ہے۔ میری طرح زرنجت بھی اُسے اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ پچھلی مرتبہ زرنجت گھر آیا تھا تو اُس نے کہا تھا کہ سہیل کی صحت اتنی اچھی ہوگئی ہے کہ اب اُس کے گاؤں کے لوگ بھی اُسے پہچان نہیں سکیں گے۔ ابا جان سفر کے قابل نہ تھے۔ ورنہ ہم سب مدائن چلے جاتے۔"

حسان نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ ابھی تک ہرمز کے طرزِ عمل میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔"

"نہیں ہم ہرمز کی وجہ سے پریشان نہیں ہیں۔ جب سے سرحد پر مسلمانوں کے حملے شروع ہوئے ہیں اُس کا مزاج کافی تبدیل ہوگیا ہے۔ اب وہ اس علاقہ کے ہر آدمی کے ساتھ تعاون کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ پچھلے دنوں وہ ابا جان کی تیمارداری کے لئے ہمارے گھر بھی آیا تھا۔ اِن دنوں اُس کے گھر میں علاقے کے سرکردہ لوگوں کا اجلاس ہو رہا ہے۔ اُس نے مسلمانوں کے خلاف جوابی کارروائی کی تجاویز پر غور کرنے کے لئے ابا جان کو بھی بلایا تھا لیکن وہ علالت کے باعث نہیں جاسکے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ اگر آپ کے ابا جان کی صحت ٹھیک ہو تو وہ مسلمانوں کے خلاف ہرمز کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں گے؟"

"ابا جان نے ابھی تک ہرمز کو معاف نہیں کیا۔ تاہم وہ یہ کبھی گوارا نہیں کریں گے کہ مسلمان عراق پر چڑھ دوڑیں۔ جب ہرمز ابا جان کے پاس آیا تھا تو انہوں نے صاف الفاظ میں یہ کہا تھا کہ اگر

عراق کے عرب کاشتکاروں سے ایرانی حکام اور زمینداروں کا سلوک اچھا ہوتا تو مٹھی بھر مسلمانوں کو عراق کی سرحد کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہوتی۔ اباجان نے اُسے عرب کاشتکاروں کے متعلق اپنا رویہ تبدیل کرنے کی نصیحت کی تھی اور اُس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ آئندہ ان لوگوں کو شکایت کا موقع نہیں دے گا۔"

حسان نے کہا۔ "آپ کا مطلب ہے کہ اگر حالات بھیڑئیے کو چرواہے کا لباس پہننے پر مجبور کر دیں تو بھیڑوں کو مطمئن ہو جانا چاہیئے؟"

"نہیں! اباجان ہرمز سے کسی صورت بھی مطمئن نہیں ہو سکتے لیکن مسلمانوں کو اس علاقے سے دُور رکھنے کے لئے وہ اپنے بدترین حاکم کا ساتھ دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اباجان کا خیال ہے کہ عرب کاشتکاروں کی نجات صرف اس بات میں ہے کہ وہ ہر حالت میں شہنشاہ کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیں۔ پھر ہرمز جیسے سنگدل حاکم بھی اُن کے ساتھ زیادتی کرنے پر شرم محسوس کریں گے۔"

حسان نے کہا۔ "ہرمز نے اُن لوگوں کے ساتھ بھی زیادتی کرنے میں شرم محسوس نہیں کی جن کے بھائی اور دوست کسریٰ کے تخت و تاج کی حفاظت کے لئے جانیں دے چکے ہیں۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "میں نے یہی بات اباجان سے کہی تھی اور انہوں نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر عرب کاشتکاروں نے اس جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تو ہرمز کے مظالم کے خلاف اُن کی آواز مدائن کے ایوانوں میں سُنی جائے گی اور ایران کے محبانِ وطن اُن کی حمایت کریں گے۔ پھر اگر ہرمز راہ راست پر نہ آیا تو اُس کی جگہ کوئی بہتر حاکم بھیج دیا جائے گا۔ ہرمز صرف اُن لوگوں پر ظلم کر سکتا ہے جن کی آواز کسریٰ کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ جب تک اُسے یہ اطمینان تھا کہ وہ ہمارے خلاف من مانی کر سکتا ہے تو اُس نے انتہائی سنگدلی کا ثبوت دیا تھا لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ زرنجت مدائن کے بااثر لوگوں تک رسائی حاصل کر چکا ہے تو اُسے ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے میں دیر نہیں لگی۔ ایک دن اباجان کہہ رہے تھے کہ عراق کے حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کچھ عرصہ بعد اگر حسان اپنے گھر آ گیا تو ہرمز اُس کے ساتھ مصافحہ کرنے میں بھی ہتک محسوس نہیں کرے گا۔

کم از کم ہمارے گھر میں اُسے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

حسان نے کہا۔ "اگر میں یہ کہوں کہ میں ہرمز سے مل چکا ہوں، اُس کے ساتھ گفتگو بھی کر چکا ہوں، لیکن میں نے اس ظالم کے ساتھ مصافحہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تو آپ کو یقین آجائے گا؟"

"آپ ہرمز کے پاس گئے تھے؟"

"ہاں میں ہرمز کو یہ بتانے کے لیے گیا تھا کہ تمہارا یومِ حساب قریب آپہنچا ہے۔"

"اور اب ہرمز کے سپاہی آپ کا پیچھا کر رہے ہیں؟"

"ہرمز کے سپاہی رات کے وقت میرا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔ وہ مجھے سرحد کے پار پہنچانے کے لیے آئے تھے اور اُنہیں یہ حکم تھا کہ اگر میں غروبِ آفتاب تک اُس کے علاقے سے باہر نہ نکل جاؤں تو میری گردن اُڑا دی جائے۔ اب اگر وہ مایوس ہو کر واپس نہیں چلے گئے تو مجھے یہاں سے چھ سات کوس دُور ایک جنگل میں تلاش کر رہے ہوں گے۔ اُن کی خواہش یہی تھی کہ میں شام سے پہلے سرحد عبور نہ کر سکوں، لیکن اُنہیں یہ معلوم نہ تھا کہ میں سرحد پار کرنے سے پہلے اپنے بھائی کا پتہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ جب سرحد کی آخری چوکی سے ایک منزل دُور میں نے اپنے گھوڑے کی باگ اس طرف موڑلی تو اُنہوں نے مجھے ٹوکنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ وہ چھ تھے، اُن کے گھوڑے بھی میرے گھوڑے کی نسبت زیادہ تازہ دم تھے۔ پھر میرے پاس تلوار بھی نہیں تھی۔ مجھے ہرمز کے محل میں داخل ہوتے وقت غیر مسلح کر دیا گیا تھا۔ غروبِ آفتاب کے وقت ایک ندی کے کنارے گھنے باغات میں سے گزرتے ہوئے ہم ایک بستی میں داخل ہوئے اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ مجھے اس وقت تک سرحد عبور کر لینی چاہیے۔ ہم راستہ بھول تو نہیں گئے؟

وہ معنی خیز مسکراہٹوں کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر ایک سپاہی نے کہا۔ سرحد ابھی کافی دُور ہے لیکن تم فکر نہ کرو۔ اس بستی سے آگے تمہارا سفر ختم ہو جائے گا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ لوگ بستی کی بجائے مجھے کسی ویران جگہ قتل کرنا زیادہ پسند کریں گے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اگر تمہاری اجازت ہو تو میں پانی پی لوں؟"

اُنہوں نے کہا۔ "پانی پینے کے لیے تمہیں ہماری اجازت کی ضرورت نہیں۔ تم ہمارے قیدی

نہیں ہو۔ ہمیں صرف تمہاری حفاظت کے لئے بھیجا گیا ہے۔"

میں نے کہا: "اب آفتاب غروب ہو رہا ہے اور ہم شاید راستہ بھول کر سرحد سے دُور نکل آئے ہیں۔ اب مجھے آپ کی اجازت کے بغیر ایک ثانیہ کے لئے بھی کسی جگہ نہیں رُکنا چاہیئے۔"

ایک سپاہی نے جواب دیا: "اب ایک ثانیہ یا ایک ساعت رُکنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اب تم اگر اُڑ کر بھی جاؤ تو آدھی رات سے پہلے سرحد عبور نہیں کر سکو گے۔"

چند عرب اور ایرانی ہمارے گرد جمع ہو گئے۔ میں نے ایک آدمی کو پانی لانے کے لئے کہا اور میرے ساتھی بستی کے لوگوں سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو شام ہو چکی تھی۔ بستی سے باہر گاؤں کے رئیس کا محل تھا۔ میں نے اچانک اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور دیوار پھاند کر باغ کے اندر کُود پڑا۔ میرے ساتھی چیختے چلاتے دیوار پھاند کر باغ کے اندر داخل ہوئے۔ لیکن میں اتنی دیر میں اُن کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ کچھ دیر بوڑھی قطار سے دیوار کے ساتھ ساتھ بھاگنے کے بعد میں گھنے درختوں کی آڑ میں چھپ گیا اور میرے ساتھی باغ کی دوسری سمت نکل گئے۔ میں نے دیوار سے جھانک کر دیکھا۔ باہر صرف ایک سپاہی رہ گیا تھا اور اُس نے تین بدحواس گھوڑوں کی باگیں پکڑ رکھی تھی۔ باقی گھوڑے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ میں نے دوبارہ دیوار پھاندی۔ سپاہی نے بدحواس ہو کر چیخ ماری اور اس کے ساتھ ہی میں نے اُس کا گلا دبوچ لیا۔ سپاہی گرا اور اُس نے دوبارہ اُٹھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ میں نے اُس کی تلوار چھین لی اور ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ پھر میں نے باقی گھوڑوں کو تتر بتر کر دیا۔ اتنی دیر میں باغ کی دوسری سمت سے واپس آنے والے سپاہیوں کی آوازیں سُنائی دینے لگیں اور میں نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ تھوڑی دیر بعد چھ کی بجائے پندرہ بیس سوار میرا پیچھا کر رہے تھے۔ مجھے ہرمز کے سپاہیوں سے کوئی خدشہ نہ تھا لیکن بستی کے لوگ جو تازہ دم گھوڑوں پر سوار ہو کر میرے تعاقب میں حصہ لے رہے تھے، ہر آن میرے قریب آ رہے تھے اور میرا نیا گھوڑا بھی دن بھر سفر کر چکا تھا۔ جنگل میں داخل ہونے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا لیکن میرے گھوڑے نے گر کر دم توڑ دیا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ایک بار پہلے بھی اسی جنگل نے میری جان بچائی تھی لیکن خوش قسمتی سے

اب میں زخمی نہیں ہوں "۔

"لیکن آپ ہرمز کے پاس گئے کس لئے تھے ؟"

"میں ہرمز کے پاس اُس لشکر کے سپہ سالار کا ایلچی بن کر گیا تھا جسے قدرت نے ایران میں ظلم کے پرچم سرنگوں کرنے کے لئے منتخب کیا ہے "۔

"حسان" ! ماہ بانو نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا "تم مسلمانوں کی فوج میں شامل ہو چکے ہو ؟"

"ہاں" حسان نے اطمینان سے جواب دیا۔

ماہ بانو نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا "اور اب تم مجھے یہ بتلانے آئے ہو کہ ہرمز کے مظالم نے جہانداد کے دوست کو اُس کے بھائی کے خلاف تلوار اُٹھانے پر آمادہ کر دیا ہے "؟

وہ بولا "ماہ بانو ! تم یہ کیسے سوچ سکتی ہو کہ جہانداد کا دوست، زرتحت کا دشمن ہو سکتا ہے "! ماہ بانو کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ نکلے اور اُس نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا "جب مسلمان عراق میں پیشقدمی کریں گے تو کسریٰ کا لشکر پوری قوت کے ساتھ اُن کا مقابلہ کرے گا اور جب کسریٰ کا لشکر میدان میں آئے گا تو زرتحت سب سے اگلی صف میں ہوگا "۔

حسان بے حس و حرکت کھڑا تھا اور ماہ بانو کی خاموش نگاہیں بار بار اُس سے پوچھ رہی تھیں۔ "کیا تم وہی ہو، کیا یہ ممکن ہے تم کسی میدان میں میرے بھائی کا سامنا کر سکو ؟"

چند ثانیے بعد اُس نے کرب انگیز لہجے میں کہا "ماہ بانو جب موت میرا پیچھا کر رہی تھی تو تم نے مجھے پناہ دی تھی۔ جب میں زخمی اور بیمار تھا تو تم نے میری تیمارداری کی تھی اور جب میں مایوسی کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا تو تمہاری نگاہوں نے میرے دل میں اُمید کے چراغ روشن کئے تھے میں ناشکر گزار نہیں ہوں۔ ماہ بانو ! میری بات غور سے سنو ! جب میں یہاں سے نکلا تھا تو میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو یہی تھی کہ میں اس دنیا کی ساری راحتیں اور مسرتیں تمہارے قدموں پر ڈھیر کر دوں۔ مجھے بحرین کے ویرانوں میں بھی تمہارے لئے سدا بہار گلستانوں کی تلاش تھی۔ میں اپنے زخمی ہاتھوں سے تمہارے لئے عافیت کا گھر تعمیر کرنا چاہتا تھا۔ مجھے اپنے مقدر کی تاریکیوں میں تمہارے لئے روشنی کی تلاش تھی۔ یہ ایک دیوانے

کے خواب تھے۔ تاہم میں یہ سوچا کرتا تھا کہ اگر قدرت کا کوئی معجزہ وقت کے سیلاب کا رُخ بدل دے اور میں اچانک کسی ایسی جنت میں پہنچ جاؤں جہاں زندگی موت کے خوف سے آزاد ہو۔ جہاں طاقتور کے ہاتھ کمزور کی شاہرگ تک نہ پہنچ سکیں تو میں واپس آکر تمہیں یہ پیغام دُوں کہ میں نے تمہارے لئے عافیت کا گھر تلاش کر لیا ہے اور میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو پُوری ہو چکی ہے۔ ماہ بانو! — میں واپس آگیا ہوں اور تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ حسین خواب جو میں دیوانگی کی حالت میں دیکھا کرتا تھا، پُورے ہو چکے ہیں میں اُس دین کے معجزات دیکھ چکا ہوں جس نے قبیلوں اور نسلوں کے درمیان منافرت کی دیواریں مسمار کر دی ہیں۔ اور جس کے قوانین شہنشاہوں کے اقتدار کی بجائے عوام کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں۔ میں وہ جنت دیکھ چکا ہوں جہاں ادنیٰ اور اعلیٰ، امیر اور غریب، طاقتور اور کمزور کا امتیاز مٹ چکا ہے۔ میں اُن لوگوں کے ساتھ رہ چکا ہوں جو چند برس قبل اسلام کے خلاف برسرِ پیکار تھے لیکن اب اس کے لئے جینا اور مرنا زندگی کی سب سے بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔ ماہ بانو! اس وقت شاید میں تمہیں یہ نہ سمجھا سکوں کہ آقاؤں اور غلاموں، ظالموں اور مظلوموں کی اس دُنیا میں امن اور انصاف تلاش کرنے والے جس عظیم انقلاب کی تمنا کر سکتے تھے، وہ آچکا ہے۔ لیکن اگر جاماداد زندہ ہوتا اور میں اُسے نور کے اُس سیلاب کی ایک جھلک دکھا سکتا جو پُورے عرب کو اپنے آغوش میں لینے کے بعد عجم کی وسعتوں کی طرف بڑھ رہا ہے تو اُس کے جذبات میرے جذبات سے مختلف نہ ہوتے۔ وہ اپنے باپ، بھائی اور بہن کے سامنے ہی نہیں بلکہ مدائن کے چوراہوں میں کھڑے ہو کر یہ اعلان کرتا کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں کسی شہنشاہ یا کسی قوم کا پرچم نہیں بلکہ انہوں نے انسانیت کا پرچم بلند کیا ہے اور وہ جو اس دنیا میں انسانیت کا بول بالا چاہتے ہیں، اُن کی فتح اپنی فتح سمجھیں گے۔"

ماہ بانو کے پاس حسان کی باتوں کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ اُس کی زبان سے جُدائی کے ان دنوں، ہفتوں اور مہینوں کی داستان سُننا چاہتی تھی جن کا ایک ایک لمحہ اُسے برسوں سے زیادہ طویل محسوس ہوا کرتا تھا۔ وہ اپنے آنسوؤں کے جواب میں اُس کے آنسو اور اپنی مُسکراہٹوں کے جواب میں اُس کی مسکراہٹیں دیکھنا چاہتی تھی لیکن یہ سیدھا سادا آدمی جس نے اُسے محبت، یقین اور اعتماد کی غیر فانی مسرتوں سے آشنا کیا تھا اب اس کے لئے ایک معمہ بن چکا تھا اور وہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

حسان چند قدم آگے بڑھا اور جنگل کی طرف دیکھنے کے بعد واپس آکر بولا "کاؤس میرے لئے گھوڑا لے آیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکوں گا اور نہ ہی آپکے اباجان سے میری گفتگو ہو سکی لیکن میں جلد واپس آؤں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے اپنا دشمن نہیں سمجھیں گے۔ اور شاید اُس وقت تک مسلمانوں کے متعلق تمہارے احساسات بھی مجھ سے مختلف نہ ہوں۔ اور اگر میں واپس نہ آسکوں اور کسی میدان میں قدم رکھنے کے بعد میرا سفر ختم ہو جائے اور میں اُن شہیدوں میں شامل ہو جاؤں جو اس ظلمکدے میں اپنے خون کے چراغ جلا رہے ہیں تو نزع کے عالم میں بھی اس گھر کا نقشہ میری نگاہوں کے سامنے ہوگا اور مجھے یہ اطمینان ہوگا کہ جب دجلہ اور فرات کی وادیوں میں ظلم و استبداد کے پرچم سرنگوں ہو جائیں گے۔ جب اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون نافذ ہوگا۔ جب ایک انسان پر دوسرے انسان کی بالادستی ختم ہو جائے گی۔ جب کالے اور گورے، امیر اور غریب عربی اور عجمی کا امتیاز اُٹھ جائے گا اور جھونپڑوں اور مرمریں ایوانوں کے مکین انصاف کے ایک ہی ترازو میں تولے جائیں گے تو اس گھر کے مکین مجھے اپنا دشمن خیال نہیں کریں گے۔"

ماہ بانو نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "میں یہ سن چکی ہوں کہ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی فوج گزشتہ چند ماہ سے عراق کی سرحدوں پر حملے کر رہی ہے اور اب ایک اور لشکر اُن کے ساتھ شامل ہو چکا ہے مجھے معلوم نہیں کہ اس لشکر کی پیشقدمی کے نتائج کیا ہوں گے۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ اگر آج جہانداد زندہ ہوتا، تو مسلمانوں کے متعلق اُس کے جذبات کیا ہوتے۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ اگر تم یہ کہتے ہو کہ مسلمانوں نے عرب کی پہاڑیوں کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا ہے یا وہاں ریت کے ٹیلے سونے اور چاندی میں تبدیل ہو گئے ہیں تو بھی تمہاری باتوں پر یقین کر لیتی، اب اگر تم مسلمانوں کی کامیابی پر یقین رکھتے ہو تو میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گی کہ جب کسریٰ کا عظیم لشکر میدان میں آئے گا تو وہ کس قوت کے بل بوتے پر اس کا مقابلہ کر سکیں گے خصوصاً اُس صورت میں جبکہ رومی بھی اُنہیں اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور شام میں قیصر کا لشکر کسی وقت بھی اُن پر یلغار کر سکتا ہے لیکن میں یہ ضرور کہوں گی کہ میں زرنجت کی بہن ہوں اور زرنجت کسریٰ کا سپاہی ہے۔ میں قباد کی بیٹی ہوں اور میرا باپ ہرمز سے نفرت کے باوجود اپنے شہنشاہ کی شکست گوارا نہیں کرے گا۔ حسان اگر تم مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو چکے ہو تو قباد کی بیٹی اور زرنجت کی بہن تمہاری فتح کے لئے دعا نہیں

کر سکے گی۔ تاہم اس گھر کے مکینوں کو تمہارا انتظار رہے گا اور میری زندگی کا کوئی سانس تمہارے لئے سلامتی کی دعاؤں سے خالی نہیں ہوگا جب تم بحرین گئے تھے تو مجھے معلوم تھا کہ تمہارا واپس آنا خطرے سے خالی نہیں، تاہم میں صبح و شام تمہاری راہ دیکھا کرتی تھی۔ کبھی مجھے خیال آتا تھا کہ شاید راستے میں ہرمز کے آدمیوں سے تمہارا تصادم ہو گیا ہو اور انہوں نے تمہیں قتل کر دیا ہو اور کبھی میں اس قسم کے خواب دیکھا کرتی تھی کہ ہرمز کے سپاہی تمہارا پیچھا کر رہے ہیں اور تم زخموں سے چور ہونے کے بعد ہمارے گھر پہنچ گئے ہو، وہ تمہیں پکڑنا چاہتے ہیں اور میں اُن کا راستہ روک لیتی ہوں، وہ تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں اور میں تمہارے لئے ڈھال بن گئی ہوں۔ اس قسم کے بھیانک خواب میری چیخوں کے ساتھ ختم ہوتے تھے۔ اب تم پھر جا رہے ہو، میں تمہیں روک نہیں سکتی لیکن میں مرتے دم تک تمہاری راہ دیکھتی رہوں گی۔ میں تم سے ایک سوال پوچھتی ہوں۔ کیا مسلمان ہو جانے کے بعد ایک انسان کے اس دنیا کے ساتھ باقی تمام رشتے کٹ جاتے ہیں؟ جب مجھے تمہاری آمد کی اطلاع ملی تھی تو میری سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ ہم تمہارے بھائی کو مدائن بھیج چکے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ مجھے سہیل کے متعلق تمہارے اُن گنت سوالات کا جواب دینا پڑے گا لیکن اب میں یہ محسوس کر رہی ہوں کہ سہیل کا اس جگہ ہونا یا نہ ہونا تمہارے لئے ایک برابر تھا۔"

حسان نے جواب دیا۔ "اگر مجھے اسلام کا سہارا نہ ہوتا تو سہیل کی جدائی یقیناً میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوتی اور پھر اتنی مدت کے بعد یہاں پہنچ کر جب میں یہ سنتا کہ وہ مدائن جا چکا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے اُس کا پیچھا کرنے سے نہ روک سکتی۔ اگر آپ مجھے یہ بتائیں کہ ہرمز کے سپاہی اُسے پکڑ کر لے گئے ہیں تو میں شاید اُس کے پاس جانے سے بھی دریغ نہ کرتا لیکن بحرین پہنچنے کے بعد میں اُس قافلے کے ساتھ سفر کر چکا ہوں جس کے مسافر دین کے رشتے کو دنیا کے ہر رشتے پر مقدم سمجھتے ہیں۔ میں اللہ کے اُن بندوں کو دیکھ چکا ہوں جن کا مقصدِ حیات اسلام کی سربلندی ہے اور جو اللہ کے راستے پر زندگی کی تمام راحتیں قربان کر چکے ہیں۔ میں نے وہ باپ وہ شوہر اور وہ فرزند دیکھے ہیں جنہیں اللہ کی راہ میں شہادت کی تڑپ نے اپنے بچوں، اپنی بیویوں اور اپنے والدین کی محبت سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ان لوگوں کی صحبت نے میری محبت کا دائرہ وسیع کر دیا ہے۔۔۔ اب صرف سہیل ہی نہیں بلکہ دنیا کا ہر مظلوم اور بے بس انسان

میرا بھائی ہے۔ سہیل سے جُدا ہونے کے باوجود میں اپنے دل میں یہ اطمینان محسوس کرتا ہوں کہ میں اُن لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا ہوں جو اپنے خون سے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے امن اور آزادی کے نخلستانوں کی آبیاری کر رہے ہیں۔ سہیل اس لحاظ سے یقیناً خوش قسمت ہے کہ اُسے آپ جیسے محسن مل گئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو مجھے مدائن پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

ماہ بانو نے سوال کیا: "آپ کو یہ بھی یقین ہے کہ مدائن کے راستے میں آپ کو جن لاشوں پر سے گزرنا پڑے گا۔ اُن میں زر بخت کی لاش شامل نہیں ہوگی؟"

حسان نے جواب دیا: "اگر اللہ کی بارگاہ میں میری دُعائیں قبول ہو سکیں تو کسی دن زر بخت اور سہیل کا راستہ میرے راستے سے مختلف نہیں ہوگا۔"

ماہ بانو نے قدرے پُر اُمید ہو کر حسان کی طرف دیکھا اور کہا: "حسان میں تم سے ایک وعدہ لینا چاہتی ہوں۔ اگر مسلمانوں کی فتح کے متعلق تمہاری توقعات غلط ثابت ہوں، اگر شکست کھانے یا زخمی ہونے کے بعد تمہیں کسی جائے پناہ کی ضرورت پڑے تو تم ہمارے گھر کا راستہ نہیں بھولو گے؟"

"نہیں!" اس نے جواب دیا: "مسلمانوں کی شکست میرے نزدیک اُن مقاصد کی شکست ہوگی جو مجھے اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہیں۔ اس لئے فتح یا شہادت کے سوا میرے لئے تیسرا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ میں زخمی ہونے کے بعد میدان سے مُنہ پھیر کر تمہارے پاس نہیں آؤں گا بلکہ میرا رُخ دشمن کی صفوں کی طرف ہوگا اور جب تک میری ٹانگیں میرے جسم کا بوجھ اُٹھا سکیں گی یا میری رگوں سے خون کا آخری قطرہ بہہ نہیں جائے گا اور میرے دل کی دھڑکنیں خاموش نہیں ہو جائیں گی، میں آگے ہی بڑھتا رہوں گا۔ اور جب میں گر پڑوں گا تو مجھے یہ اطمینان ہوگا کہ میں اپنا فرض ادا کر چکا ہوں اور وہ سرفروش جو میرے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے اپنے آپ کو نصرتِ خداوندی کے حق دار ثابت کر چکے ہیں۔ اگر میں زندہ رہا تو میں اس گھر کے مکینوں کو اپنے زخم دکھانے کے لئے نہیں بلکہ اسلام کی فتح کا مژدہ سُنانے کے لئے آؤں گا۔ ماہ بانو! اگر میں اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کا جاہ و جلال نہ دیکھتا تو مجھے کبھی یہ یقین نہ آتا کہ وہ ایران کے ساتھ لڑ سکتے ہیں۔ لیکن اب مجھے اُن کے متعلق کوئی بات ناقابلِ یقین محسوس نہیں ہوتی۔ اگر تم یہ سُن چکی

ہو کہ مسلمانوں کا نیا لشکر عراق کی سرحد پر پہنچ چکا ہے تو میں تمہاری معلومات میں کچھ اور اضافہ کر سکتا ہوں تم اگلے مہینے کا چاند نمودار ہونے سے پہلے اس لشکر کی فتوحات کے متعلق ناقابلِ یقین باتیں سنو گی اور تمہیں صرف اس بات کا افسوس ہوگا کہ تم نے اللہ کے اُن نیک بندوں کو اپنا دشمن سمجھ لیا تھا جنہوں نے انسانیت کو نئی عظمتوں سے آشنا کیا ہے۔"

حسان نے یہ کہہ کر گردن جھکا لی اور فضا میں خاموشی طاری ہو گئی۔ چند ثانیے بعد اُس نے کہا۔ "اب مجھے اجازت دیجئے۔"

"آپ جا رہے ہیں؟"

"ہاں! مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

ملہ بانو نے اپنے چہرے پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ "کیا جانے کے لئے آپکو میری ضرورت ہے؟"

"نہیں لیکن مجھے اس اطمینان کی ضرورت ہے کہ آپ میرا انتظار کریں گی۔"

"آپکو معلوم ہے کہ جب آپ فتح کے نقارے بجاتے ہوئے آئیں گے تو میں اس گھر کا دروازہ بند نہیں کر سکونگی۔"

"میں تم سے یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ تمہاری اجازت لئے بغیر میں تمہارے گھر کے دروازے میں قدم نہیں رکھوں گا۔"

"اور وہ جو تمہارے ساتھ آئینگے کیا وہ بھی کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے میری اجازت کی ضرورت محسوس کریں گے؟"

"وہ جس بستی میں پاؤں رکھیں گے، وہاں سے ظلم اور وحشت کی بھیانک تاریکیاں اپنا دامن سمیٹ لیں گی اور تم یہ دیکھو گی کہ انہیں اپنا دشمن سمجھنے والے اُن کے راستے میں آنکھیں بچھا رہے ہیں۔"

"حسان تمہاری باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک خواب دیکھ رہی ہوں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ عرب کے صحرا نشین کسریٰ کے پرچم سرنگوں کر دیں اور پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم تخت ایران کا سپاہی ہو اور میں ایران کے دشمنوں کے راستے میں آنکھیں بچھاؤں؟"

حسان نے جواب دیا۔ "جب عرب کے صحرا نشین مسلمانوں کے خلاف جنگ کر رہے تھے تو اسلام

کی فتوحات کا تصور اُنہیں بھی ایک خواب لگتا تھا وہ اُن تاریکیوں سے آگے دیکھنے کے لئے تیار نہ تھے جو صدیوں سے عرب پر مسلط تھیں لیکن اب یہ خواب ایک حقیقت بن چکا ہے۔ اب وہ اسلام کا پرچم اُٹھانے والوں کے راستے میں آنکھیں ہی نہیں بچھاتے بلکہ اُس روشنی کو عرب کی سرحدوں سے آگے لے جانے کے لئے بے چین ہیں جس نے اُنہیں انسانیت کی بقا اور سلامتی کا راستہ دکھایا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب اہلِ عرب کی طرح ایران کے باشندے بھی اُسی روشنی میں آنکھیں کھولیں گے تو ماضی کی تاریکیاں اُنہیں بھی ایک بھیانک خواب محسوس ہوں گی۔ مجھ پر یقین کرو ماہ بانو! میں اپنی آنکھوں سے وہ روشنی دیکھ چکا ہوں۔"

ماہ بانو کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن زینے پر کسی کے پاؤں کی آہٹ سُنائی دی اور وہ مُڑ کر اس طرف دیکھنے لگے۔ کاؤس چھت پر نمودار ہوا اور اُس نے کہا۔ "آپ کا گھوڑا تیار ہے۔ جلدی کیجئے اب صبح ہونے والی ہے۔"

"چلو!" حسان نے یہ کہہ کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور پھر جلدی سے آگے بڑھ کر کاؤس کے ساتھ نیچے اُترنے لگا۔

ماہ بانو چند ثانیے سکتے کے عالم میں کھڑی رہی اور پھر اُن کے پیچھے چل پڑی۔ اُنہوں نے خاموشی سے پہلا زینہ طے کیا۔ پھر کاؤس ایک کمرے سے چراغ اُٹھا لایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ نچلی منزل کی اُس کوٹھڑی میں داخل ہوئے جس سے ایک خفیہ راستہ تہ خانے اور سُرنگ کی طرف جاتا تھا۔

حسان نے مُڑ کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اب آپ آرام کریں۔"

ماہ بانو نے کچھ کہے بغیر اپنی گردن جھکالی۔ کاؤس تنگ راستے سے نیچے اُترنے لگا اور حسان اُس کے پیچھے ہو لیا۔ ماہ بانو کرب کی حالت میں اس کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر وہ جلدی سے آگے بڑھی، رُکی اور بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "حسان!"

وہ رُک گیا، لیکن اُسے مُڑ کر دیکھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔

"حسان! ..... میں تمہارا انتظار کروں گی۔"

اُس نے ایک ثانیے کے لئے مُڑ کر دیکھا۔ اور پھر خدا حافظ کہہ کر اُس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

باب ۱۱

ایک دن سہ پہر کے وقت ماہ بانو اور طبیب قباد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کاؤس کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے کہا: "زربخت آگئے ہیں"۔

قباد کے مرجھائے ہوئے چہرے پر اچانک زندگی کے آثار نمودار ہوئے اور وہ کروٹ بدل کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ ماہ بانو کرسی سے اُٹھی اور بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے بھائی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔ زربخت زرہ بکتر میں ملبوس تھا اور اُس کے سر پر خود چمک رہا تھا۔ قباد نے بستر پر لیٹے لیٹے اپنے ہاتھ پھیلا دئیے۔ زربخت نے جلدی سے اپنا خود اُتار کر کاؤس کے ہاتھوں میں تھما دیا اور بوڑھے باپ کے قریب بیٹھتے ہوئے اپنا سر اُس کے سینے پر رکھ دیا۔

"ابا جان! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

قباد نے اُس کی پیشانی اور گالوں پر بوسے دیتے ہوئے کہا: "میں بالکل ٹھیک ہوں بیٹا!"

زربخت بستر سے اُٹھ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے طبیب کی طرف متوجہ ہوا: "میں آپ کا شکرگزار ہوں"۔

طبیب نے جواب دیا: "یہ میرا فرض تھا۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ مجھے چند ماہ قبل یہاں پہنچنے کا حکم نہیں ملا، ورنہ انہیں اس قدر تکلیف نہ ہوتی"۔

قباد نے کہا: "مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی مہم پر جا رہے ہو"۔

"ابا جان! مجھے افسوس ہے کہ میں زیادہ دیر یہاں نہیں ٹھہر سکوں گا۔ مسلمان حضیر کی طرف بڑھ رہے ہیں اور ہمارا لشکر آگے جا چکا ہے"۔

Saturday 1989

قباد اچانک اُٹھ کر بیٹھ گیا اور اُس نے کہا: "اگر تم دشمن کا سامنا کرنے جا رہے تھے تو تمہیں لشکر کا ساتھ چھوڑ کر اس طرف نہیں آنا چاہیے تھا۔"

"ابا جان! آپ میری فکر نہ کریں میں شام سے پہلے اپنے ساتھیوں سے جا ملوں گا۔"

طبیب نے سوال کیا: "لیکن آپ تو مدائن میں تھے؟"

زربخت نے جواب دیا: "جی ہاں میں وہیں سے آ رہا ہوں۔ مجھے ایک ہزار سواروں کی کمان مل گئی ہے۔"

قباد نے پوچھا: "کیا مدائن سے صرف ایک ہزار سوار بھیجے گئے ہیں؟"

"نہیں، ابا جان! باقی لشکر ہمارے پیچھے آ رہا ہے۔ ہرمز کا حوصلہ قائم رکھنے کے لئے مجھے ہراول کے ساتھ یلغار کرنے کا حکم ملا تھا۔ مجھے یہ اُمید نہ تھی کہ مجھے اتنی جلدی کوئی اہم ذمہ داری سونپی جائے گی، لیکن فریبرز نے اس دفعہ بھی میری اعانت کی اور سپہ سالار اُن کی بات رد نہ کر سکے۔ فریبرز یہ کہتے تھے کہ میدانِ جنگ میں شہرت حاصل کرنے کے بعد تمہارے لئے ترقی کے راستے کھل جائیں گے۔"

قباد نے کہا: "جب میں نے تمہیں تعارفی خط دے کر فریبرز کے پاس بھیجا تھا تو میرے دل میں یہ خدشہ تھا کہ وہ مجھے بھول چکا ہو گا۔ لیکن وہ ایک اچھا دوست ہے۔ کاش کسی دن تم اُس کے احسانات کا بدلہ چکا سکو۔ دیکھو بیٹا! اگر اُس نے تمہاری سفارش کی ہے تو تمہیں یہ ثابت کرنا ہے کہ تم اُسکی بلند ترین توقعات پر پورے اُترتے ہو۔"

زربخت نے جواب دیا: "ابا جان میں اُنہیں مایوس نہیں کروں گا۔ لیکن مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ عراق کی جنگ مدائن کا لشکر پہنچنے سے پہلے ختم ہو جائے گی۔ دریا عبور کرنے کے بعد ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ ہرمز نے بروقت پیشقدمی کر کے حفیر کے آس پاس اُن تمام مقامات پر قبضہ کر لیا ہے جہاں سے دشمن کی فوج پانی حاصل کر سکتی تھی۔ مجھے پہلے ہی اس بات کا یقین تھا کہ اگر ہرمز نے ذرا حوصلے سے کام لیا تو اٹھارہ ہزار مسلمان اُس کی فوج کے سامنے نہیں ٹھہر سکیں گے۔ اُس نے صرف اپنی اہمیت جتانے کے لئے شہنشاہ کو پریشان کیا ہے۔ ابا جان! اس مرتبہ میں اس بات کا پختہ ارادہ کر چکا ہوں کہ مدائن واپس جاتے ہوئے آپ کو اپنے ساتھ لے چلوں گا۔ اب خدا کرے آپ میری واپسی تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں۔"

طبیب نے کہا: "ابھی انہیں کئی دن آرام کرنے کی ضرورت ہے لیکن مجھے اُمید ہے کہ جب آپ فتح کے

بعد واپس آئیں گے تو آپ کو چند ہفتے گھر میں رہنے کی اجازت مل جائے گی۔ اگر ضرورت پڑی تو میں آپ کے سپہ سالار کو لکھوں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری درخواست رد نہیں کریں گے۔"

قباد نے دوبارہ تکیے پر سر رکھتے ہوئے پوچھا۔ "اُس لڑکے کا کیا حال ہے؟"

"سہیل بالکل ٹھیک ہے۔ وہ فوجی مکتب میں کافی مشہور ہو چکا ہے اور اُس کے اُستاد اُس کی ذہانت کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ مکتب میں اُس کا کوئی ہم عمر تیغ زنی اور تیر اندازی میں اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ اس مہم میں میرا ساتھ دینے پر مصر تھا اور اگر اُس کی عمر صرف تین سال زیادہ ہوتی تو میں یقیناً اُسے اپنے ساتھ لے آتا۔"

قباد نے کہا۔ "اُس کا بھائی یہاں آیا تھا۔"

"کب؟"

"کوئی دس دن قبل۔"

"اب وہ کہاں ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں، میں دوا کھا کر سو گیا تھا، وہ مجھے مل بھی نہیں سکا۔"

"اگر وہ یہاں ہوتا تو میں اُسے فوج میں شامل کر لیتا اور اب شاید ہرمز بھی اُس کا حسب نسب پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتا۔ وہ اپنے بھائی کی تلاش میں مدائن گیا ہو گا۔"

ماہ بانو بولی۔ "نہیں وہ مدائن نہیں گیا۔"

"تو پھر وہ کہاں گیا ہے؟ تم اُس سے ملی تھیں؟"

"ہاں، اباجان دوا کھا کر سو گئے تھے اور وہ تھوڑی دیر یہاں ٹھہر کر واپس چلا گیا تھا۔"

"یہ اُس کی بدقسمتی ہے، ورنہ ہرمز کو خوش کرنے کا یہ بہترین موقع تھا۔"

ماہ بانو حسان کے متعلق کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اپنے بھائی کی طرف دیکھنے کے بعد اُسے زبان کھولنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ ابھی تک اُس نے اپنے باپ کو بھی یہ نہیں بتایا تھا کہ حسان مسلمان ہو چکا ہے، وہ ہرمز کے دربار میں مسلمانوں کا ایلچی بن کر گیا تھا۔ ایران کے ساتھ اُس کے تمام رشتے ہمیشہ کے لئے ٹوٹ چکے ہیں۔ وہ اضطراب کی حالت میں

کبھی اپنے باپ، کبھی زربخت اور کبھی بوڑھے طبیب کی طرف دیکھ رہی تھی اور اُس کے سپنوں کی دنیا کے سارے اُفق مایوسی اور بے بسی کے اندھیروں میں گم ہو رہے تھے۔

زربخت اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور نوکر کے ہاتھ سے خود پکڑ کر اپنے سر پر رکھتے ہوئے بولا "اباجان! اب مجھے اجازت دیجئے۔"

قباد نے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ اُس کی طرف بڑھا دیا اور نحیف آواز میں کہا "جاؤ بیٹا، یہ تمہارا پہلا امتحان ہے اور میں تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ تم مجھے ہرمز کے سامنے شرمسار نہیں کرو گے۔"

زربخت نے مصافحہ کرنے کے بعد جھک کر اُس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا "اباجان میں آپ کو ہرمز کے سامنے شرمسار کرنے کی بجائے مرجانا آسان سمجھتا ہوں۔"

قباد کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ زربخت نے جلدی سے طبیب سے مصافحہ کیا اور مغموم نگاہوں سے ماہ بانو کی طرف دیکھنے لگا اور وہ اُٹھ کر سسکیاں لیتی ہوئی اُس سے لپٹ گئی۔

قباد نے قدرے تلخ ہو کر کہا "بیٹی حوصلے سے کام لو اور اپنے بھائی کا وقت ضائع نہ کرو۔ وہ ایک طرف ہٹ گئی، لیکن جب زربخت دروازے کی طرف بڑھا تو اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "بھائی جان! میں ڈیوڑھی تک آپ کے ساتھ چلوں گی۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ڈیوڑھی کے قریب پہنچے، وہاں چند نوکر موجود تھے اور اُن میں سے ایک نے زربخت کے گھوڑے کی باگ پکڑ رکھی تھی۔ زربخت نے نوکر سے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور ماہ بانو سے مخاطب ہو کر کہا "اب تم جاؤ اور اباجان کو تسلی دینے کی کوشش کرو۔ اُن کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ہرمز ہماری جانب آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھ سکے اور مجھے یقین ہے کہ اس جنگ کے بعد میں ہرمز کو یہ احساس دلا سکوں گا کہ اس علاقے میں ہمارے نوکر بھی عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا حق رکھتے ہیں اور اگر ہم پر کوئی زیادتی ہو تو ہماری آواز کسریٰ کے کانوں تک پہنچ سکتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ حسان یہاں آیا تھا اور تم نے اُسے روکنے کی کوشش نہیں، ورنہ میں اُسے اپنے ساتھ لے جاتا۔ پھر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کے بعد اُسے ہرمز کی نگاہوں سے چھپنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ میں مدائن میں اُن لوگوں

سے مل چکا ہوں جو رومیوں کے خلاف جہانداد کے دوش بدوش لڑ چکے ہیں اور میں نے اُن میں سے اکثر کو یہ کہتے سُنا ہے کہ ایک عرب نوجوان جو ہر وقت جہانداد کے ساتھ رہتا تھا، تیروں کی بارش میں کھڑا مسکراتا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ حسان نے ہرمز اور ایران کی حکومت کو خوش کرنے کا بہترین موقع کھو دیا ہے۔

کاش تم اُسے روک لیتیں، مجھے یقین ہے کہ اگر وہ اس وقت یہاں ہوتا تو ایک ثانیہ توقف کئے بغیر میرے ساتھ چل پڑتا۔"

"نہیں بھائی جان، وہ آپ کا ساتھ دینے کی بجائے آپ کا راستہ روک کر کھڑا ہو جاتا۔"

"کون حسان؟"

"ہاں اور مجھے یقین ہے کہ اُس کی باتیں سُننے کے بعد شاید آپ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے نتائج کے متعلق اس قدر پُرامید نہ ہوتے۔"

زرنجت نے جواب دیا۔ "اگر وہ مجھے مسلمانوں کی قوت سے مرعوب کرنے کی کوشش کرتا تو میں اُس کی زبان نوچ لیتا۔ وہ بحرین گیا تھا اور میرا خیال ہے وہاں اُسے اُن مٹھی بھر مُسلمانوں کی کارگزاری کی اطلاعات نے متاثر کیا ہوگا جو ہماری سرحدوں پر حملے کیا کرتے تھے لیکن اگر وہ ہمیں مرعوب کرنے یا بزدلی کا راستہ دکھلانے آیا تھا اور تم نے اطمینان سے اُس کی باتیں سُنی ہیں تو اچھا نہیں کیا۔"

"بھائی جان! وہ آپ کا دشمن نہیں تھا۔ میں اُس کی باتوں سے اتنا ضرور سمجھ سکتی ہوں کہ عرب اور ایران کی جنگ کے متعلق اُس کے خیالات خواہ کچھ ہوں وہ یہ گوارا نہیں کرے گا کہ جہانداد کے بھائی کو ایک ہلکی سی خراش بھی آجائے۔"

"مجھے اُس کی ہمدردی کی ضرورت نہیں اور میں حیران ہوں کہ مُسلمانوں کا طرفدار بن کر اُسے ہمارے گھر میں قدم رکھنے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "بھائی جان! شاید آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ وہ ایک غیر معمولی جرأت کا مظاہرہ کرنے کے بعد یہاں آیا تھا۔ آپ نے سُنا ہے کہ مُسلمانوں کے سپہ سالار کا ایک ایلچی ہرمز کے پاس پہنچا تھا اور اُس نے بھرے دربار میں اُسے مرعوب کرنے کی کوشش کی تھی؟"

"میں اُس ایلچی کے متعلق سُن چکا ہوں اور میرا خیال ہے کہ وہ زندگی سے بیزار ہو کر ہرمز کے پاس پہنچا تھا اور ہرمز نے اپنی زندگی میں پہلی بار ایک بیوقوف آدمی کے خون سے اپنا ہاتھ رنگنا پسند نہیں کیا تھا۔ لیکن حسان کا اس بات سے کیا تعلق ہے؟"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "بھائی جان! وہ بیوقوف ایلچی، حسان کے سوا اور کوئی نہ تھا۔"

زربخت کچھ دیر سکتے کے عالم میں ماہ بانو کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "تم نے ابا جان کو یہ بتایا تھا کہ وہ مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے؟"

"نہیں، مجھے ڈر تھا کہ اُنہیں اس بات کا صدمہ ہو گا۔ میں نے اُنہیں صرف یہ بتایا تھا کہ وہ سہیل کا پتہ کرنے کے لئے یہاں پہنچا تھا۔"

"کاش تم مجھے بھی ان باتوں سے بے خبر رکھتیں۔ اب مجھے دیر ہو رہی ہے۔" زربخت یہ کہہ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ماہ بانو نے جلدی سے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور آبدیدہ ہو کر بولی۔ "ٹھہریئے بھائی جان!"

زربخت کچھ دیر اضطراب کے عالم میں اُس کی طرف دیکھتا رہا، پھر اُس نے کہا۔ "بولو! تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"کچھ نہیں بھائی جان کچھ نہیں۔" ماہ بانو نے یہ کہہ کر گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور اس کے ساتھ ہی اُس کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ نکلے۔

○

طلوعِ سحر کے ساتھ حفیر کے میدان میں اسلام اور مجوسیت کے علمبردار ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ خالد بن ولید کے لشکر کی تعداد صرف اٹھارہ ہزار تھی اور اُس کے مقابلے میں ہرمز کی فوج اڑھائی گنا زیادہ تھی۔ ایک طرف ظاہری اسباب کی فراوانی، دوسری طرف اللہ کی نصرت پر بھروسا۔ مدائن سے آنے والی فوج کا ہراول ہرمز کے لشکر میں شامل ہو چکا تھا اور اُسے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ بیس ہزار مزید سپاہی اُس کی مدد کے لئے روانہ ہو چکے ہیں لیکن اُس نے خالد بن ولید کے لشکر کی تعداد معلوم کرنے کے بعد پیشقدمی کر دی اور حفیر کے علاقے میں پانی کے تمام چشموں پر قبضہ کر لیا۔ اُس کے سپاہی بہترین ہتھیاروں

سے مسلح تھے اور اُن کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ بارہ سو ایرانی آہنی زنجیروں کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہو کر آئے تھے۔ ہرمز جس دیو پیکر ہاتھی پر سوار ہو کر میدان میں اترا تھا وہ سونے اور چاندی کی زنجیروں سے آراستہ تھا اور اُس کے گلے میں ایک بہت بڑی گھنٹی لٹک رہی تھی۔

جب دونوں افواج کی اگلی صفوں کے درمیان کوئی دو سو گز کا فاصلہ رہ گیا تو ایرانی لشکر سے ایک تیز رفتار سوار نمودار ہوا اور اُس نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر بلند آواز میں کہا "میں خالد بن ولید سے بات کرنا چاہتا ہوں"۔

خالد بن ولید اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا اور اُس نے کہا "میں خالد ہوں"۔

سوار نے کہا "میرے آقا تمہیں مقابلے کی دعوت دیتے ہیں"۔

"میں تیار ہوں"۔

سوار واپس چلا گیا۔ خالد آگے بڑھا اور میدان کے درمیان گھوڑا روک کر ہرمز کا انتظار کرنے لگا۔ اچانک قعقاع بن عمرو جو مسلمانوں کے لشکر کے بائیں بازو کی کمان کر رہا تھا، اپنا گھوڑا بھگاتا ہوا خالد بن ولید کے قریب پہنچا اور اُس نے کہا "ہرمز جیسا ظالم اور مغرور آدمی بہادر نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کوئی سازش ہے۔ اس لئے آپ محتاط رہیں"۔

خالد بن ولید نے اطمینان سے جواب دیا "مجھے معلوم ہے، تم واپس جاؤ اور میری فکر نہ کرو"۔

قعقاع واپس چلا گیا۔ پھر ایرانی لشکر سے ہرمز کا ہاتھی نمودار ہوا، لیکن خالد سے پچاس قدم دُور وہ رُک گیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنی بیش قیمت قبا اُتار کر عماری میں رکھ دی اور ہاتھی سے کود پڑا۔ دھوپ میں اُس کا بکتر چمک رہا تھا اور دیکھنے والوں کے یہ شبہات دُور ہو چکے تھے کہ وہ محض لاف زنی سے کام لے رہا ہے۔ لیکن قعقاع بن عمرو کی عقابی نگاہیں ہرمز کی بجائے ایرانی سپاہ کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ہرمز تلوار سونت کر آگے بڑھا۔ خالد بن ولید نے اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور نیزہ زمین میں گاڑ دیا، پھر تلوار نکالی اور اطمینان سے ہرمز کی طرف چل پڑا۔ جب اُن کے درمیان بیس قدم کا فاصلہ رہ گیا تو ہرمز نے مڑ کر اپنے لشکر کی طرف دیکھا، اس کے بعد خالد کی طرف چند قدم

اُٹھانے کے بعد اچانک رُک گیا۔ خالد بن ولید اُس کی نسبت اپنے لشکر سے زیادہ دُور آ چکے تھے۔
تاہم اُنہوں نے رُکنا گوارا نہ کیا۔ پھر جب اُن کی تلواریں آپس میں ٹکرانے والی تھیں، ایرانی سواروں کا
ایک دستہ پوری رفتار سے آگے بڑھا اور ہرمز خالدؓ کا مقابلہ کرنے کی بجائے پیچھے ہٹنے لگا۔ اس کے ساتھ
ہی قعقاع بن عمر نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور اُس کے پیچھے چند جانباز جنہیں اُس نے پہلے سے
خبردار کر رکھا تھا، میدان میں نکل آئے۔ ہرمز کو یہ یقین تھا کہ خالدؓ اپنے ساتھیوں کی نسبت ایرانی سواروں کو
زیادہ قریب دیکھ کر بھاگنے کی ناکام کوشش میں مارا جائے گا اور مسلمان بددل ہو کر میدان سے بھاگ
نکلیں گے۔ لیکن خالد بن ولید کی جنگی بصیرت کے سامنے اُس کی سازش بچّوں کے کھیل سے زیادہ نہ
تھی۔ اسلام کے شیر نے میدان میں قدم رکھتے ہی وہ تمام راستے دیکھ لئے تھے جہاں اللہ کی نصرت اُس
کا انتظار کر رہی تھی۔ اُس نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور آنکھ جھپکنے میں ہرمز کے سر پر جا پہنچا۔ ہرمز نے
بھاگنے کی کوشش کی لیکن خوف نے اُس کے پاؤں جکڑ لئے۔ اللہ کے سپاہی کی تلوار بلند ہوئی اور آنکھ جھپکنے
میں ہرمز کی لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی۔ پھر اچانک ایک سوار نے جو سب سے آگے تھا خالدؓ
پر حملہ کر دیا لیکن خالد کی تلوار اُس کے نیزے سے ٹکرائی اور نیزے کا اگلا حصّہ کٹ کر چند قدم دُور جا گرا۔
باقی سوار ایک ثانیے کے لئے ٹھٹک کر رہ گئے۔ پھر اُنہوں نے خالد بن ولید کے گرد گھیرا ڈالنے کی کوشش
کی لیکن اتنی دیر میں قعقاع اور اُس کے ساتھی پہنچ گئے اور اُنہوں نے ایک ہی حملے میں آٹھ دس آدمی
کو ڈھیر کر دیا۔ ایک تمیمی نوجوان نے خالد کے قریب پہنچ کر اپنا گھوڑا پیش کیا اور تلوار سے ہرمز کا سر کاٹ کر نیزے پر چڑھا لیا۔

اتنی دیر میں ایران کی پُوری فوج حرکت میں آ چکی تھی اور لشکرِ اسلام کا سپہ سالار گھوڑے پر سوار ہو کر کبھی
قلبِ لشکر اور کبھی میمنہ اور میسرہ کے سالاروں کو ہدایات دے رہا تھا۔ ایرانی سوار پے در پے مُسلمانوں کے قلب
پر حملے کر رہے تھے۔ اُن کا ایک دستہ تیروں کی بارش میں بھاری نقصان اُٹھانے کے بعد واپس مُڑتا اور اُس کی
جگہ دوسرا دستہ آگے آ جاتا۔ پھر جب مسلمانوں کی اگلی صفوں پر ایرانی سواروں کا دباؤ زیادہ ہونے لگتا تو دائیں
اور بائیں بازو کے عرب شہسواروں کے تند و تیز حملے اُنہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے۔ ہرمز کی موت کے باوجود ایرانی
سردار اپنے لشکر کی تعداد کے بل بوتے پر فتح کے متعلق پُر اُمید تھے اور وہ شدید نقصانات اُٹھانے کے باوجُود

آگے بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ قریباً ایک ساعت مسلمان صرف اپنی مدافعت پر اکتفا کرتے رہے۔ پھر جب فریقین کی پیادہ افواج ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو چکی تھیں اور ایرانیوں کے دباؤ کے باعث مسلمانوں کے قلب کی اگلی صفیں بتدریج پیچھے ہٹ رہی تھیں تو قعقاع کی قیادت میں بائیں بازو کے سوار دشمن پر ٹوٹ پڑے اور انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتے ہوئے قلب لشکر تک جا پہنچے۔ یہ مسلمانوں کا پہلا جوابی حملہ تھا۔ اور دشمن چند لمحات کے اندر اندر ایک غیر متوقع صورتِ حال کا سامنا کر رہا تھا۔

ایرانی سراسیمگی کی حالت میں پیچھے ہٹنے لگے تو خالد بن ولید نے قلب کے دستوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور انہوں نے دشمن کی صفوں میں قیامت مچا دی۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر ایرانی لشکر کے محفوظ دستے بھی میدان میں کود پڑے۔ پھر تھوڑی دیر بعد دائیں جانب سے گرد و غبار کے بادل اٹھے اور مثنیٰ بن حارثہ پانچ ہزار تازہ دم سواروں کے ساتھ میدان کے گرد نصف چکر کاٹنے کے بعد دشمن کے عقب میں پہنچ گیا۔ اب جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا اور وہ جو صرف فتح کی امید پر لڑ سکتے تھے، ان کی شکست کے ظاہری اسباب مکمل ہو چکے تھے اور وہ جو اللہ کی راہ میں شہادت کے طلبگار تھے، انہیں فتح سے نوازا جا رہا تھا۔ غروبِ آفتاب کے وقت ایرانی میدان میں لاشوں کے انبار چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور رات کی تاریکی میں دریائے فرات کے پل تک انہیں قتل کرتے چلے گئے۔ خالد بن ولید نے فوج کے چند دستے شہیدوں کی تجہیز و تکفین اور دشمن کے کیمپ سے مال غنیمت جمع کرنے کے لئے واپس بھیج دئے اور مثنیٰ بن حارثہ کو دشمن کا تعاقب جاری رکھنے کا حکم دیا۔

ماہ بانو رات کے پچھلے پہر گہری نیند سے بیدار ہوئی۔ خادمہ چراغ اٹھائے اس کے بستر کے قریب کھڑی تھی اور اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔

"کیا ہوا؟" اس نے جلدی سے اٹھ کر سوال کیا۔ "اباجان کی طبیعت کیسی ہے؟"

"وہ ٹھیک ہیں لیکن تمہارا بھائی ...."

"میرے بھائی کو کیا ہوا؟"

"وہ واپس آگیا ہے، وہ زخمی ہے۔"

"وہ کب آیا۔ وہ کہاں ہے ؟"

"وہ ابھی پہنچا ہے اور طبیب آقا کے کمرے میں اُس کی مرہم پٹی کر رہا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ طبیب یہاں موجود تھا۔ وہ کہتا ہے کہ زخم زیادہ خطرناک نہیں۔"

ماہ بانو ننگے پاؤں بھاگتی ہوئی اپنے باپ کے کمرے میں داخل ہوئی۔ زربخت قباد کے بستر کے قریب قالین پر لیٹا ہوا تھا اور طبیب اُس کی پیشانی کے زخم پر پٹی باندھ رہا تھا۔ قباد گاؤ تکیے کے سہارے بستر پر بیٹھا اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ماہ بانو اپنے آنسو پونچھتے ہوئے زربخت کے قریب بیٹھ گئی۔

زربخت نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کرتے ہوئے طبیب سے مخاطب ہو کر کہا۔ "آپ میری بہن کو تسلی دیں، اسے میری باتوں پر یقین نہیں آئے گا۔"

طبیب نے مسکرا کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور کہا۔ "بیٹی! تمہارا بھائی بالکل ٹھیک ہے۔ یہ زخم بہت جلد مندمل ہو جائیں گے۔"

ماہ بانو نے زربخت کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگالیا۔

طبیب پٹی کو آخری گرہ دینے کے بعد قباد کی طرف متوجہ ہوا۔ "آپ لیٹ جائیں، مجھے زربخت سے زیادہ آپ کی فکر ہے۔"

قباد نے کہا۔ "آپ کو یقین ہے کہ اس کا زخم داغنے کی ضرورت نہیں۔"

"مجھے یقین ہے، آپ آرام سے لیٹ جائیں۔"

"اس وقت میں بیٹھنے میں زیادہ آرام محسوس کرتا ہوں۔"

زربخت نے اُٹھ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ابا جان! آپ میری فکر نہ کریں، مجھے تھکاوٹ کی وجہ سے چکر آگیا تھا۔ اب میں آپ کے ہر سوال کا جواب دے سکتا ہوں۔ کاؤس! تم کیا دیکھ رہے ہو، جاؤ میرے لئے کھانا تیار کرو۔"

"نہیں، تم یہیں رہو۔"

کاؤس باہر نکل گیا۔ ماہ بانو قباد کے پاؤں کی طرف بیٹھ گئی اور طبیب دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

قباد نے کہا: "مجھے معلوم تھا کہ ہرمز جیسے خبیث انسان کے نصیب میں فتح نہیں ہو سکتی لیکن میں جنگ کے پورے حالات سننا چاہتا ہوں۔"

"ابا جان! مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ ہمیں شکست ہو چکی ہے۔ وہ بیس ہزار سے بھی کم تھے اور ہم چالیس ہزار سے زیادہ تھے۔ بعض سرداروں کا خیال تھا کہ ہمیں مدائن سے آنے والے لشکر کا انتظار کرنا چاہیئے لیکن ہرمز کو یقین تھا کہ وہ ایک ساعت کے اندر اندر دشمن کو تہس نہس کر دے گا اور میں اُس سے متفق تھا۔ باقاعدہ جنگ شروع کرنے سے پہلے اُس نے خالد بن ولید کو اپنے ساتھ قوت آزمائی کی دعوت دی تھی تو مجھے حیرت ہوئی تھی۔ تاہم مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ وہ ایک بہادر آدمی ہے، لیکن یہ ایک فریب تھا اور مجھے اس فریب کا اُس وقت پتہ چلا جب اُس کے آدمی خالدؓ پر حملہ کر چکے تھے۔ اب میں ان واقعات کا جائزہ لیتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا سپہ سالار ہرمز کے ارادوں سے پوری طرح باخبر تھا۔ اگر وہ خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹنے کی کوشش کرتا تو یقیناً مارا جاتا لیکن اُس نے آگے بڑھ کر ہرمز کو قتل کر دیا اور وہ سوار جو اُسے قتل کرنے کی نیت سے میدان میں آئے تھے، اُس کا بال تک بیکا نہ کر سکے۔ پھر خالد کے مددگار پہنچ گئے اور اس کے بعد ہم چاروں اطراف سے قیامت کا سامنا کر رہے تھے۔ ابا جان! مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ قدرت کے کسی معجزے نے اُن کی تعداد میں بھی اضافہ کر دیا۔ اُن کے ہتھیار ہمارے مقابلے میں گھٹیا تھے اور اُن کی اکثریت خود اور زرہ کے بغیر لڑ رہی تھی لیکن ہماری ہر چال اور ہر تدبیر غلط ثابت ہوئی اور اُن کی ہر تدبیر درست نکلی۔ اُن میں سے اکثر ایسے تھے جو شاید زندگی میں پہلی بار ایک منظم اور تربیت یافتہ لشکر کا سامنا کر رہے تھے۔ لیکن ہمیں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اُن کی ساری عمر جنگ کے میدانوں میں گزری ہے۔ ہم غصے میں بھرے تھے۔ ہم میں جوش تھا، ہم نعرے لگاتے تھے اور ہم اُن کے بوسیدہ لباس کا مذاق اُڑاتے تھے لیکن اُن کے چہروں پر سکون اور اطمینان تھا۔ یوں لگتا تھا کہ اُن کے سپہ سالار سے لے کر معمولی سپاہی تک ایک ہی ذہن سے سوچتے ہیں۔ پھر جب ہم شکست کھا کر بھاگ رہے تھے تو ہم نے یہ دیکھا کہ رات کے وقت بھی ہمارا کوئی راستہ اُن کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تھا۔ ہم نے فرات کا پُل عبور کرنے کے بعد

اطمینان کا سانس بھی نہیں لیا تھا کہ پیچھے سے اُن کے گھوڑوں کی ٹاپ سُنائی دے رہی تھی۔ پھر ہم رات بھر سفر کرنے کے بعد جب ایک نہر کے کنارے سرسبز نخلستانوں پر پڑاؤ ڈال رہے تھے تو ہمیں یقین تھا کہ ہم کئی پہر آرام کی نیند سو سکیں گے۔ لیکن طلوعِ سحر کے ساتھ ہم پھر ایک بار اُن کا سامنا کر رہے تھے۔ اگر دوپہر کے وقت ہم مدائن سے آنے والی فوج کا پڑاؤ نہ دیکھتے تو یہ لوگ شاید دجلہ کے ساحل تک ہمارا پیچھا کرتے، لیکن ابا جان ہم نے ایک لڑائی میں شکست کھائی ہے جنگ نہیں ہاری۔ ہماری بدقسمتی یہ تھی کہ ہرمز مردِ میدان نہیں تھا لیکن اب دشمن کو ہمارے اُن نامور سالاروں سے واسطہ پڑے گا جو جنگ کا تجربہ رکھتے ہیں۔"

طبیب نے سوال کیا۔ "آپ کے خیال میں مسلمانوں کی پیشقدمی رُک گئی ہے یا وہ آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے؟"

"جس لشکر نے ہمارا تعاقب کیا تھا وہ مدائن کے لشکر کو دیکھنے کے بعد واپس چلا گیا تھا لیکن میرا خیال ہے کہ ہمارے ساتھ اُن کی فیصلہ کُن جنگ ناگزیر ہے۔ اس فتح کے بعد یہ لوگ آسانی سے واپس جانا پسند نہیں کریں گے۔"

قباد نے کہا۔ "مجھے ہرمز سے کسی بہتر کارگزاری کی توقع نہ تھی۔ ایک بزدل آدمی کی قیادت میں شیروں کا لشکر بھی بھیڑوں کا ریوڑ ثابت ہوتا ہے۔ اگر وہ مسلمانوں کے سپہ سالار کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جاتا تو بھی جنگ کا نتیجہ اس سے مختلف نہ ہوتا۔ اب ہمارا مقابلہ اُن قبائل کے ساتھ نہیں جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے بلکہ اُن انسانوں کے ساتھ ہے جنہیں ایک نئے دین نے متحد اور منظم کر دیا ہے۔"

"ابا جان! ہم اس جنگ سے سبق سیکھ چکے ہیں۔ ہماری شکست کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ہرمز کو جنگ کا کوئی تجربہ نہ تھا اور اُس نے مدائن کے لشکر کا انتظار کئے بغیر اس اُمید پر جنگ شروع کر دی تھی کہ وہ خالد کو فریب دے کر قتل کر دے گا اور اُس کا لشکر بد دل ہو کر پسپا ہو جائے گا۔ لیکن اُس کی یہ چال کامیاب نہ ہوئی۔ ہرمز کی ہلاکت کے بعد ہم نے دشمن پر پے در پے حملے کئے لیکن ہماری راہنمائی کے لئے کوئی ایسا تجربہ کار جرنیل موجود نہ تھا جس کا عزم اور حوصلہ پوری فوج کا یقین اور اعتماد بحال کر سکتا اور جس کا حکم ہر سالار اور سپاہی کے لئے یکساں اہمیت رکھتا۔ ہماری شجاعت انفرادی تھی اور انفرادی شجاعت اُس لشکر کی اجتماعی قوت کا جواب نہیں ہو سکتی تھی جس کے سپاہی اور سالار ایک ہی وجود کے اعضا معلوم ہوتے تھے لیکن آئندہ جنگ میں دشمن کو اس

فوج کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے بیشتر سپاہی اور سردار روم اور ایران کی جنگوں میں حصہ لے چکے ہیں آپ قارن کو جانتے ہیں۔ وہ دو دن کے اندر اندر مدائن کے لشکر کے ساتھ مذار پہنچ جائے گا اور حفیر کے شکست خوردہ دستے اُس کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ قارن جس قدر بہادر ہے اُسی قدر محتاط ہے۔ اُس نے کسریٰ سے مزید افواج کی درخواست کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ چند دن تک اُس کے پاس اتنی فوج جمع ہو جائے گی کہ مسلمان لڑنے کی بجائے بھاگنے میں خیریت سمجھیں گے۔"

قباد نے پُوچھا "تم قارن سے مل کر آئے ہو؟"

"جی ہاں میں عرض کر چکا ہوں کہ جنگ کے بعد مدائن کے لشکر کے پڑاؤ تک دشمن نے ہمارا پیچھا کیا تھا۔"

"میں یہ پُوچھنا چاہتا ہوں کہ تم نے گھر آنے کے لئے اُس کی اجازت حاصل کر لی تھی؟"

"جی اُنہوں نے مجھے دیکھتے ہی گھر پہنچنے کا حکم دیا تھا۔ میں نے بہت کہا کہ میرا زخم معمولی ہے لیکن وہ مجھے گھر بھیجنے پر مُصر تھے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم آج ہی مذار کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور وہاں پڑاؤ ڈال کر مدائن سے مزید لشکر کا انتظار کریں گے۔ اس عرصہ میں تم تندرست ہو کر واپس آسکو گے اُنہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم فیصلہ کُن جنگ کی تیاری کے بغیر دشمن کے ساتھ اُلجھنا پسند نہیں کریں گے۔ تم کم از کم ایک ہفتہ گھر میں آرام کر سکتے ہو۔ سر دست مجھے صرف تندرست آدمیوں کی ضرورت ہے۔ ابا جان! آپکے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیئے تھا کہ حفیر کی شکست نے مجھے بُزدل بنا دیا ہے۔ قارن نے دوسرے زخمیوں کو بھی اپنے پڑاؤ میں ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی۔ جن زخمیوں کے گھر دُور تھے وہ آس پاس کے شہروں میں چلے گئے ہیں۔"

قباد نے طبیب کی طرف متوجہ ہو کر کہا "اب مجھ سے زیادہ ایران کی فوج کو آپ کی ضرورت ہے۔ آپ ایک بیکار بوڑھے کی بجائے سیکڑوں کار آمد جوانوں کی جان بچا سکتے ہیں۔ اس لئے میری یہ خواہش ہے کہ آپ مذار پہنچ جائیں۔ میں باقاعدگی کے ساتھ آپ کی دوا استعمال کرتا رہوں گا۔"

طبیب نے جواب دیا "میرے فرائض کا تقاضا یہی ہے کہ میں کسی تاخیر کے بغیر یہاں سے روانہ ہو جاؤں۔ اگر مسلمانوں نے مذار کی طرف پیشقدمی کی تو حیرہ کی افواج کو بھی میدان میں آنا پڑے گا۔ ان حالات میں میری غیر حاضری کو ایک جُرم سمجھا جائے گا۔ میں پہلے حیرہ کے والی کے پاس جاؤں گا اور اُس کے بعد یہ

دیکھوں گا کہ میری خدمات کی کس جگہ زیادہ ضرورت ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں علی الصبح روانہ ہو جاؤں۔"

قباد نے کہا: "میں آپ کو اجازت دے چکا ہوں، اب آپ آرام کریں۔"

طبیب اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

زر بخت تھوڑی دیر قباد اور ماہ بانو سے باتیں کرتا رہا۔ پھر خادم کھانا لے آئی۔ زر بخت نے جلدی جلدی کھانا کھانے اور پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد قباد سے اجازت لی اور اُٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ بستر پر دراز ہوا تو ماہ بانو دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے کہا: "میرا خیال تھا کہ آپ سو گئے ہوں گے۔ میں چراغ بجھانے آئی تھی لیکن آپ نے لباس بھی تبدیل نہیں کیا۔ میں آپ کو نئے کپڑے نکال دیتی ہوں۔"

ماہ بانو نے آگے بڑھ کر ایک صندوق کا ڈھکنا اُٹھایا لیکن زر بخت نے کہا: "نہیں اب مجھ میں لباس تبدیل کرنے کی ہمت نہیں۔ میرا سر نیند سے پھٹ رہا ہے تم بھی آرام کرو۔ لیکن ٹھہرو! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ بیٹھ جاؤ!"

ماہ بانو اُس کے قریب بیٹھ گئی۔ زر بخت نے قدرے توقف کے بعد کہا: "میں نے حسان کو دیکھا۔ اُس نے میری نگاہوں کے سامنے ہمارے تین آدمی گرائے تھے۔ وہ میرے نیزے کی زد میں آ چکا تھا اگر میں اچانک زخمی نہ ہو جاتا تو تمہیں یہ خبر سناتا کہ میرا نیزہ اُس کے خون میں ڈوب چکا ہے۔"

ماہ بانو کے چہرے پر زردی چھا گئی۔

زر بخت نے تھوڑی دیر توقف کے بعد کہا: "میں نے اُسے تین بار دیکھا تھا اور مجھے یقین ہے کہ میں نے اُسے پہچاننے میں غلطی نہیں کی لیکن اُس نے مجھے نہیں پہچانا۔ دوسری مرتبہ وہ اُن سواروں کے ساتھ تھا جنہوں نے اچانک ہمارے عقب میں پہنچ کر تباہی مچائی تھی۔ وہ جس طرف رُخ کرتا تھا، ہماری صفوں میں بھگدڑ مچ جاتی تھی۔ وہ ہر آن موت کے دروازے پر دستک دے رہا تھا اور مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا، اُس کا زندہ رہنا ایک معجزہ ہے۔ اگر کوئی ایرانی اس قدر دیوانگی کے ساتھ لڑتا تو میں اُس کی رکاب کو بوسہ دیتے ہوئے بھی فخر محسوس کرتا۔ پھر جنگ کے بعد بھی وہ ہمارا تعاقب کرنے والوں کی اگلی صف میں تھا۔"

ماہ بانو نے آبدیدہ ہو کر کہا: "بھائی جان! میں یہاں اُس کے متعلق پوچھنے کے لئے نہیں آئی تھی۔"

زربخت نے کہا: "میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ ایران کے ساتھ عربوں کی جنگ شروع ہو چکی ہے اور حسان جسے میں اپنا بھائی سمجھتا تھا ایک عرب کے سوا کچھ نہیں۔ میری بات غور سے سنو، اگر میں زخمی نہ ہوتا تو بھی تھوڑی دیر کے لئے یہاں ضرور آتا۔ میں ابا جان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دشمن کی فوج ہم سے زیادہ دُور نہیں۔ اگر آئندہ جنگ میں ہم انہیں شکست نہ دے سکے تو اس علاقے کو ناقابلِ بیان خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں ابا جان کو تمہارے ساتھ مدائن جانے کے لئے آمادہ کرنا چاہتا ہوں، لیکن مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھ سے خفا ہو جائیں گے۔ موجودہ حالات میں اُنہیں یہاں رہنے کے خطرات سے آگاہ کرنے کے لئے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں تم اُن کے ساتھ کسی تاخیر کے بغیر مدائن چلی جاؤ۔ تم وعدہ کرو کہ جب میں اُن کے ساتھ بات کروں تو تم میری حمایت کرو گی۔"

ماہ بانو نے جواب دیا: "میں وعدہ کرتی ہوں لیکن مجھے ڈر ہے کہ ابا جان موجودہ حالت میں مدائن کی طرف بھاگنا گوارا نہیں کریں گے اور اگر ہم اُنہیں کسی طرح آمادہ کر بھی لیں تو بھی اُن کی صحت ایسی نہیں کہ مدائن کا سفر کر سکیں۔ طبیب نے اُنہیں چلنے پھرنے سے منع کر رکھا ہے۔ آج صرف وہ آپ کی وجہ سے اُٹھ کر بیٹھ گئے تھے، ورنہ اُن کی حالت بہت تشویش ناک ہے۔"

زربخت نے کہا: "میری بہن! یہی وجہ ہے کہ میں اُنہیں مدائن بھیجنا چاہتا ہوں۔ ایک بیمار آدمی کے لئے وہ گھر محفوظ نہیں جسے ہر وقت دشمن کے حملے کا خطرہ ہو۔"

ماہ بانو نے اُٹھتے ہوئے کہا: "بھائی جان! میں اُنہیں سمجھانے کی کوشش کروں گی لیکن کاش وہ دو چار دن میں سفر کے قابل ہو جائیں۔"

زربخت دوپہر تک سویا رہا۔ جب اُس کی آنکھ کھلی تو ماہ بانو اُس کے بستر کے پاس کھڑی تھی۔ اُس نے کہا: "آپ بہت دیر سوئے ہیں۔ میں کئی بار آئی ہوں۔ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" زربخت نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "ابا جان کیسے ہیں؟"

اباجان کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی تھی۔ طبیب نے اُنہیں خواب آور دوا کھلائی تھی، اب وہ سو رہے ہیں؟"

"طبیب یہیں ہے؟"

"نہیں وہ جاچکا ہے۔"

"تم نے اباجان کو مدائن جانے کے متعلق کہا تھا؟"

"ہاں میں نے اُنہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی، لیکن وہ یہ بات سُننے کے لئے تیار نہ تھے۔ تاہم میرے متعلق وہ بہت فکرمند تھے اور اُنہیں اصرار تھا کہ میں نوکروں کے ساتھ مدائن چلی جاؤں۔ میں نے اکثر یہ دیکھا ہے کہ جب وہ زیادہ پریشان ہوتے ہیں تو اُن کی تکلیف بڑھ جاتی ہے۔"

زربخت نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "ماہ بانو! اگر میں اباجان کو مدائن جانے پر آمادہ نہ کرسکا تو کم ازکم تمہیں ضرور مدائن جانا پڑے گا۔ ہم دشمن سے بہت قریب ہیں اور اس علاقے کو ہر وقت خطرہ پیش آسکتا ہے۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "اگر اباجان مدائن جانے پر آمادہ بھی ہوجائیں تو بھی اس حالت میں وہ سفر نہیں کر سکیں گے اور میں کسی حالت میں بھی اُنہیں چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔ طبیب نے مجھے بڑی سختی سے ہدایت کی تھی کہ چند دن ہمیں کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے جو اُن کے لئے ذہنی پریشانی یا ملال کا باعث ہو۔ بھائی جان! آپ پریشان نہ ہوں، میں وعدہ کرتی ہوں کہ جب وہ سفر کے قابل ہوں گے، ہم مدائن کا رُخ کرنے میں ایک لمحہ کے لئے بھی توقف نہیں کریں گے۔ لیکن اس وقت اُنہیں پریشان کرنا ٹھیک نہیں۔"

زربخت نے اپنی بہن سے زیادہ اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ چند دن بعد یہ صورتِ حال نہیں رہے گی۔ مدائن کا لشکر کسی صورت میں بھی مسلمانوں کو مذار سے آگے بڑھنے کا موقع نہیں دے گا۔ تاہم اگر کوئی غیر متوقع خطرہ پیش آیا تو میں تمہیں قبل از وقت خبردار کردوں گا۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ اس علاقے کو کوئی خطرہ پیش نہیں آسکتا۔ آپ کو صرف حیرہ کی جنگ کے واقعات نے پریشان کردیا ہے۔"

زربخت نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "ماہ بانو! میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ اگر حیرہ

کے میدان میں حسان مجھے دیکھ لیتا تو کیا کرتا؟"

"بھائی جان! آپ اُسے بھُول نہیں سکتے؟"

"نہیں۔ میں اُس سے نفرت کر سکتا ہوں، اور مجھے یقین ہے کہ اگر وہ پھر ایک بار میرے سامنے آگیا تو میں اُسے قتل کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔ لیکن اُسے بھُول جانا میرے بس کی بات نہیں۔ ابھی میں خواب دیکھ رہا تھا کہ دشمن کے سپاہی میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ میں اپنے گھر پہنچ جاتا ہوں لیکن دروازہ بند ہے۔ سپاہی مجھے گرفتار کر لیتے ہیں اور میرے گلے میں رسّا ڈال کر دریا کی طرف لے جاتے ہیں۔ مجھے دریا کے کنارے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ ایک آدمی بھاری برچھا اُٹھائے میری طرف آتا ہے لیکن اچانک جنگل سے ایک سوار نمودار ہوتا ہے اور میرا قاتل برچھا نیچے کر لیتا ہے۔ سوار اپنی تلوار سے میری رسّیاں کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اب تم آزاد ہو ۔ یہ سوار حسان تھا۔ جب میں اس بھیانک خواب سے بیدار ہوا تھا تو میرا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ ماہ بانو! میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ ایک بار پھر زخمی ہو کر ہمارے گھر پہنچ جائے اور تم سے پناہ مانگے تو تم کیا کرو گی؟"

"بھائی جان! آپ یہ کیوں سوچتے ہیں کہ وہ دوبارہ زخمی ہو کر گھر آئے گا؟"

"مجھے معلوم نہیں لیکن فرض کرو کہ وہ ...."

ماہ بانو نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا اور سسکیاں لیتے ہوئے کہا "نہیں بھائی جان! اب وہ نہیں آئے گا۔ وہ کبھی نہیں آئے گا۔"

زربخت جلدی سے اُٹھ کر آگے بڑھا اور اُسے گلے لگاتے ہوئے بولا "تم رو رہی ہو، تمہیں اس بات کا افسوس ہے کہ وہ اب ہمارے پاس نہیں آسکے گا۔"

ماہ بانو نے اپنے ہاتھ نیچے کرتے ہوئے کرب کی حالت میں زربخت کی طرف دیکھا اور کہا "آپ کو اس بات کا افسوس نہیں بھائی جان؟"

"مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے اور میں بار بار یہ سوچتا ہوں، کاش یہ ایک خواب ہوتا۔ اُسے اپنا دشمن سمجھنے کے باوجود کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے کہ اگر حسان کی بجائے مجھے ہرمز سے واسطہ پڑتا

اور مجھے وہ مظالم برداشت کرنے پڑتے جو حسان نے برداشت کئے ہیں تو میں بھی شاید وہی کرتا جو اُس نے کیا ہے۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "بھائی جان! وہ حسان جو اس جنگ سے چند دن قبل ہمارے گھر آیا تھا، اُس انسان سے مختلف تھا جسے صرف ہرمزکے ساتھ عداوت تھی۔ اُس کی باتوں سے میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ وہ دُنیا کے ہر ظالم کا دشمن اور ہر مظلوم کا دوست بن چکا ہے۔ جب اُس نے تورج کو قتل کرنے کے بعد ہمارے پاس پناہ لی تھی تو اُسے موت کا خوف تھا۔ اب اُسے اس بات کا بھی ملال نہیں تھا کہ وہ بھائی جس کی تلاش میں اُس نے یہاں آنے کا خطرہ مول لیا ہے، مدائن پہنچ چکا ہے۔ اگر آپ اُسے دیکھتے، اُس کی باتیں سُنتے تو آپ کو کبھی یقین نہ آتا کہ یہ وہی بے بس اور مظلوم انسان ہے جس کی ساری اُمیدیں اور آرزوئیں صرف ہمارے گھر کے ایک زمین دوز کمرے میں سانس لینے تک محدُود تھیں۔"

زرنجت نے کہا۔ "جب ایک گرے ہوئے کمزور آدمی کو اُٹھنے کے لئے سہارا ملتا ہے تو عام طور پر اُس کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ جنہوں نے اُس کی کمزوری اور بے بسی دیکھی ہے، اُس کی قوت اور غرور کے مظاہرے دیکھیں۔ میں اس بات سے حیران نہیں ہوں کہ حسان اپنی طاقت اور جرأت کا مظاہرہ کرنے کے لئے ہرمز کے گھر پہنچ گیا تھا لیکن اپنے بھائی کے دوست سے مجھے یہ توقع نہیں تھی، وہ یہاں آکر بھی اپنے غرور کا مظاہرہ کرے گا۔"

"بھائی جان! اُس کی نگاہوں میں عزم و یقین کی روشنی تھی، لیکن غرُور نہیں تھا۔ اُس کی آنکھوں میں مروّت تھی، غصہ یا نفرت نہیں تھی۔ میں اُس کی خود اعتمادی پر حیران تھی اور مجھے اُس کی باتیں ناقابلِ یقین محسُوس ہوتی تھیں۔ مسلمانوں کی قوت کے متعلق اُس کا دعویٰ اور اُن کی فتوحات کے متعلق اُس کا یقین میرے نزدیک ایک فریب خوردہ انسان کی خواہشات سے زیادہ نہ تھا۔ لیکن جب میں اُس کی طرف دیکھتی تھی تو مجھے ایسا محسُوس ہوتا تھا کہ وہ جھُوٹ نہیں بول سکتا۔"

زرنجت مسکرایا۔ "میری بہن تم بہت سادہ دل ہو، حسان کا مقصد صرف تمہیں مرعوب کرنا تھا۔"

"مجھے مرعوب کر کے اُسے کیا حاصل ہو سکتا تھا۔ میں ایران کی سپہ سالار تو نہیں ہوں۔"

"جنگ کا پہلا اصول یہ ہے کہ دشمن کی صفوں میں بددلی پھیلائی جائے اور حسان جیسا تجربہ کار

سپاہی یہ سمجھ سکتا تھا کہ تمہاری مایوسی اور بددلی تمہارے بھائی کو بھی متاثر کر سکتی ہے اور اگر تمہارے بھائی کے حوصلے پست ہو جائیں تو وہ سینکڑوں آدمیوں کو متاثر کرے گا لیکن وہ مجھے نہیں جانتا۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ فریب خوردہ انسان جو عرب کے ویرانوں سے نکل کر عراق کے سرسبز میدانوں کا رُخ کر رہے ہیں، اُن کا ہر قدم موت کی طرف اُٹھ رہا ہے۔ ماہ بانو! میں مدائن میں ایران کے اُن نامور سالاروں سے باتیں کر چکا ہوں جو عراق پر عربوں کی پیشقدمی کو ایک مذاق سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے۔ میں وہ عظیم افواج دیکھ چکا ہوں جو چند برس قبل کسریٰ پرویز کے پرچم کو قسطنطنیہ کے دروازوں تک لے گئی تھیں، جب یہ افواج حرکت میں آئیں گی تو زمانے کی نگاہیں مُسلمانوں کے چہروں پر عزم و یقین کی روشنی کی بجائے موت کا سایہ دیکھیں گی — یہ ایک تند و تیز سیلاب ہوگا جو اُن کو تنکوں کی طرح بہا لے جائے گا۔ حفیر کی جنگ میں ہم یہ سبق سیکھ چکے ہیں کہ دشمن کو فیصلہ کُن شکست دینے کے لئے ہمیں زیادہ طاقت استعمال کرنے کی ضرورت ہے اور میں تمہاری تسلی کے لئے یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ طاقت ہمارے پاس موجُود ہے۔"

ماہ بانو مُسکرائی "اب آپ ایک سپاہی کی طرح بات کر رہے ہیں"۔

"اچھا اب تم غور سے میری طرف دیکھو اور اس سوال کا جواب دو، کیا میں جھوٹ بول سکتا ہوں"؟

ماہ بانو نے جواب دیا "بھائی جان! میری پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ آپ دشمن کے حملے کے خوف سے ہمیں مدائن بھیجنا چاہتے تھے"۔

"میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس علاقے کو واقعی دشمن کے حملے کا خطرہ ہے۔ میں صرف احتیاط کرنا چاہتا تھا پھر مجھے یہ خیال بھی تھا کہ مدائن میں اباجان کے علاج کے لئے بہترین طبیب مل جائیں گے لیکن اگر اباجان سفر کے قابل نہیں ہیں تو میں اُنہیں پریشان نہیں کروں گا۔ لیکن ایک شرط ہے"۔

"وہ کیا؟"

"تم میرے سامنے حسان کا ذکر نہیں کرو گی"۔

"مجھے منظور ہے"۔

"تم سہیل کو بھی یہ اطلاع نہیں بھیجو گی کہ اُس کا بھائی ہمارا دشمن بن چکا ہے"۔

"میں وعدہ کرتی ہوں۔"

"اور تم آئندہ یہ بھی نہیں کہوگی کہ تم نے حسان کے چہرے پر عزم و یقین کی روشنی دیکھی تھی۔"

ماہ بانو نے آبدیدہ ہو کر جواب دیا۔ "کیا میں آپ کی بہن ہوں؟ کیا میری رگوں میں آپکے باپ کا خون نہیں ہے؟"

زربخت نے ہنستے ہوئے دونوں ہاتھ ماہ بانو کی گردن میں ڈال دیئے اور اُسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا: "ماہ بانو! مجھے معلوم نہیں میں کیا کہہ گیا ہوں۔ ابھی تک میرے دماغ میں حفیر کی شکست کے اثرات زائل نہیں ہوئے۔ ورنہ حسان کے متعلق مجھے اس قدر سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ یہ محض اتفاق تھا کہ میں نے اُسے میدان میں دیکھ لیا تھا۔ ورنہ مجھے اُس کا خیال بھی نہ آتا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں آئندہ تمہارے سامنے اُس کا ذکر نہیں کروں گا۔ میری بہن! تم بہت جلد یہ سنو گی کہ ہم نے عربوں کو عراق کی حدود سے باہر نکال دیا ہے اور پھر اس قسم کے خدشات ہمیں مذاق معلوم ہوں گے۔ گزشتہ جنگ میں ہماری شکست کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہرمز ظالم تھا اور عرب کاشتکاروں کو اُس کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ تھی اور جن عربوں نے ہمارا ساتھ دیا تھا انہیں ہرمز کی فتح یا شکست سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ صرف ہرمز کے خوف سے میدان میں آئے تھے لیکن جب وہ مر گیا تو وہ بھاگ نکلے۔ اب انہیں اطمینان دلایا جا سکتا ہے کہ اگر تم باہر کے دشمن سے اپنے وطن کی حفاظت کرو تو شہنشاہ تم پر ہرمز جیسے سفاک حاکم مقرر نہیں کرے گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں اپنی فوج کے پڑاؤ کا رُخ کروں تو ہمارے علاقے سے ہر وہ آدمی جو تلوار اُٹھا سکتا ہو میرے ساتھ ہو۔ اور اگر ہمارے لشکر کو فوراً میدان میں نہ آنا پڑا اور مجھے چند دن اور یہاں رہ کر کام کرنے کا موقع مل گیا تو میں ہر جاگیردار کے پاس جاؤں گا اور یہ کہوں گا کہ وہ اپنے اپنے کاشتکاروں کو اعتماد میں لینے کی کوشش کریں۔ مجھے اب بھی یقین ہے کہ اگر مقامی عرب اور ایرانی متحد ہو کر میدان میں نکلیں تو وہ مدائن کے لشکر کی اعانت کے بغیر بھی مسلمانوں کو عبرتناک شکست دے سکتے ہیں۔ مجھے بہت کام ہے۔ میں کسی تاخیر کے بغیر اپنے تمام کاشتکاروں کو یہاں جمع کرنا چاہتا ہوں۔ تم جلدی سے میرے ناشتے کا انتظام کرو۔"

"آپ کا ناشتہ تیار ہے بھیا جان! لیکن ابھی آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ جب تک آپ کا زخم ٹھیک نہیں

نہیں ہوتا، میں آپ کو باہر نہیں جانے دُوں گی ۔"

"مجھے زخم کا احساس بھی نہیں ۔ تم کاؤس کو بُلاؤ، میں ابھی نہا کر آتا ہوں ۔"

اگلے دن قباد کی حویلی عرب کسانوں سے بھری ہوئی تھی ۔ ذرہ بخت اندرونی مکان سے نمودار ہوا، بلند چبوترے کے کنارے رُکا اور کچھ دیر توقف کے بعد چند سیڑھیاں نیچے اُتر کر حاضرین سے مخاطب ہوا ۔ ابا جان علالت کے باعث یہاں نہیں آسکے ، ورنہ وہ تمہیں یہ بتانا چاہتے تھے کہ ہرمز مر چکا ہے اور تم ہمیشہ کے لئے اُس کے مظالم سے نجات حاصل کر چکے ہو ۔ تم جانتے ہو کہ ہرمز نے ہمارے ساتھ بھی اچھا برتاؤ نہیں کیا تھا اور ابا جان صرف اسی غم سے بیمار ہو گئے تھے کہ ہرمز نے تورج جیسے لوگ تم پر مسلط کر دیئے تھے اور اُن کی حیثیت ایک بے بس تماشائی سے زیادہ نہ تھی لیکن اس کے باوجود جب ہم پر ایک بیرونی دشمن نے حملہ کیا تو میں نے ہرمز کے جھنڈے تلے لڑنا قبول کر لیا ، کیونکہ مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ ہم ہرمز کی جگہ مسلمانوں کے غلام بن جائیں ۔

اب میں گزشتہ جنگ کے واقعات پر کسی تبصرے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ۔ تم واقعات سُن چکے ہو گے ۔ اس وقت ہمیں مستقبل کے متعلق سوچنے کی ضرورت ہے اور تم اس بات کے گواہ ہو کہ میرا خاندان کبھی تمہارے مستقبل سے غافل نہیں ہوا ۔ تمہارے حقوق کی حفاظت کے لئے ہم نے ہرمز سے دشمنی مول لینے سے بھی دریغ نہیں کیا ۔ اب میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عراق تمہارا وطن ہے اور اس کی حفاظت کرنا تمہارا فرض ہے ۔ اگر تم اس فرض سے غافل ہو جاؤ تو بھی مجھے یقین ہے کہ مسلمان ایران کی بے پناہ فوجی قوت کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اس فتح کا سہرا تمہارے سر ہو ۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے ۔ جب تم اس بات کا عملی ثبوت دو گے کہ ہرمز جیسے لوگوں کے مظالم کے باوجود اپنے شہنشاہ کے ساتھ تمہاری محبت اور وفاداری میں کوئی فرق نہیں آیا اور تم اپنی جان پر کھیل کر اپنے گھروں اپنی بستیوں اور کھیتوں کو دشمن سے بچایا ہے تو شہنشاہ یہ گوارا نہیں کرے گا کہ ہرمز کے بعد تم پر کسی اور ظالم کو مسلط کر دے ۔ اگر تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو تو میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ ہرمز کا جانشین کوئی رحمدل اور انصاف پسند حاکم ہو گا لیکن اگر تم نے کسریٰ کی اطاعت

کی حیثیت میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ کیا تو مجھے ڈر ہے کہ تم کسی نیک سلوک کے مستحق نہیں سمجھے جاؤ گے۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ وہ ایرانی جو تمہارے بہی خواہ ہیں کسریٰ کے سامنے کھڑے ہو کر تمہاری حمایت میں آواز بلند کر سکیں تو تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ جب سلطنت کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہونے کی ضرورت پیش آئی تھی تو تم ایرانیوں سے پیچھے نہیں تھے۔ میں بہت جلد ایک فیصلہ کن جنگ میں حصہ لینے کے لئے روانہ ہو جاؤں گا اور میری خواہش یہ ہے کہ میرے علاقے کا ہر جوان جو تلوار اٹھانے کی سکت رکھتا ہو میرے ساتھ ہو۔"

ایک عمر رسیدہ عرب نے آگے بڑھ کر بلند آواز میں جواب دیا "اس علاقے کا کوئی آدمی قباد کے بیٹے کے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتا۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔"

ایک نوجوان نے کہا "جناب ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم میں سے کوئی پیچھے رہنا پسند نہیں کرے گا۔"
پھر ہر خاندان کے بوڑھے اور جوان باری باری زرنجت کی حمایت میں نعرے لگانے لگے۔

زرنجت کچھ دیر خاموش کھڑا رہا، بالآخر اپنے ہاتھ بلند کرتے ہوئے بولا "تم جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ہم ایک ہفتہ کے اندر اندر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ میں اس عرصہ میں گردونواح کے تمام زمینداروں کے پاس جاؤں گا اور اُن سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ بھی اپنے کسانوں کو جنگ کے لئے تیار کریں اور میں تم سے بھی یہ درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے قبائل کے بااثر لوگوں کے پاس جاؤ اور انہیں یہ سمجھاؤ کہ وہ ماضی کی تلخیاں بھول جائیں اور اپنے اپنے علاقے کے زمینداروں کا ساتھ دیں۔"

ایک عرب پچھلی صف سے آگے بڑھا اور اُس نے زرنجت کے قریب پہنچ کر کہا "آپ کے لئے ہماری جانیں حاضر ہیں لیکن کاش ایران کے باقی زمیندار بھی آپ کے باپ کی طرح شریف، رحمدل اور انصاف پسند ہوتے اور ہمیں یہ اطمینان ہوتا کہ جب کسریٰ کی فتح ہو گی تو ہرمز کی طرح کوئی اور جلاد ہم پر مسلط نہیں ہو جائے گا اور ہم عراق کے ہر قبیلے کو یہ یقین دلا سکتے کہ کسریٰ کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دینے کے بعد ہماری تقدیر بدل دی جائے گی۔ ہم لوگ اس لئے مظلوم نہیں ہیں کہ ہم نے کسی مرحلہ پر کسریٰ کے ساتھ بدعہدی کی تھی بلکہ ہماری بدنصیبی کی وجہ یہ ہے کہ ہم عرب ہیں اور ہمارے ایرانی آقا ہمارے خون کو دجلہ اور فرات کے پانی سے زیادہ ارزاں سمجھتے ہیں۔ قباد ہمارا محسن ہے اور اُس کے بیٹے کو ہم یہ کہنے کا موقع

نہیں دیں گے کہ ہم نے آزمائش کے وقت اُس کا ساتھ نہیں دیا تھا لیکن آپ کو ہمارے ساتھ کوئی ایسا وعدہ نہیں کرنا چاہیئے جسے پُورا کرنا آپ کے اختیار میں نہ ہو۔ یہاں وہ لوگ موجُود ہیں جن کے بھائیوں اور بیٹوں نے رُومیوں کے مقابلہ میں اپنی جانیں دی تھیں۔ جب آپ تقریر کر رہے تھے تو مجھے وہ زمانہ یاد آ رہا تھا جب روم کے ساتھ جنگ ہو رہی تھی اور آپ کے والد اس علاقے کی ہر بستی کے لوگوں کو جمع کر کے تقریریں کیا کرتے تھے۔ اور ہمارے جن جوانوں نے اُن کی تقریروں سے متاثر ہو کر شہنشاہ پرویز کا ساتھ دیا تھا، اُن کی تعداد دوسرے علاقوں کے اُن کسانوں سے کہیں زیادہ تھی جس کے آقا انہیں زبردستی میدانِ جنگ کی طرف ہانک دیا کرتے تھے۔ آپ کے والد ہمیں یہ یقین دلایا کرتے تھے کہ جب تم جنگ سے واپس آؤ گے تو ہرمز تم پر ظلم نہیں کر سکے گا۔ لیکن جنگ کے بعد ہرمز نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا وہ آپ کو معلوم ہے۔ ہماری آواز صرف قباد کے کانوں تک پہنچ سکتی تھی، لیکن ہم نے یہ دیکھا کہ وہ بھی ہماری طرح مسموم اور بے بس ہے۔ یہاں وہ لوگ موجُود ہیں جن کے بھائیوں اور بیٹوں نے رُومیوں کے مقابلے میں اپنی جانیں دی تھیں میں دوسری بستیوں کے حالات بیان کرنے کی بجائے صرف اپنی بستی کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس بستی کا ایک جوان جو ایک غریب کسان کا بیٹا ہونے کے باوجُود ایک شہزادہ معلوم ہوتا تھا، آپ کے بھائی کا دوست تھا۔ کئی سال ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں ہے۔ پھر جب وہ آیا تو اُس کے سامنے اپنے گھر کی بجائے راکھ کے انبار تھے اور بستی کے تباہ حال لوگ یہ خبر سُنا رہے تھے کہ وہ بوڑھا باپ، وہ جوان بھائی اور کمسن بہن جو صبح و شام تمہارا راستہ دیکھا کرتے تھے ہرمز کے ایک رشتہ دار کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں اور چھوٹا بھائی جو گاؤں کے لڑکوں سے یہ کہا کرتا تھا کہ میرا بھائی کسی دن ہاتھی پر سوار ہو کر آئے گا اُن کی قید میں ہے۔"

حاضرین اس سفید ریش آدمی کی تقریر سے پریشان ہو رہے تھے لیکن کسی نے مداخلت کی جرأت نہ کی۔

زرنخت نے کہا۔ "تم حسان کا ذکر کر رہے ہو؟"

"جی ہاں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہمیں اپنے مستقبل کے متعلق کوئی خوش فہمی نہیں پھر بھی ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔ ہم آپ کے اشارے پر جان کی بازی لگا دیں گے لیکن ہماری قربانی شہنشاہ کے لیے ہوگی جو ایرانی ہونے کے باوجُود ہمیں انسانی سلوک کا مستحق سمجھتا ہے۔"

زربخت نے کہا: "میں تمہارا شکرگزار ہوں۔ اگر تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو تو میں زردشت کی قسم کھانے کو تیار ہوں کہ اس جنگ کے بعد میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہوگی ۔۔۔ اور اگر میں تم پر ظلم کرنے والوں کے ہاتھ سے تلوار نہ چھین سکوں گا تو میری آخری کوشش یہ ہوگی کہ میرا جسم تمہاری ڈھال بن جائے۔"

ایک نوجوان نے بلند آواز میں کہا: "ہم آپ کے ساتھ ہیں۔" اور پھر تمام حاضرین پورے جوش و خروش کے ساتھ چلانے لگے: "ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔"

زربخت کی گردن تشکر اور احسانمندی کے جذبات سے جھکی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ اپنے اپنے گھروں کا رخ کر رہے تھے تو وہ بوڑھا جس نے زربخت کے جواب میں تقریر کی تھی اپنے ایک ساتھی سے مخاطب ہو کر بولا: "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قباد کا بیٹا ہرمز کا جانشین بننے کے خواب دیکھ رہا ہے۔"

"کیا یہ ممکن ہے؟"

"یہ ممکن ہے کہ وہ ہرمز کا جانشین بن جائے لیکن یہ ممکن نہیں کہ اس کے بعد اس کی ہمدردیاں عربوں کے ساتھ ہوں ۔ ہرمز مر چکا ہے لیکن وہ ایرانی جاگیردار جنہیں عربوں کو مغلوب رکھنے کے لئے ایک اچھے حکمران سے زیادہ ایک مستعد جلاد کی ضرورت ہے زندہ ہیں۔ زربخت اسی صورت میں ہرمز کی جگہ لے سکتا ہے جب وہ جلاد بننے کے لئے تیار ہو۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ ہمیں اس کا ساتھ نہیں دینا چاہیئے؟"

"نہیں میرا یہ مطلب نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ ہمارے لئے اس کا ساتھ دینے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ اگر اس کا باپ ہمارا محسن نہ ہوتا تو بھی ہم اس کے حکم کی تعمیل سے انکار نہ کر سکتے۔"

باب ۱۲

مثنیٰ ابن حارثہ نے کئی کوس ایران کے شکست خوردہ لشکر کا پیچھا کیا۔ پھر دریائے فرات کے کنارے یکے بعد دیگرے ایک ایرانی رئیس کے دو قلعے فتح کئے اور بالآخر مذار پہنچ کر قارن کے لشکر کے سامنے پڑاؤ ڈال دیا۔ خالد بن ولید مسلمانوں کے باقی لشکر کے ساتھ حفیر میں مقیم تھے اور قارن کو یقین تھا کہ جب تک مسلمانوں کا سارا لشکر مذار میں جمع نہیں ہو جاتا، مثنیٰ ابن حارثہ اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ جنگ شروع نہیں کرے گا۔

ایرانی لشکر کے بعض سرداروں کی یہ رائے تھی کہ ہمیں کسی تاخیر کے بغیر مثنیٰ سے نپٹ لینا چاہیے لیکن قارن نے انہیں یہ کہہ کر ٹال دیا کہ "اگر ہم چند دن اور لڑائی ملتوی کر سکیں تو عراق کے بیشتر قبائل ہمارے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں اور پھر ہم کسی مزاحمت کا سامنا کئے بغیر دشمن کو جنوب کے صحراؤں کی طرف دھکیل دیں گے۔ التوا کا ہر لمحہ ہماری قوت میں اضافہ کر رہا ہے لیکن دشمن کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ وہ مقامات جہاں سے مسلمان کمک حاصل کر سکتے ہیں اس جگہ سے بہت دور ہیں۔"

گزشتہ جنگ کے غیر متوقع نتائج نے ایرانی جاگیرداروں کی آنکھیں کھول دی تھیں اور وہ عرب کاشتکاروں کا تعاون حاصل کرنے کے لئے انہیں طرح طرح کے لالچ دے رہے تھے۔ ماضی کے تلخ تجربات کے پیش نظر عربوں کے لیے ان کے وعدوں پر اعتبار کرنا آسان نہ تھا۔

لیکن اپنے مستقبل کا خوف انہیں ایرانیوں کی خوشنودی حاصل کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے مسلمانوں سے نپٹنے کے بعد ایرانی حکمران لڑائی سے الگ تھلگ رہنے والوں کو قابل معافی نہیں سمجھیں گے۔ ابھی جنگ اس دور میں داخل نہیں ہوئی تھی کہ وہ مسلمانوں کی فتح کے ساتھ اپنے مستقبل کی امیدیں وابستہ

کرسکتے۔ چنانچہ سرحد کے اُن قبائل کے سوا جنہوں نے مسلمانوں کو زیادہ قریب سے دیکھا تھا، باقی عرب طوعاً وکرہاً ایرانیوں کے ساتھ شامل ہو رہے تھے۔ صرف عیسائی عرب ایسے تھے جنہیں کسی خوف یا لالچ کے بغیر مسلمانوں کے مقابلے میں کھڑا کیا جا سکتا تھا۔ اسلام دشمنی میں اُن کے راہب اور پادری مجوسی کاہنوں سے پیچھے نہ تھے۔ ان حالات میں آئے دن جس رفتار سے ایرانی لشکر کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا اُس کے پیشِ نظر قارن کا اس خوش فہمی میں مبتلا ہونا ایک قدرتی بات تھی کہ اگر وہ چند ہفتوں کے لئے لڑائی ملتوی کر سکا تو اُس کے لشکر کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا کہ مسلمان لڑنے کی بجائے بھاگنے میں اپنی عافیت سمجھیں گے۔

ایک شام قارن اپنے چند افسروں کے ساتھ جن میں شاہی خاندان کے دو شہزادے بھی تھے اپنے کیمپ سے باہر ایک کشادہ نہر کے کنارے ٹہل رہا تھا۔ اچانک نہر کے دوسرے کنارے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔ بظاہر اُس طرف سے دشمن کے حملے کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ تاہم جو سپاہی کشتیوں کے پُل کی حفاظت پر متعین تھے اُنہوں نے اپنے نیزے، تلواریں اور کمانیں سنبھال لیں۔ قریباً ڈیڑھ سو سوار گرد اُڑاتے ہوئے پُل کے قریب رُک گئے۔ پھر ایک خوش وضع نوجوان نے آگے بڑھ کر پُل کے محافظوں سے کچھ کہا اور وہ اُس کے راستے سے ایک طرف ہٹ گئے۔ سوار نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے ساتھیوں کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود پُل پار کرنے کے بعد سیدھا قارن کی طرف بڑھا۔ قریب پہنچ کر وہ گھوڑے سے کُود پڑا اور ادب سے سلام کرنے کے بعد بولا "جناب میرا نام زرنجت ہے۔ میں قباد کا بیٹا ہوں۔"

قارن مسکرایا۔ "مجھے معلوم ہے۔ اور میں خوش ہوں کہ تمہارا زخم ٹھیک ہو گیا ہے۔ تم کتنے آدمی لائے ہو؟"

زرنجت نے جواب دیا۔ "میرے ساتھ ڈیڑھ سو سوار آئے ہیں۔ قریباً دو سو پیدل آرہے ہیں۔ وہ کل تک پہنچ جائیں گے۔ میرے ساتھیوں کو پڑاؤ میں داخل ہونے کے لئے آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔"

قارن نے ایک افسر سے کہا۔ "تم اُنہیں پڑاؤ میں لے جاؤ۔"

افسر چلا گیا اور قارن زربخت سے مخاطب ہوا۔" تمہارا باپ بیمار تھا، اب اُن کی حالت کیسی ہے ؟"

"جناب اُن کی حالت ٹھیک نہیں تھی لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ کی فتح کی خبر سُننے کے بعد وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔"

ایک ایرانی شہزادے نے جس کا نام انوشجان تھا کہا۔ "تم کافی آدمی ساتھ لائے ہو، کیا یہ سب عرب ہیں ؟"

"جی ہاں۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ عرب مزارعین کے ساتھ تمہارا برتاؤ بہت اچھا ہے۔"

زربخت نے جواب دیا۔ "جناب یہ صرف ہمارے مزارعین نہیں ہیں۔ ان میں سے نصف سے زیادہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے پڑوس کے زمینداروں کی زمینوں میں کام کرتے ہیں۔ میں نے اپنے کاشتکار بھرتی کرنے کے بعد آس پاس کے علاقوں کا دورہ کیا تھا اور اگر کچھ دن اور وہاں کام کر سکتا تو سینکڑوں اور آدمی میرا ساتھ دینے پر تیار ہو جاتے۔ پڑوس کے جاگیرداروں کا خیال تھا کہ اُن کے مزارعین اپنی خوشی سے جنگ میں حصہ لینے پر آمادہ نہیں ہوں گے، لیکن اُن کا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔"

قارن نے کہا۔ "اگر یہ بات تھی تو تم نے واپس آنے میں جلدی کیوں کی ؟"

"جناب مجھے جنگ سے غیر حاضر رہنا گوارا نہ تھا۔"

"جنگ کی ابتدا مسلمان نہیں بلکہ ہم کریں گے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم ابھی وقت واپس چلے جاؤ۔ اور زیادہ سے زیادہ آدمی بھرتی کرنے کی کوشش کرو۔ جب جنگ شروع ہوگی تو تمہیں بُلا لیا جائے گا۔ لیکن میری اجازت کے بغیر تم واپس نہیں آؤ گے۔ اب وقت ضائع نہ کرو۔ لیکن ٹھہرو! تمہارا گھوڑا تھکا ہوا ہے۔" قارن یہ کہہ کر اپنے ایک ساتھی سے مخاطب ہوا۔ "تم اس کے ساتھ جاؤ اور اسے تازہ دم گھوڑا دے دو!"

زربخت نے کہا۔ "جناب مجھے صرف اس بات کی اجازت دیجئے کہ جانے سے پہلے میں اپنے ساتھیوں کو مطمئن کر سکوں۔ ورنہ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے بُزدلی کا طعنہ دیں گے۔"

قارن نے کہا۔ "میں تمہارے ساتھیوں کو مطمئن کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں، اب وقت ضائع نہ کرو۔"

زربخت افسر کے ساتھ پڑاؤ کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ پل پار کر کے اپنے گاؤں کا رُخ کر رہا تھا۔

○

اگلے روز قارن کو ایک غیر متوقع صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ علی الصباح نیند سے بیدار ہوتے ہی اُسے یہ اطلاع ملی کہ مثنیٰ بن حارثہ کا لشکر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے ــــ وہ خیمے سے باہر نکلا اور وہاں جمع ہونے والے افسروں سے مخاطب ہو کر بولا "کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مثنیٰ کے پانچ ہزار سپاہیوں نے خودکشی کا ارادہ کر لیا ہو؟"

ایک افسر نے جواب دیا "جناب رات کے وقت وہ اپنا پڑاؤ آگے لے آئے ہیں اب اُن کے اور ہمارے درمیان صرف ایک میل کا فاصلہ رہ گیا ہے اور اُن کی صف بندی دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آگے بڑھنے یا پسپا ہونے کے لئے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔"

قارن نے لشکر کو تیاری کا حکم تو دے دیا لیکن اُسے یہ بات ناقابلِ یقین معلوم ہوتی تھی کہ مثنیٰ کے پانچ ہزار سوار اچانک میدان میں آجائیں گے ــــ ایک ساعت بعد جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی صفوں کا معائنہ کر رہا تھا، ایک سرپٹ سوار میدان میں داخل ہوا اور اُس کے قریب پہنچ کر بلند آواز میں بولا "جناب! حفیر کے قریب دشمن کا پڑاؤ خالی ہو چکا ہے۔"

"کب؟" قارن نے مضطرب سا ہو کر سوال کیا۔

"جناب کل صبح ہوتے ہی ہمیں یہ اطلاع ملی تھی کہ عرب سواروں کے چند دستے حفیر سے چند کوس دُور شمال مغرب کی سمت مختلف مقامات پر دیکھے گئے ہیں ہمیں خالد بن ولید کے لشکر کی نقل و حرکت سے باخبر رہنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ چنانچہ ہم نے چند سواروں کو حفیر کی طرف روانہ کر دیا۔ مُسلمانوں کے پڑاؤ کے چاروں طرف نخلستان تھے اور دن کے وقت ہمارے آدمیوں کے لئے ان نخلستانوں کے قریب جانا ممکن نہ تھا۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ اُن کے سوار آس پاس کی بستیوں میں گشت کرتے ہیں لیکن اس اطلاع کے بعد پڑاؤ کے حالات معلوم کرنے کے لئے ہم ہر خطرہ مول لینے کے لئے تیار تھے۔ جب ہم دشمن کے مقبوضہ علاقے کی پہلی بستی کے قریب پہنچے تو ہمیں اچانک تیروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم نے ایک باغ میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن ہمیں معلوم نہ تھا کہ وہاں دشمن کے سواروں کا ایک دستہ ہمارا انتظار کر رہا ہے۔"

قارن اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے چلایا "بیوقوف تم کب تک بکواس کرتے رہو گے۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ خالد بن ولید کا لشکر کہاں ہے؟"

سوار نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے انتہائی عجز کے ساتھ جواب دیا "مجھے معلوم نہیں جناب! ہمارے سالار نے دس سواروں کو دشمن کے پڑاؤ کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا اور چار آدمی اُن کی بستیوں کی طرف روانہ کئے تھے جہاں علی الصباح عرب سواروں کے دستے دیکھے گئے تھے میں اُن سواروں کے ساتھ تھا جنہوں نے تیروں کی بارش میں ایک باغ کے اندر پناہ لینے کی کوشش کی تھی۔ اُن میں سے چھ میرے ساتھ واپس آگئے تھے لیکن صرف دو ایسے تھے جو زخمی نہیں تھے، اُن کا تعاقب کرنے والے مسلمان ہماری چوکی کے قریب پہنچ کر واپس مڑ گئے تھے۔"

قارن نے گرج کر کہا "میں دشمن کے پڑاؤ کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔ وہ کب خالی ہوا تھا؟"

سوار نے جواب دیا "جناب جب ہمارے سواروں پر تیروں کی بارش ہوئی اور اُس کے بعد دشمن کے سواروں نے باغ سے نکل کر حملہ کر دیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ دشمن اپنے پڑاؤ میں موجود ہے اور سواروں کے دو دستے جو کئی کوس دُور دیکھے گئے تھے اُن کا خالد بن ولید کے لشکر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔"

"لیکن اگر کوئی فوج چند کوس دُور دیکھی گئی تھی تو اُسی وقت ہمیں اطلاع کیوں نہ دی گئی؟"

"جناب وہ فوج ہم نے نہیں دیکھی تھی، ایک مقامی عیسائی نے ہمارے سالار کو اطلاع دی تھی۔ جو چار سوار اس خبر کی تصدیق کے لئے بھیجے گئے تھے اُن میں سے صرف ایک شام کے وقت واپس آیا۔ باقی مسلمانوں نے گرفتار کر لئے تھے اور جو واپس آیا تھا زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا تھا۔ دشمن نے اُسے بھی گرفتار کر لیا ہوتا، لیکن اُس نے ایک نہر میں کُود کر غوطہ لگایا اور دوسرے کنارے پہنچ کر دیر تک کائی کے اندر چھپا رہا اور پھر جب وہ پیدل واپس پہنچا تو اُس کی یہ حالت تھی کہ چوکی سے چند قدم کے فاصلے پر بیہوش ہو کر گر پڑا ایک ساعت بعد اُسے ہوش آیا تو ہمیں پتہ چلا کہ اُس کے ساتھی گرفتار ہو چکے ہیں۔"

قارن چلایا "اور تمہارے سالار نے اس کے بعد بھی ہمیں خبردار کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی؟"

"جناب آپ کو خبردار کرنے سے پہلے اُن کے لئے دشمن کے پڑاؤ کے حالات معلوم کرنا ضروری تھا چنانچہ

اُنہوں نے مجھے حکم دیا اور میں رات کے وقت ایک عرب کسان کے بھیس میں جان پر کھیل کر وہاں پہنچا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ پھر سالار نے مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔"

"تم تنہا یہاں آئے ہو؟"

"جناب میرے ساتھ آٹھ سوار روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں ہم اپنی چوکی پر گھوڑے تبدیل کرنے کے لئے رُکے لیکن وہاں دشمن کا قبضہ ہو چکا تھا۔ مجھے بھاگنے کا موقع مل گیا لیکن میرے ساتھی گھوڑوں سے اُتر چکے تھے۔"

قارن نے سنجیدہ ہو کر پُوچھا۔ "راستے میں تمہیں اور کوئی حادثہ پیش نہیں آیا؟"

"نہیں جناب باقی چوکیاں بالکل محفوظ تھیں اور میں چار گھوڑے تبدیل کرنے کے بعد یہاں پہنچا ہوں۔"

"اس کے بعد تمہیں راستے میں دشمن کی نقل و حرکت کی کوئی اطلاع نہیں ملی؟"

"نہیں جناب میرا خیال ہے کہ دُشمن پڑاؤ خالی کرتے وقت چند آدمی پیچھے چھوڑ گیا تھا اور ان چند آدمیوں کی ایک طرف یہ کوشش تھی کہ ہم اُن کے پڑاؤ کے قریب نہ جا سکیں اور دوسری طرف ہمارا کوئی آدمی مذار پہنچ کر آپ کو خبردار نہ کر سکے۔ میرے خیال میں رات کے وقت دشمن کے جن آدمیوں نے راستے کی چوکی پر قبضہ کرنے کے بعد میرے ساتھیوں کے گھوڑے چھین لئے تھے وُہی تھے جنہوں نے دن کے وقت مذار کے راستے میں ہمارے چار آدمیوں پر حملہ کیا تھا۔ میرے خیال میں دشمن کا باقی لشکر آپ سے خائف ہو کر واپس جا چکا ہے۔"

قارن نے جنوب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بیوقوف اُس طرف دیکھو کیا وہ تمہیں خوفزدہ معلوم ہوتے ہیں؟"

"جناب ان مٹھی بھر آدمیوں کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ان کے ساتھیوں کو بھاگنے کا موقع مل جائے۔"

قارن نے ایک عمر رسیدہ سالار کی طرف دیکھا اور کہا۔ "کاش اب مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ان مٹھی بھر آدمیوں کے عزائم کیا ہیں؟"

ایک ایرانی شہزادہ قباذ جسے میمنہ کے دستوں کی قیادت سونپی گئی تھی، گھوڑا دوڑاتا ہوا قارن کے قریب پہنچا اور اُس نے بلند آواز میں کہا۔ "ہمارے سامنے دشمن کے سوار حرکت میں آ چکے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو اُنہیں آگے بڑھنے سے روکا جائے۔"

قارن نے چند ثانیے جنوب کی طرف نظر دوڑانے کے بعد کہا۔ "میرے خیال میں دشمن کی پُوری فوج حرکت

میں آچکی ہے ۔ تم واپس جاؤ، ہم اُس وقت حملہ کریں گے جب ہمارے درمیان زیادہ سے زیادہ تین سو قدم کا فاصلہ رہ جائے گا۔ اس لڑائی میں ہم انہیں بچ نکلنے کا موقع نہیں دیں گے۔ ہم دشمن کو اس بات پر مجبور کر دیں گے کہ وہ اپنی ساری قوت قلب میں لے آئے۔ پھر ہمارے میمنہ اور میسرہ کے سواروں کا یہ کام ہو گا کہ وہ دونوں جانب سے یلغار کر کے اُس کے عقب میں پہنچ جائیں "۔

قباذ نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑ کر ایڑ لگا دی۔ مثنیٰ کے لشکر کے سوار قریباً نصف میل لمبے محاذ پر معمولی رفتار سے پیشقدمی کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ اچانک قلب کے دستے رُک گئے اور بازوؤں کے سوار ایک نصف دائرہ بناتے ہوئے دونوں طرف پھیل گئے۔ آن کی آن میں محاذ کی طوالت ایک میل سے زیادہ ہو چکی تھی۔ قارن کو صرف اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر مسلمانوں نے ایک تنگ محاذ سے حملہ کیا تو اُن کے سامنے آنے والے دستوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑے گا لیکن جب اُس نے اُن کی صفوں کے پھیلاؤ کے باعث قلب کو کمزور ہوتے دیکھا تو کسی تاخیر کے بغیر پورے لشکر کو حملہ کا حکم دیا۔ نقیبوں نے اُس کی آواز ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچا دی ۔ فضا پچاس ہزار آدمیوں کے نعروں سے گونج اُٹھی اور میدان میں حدِ نگاہ تک گرد و غبار کے بادل چھا گئے۔ پھر جب فریقین ایک دوسرے کے تیروں کی زد میں تھے تو قارن نے دیکھا کہ اُس کے سامنے مسلمانوں کے قلب کی صفیں پیچھے ہٹ رہی ہیں۔ اب ایرانیوں کو کسی احتیاط کی ضرورت نہ تھی۔ انہوں نے اپنی فتح کو یقینی سمجھ کر پورے جوش و خروش کے ساتھ حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے پلٹ کر ایک حملہ کیا اور تھوڑی دیر کے لئے دشمن کی پیشقدمی روک دی۔ لیکن اس کے بعد ایرانی پھر انہیں پیچھے کی طرف دھکیل رہے تھے۔ تاہم اب وہ جوش و خروش کی بجائے احتیاط سے کام لے رہے تھے۔ سپہ سالار سے لے کر ایک ادنیٰ سپاہی تک موت کا خطرہ مول لینے سے کہیں زیادہ فتح کے انعامات میں حصہ دار بننے کا خواہشمند تھا۔ اس لئے وہ فیصلہ کُن حملے کے لئے پیچھے ہٹنے والے لشکر کی عام پسپائی کے منتظر تھے۔ اور پھر جب اُن کی نگاہ میں مسلمانوں کی شکست کے ظاہری اسباب مکمل ہو چکے تھے تو وہ ایک بپھرے ہوئے دریا کی لہروں کی طرح آگے بڑھے۔

مسلمانوں نے اچانک پلٹ کر جوابی حملہ کر دیا اور آن کی آن میں ایرانیوں کی اگلی صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ لیکن تھوڑی دیر بعد جب وہ دوبارہ پسپائی اختیار کر رہے تھے تو قارن نے دیکھا کہ اُس کے سامنے ایک شگاف

پیدا ہو چکا ہے اور مسلمانوں کے دستے پیچھے ہٹنے کی بجائے پوری رفتار کے ساتھ دائیں اور بائیں طرف ہٹ رہے ہیں۔ پھر اس شگاف کے آگے گرد و غبار کے بادل دکھائی دیئے اور ان بادلوں سے وہ لشکر نمودار ہوا جو ایرانیوں نے ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ آن کی آن میں وہ خالد بن ولید کے جانبازوں کے نیزوں اور تلواروں کی زد میں تھے۔

قارن گرد و غبار کے بادلوں میں تلواروں کی جھنکار اور زخمیوں کی چیخ پکار سن رہا تھا۔ اُس کی قوتِ فیصلہ جواب دے چکی تھی۔ پھر وہ سراسیمگی کی حالت میں چلایا۔ "ایران کے بہادرو! تمہاری تعداد دشمن سے تین گنا زیادہ ہے، ہمت سے کام لو۔ آگے بڑھو!" لیکن اُس کی آواز زخمیوں کی چیخ پکار میں گم ہو کر رہ گئی۔ مسلمان اُن کی صفیں چیرتے اور لاشوں کے انبار لگاتے ہوئے آگے بڑھے۔ قارن کے محافظ دستوں نے جوابی حملہ کر کے مسلمانوں کو اپنے سپہ سالار سے دُور رکھنے کی کوشش کی لیکن اُنہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ مسلمانوں کا ایک گروہ اپنے نیزوں اور تلواروں سے راستہ صاف کرتا ہوا آگے بڑھا۔ ایک نوجوان نے یکے بعد دیگرے دو سواروں کو گرانے کے بعد قارن پر حملہ کیا اور پہلے ہی وار میں اُس کا نیزہ ایرانی سپہ سالار کے سینے کے پار تھا۔ قارن گھوڑے سے گرا اور اُس کے محافظوں پر حملہ کرنے والے اُس کی لاش روندتے ہوئے آگے نکل گئے۔

اب ایرانی لشکر کے قلب میں ایک گہرا شگاف پیدا ہو چکا تھا لیکن کوئی نصف میل پسپا ہونے کے بعد اُس کی عقب کی فوج آگے آگئی اور وہ دوبارہ جم کر لڑنے لگے۔ اس عرصہ میں مثنیٰ بن حارثہ کے جن دستوں نے دو حصوں میں تقسیم ہو کر دائیں اور بائیں پیشقدمی کی تھی وہ دشمن کے میمنہ اور میسرہ کے ساتھ اُلجھ چکے تھے اور تھوڑی دیر بعد یہاں بھی ایرانی لشکر کی یہ حالت تھی کہ کبھی وہ مسلمانوں کے دباؤ کے باعث افراتفری کی حالت میں پیچھے ہٹتے اور کبھی سنبھل کر حملہ کرتے اور ان کی پیشقدمی روک دیتے۔ پھر اچانک مشرق کی سمت سے قعقاع بن عمرو تمیمی کی قیادت میں ایک ہزار سوار آندھی اور طوفان بن کر نازل ہوئے اور اُنہوں نے ایرانی لشکر کے دائیں بازو کی صفیں روند ڈالیں۔ اس کے ساتھ ہی خالد بن ولید کے چند دستے بائیں جانب مثنیٰ بن حارثہ کے ساتھ جا ملے۔

اب ایرانی تینوں طرف سے شدید دباؤ کا سامنا کر رہے تھے۔ قارن کی موت کے بعد وہ اپنی تمام اُمیدیں قباذ اور انوشجان سے وابستہ کر چکے تھے لیکن ایک ساعت بعد مسلمانوں نے قارن کی طرح یکے بعد دیگرے اُن شہزادوں کو بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ ایرانی لشکر جو ایک ساعت قبل کسی نقصان کے بغیر فتح حاصل کرنے

کی اُمید پر انتہائی احتیاط کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ اب ایک عبرتناک شکست کی ذلت سے بچنے کے لئے انتہائی جوش وخروش کا مظاہرہ کر رہا تھا لیکن مسلمانوں کے درپے حملوں نے انہیں سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور وہ سراسیمگی کی حالت میں نہر کی طرف سمٹنے لگے۔

○

دوپہر کے قریب جنگ کا میدان ایرانیوں کی لاشوں سے پٹا پڑا تھا اور نہر کے کنارے گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ پھر انہوں نے آخری بار جوابی حملہ کیا اور مسلمانوں کو تھوڑی دُور تک پیچھے ہٹا دیا لیکن اس کے بعد اُن کی ساری کوششیں مسلمانوں کو کشتیوں کے پُل سے دُور رکھنے اور بچی کھچی فوج کے زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو جان بچانے کا موقع دینے تک محدود تھیں۔ پُل کے محافظوں پر مسلمانوں کا گھیرا ہر آن تنگ ہو رہا تھا اور پُل عبور کرنے والوں کی حالت یہ تھی کہ ایک پر ایک گرا پڑتا تھا۔ پیدل چلنے والے گھوڑوں کے پاؤں تلے روندے جا رہے تھے اور سوار ایک دوسرے سے ٹکرا کر گھوڑوں سمیت پانی میں گر رہے تھے۔ اختتام جنگ کے قریب مسلمانوں کے حملے اس قدر شدید تھے کہ سینکڑوں ایرانی پُل کا رُخ کرنے کی بجائے نہر میں کود کر دوسرے کنارے پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انہوں نے پُل کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری مقامی عربوں کو سونپ رکھی تھی۔ اس لئے جنگ کے آخری دَور میں مقامی عربوں کے نقصانات اپنے ایرانی آقاؤں کی نسبت کہیں زیادہ تھے۔ پھر مسلمانوں نے ایک زوردار حملہ کیا اور مقامی عربوں کی قوت مدافعت بھی ختم کر دی۔ قریباً تین ہزار آدمیوں نے تلواریں پھینک دیں اور باقی نہر میں کود پڑے۔ مسلمانوں نے پُل کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا۔ دوسرے کنارے ایرانی تیراندازوں کے مورچے تھے۔ انہوں نے یہ صورت دیکھتے ہی تیروں کی بارش شروع کر دی اور اس کے ساتھ ہی چند آدمیوں نے کشتیوں کے پُل کی رسیاں کاٹ دیں۔

مسلمان اگر ہزیمت خوردہ لشکر کا تعاقب کرنا چاہتے تو اُن کے لئے پُل کے بغیر بھی اس نہر کو عبور کرنا مشکل نہ تھا لیکن اتنی بڑی فتح کے بعد امیر لشکر نے اپنے تھکے ہوئے سپاہیوں کو مزید خطرہ مول لینے کی اجازت نہ دی۔

مذار کے میدان میں نہر کے کنارے سے لے کر حدِ نگاہ تک ایرانیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں مسلمانوں کے شہیدوں اور زخمیوں کی تعداد اُن سے دس گنا کم تھی۔

غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل خالد بن ولید، قعقاع بن عمر، مثنیٰ بن حارثہ اُس کے بھائی مُعنیٰ، مسعود اور چند سالار ایک کشادہ خیمے کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ خیمہ جنگ سے قبل ایرانی فوج کے سپہ سالار کی قیامگاہ تھا اور جہاں سونے اور چاندی کے برتنوں سے لے کر حریر و اطلس کے پردوں اور بیش قیمت قالینوں تک عجم کے سارے تکلفات موجود تھے۔ خالد بن ولید اپنے سالاروں کو آئندہ پیشقدمی کے متعلق ہدایات دے رہے تھے۔

حسان خیمے کے اندر داخل ہوا اور خالد بن ولید کی طرف اجازت طلب نگاہوں سے دیکھنے لگا لیکن جب وہ اُس کی طرف متوجہ نہ ہوئے تو مثنیٰ نے کہا "حسان! کیا بات ہے، تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

حسان نے جواب دیا "جناب میں امیر لشکر کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں"۔

خالد نے حسان کی طرف متوجہ ہو کر کہا "کہو کیا بات ہے؟"

حسان بولا "جناب میں جنگی قیدیوں سے مل کر آیا ہوں، ان میں سے بیشتر وہ مقامی عرب ہیں جنہوں نے حالات سے مجبور ہو کر ایرانیوں کا ساتھ دیا تھا۔ چند آدمی میرے اپنے گاؤں کے رہنے والے ہیں اُن سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ اگر اُنہیں رہا کر دیا جائے تو وہ دوبارہ ایرانیوں کی حمایت میں تلوار نہیں اُٹھائیں گے"۔

خالد بن ولید نے جواب دیا "ہمیں معلوم ہے کہ ایرانیوں نے ان بے بس انسانوں کو زبردستی ہانک کر ہمارے سامنے کر دیا تھا"۔

حسان نے کہا "دوسرے علاقوں کے عربوں کے متعلق یہ بات درست ہے کہ اُنہوں نے اپنے ایرانی آقاؤں کے خوف سے جنگ میں حصہ لیا تھا لیکن ہمارے علاقے کے کسان صرف اس لئے جنگ میں شریک ہوئے تھے کہ اُن پر وہاں کا جاگیردار ایرانی ہونے کے باوجود ایک رحمدل آدمی تھا اور اُس نے مقامی عربوں کا حامی ہونے کی وجہ سے ہرمز کے ہاتھوں کافی نقصان اُٹھایا تھا، یہ لوگ اُس کے احسانات کا بدلہ چکانے آئے تھے"۔

خالد بن ولید نے کہا "تم قباد کا ذکر کر رہے ہو؟"

"جی ہاں، میں ذاتی طور پر بھی اُس کا احسانمند ہوں۔ اُس نے اُس وقت میری جان بچائی تھی جب میں

ہرمز کے ایک ظالم رشتہ دار کو قتل کر چکا تھا اور اُس کے آدمی بیر لیجا کر رہے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر مجھے قباد کے سامنے اسلام کی تبلیغ کرنے کا موقع مل جاتا تو وہ اپنے کسی کسان کو ہمارے مقابلے میں آنے کی دعوت نہ دیتا:۔

"میں قباد کے متعلق سُن چکا ہوں، ایسا آدمی زیادہ دن اسلام سے دُور نہیں رہ سکتا تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ قباد کے مزارعین دوبارہ ایرانیوں کے ساتھ نہیں ملیں گے تو تم اُنہیں رہا کر سکتے ہو۔"

حسان نے کہا: "جناب میرا مشورہ ہے کہ قیدیوں کو رہا کرنے کے بعد اُن کے ساتھ چند مبلغ بھیج دئے جائیں کم از کم میرے علاقے کی فضا اسلام کی تبلیغ کے لئے بہت ساز گار ہو گی"۔

"تمہیں یقین ہے کہ ہمارا کوئی مبلغ وہاں جا کر آزادی سے اسلام کی تبلیغ کر سکتا ہے؟"

"ہاں مجھے یقین ہے کہ اس جنگ کے بعد آس پاس کے تمام علاقے اُن ظالم ایرانی زمینداروں کے وجود سے ختم ہو چکے ہوں گے جو اسلام کی تبلیغ کے راستے میں مزاحم ہو سکتے تھے"۔

"بہت اچھا میں یہ مہم تمہیں سونپتا ہوں علی الصباح تمہارے ساتھ چند مبلغ بھیجے جائیں گے تم ان لوگوں کے لئے مقامی باشندوں کا تعاون حاصل کرو اور جن علاقوں میں تمہیں کامیابی حاصل ہو اُن کا نظم ونسق سنبھال لو۔ اسلام کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ تمہارے اختیارات کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا۔ میں یہ دیکھ چکا ہوں کہ تم ایک اچھے سپاہی ہو اور تمہارے متعلق مثنیٰ کی باتیں سُننے کے بعد یہ محسوس کرتا ہوں کہ تم ایک اچھے منتظم بھی ثابت ہو گے"۔

حسان نے جواب دیا: "جناب میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ لیکن مجھے اس بات کی اجازت دیجئے کہ میں آئندہ جنگوں میں ایک سپاہی کے حصے کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے حاضر ہو جاؤں۔ مجھے یقین ہے کہ یہاں سے رہا ہونے والے قیدی اسلام کے مبلغین کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔ دریائے فرات کے کنارے قباد کی بستی ہمارا اولین تبلیغی مرکز ہو گی۔ اس کے قرب وجوار میں جن ایرانی رؤسا کی طرف سے کسی مزاحمت کا خطرہ پیش آسکتا تھا وہ اپنے مظلوم کسانوں کے انتقام کے خوف سے کوسوں دُور جا چکے ہونگے۔ قباد نے ہمیشہ اُن مظلوم انسانوں کی پشت پناہی کی ہے۔ مقامی عرب جسقدر ہرمز سے نفرت کرتے تھے اُسی قدر قباد کے گرویدہ تھے۔ میرے نزدیک اُن کا تعاون اور اعتماد حاصل کرنے کی آسان ترین صورت یہ ہے

کہ انتظامی معاملات ایسے لوگوں کو سونپے جائیں جو اپنے ذاتی اثر و رسوخ، اپنی قابلیت، دیانتداری اور انصاف پسندی کی بدولت مقامی عربوں کو زیادہ سے زیادہ متاثر کر سکتے ہوں۔ قباد میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ حق کا جویا ہے۔ اس لئے میری یہ درخواست ہے کہ اگر وہ دینِ اسلام کی صداقت کا قائل ہو جائے تو جن علاقوں میں ہم قدم جما سکیں، اُن کا انتظام اُسی کے سپرد کر دیا جائے تو اس صورت میں مجھے زیادہ دیر لشکر سے غیر حاضر ہونے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

خالد بن ولید نے جواب دیا، "ہم تمہاری تجاویز پر غور کریں گے اور تھوڑی دیر تک تمہیں ہمارا جواب مل جائے گا۔ اب جاؤ اور سفر کی تیاری کرو۔"

حسان خیمے سے باہر نکل گیا اور خالد بن ولید نے مثنیٰ سے مخاطب ہو کر پوچھا، "تمہارا کیا خیال ہے؟"

مثنیٰ نے جواب دیا، "میں حسان کی تجویز سے متفق ہوں۔ میں قباد کی نیک دلی اور شرافت کے متعلق بہت کچھ سُن چکا ہوں لیکن اگر مجھے اُس کا نام بھی معلوم نہ ہوتا تو بھی حسان جیسے آدمی کی گواہی میرے لئے کافی ہوتی۔ اگر قباد ایک اچھا منتظم ثابت ہو سکتا ہے اور مقامی لوگ اُس کے عدل و انصاف سے مطمئن ہو سکتے ہیں تو ہمیں اُس کی خدمات سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ پھر ہمارا مقصد صرف عراق ہی نہیں بلکہ پورا ایران فتح کرنا ہے اور اپنی فتوحات سے بہترین نتائج پیدا کرنے کے لئے ہمیں پورے ملک کے طول و عرض میں قباد جیسے انسانوں کا تعاون حاصل کرنا پڑے گا۔ مجھے یقین ہے کہ جو لوگ ظلم کو ظلم سمجھتے ہیں وہ اسلام سے دُور نہیں رہ سکتے۔"

خالد بن ولید نے کہا، "بہت اچھا تم دس مبلغ حسان کا ساتھ دینے کے لئے تیار کرو۔ میں اتنی دیر میں قباد کے نام خط لکھواتا ہوں۔ اگر اُس نے حسان کی توقعات پوری کیں تو میں دریا کے کنارے ایک وسیع علاقے کا انتظام اُس کے سپرد کر دوں گا۔ عراق پر قبضہ کرنے کے بعد ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت پڑے گی جو مقامی عربوں کا اعتماد بحال کر سکتے ہوں۔"

باب ۱۳

دوپہر کے وقت زربخت گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ چند نوکر اُس کے گرد جمع ہو گئے۔ زربخت کا چہرہ گرد و غبار سے اَٹا پڑا تھا۔ اُس نے ہانپتے ہوئے گھوڑے سے کُود کر سوال کیا۔ "کاؤس کہاں ہے؟"

ایک نوکر نے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے جواب دیا۔ "جناب وہ اندر ہے۔ اگر حکم ہو تو اُسے بُلا لیا جائے۔"

"نہیں اُسے بُلانے کی ضرورت نہیں۔ تم چار گھوڑے تیار کرو اور انہیں لے کر دریا کے پار پہنچ جاؤ۔ یہ گھوڑا یہاں رہنے دو اور ملاحوں سے کہو کہ وہ دریا کے اُس پار ہمارا انتظار کریں۔ اس کے علاوہ گاؤں کے جتنے آدمی مل سکیں انہیں یہاں بُلا لو۔"

ایک نوکر نے جھجکتے ہوئے سوال کیا۔ "جناب! خیریت تو ہے آپ بہت پریشان معلوم ہوتے ہیں؟"

زربخت نے گرج کر جواب دیا۔ "بے وقوف یہ باتوں کا وقت نہیں۔"

نوکر کو دوبارہ زبان کھولنے کی جرأت نہ ہوئی اور زربخت بھاگتا ہوا اسکونتی مکان کی طرف بڑھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ قباد کے کمرے میں کھڑا تھا۔ ماہ بانو قباد کے بستر کے قریب کرسی پر بیٹھی اُونگھ رہی تھی۔ کاؤس فرش پر گھٹنوں کے بل کھڑا قباد کے پاؤں دبا رہا تھا۔ قباد کی آنکھیں بند تھیں۔ زربخت کو اچانک کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر کاؤس کے ہاتھ رُک گئے اور وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"ابا جان سو رہے ہیں؟" زربخت نے سوال کیا۔

"نہیں"۔ کاؤس نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن آج ان کی طبیعت سخت خراب ہے۔"

قباد اور ماہ بانو نے بیک وقت آنکھیں کھولیں اور وہ حیرت اور اضطراب سے زربخت کی طرف

دیکھنے لگے۔

قباد نے نحیف آواز میں پوچھا، "کیا بات ہے بیٹا! تم اتنی جلدی واپس آ گئے۔ کیا ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی؟"

"ابا جان!" اُس نے گھٹی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "میرے مذار پہنچنے سے پہلے ہی لڑائی ختم ہو چکی تھی۔"

"لڑائی ختم ہو چکی ہے؟" قباد نے یہ کہتے ہوئے اُٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن نقاہت اور تکلیف کے باعث اُس نے دوبارہ اپنا سر تکیے پر رکھ دیا۔

"ابا جان! ابا جان! کیا بات ہے؟" زربخت نے مضطرب ہو کر پوچھا۔

قباد نے اپنے مرجھائے ہوئے چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "میں ٹھیک ہوں بیٹا! مجھے چکر آ گیا تھا۔ مجھے پانی دو!"

کاؤس نے جلدی سے کونے میں پڑی ہوئی صُراحی سے پانی کا کٹورا بھرا اور ایک ہاتھ سے قباد کو سہارا دینے کے بعد اُس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ قباد پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہوا۔ "بیٹا بیٹھ جاؤ۔ اگر لڑائی تمہارے وہاں پہنچنے سے پہلے ختم ہو گئی تھی تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ تمہیں قارن نے جو ذمہ داری سونپی تھی، وہ تم نے پُوری کر دی۔ تم سینکڑوں آدمی بھرتی کر کے وہاں بھیج چکے ہو اور تم یہ دعویٰ کر سکتے ہو کہ مذار کی فتح تمہاری کارگزاری کا نتیجہ ہے۔"

زربخت نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "اباجان ہمیں شکست ہوئی ہے۔ قارن مارا جا چکا ہے۔ اگر میدانِ جنگ سے ایک منزل دُور شکست کھا کر بھاگنے والے سپاہیوں سے میری مُلاقات نہ ہوتی تو مجھے کبھی یقین نہ آتا کہ ہمیں مذار میں شکست ہوئی ہے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارے نصف سے زیادہ آدمی جنگ میں کام آ چکے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ اب دریا کے اس جانب ہمارا کوئی علاقہ محفوظ نہیں۔ وہ مجھے مسلمانوں کی تعداد کے متعلق بھی نہیں بتا سکے۔ وہ کہتے تھے کہ جب اُن پر حملہ کیا جاتا ہے تو وہ آہنی دیوار بن جاتے ہیں اور جب وہ حملہ کرتے ہیں تو سیلاب کی صورت سامنا کرنے والوں کو تنکوں کی طرح بہا لے جاتے ہیں۔ میں نے اپنے علاقے کے رضاکاروں کے متعلق پوچھا تھا لیکن مجھے کوئی تسلی بخش جواب نہیں مل سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ ہلاک نہیں ہوئے تو قید ضرور ہو چکے ہیں۔ اب یہ معلوم نہیں کہ آئندہ مسلمانوں کا رُخ کس طرف

ہوگا۔لیکن اگر انہوں نے اس طرف پیش قدمی کی تو ہم فوری طور پر کوئی مزاحمت نہیں کر سکیں گے۔کم از کم ایک ہفتہ تک ہماری تازہ افواج میدان میں نہیں آسکیں گی۔اباجان! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اور ماہ بانو کو کسی تاخیر کے بغیر مدائن پہنچا دیا جائے۔اب یہ جگہ آپ کیلئے محفوظ نہیں۔مجھے معلوم ہے کہ اس حالت میں آپ کیلئے سفر کرنا بہت تکلیف دہ ہوگا لیکن اس سے کہیں زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہوگی کہ دشمن یہاں پہنچ جائے آپ جسقدر دشمن کی دسترس سے محفوظ ہوں گے اُسی قدر اطمینان کے ساتھ میں آئندہ جنگوں میں حصہ لے سکوں گا۔"

قباد نے جواب دیا۔"بیٹا تم میری فکر نہ کرو۔میں اب موت کے دروازے پر دستک دے رہا ہوں تم ماہ بانو کو مدائن پہنچا دو۔"

"اباجان! ماہ بانو آپ کے بغیر نہیں جائے گی۔ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔مسلمان کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں اور جب وہ آئیں گے تو اُن کا رہنما ایک ایسا آدمی ہوگا جو ہمارے گھر کے ایک ایک گوشے سے واقف ہے۔"

قباد نے پوچھا۔"کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارا کوئی نوکر دشمن سے جا ملا ہو۔"

"نہیں وہ ہمارا نوکر نہیں۔بلکہ ایک ایسا آدمی ہے جو آپ کو ایک بیٹے اور مجھے ایک بھائی کی طرح عزیز تھا۔اُس کا نام حسان ہے اباجی! وہ مسلمانوں کے ساتھ مل چکا ہے۔میں نے اُسے حفیر کے میدان میں دیکھا تھا۔میں ہر ذلت برداشت کر سکتا ہوں لیکن یہ برداشت نہیں کروں گا کہ وہ فتح کے نعرے لگاتا ہوا ہمارے گھر میں داخل ہو۔آج شام سے پہلے ہمارا دریا کے پار پہنچ جانا ضروری ہے۔میں نے گھوڑے دریا کے پار بھیج دیئے ہیں اور آپ کی پالکی اور ضروری ساز و سامان اُٹھانے کے لئے گاؤں کے آدمی بلائے ہیں۔اگر آپ نے سفر میں زیادہ تکلیف محسوس کی تو ہم چند دن دریا کے پار کسی بستی میں ٹھہر جائیں گے کاوس یہیں رہے گا۔"

قباد نے اطمینان سے جواب دیا۔"اگر تمہیں حسان کا خوف ہے تو مجھے یہیں رہنے دو۔وہ مجھے کچھ نہیں کہے گا۔"

زربخت آنکھوں میں آنسو بھر لاتے ہوئے چلایا۔"اباجان! مجھے حسان کا خوف نہیں لیکن آپ ماہ بانو کے متعلق کیوں نہیں سوچتے؟"

قباد کے مرجھائے ہوئے چہرے پر اچانک سُرخی آگئی اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ ماہ بانو جلدی سے آگے بڑھی اور اُسے سہارا دینے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "ابا جان آپ لیٹے رہیں"۔

قباد نے کہا "تم میری فکر نہ کرو بیٹی! اب مجھے چکر نہیں آئے گا۔ تم سفر کی تیاری کرو"۔

زر بخت کاؤس کی طرف متوجہ ہوا "تم ضروری سامان باندھ کر گاؤں کے آدمیوں کے حوالے کر دو اور ابا جان کے لئے پالکی لے آؤ۔ ہمیں جلد از جلد دریا کے کنارے پہنچ جانا چاہیئے۔ گاؤں کے لوگوں سے کہو کہ ہم ابا جان کو علاج کے لئے مدائن پہنچانا چاہتے ہیں"۔

کاؤس باہر نکل گیا۔ قباد کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ پھر اُس نے آنکھیں بند کر لیں اور تکیے پر سر رکھ دیا۔ وہ کرب کی حالت میں بار بار یہ الفاظ دُہرا رہا تھا "یہ کیونکر ممکن ہے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

ماہ بانو پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اپنے بھائی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ زر بخت نے کہا "ماہ بانو تم کیا سوچ رہی ہو۔ ہم ہمیشہ کے لئے اپنا گھر نہیں چھوڑ رہے۔ ہم بہت جلد واپس آئیں گے۔ تم جلدی سے اپنے زیورات اور ضروری لباس اُٹھا لو۔ ہمارا سامان ایک چھوٹے صندوق اور دو گٹھڑیوں سے زیادہ نہیں ہونا چاہیئے۔ خادمہ فی الحال یہیں رہے گی، لیکن جلدی کرو، اب ہمارے لئے سوچنے کا وقت نہیں۔ کاش میں نے حفیر کی جنگ سے واپس آتے ہی تمہیں مدائن بھیج دیا ہوتا"۔

ماہ بانو کوئی جواب دیئے بغیر آنسو پونچھتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

سہ پہر کے قریب جب بستی کے آدمی قباد کی پالکی اُٹھانے لگے تو زر بخت نے اپنی بہن سے کہا۔ "تم گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور دریا کے کنارے پہنچ کر ملاحوں سے کہو کہ وہ تمہیں پار پہنچا دیں جب تک ہم وہاں پہنچیں گے کشتی تمہیں چھوڑ کر واپس آجائے گی"۔

"نہیں بھائی جان! میں ابا جان کے ساتھ جاؤں گی۔ میں پیدل چل سکتی ہوں"۔

سامان اور پالکی اُٹھانے والے آدمی ڈیوڑھی سے باہر نکل گئے اور زر بخت اور ماہ بانو اُن کے پیچھے ہو لئے۔ لیکن ڈیوڑھی کے قریب پہنچ کر ماہ بانو اچانک رُک گئی اور مُڑ کر خادمہ کی طرف دیکھنے لگی جو چند قدم دُور کھڑی اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔ پھر وہ بھاگ کر آگے بڑھی اور سسکیاں لیتے ہوئے خادمہ سے

لپٹ گئی۔

عمر رسیدہ خادمہ نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: "بیٹی حوصلے سے کام لو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارا دشمن نہیں ہو سکتا۔"

ماہ بانو نے مڑکر ڈیوڑھی کی طرف دیکھا۔ زربخت باہر جا چکا تھا اور حویلی کے اندر کاؤس اور ایک نوکر کے سوا کوئی نہ تھا۔ اُس نے کہا: "نہیں نہیں اب میں اپنے دل کو فریب نہیں دے سکتی۔ ہم ایک دوسرے کو دوبارہ نہیں دیکھیں گے۔ لیکن اگر وہ یہاں آئے تو اُسے میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ ہم تمہارے بھائی سے تمہاری دشمنی کا انتقام نہیں لیں گے اور خدا کے لئے اُسے یہ نہ بتانا کہ ایک پاگل لڑکی اُس کے لئے آنسو بہایا کرتی تھی۔"

زربخت نے ڈیوڑھی سے نمودار ہو کر آواز دی: "ماہ بانو تم کیا کر رہی ہو؟"

"آتی ہوں بھائی جان!" وہ یہ کہہ کر دروازے کی طرف چل پڑی۔

قباد کی روانگی سے تھوڑی دیر بعد بستی کا ایک آدمی بھاگتا ہوا حویلی میں داخل ہوا اور اُس نے کاؤس کو اطلاع دی کہ چند سوار اس طرف آرہے ہیں۔ کاؤس نے جلدی سے ڈیوڑھی کا دروازہ بند کر دیا اور اپنے دوسرے ساتھی کو ترکش اور کمان لانے کا حکم دے کر بھاگتا ہوا چھت پر چڑھ گیا۔ چند ثانیے بعد وہ مسلح سواروں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ دروازے سے پندرہ بیس قدم دُور رُک گئے۔ حسان نے کاؤس کی طرف دیکھا اور آگے بڑھ کر بلند آواز میں کہا: "کاؤس اپنے آقا کو اطلاع دو کہ میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں۔"

کاؤس نے جواب دیا: "وہ بیمار ہیں اور مجھے دروازہ کھولنے کی اجازت نہیں۔"

"زربخت کہاں ہے؟"

"وہ گھر پر نہیں ہے۔"

"بہت اچھا، تم اپنے آقا کو اطلاع پہنچا دو کہ میں اُن کے لئے ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہوں۔ اس علاقے کے جو آدمی جنگ میں گرفتار ہوئے تھے انہیں رہا کر دیا گیا ہے۔ گاؤں کے چلر آدمی میرے ساتھ

آئے ہیں، باقی پیدل آ رہے ہیں۔ یہ چار آدمی اس بات کے گواہ ہیں کہ تمہارے آقا کے خاندان کے متعلق مسلمانوں کی نیت بُری نہیں۔"

کاؤس نے باقی سواروں کی طرف دیکھا اور اُسے اپنے گاؤں کے چار آدمی پہچاننے میں دیر نہ لگی۔ گاؤں کے بچے بوڑھے جو کچھ دیر قبل حسان کی آمد پر اپنے اپنے گھروں میں چھُپ گئے تھے، اب ایک ایک کر کے ان چار آدمیوں کے گرد جمع ہو رہے تھے۔

حسان نے کاؤس سے کوئی جواب نہ پا کر کہا "کاؤس اگر تمہارے آقا کی طبیعت زیادہ خراب ہے تو ہم اُنہیں پریشان نہیں کریں گے۔ ہم اس مکان سے باہر ٹھہر کر اُن کی اجازت کا انتظار کریں گے۔ اگر تم نے کسی خطرے کے پیشِ نظر دروازہ بند کیا ہے تو میں تمہیں یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ اس گھر کی حفاظت میری پہلی ذمہ داری ہے۔ اگر زدبخت اندر ہے تو اُسے بُلاؤ۔"

کاؤس جواب دینے کی بجائے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں کبھی حسان اور کبھی اُس کے ساتھیوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بچوں اور بوڑھوں کی دیکھا دیکھی گاؤں کی عورتیں بھی وہاں جمع ہو رہی تھیں اور وہ چار سوار جنہیں حسان قید سے چھڑا کر اپنے ساتھ لایا تھا، اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ اچانک اُن میں سے ایک گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا اور حسان کے قریب پہنچ کر چلایا "کاؤس غلط کہتا ہے۔ زدبخت اور اُس کا باپ گھر میں نہیں ہیں۔ وہ مدائن روانہ ہو چکے ہیں اور گاؤں کے لوگ اُنہیں دریا تک پہنچانے کے لئے گئے ہیں۔ میرا چچا کہتا ہے کہ میرا بھائی بھی اُن کے ساتھ گیا ہے۔ اُنہیں روانہ ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی اور شاید ابھی تک اُنہوں نے دریا بھی عبور نہ کیا ہو گا۔"

حسان نے جلدی سے باگ موڑ کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور اُس کے ساتھی اُس کے پیچھے ہو لئے۔

قباد، اُس کی بیٹی اور گاؤں کے آٹھ آدمی جنہیں اُنہوں نے سفر میں ساتھ لے جانے کے لئے منتخب کیا تھا کشتی پر سوار ہو رہے تھے اور زدبخت کنارے پر کھڑا گاؤں کے باقی آدمیوں کو ہدایات دے رہا تھا۔
"اب تمہیں فیصلہ کُن جنگ کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اب ہم دشمن پر پوری قوت کے ساتھ حملہ کریں گے۔

ابھی تک مسلمانوں نے ہمارے ہاتھی نہیں دیکھے تمہیں ایک عظیم فتح میں حصہ دار بننے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ تم میرے باپ کی حالت دیکھ رہے ہو۔ انہیں علاج کے لئے کسی اچھے طبیب کی ضرورت ہے انہیں مدائن پہنچانے کے بعد میں اطمینان سے جنگ میں حصہ لے سکوں گا۔ میں بہت جلد واپس آؤں گا۔ میری غیر حاضری میں تمہاری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ علاقے کا جو آدمی تلوار اُٹھانے کے قابل ہو وہ ہمارے گاؤں میں پہنچ جائے۔"

ایک نوجوان چلایا "وہ آرہے ہیں۔ آپ جلدی سے کشتی پر سوار ہو جائیں۔ زربخت نے مڑ کر دیکھا اور ایک ثانیہ کے لئے اُس کے پاؤں زمین سے پیوست ہو کر رہ گئے۔ کوئی تین سو گز کے فاصلے پر چند سوار گھنے درختوں سے نمودار ہوتے دکھائی دیئے۔ حسان سب سے آگے تھا۔ زربخت کشتی پر کود کر چلایا "کشتی پار لے چلو، جلدی کرو!"

ایک نوجوان نے رسا کھول دیا اور ملاح کشتی کھینے لگے۔ قباد بے حس و حرکت پالکی میں لیٹا ہوا تھا۔ اچانک اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ زربخت نے کمان میں تیر چڑھا لیا اور اُس کے ساتھیوں نے تلواریں سنبھال لیں۔ ماہ بانو کرب و اضطراب کی حالت میں کبھی اپنے باپ، کبھی زربخت اور کبھی سرپٹ سواروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ حسان اُن سے پچاس ساٹھ قدم آگے تھا۔ اُس نے ایک ہاتھ بلند کر رکھا تھا۔ وہ دریا کے کنارے پہنچا تو کشتی پندرہ بیس گز دُور جا چکی تھی۔ وہ چلایا "زربخت ٹھہرو! میری بات سنو! میں حسان ہوں۔ تمہاری بستی کو کوئی خطرہ نہیں، میں تمہاری حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے لئے رُک جاؤ!"

کشتی سے ایک سنسناتا ہوا تیر آیا اور حسان کے بائیں بازو میں پیوست ہو گیا۔ اتنی دیر میں حسان کے ساتھی قریب آچکے تھے۔ اُنہوں نے کسی توقف کے بغیر اپنی کمانیں سیدھی کر لیں۔ حسان نے مڑ کر اُن کی طرف دیکھا اور بلند آواز میں کہا "خبردار تمہیں اُن پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں"۔

پھر اُس نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنے بازو سے تیر نکال کر پھینک دیا۔ اتنی دیر میں گاؤں کے آدمی منتشر ہو کر اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ حسان نے کسی توقف کے بغیر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ اور بلند آواز میں چلانے لگا۔

"زرنجت ٹھہرو! میری بات سُن لو، پھر اگر تم جانا چاہو گے تو میں تمہیں روکنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ میں تمہارے باپ کے لئے ایک اہم پیغام لایا ہوں ــ تمہارا گاؤں اور تمہارا گھر محفوظ ہے تمہیں بھاگنے کی ضرورت نہیں۔"

ماہ بانو پتھرائی ہوئی آنکھوں سے یہ دلخراش منظر دیکھ رہی تھی۔ قباد کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اُس کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔ ایک نوکر نے اُسے لٹانے کی کوشش کی لیکن اُس نے اُس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ اُس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ اُس کے حلق سے مبہم سی آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ اپنے ہاتھ اُٹھا اُٹھا زرنجت کو کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن زرنجت کشتی کے دوسرے سرے پر اپنے گردوپیش سے بے نیاز کھڑا تھا اور اس کی نگاہیں حسان پر مرکوز تھیں۔ ملّاح قباد کی بے چینی دیکھ کر پوری قوت سے چپّو کھینچ رہے تھے۔ گہرے پانی میں داخل ہونے کے بعد حسان گھوڑے سے اُتر پڑا اور ایک ہاتھ سے زین پکڑ کر اُس کے ساتھ تیرنے لگا۔ اب کشتی کے مقابلے میں اُس کی رفتار بہت کم تھی اور اُن کا درمیانی فاصلہ بتدریج زیادہ ہو رہا تھا۔ گردن کے سوا حسان کا سارا جسم پانی میں چھپا ہوا تھا لیکن تھوڑی دیر بعد منجدھار سے آگے نکل کر پانی میں وہ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ کشتی کنارے پر جا لگی اور حسان کا گھوڑا چند چھلانگیں لگانے کے بعد گھٹنے گھٹنے پانی میں پہنچ گیا۔ زرنجت نے اطمینان سے نشانہ باندھا۔ ماہ بانو نے کرب کی حالت میں آنکھیں بند کر لیں۔ قباد اچانک اُٹھا اور اُس کے نوکر اور کشتی کے ملّاح سکتے کے عالم میں اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ لرزتا اور ڈگمگاتا ہوا آگے بڑھا۔ پھر اُس کی قوّت اچانک جواب دے گئی۔ اُس نے گرتے گرتے زرنجت سے لپٹنے کی کوشش میں اُسے ایک قدم آگے دھکیل دیا۔ اس کے ساتھ سے زرنجت کی کمان سے تیر نکلا اور حسان کے گھوڑے کے ماتھے میں پیوست ہو گیا۔ زخمی گھوڑا اُچھلا اور اپنے سوار سمیت پانی میں گر پڑا۔

ماہ بانو کے منہ سے ایک دلخراش چیخ نکلی۔ وہ "ابّا جان! ابّا جان!" کہتی ہوئی آگے بڑھی اور قباد کو اُٹھانے کی کوشش کرنے لگی۔ زرنجت نے کمان ایک طرف رکھ کر اُس کی مدد کی اور قباد کو پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ اُس کی آنکھیں کھُلی تھیں لیکن اُس کی نگاہوں کے سامنے موت کے پردے حائل ہو چکے تھے۔ ایک نوکر نے اُس کے مُنہ میں پانی ڈالنے کی کوشش کی لیکن پانی حلق سے نیچے اُترنے کی بجائے باچھوں سے بہہ نکلا۔ زرنجت اُس کی نبض

ٹٹولنے کے بعد چلّایا "اباجان! اباجان!!" ایک بوڑھے ملاح نے کہا "اب وہ آپ کی آواز نہیں سن سکتے۔ اب آپ اپنی جان بچانے کی کوشش کریں۔ اُس طرف دیکھئے وہ سب دریا میں گھوڑے ڈال چکے ہیں انہیں یہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

زربخت نے دوسرے کنارے کی طرف دیکھا اور بلا توقف کمان اُٹھا کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ حسان کوئی بیس گز دور گھٹنے گھٹنے پانی میں لڑکھڑاتے ہوئے گھوڑے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ زربخت نے ترکش سے تیر نکال کر کمان پر چڑھایا۔ ماہ بانو اچانک تڑپ کر اُٹھی اور اُس سے لپٹ کر چلّانے لگی "نہیں بھائی جان نہیں۔ دیکھئے وہ آرہے ہیں۔ وہ آپ کو معاف نہیں کریں گے۔ آپ اُسے قتل کرنے کے بعد اپنی جان نہیں بچا سکیں گے۔"

زربخت چلّا رہا تھا "ماہ بانو مجھے چھوڑ دو۔ مجھے موت کی پروا نہیں لیکن حسان ہماری بے بسی کا تماشا نہیں دیکھے گا۔" پھر اُس نے ماہ بانو کو دھکا دے کر ایک طرف پھینک دیا اور حسان کی طرف کمان سیدھی کر لی۔ لیکن ماہ بانو نے اُسے تیر چلانے کی مہلت نہ دی۔ وہ گرتے ہی اُٹھی اور اُس کا بازو پکڑ کر چلّائی۔ "میں تمہیں خودکشی کی اجازت نہیں دوں گی۔ بھائی جان پہلے مجھے قتل کر دو۔"

"پاگل لڑکی مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں ایک لونڈی بنتے نہیں دیکھ سکتا۔ وہ میرے باپ کا قاتل ہے۔ میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"نہیں نہیں اباجان آپ کو تیر چلانے سے منع کرنے کے لئے اُٹھے تھے۔ اُنہیں یقین ہو چکا تھا کہ وہ لڑائی کی نیت سے نہیں آیا۔ بھائی جان آپ کمان پھینک دیں میں اُسے واپس بھیجنے کی ذمہ داری لیتی ہوں۔"

زربخت نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا "تم۔۔۔ تم اُس کے ساتھ جانا چاہتی ہو؟"

ماہ بانو نے کہا "تم بیوقوف بھی ہو اور ظالم بھی لیکن خدا کے لئے مجھے صرف ایک بار یہ ثابت کرنے کا موقع دو کہ میں تمہاری بہن ہوں اور میرا خون تمہارے خون سے مختلف نہیں۔ اگر میں اُسے آگے بڑھنے سے روک نہ سکی تو تمہیں اپنا سارا ترکش خالی کرنے سے منع نہیں کروں گی۔" ماہ بانو نے یہ کہتے ہوئے اچانک اپنے

بھائی کی کمر میں لٹکا ہوا خنجر نکال لیا اور مڑ کر حسان کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ چند قدم اور آگے آ چکا تھا۔

ماہ بانو چیختے ہوئے خنجر کی نوک اپنے سینے پر رکھ کر چلائی "ٹھہرو! اگر تم ایک قدم آگے بڑھے تو اس کشتی میں میری لاش دیکھو گے۔ اگر تم میرے باپ سے کچھ کہنا چاہتے تھے تو وہ مر چکا ہے اور میرا بھائی تمہاری کوئی بات نہیں سنے گا"۔

حسان رُک گیا۔

ماہ بانو نے قدرے توقف کے بعد کہا "تم واپس چلے جاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس طرف آنے سے روکو۔ اگر تم اپنے بھائی کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہو تو ہم تمہیں یہ اطمینان دلا سکتے ہیں کہ ہم اُس سے تمہاری دشمنی کا انتقام نہیں لیں گے؟"

حسان نے کہا "زر بخت میں آگے نہیں آؤں گا۔ میرے ساتھی بھی واپس چلے جائیں گے لیکن مجھے بات کرنے کا موقع دو۔ میں تمہارے لئے صلح، امن اور دوستی کا پیغام لایا ہوں"۔

زر بخت نے جواب دیا "میں کسریٰ کا سپاہی ہوں اور کسریٰ کے دشمن میرے دوست نہیں ہو سکتے۔ اب ہماری ملاقات صرف میدان جنگ میں اور ہماری گفتگو صرف تلواروں کی زبان سے ہو سکتی ہے"۔

"اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو تمہیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا"۔

ماہ بانو نے کہا "حسان جاؤ اور اگر میرا یا باپ تم پر کوئی حق رکھتا تھا تو میں تم سے آخری بار یہ درخواست کرتی ہوں کہ ہمارا پیچھا نہ کرو۔ اب باتوں سے کوئی فائدہ نہیں"۔

حسان چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر وہ مڑا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا دوسرے کنارے کی طرف جانے کے لئے پانی میں تیرنے لگا۔ اتنی دیر میں اُس کے ساتھی بھی دریا میں اپنے گھوڑے ڈال چکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہرے پانی میں تیر رہا تھا۔ منجدھار کے قریب اُس کو اپنے ایک ساتھی کے گھوڑے کا سہارا مل گیا اور وہ بلند آواز میں چلایا "واپس چلو! واپس چلو"!

ایک آدمی نے جواب دیا "لیکن انہوں نے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور آپ کا گھوڑا بھی ہلاک کر دیا ہے"۔

"نہیں نہیں تم واپس چلو، میں تمہیں حکم دیتا ہوں:"

حسان کے ساتھیوں نے بادلِ ناخواستہ اپنے گھوڑے موڑ لیئے، دریا عبور کرنے کے بعد حسان نڈھال سا ہو کر ریت پر بیٹھ گیا۔ اُس کے زخم سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔ ایک آدمی نے جلدی سے اپنا عمامہ اُتارا اور ایک ٹکڑا پھاڑ کر حسان کے بازو پر پٹی باندھتے ہوئے کہا "میں حیران ہوں کہ آپ نے ہمیں اُن کا پیچھا کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی۔ دیکھئے وہ ابھی تک دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو اُنہیں آسانی سے گرفتار کیا جا سکتا ہے:"

حسان نے جواب دیا "ہم اُنہیں گرفتار کرنے کے لیئے نہیں آئے تھے:"

دُوسرے آدمی نے کہا "لیکن وہ تو آپ کی بات سُننے کے لیئے بھی تیار نہیں تھے:"

حسان نے مغموم لہجے میں جواب دیا "شاید بات کرنے کے لیئے یہ وقت موزوں نہیں تھا"

گاؤں کے ایک آدمی نے کہا "زرنجت کو شاید یہ شک ہوا تھا کہ آپ اُن پر حملہ کرنا چاہتے ہیں"۔

"مجھے معلوم نہیں اُس نے کیا سوچا تھا۔ بہر حال اُس کے باپ نے دوسری بار میری جان بچائی ہے۔ اگر وہ میری مدد نہ کرتا تو جس تیر سے میرا گھوڑا ہلاک ہوا ہے وہ میرے لیئے بھی مُہلک ثابت ہو سکتا تھا:"

حسان اور اُس کے ساتھی کچھ دیر دریا کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر جب زرنجت، اُس کی بہن اور دو نوکر گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور باقی آدمی پالکی اور دوسرا سامان اُٹھا کر اُن کے ساتھ چل پڑے تو حسان اُٹھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر بولا "آؤ چلیں"۔

○

زرنجت نے دریا کے پار اپنے راستے کی پہلی بستی میں قباد کی میت کی آخری رسوم ادا کیں، رات بستی کے زمیندار کے ہاں قیام کیا۔ چار ذاتی نوکروں کے سوا گاؤں سے جو آدمی اُس کے ساتھ آئے تھے، واپس جانے کے لیئے بے چین تھے۔ زرنجت نے غروبِ آفتاب کے بعد اُنہیں رخصت کیا اور اپنے ایک نوکر کو اُن کے ساتھ روانہ کرتے ہوئے ہدایت کی کہ تم گاؤں کے حالات معلوم کرنے کے بعد راتوں رات واپس پہنچ جاؤ! یہ نوکر پچھلے پہر واپس آ گیا اور اُس نے اطلاع دی کہ گاؤں میں بالکل امن ہے اور مسلمان آپ کے مکان

سے باہر کھلے میدان میں ڈیرہ ڈالے پڑے ہیں۔ شام کے وقت گاؤں کے وہ آدمی بھی واپس پہنچ گئے تھے جو مذار کی جنگ میں قید ہوئے تھے۔ اُنہوں نے آتے ہی لوگوں کا خوف وہراس دُور کر دیا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ مُسلمان ہمارے دشمن نہیں ہیں بلکہ ہمیں ایک ظالم حکومت سے نجات دلانے آئے ہیں"۔

زدبخت نے پوچھا "تم نے اُن میں سے کسی کو دیکھا ہے ؟"

" جناب میں نے کئی آدمیوں کو دیکھا ہے۔ پہلے میں چھُپ کر ایک کسان کے گھر میں داخل ہُوا۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ مجھے وہاں کوئی خطرہ نہیں۔ مُسلمانوں نے یہ اعلان کیا ہے کہ ہم اس علاقے کے باشندوں کی جان، مال اور عزت کے محافظ ہیں اور اُس کا یہ اثر ہُوا ہے کہ گاؤں کے جو لوگ خوفزدہ ہو کر جنگل میں چھُپ گئے تھے وہ بھی واپس آ گئے ہیں۔ مجھے یہ باتیں ناقابلِ یقین معلوم ہوتی تھیں پھر مَیں ایک ایک گھر میں گیا اور واپس آنے والے قیدیوں سے باتیں کیں۔ اُنہوں نے یہ بتایا کہ مُسلمانوں نے صرف ہمارے گاؤں کے آدمیوں کو ہی نہیں بلکہ اس علاقے کے تمام عرب قیدیوں کو رہا کر دیا ہے۔ گاؤں کے لوگوں کو اس بات کا افسوس تھا کہ آپ نے بلا وجہ اپنا گھر چھوڑ دیا ہے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ اگر آپ واپس آجائیں تو مسلمانوں اپنا بہترین دوست پائیں گے۔ اُنہیں آقا کی موت کی خبر سُن کر بہت دُکھ ہُوا ہے "۔

زدبخت نے مضطرب ہو کر کہا "لیکن میں نے تم سب کو آبا جان کی موت کا ذکر کرنے سے منع کر دیا تھا"۔

جناب ہم سے پہلے کشتی کا کوئی ملّاح گاؤں والوں کو یہ اطلاع پہنچا چکا تھا۔ پھر جب میرے ساتھیوں میں سے کسی نے اُنہیں یہ بتایا کہ آپ آج رات اس گاؤں میں قیام کریں گے تو کئی آدمی اُسی وقت آپ کے پاس آنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ وہ مجھے مسلمانوں کے سالار کے پاس لے جانا چاہتے تھے لیکن میں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اب رات زیادہ ہو چکی ہے، صبح دیکھا جائے گا۔ میں نے یہ خطرہ محسوس کیا تھا کہ شاید مسلمان دوبارہ آپ کا پیچھا کرنے کی کوشش کریں"۔

زدبخت نے تملا کر کہا "تمہارا مطلب ہے کہ اگر وہ رات کے وقت ہمیں اس گاؤں میں گھیرنے کی بجائے یہاں سے چند کوس دُور دن کی روشنی میں گرفتار کریں تو خطرہ کم ہو جائے گا ؟"

نوکر نے پریشان ہوکر جواب دیا " جناب یہ میرا وہم تھا۔ ورنہ گاؤں کے لوگ بار بار یہی کہتے تھے کہ مسلمانوں کا سالار آپ کے پاس دوستی کا پیغام لے کر آیا تھا "

" اور اب گاؤں کے یہ بیوقوف صبح ہوتے ہی مسلمانوں کو لے کر یہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے " زربخت یہ کہہ کر اپنے میزبان کی طرف متوجہ ہوا۔ میں مسلمانوں کے سالار کو جانتا ہوں، وہ ہمیں قتل کرنے کی بجائے زندہ گرفتار کرنا چاہتا ہے۔ اگر دن کے وقت دریا عبور کرتے ہوئے میں اُسے یہ یقین دلانے کی کوشش نہ کرتا کہ میں آخری سانس تک مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں تو وہ میرا پیچھا نہ چھوڑتا۔ اب گاؤں کے لوگ اُس کے ساتھ آئیں گے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ ہماری وجہ سے آپ کو کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے۔ ہم ابھی روانہ ہو جائیں گے۔ آپ ہمارا سامان بیل گاڑی پر مدائن بھجوا دیں۔ میں بہت جلد ایران کے ایک عظیم لشکر کے ساتھ واپس آؤں گا لیکن اس سے قبل اپنی بہن کو مدائن پہنچانا ضروری سمجھتا ہوں "

○

تھوڑی دیر بعد زربخت اور ماہ بانو اپنے میزبان کے گھر سے باہر نکلے۔ دروازے پر اُن کے چار نوکر گھوڑوں کی باگیں تھامے کھڑے تھے۔ ایک بیل گاڑی پر اُن کا سامان لدا تھا۔ زربخت نے ایک نوکر کو سامان کے ساتھ آنے اور دو کو گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ پھر وہ اُس نوکر کی طرف متوجہ ہوا جو گاؤں کے حالات معلوم کرنے کے بعد واپس آیا تھا " دیکھو اب میں تمہیں ایک اور ذمہ داری سونپ رہا ہوں۔ تم واپس جاؤ اور گاؤں والوں سے یہ کہو کہ ہم رات ہوتے ہی یہاں سے روانہ ہو گئے تھے۔ اگر راستے میں مسلمان ملیں تو انہیں یہ بتاؤ کہ ہم کوسوں دُور جا چکے ہیں اور راستے سے فوج کا ایک دستہ ہمارے ساتھ شامل ہو چکا ہے۔ کاؤس کو میری طرف سے یہ پیغام دو کہ میں بہت جلد واپس آؤں گا "

نوکر کو رخصت کرنے کے بعد زربخت نے ماہ بانو کو ایک گھوڑے پر بٹھا دیا۔ پھر اُس نے اپنے میزبان سے مصافحہ کیا اور جلدی سے دوسرے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

طلوعِ آفتاب کے قریب وہ ایک بستی کے کنوئیں سے تھکے ہوئے گھوڑوں کو پانی پلا رہے تھے۔ ماہ بانو نڈھال سی ہو کر زمین پر جھکی ہوئی تھی۔ زربخت نے پیار سے اُس کی طرف دیکھا اور کہا " یہاں سے

صرف چار کوس کے فاصلے پر ہماری ایک چوکی ہے۔ وہاں پہنچ کر ہم کچھ دیر آرام کر سکیں گے اور اُس سے آگے ہمیں کوئی خطرہ نہ ہوگا۔"

ماہ بانو نے کوئی جواب نہ دیا۔ گھوڑوں کو پانی پلاتے ہی وہ آگے چل پڑے۔ قریباً ایک کوس طے کرنے کے بعد ماہ بانو نے اپنے گھوڑے کی باگ کھینچ لی اور اُس کے پیچھے آنے والے نوکروں نے بھی اپنے گھوڑے روک لئے۔ زربخت کچھ فاصلہ آگے جا کر واپس مُڑا اور اپنی بہن کے قریب پہنچ کر چلایا۔ "کیا بات ہے؟ تم رُک کیوں گئیں؟"

"بھائی جان! ذرا آہستہ چلئے۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔" ماہ بانو یہ کہہ کر گھوڑے سے اُتری اور سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گئی۔

زربخت نے کہا۔ "میری بہن مجھے تمہاری تکلیف کا احساس ہے لیکن ذرا ہمت سے کام لو، ابھی ہم خطرے کی حدود سے باہر نہیں نکلے۔"

ماہ بانو اُٹھی اور اُس نے گھوڑے کا سہارا لینے کے لئے دونوں بازو زین پر رکھتے ہوئے کہا۔ "بھائی جان! آپ جس خطرے سے بھاگ رہے تھے وہ دریا عبور کرنے کے بعد ختم ہو گیا تھا۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔"

"ماہ بانو! مجھے اپنا خوف نہیں، میں صرف تمہاری وجہ سے بھاگ رہا ہوں، ابھی تک یہ بات تمہاری سمجھ میں۔" زربخت یہاں تک کہہ کر رُک گیا اور پھر نوکروں کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "تم آہستہ آہستہ آگے چلو، ہم آتے ہیں۔"

نوکروں نے اُس کے حکم کی تعمیل کی جب وہ چند قدم دُور چلے گئے تو زربخت نے کہا۔ "اب تک یہ بات تمہاری سمجھ میں آجانی چاہیئے تھی کہ اُس کا مقصد میرے ساتھ طاقت کا زمائی نہیں تھا بلکہ تمہیں گرفتار کرنا تھا۔ اگر ہمارے درمیان دریا کا پانی اور اُس کے بعد میرے تیر حائل نہ ہوتے تو وہ واپس نہ جاتا۔ جنگی قیدیوں کو رہا کرکے واپس لانے اور ہماری بستی کے لوگوں کے ساتھ محبت جتلانے سے اُس کا مقصد ہمیں فریب دینے کے سوا کچھ نہیں۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ ہم اُس کے زیردستوں کی حیثیت اختیار کرنے پر آمادہ ہو

جائیں۔ اُس نے ہمارے کسانوں اور نوکروں کا خوف وہراس اس لئے دُور کیا ہے کہ ہم مطمئن ہو کر لوٹ آئیں صبح ہوتے ہی جب وہ بیوقوف اُسے یہ بتائیں گے کہ ہم دریا سے صرف چند میل دُور ایک بستی میں ٹھہر گئے تھے تو وہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر وہاں پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ ممکن ہے کہ زخمی ہونے کی وجہ سے وہ خود نہ آسکے لیکن اب تک نامعلوم کتنے مسلمان ہمارے گاؤں میں جمع ہو چکے ہوں گے۔ مجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ جب میرا ترکش خالی ہو جائے گا تو وہ میری بوٹیاں نوچ ڈالیں گے۔ لیکن میں یہ نہیں دیکھ سکوں گا وہ تمہیں قیدی بنا کر لے جائیں۔"

ماہ بانو نے آہستہ سے گردن اُٹھائی — اور مُڑ کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور پھر رکاب میں پاؤں رکھ کر زین پر بیٹھتے ہوئے بولی: "بھائی جان! اگر آپ کو یہ شبہ ہے کہ میں اُس کی قید میں زندہ رہ سکوں گی تو اپنے ترکش کا آخری تیر میرے لئے محفوظ رکھئے۔ لیکن میں جانتی ہوں وہ نہیں آئے گا، وہ کبھی نہیں آئے گا۔ اب ہم صرف ایک فرضی خطرے سے بھاگ رہے ہیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ماہ بانو کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔

زربخت نے کہا: "ممکن ہے کہ تمہارا یہ خیال درست ہو۔ تاہم ہمیں احتیاط کرنی چاہیئے۔ اب ہمیں گھوڑے بھگانے کی ضرورت نہیں لیکن رُکنا بھی ٹھیک نہیں۔"

وہ کچھ دیر معمولی رفتار سے چلتے رہے۔ بالآخر زربخت نے کوئی آدھ میل دُور ایک بستی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ماہ بانو! مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں بلاوجہ تکلیف دی۔ ہم اُس بستی میں آرام کریں گے۔ تم نے کل سے کچھ نہیں کھایا اور ہمارے گھوڑے بھی جواب دے رہے ہیں۔ اب مجھے بھی یقین ہے کہ وہ ہمارا پیچھا نہیں کرے گا — میں حیران ہوں کہ یہ بات پہلے میرے ذہن میں کیوں نہ آئی کہ جب تک سہیل مدائن میں ہے اُس کا بھائی ایک دشمن کی حیثیت سے ہمارے سامنے آنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ لیکن ماہ بانو! میری بات غور سے سنو! سہیل کو ان باتوں کا علم نہیں ہونا چاہیئے۔ میں حسان کو اپنے باپ کا قاتل سمجھتا ہوں۔ ہم سہیل سے انتقام نہیں لیں گے لیکن حسان کو معاف نہیں کر سکتے۔ مجھے یقین ہے کہ عنقریب ایران کی افواج عرب کے صحراؤں کا رُخ کریں گی۔ اگر سہیل نے میری

توقعات پُوری کیں تو اُسے ایران کی فوج کا سپاہی بننے میں دیر نہیں لگے گی۔ اب بھی تیغ زنی نیزہ بازی اور تیر اندازی میں اُس کے ہم عمر اُس کے ساتھ برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ میں اُسے مسلمانوں کے ساتھ نفرت کرنا سکھاؤں گا اور میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی یہ ہوگی کہ کسی دن حسان ایک قیدی کی حیثیت سے ہمارے سامنے پیش ہو اور میں جلاد کا کام سہیل کو سونپ دُوں۔ ماہ بانو! مجھ سے وعدہ کرو کہ تم مدائن پہنچ کر سہیل کے سامنے حسان کا ذکر نہیں کرو گی۔"

ماہ بانو نے جواب دیا۔"میں اس شرط پر وعدہ کرتی ہوں کہ جب تک سہیل ہماری پناہ میں ہے آپ اُس پر کوئی سختی نہیں کریں گے۔"

زر بخت نے جواب دیا۔"اگر حسان ہمیں فریب دینے کے لئے ہماری بستی کے کسانوں کو سینے سے لگا سکتا ہے تو مجھے بھی اُس کے بھائی کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہوئے تکلیف نہیں ہوگی۔"

"آپ مطمئن رہیں، میں اُس سے حسان کا ذکر نہیں کروں گی۔"

"تم اُسے یہ بھی نہیں بتاؤ گی کہ وہ زندہ ہے اور ہمارے گھر آیا تھا۔"

"میں اُسے یہ بھی نہیں بتاؤں گی۔"

زر بخت نے قدرے توقف کے بعد کہا۔"سہیل کا بھائی مر چکا ہے، صرف ہمارا دشمن زندہ ہے۔"

ماہ بانو کچھ دیر خاموش رہی۔ بالآخر اُس نے کہا۔"بھائی جان! میں یہ سوچ رہی ہوں کہ اگر ابا جان زندہ ہوتے تو وہ یہ باتیں سُن کر کیا کہتے۔"

"تمہیں یہ سوچنے کی ضرورت نہیں، میں ابا جان کی رُوح کی پکار سُن سکتا ہوں۔ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر تم میرے بیٹے ہو تو حسان کو مُعاف نہ کیجیو۔"

"لیکن بھائی جان اُنہوں نے آپ کو تیر چلانے سے روکنے کی کوشش کی تھی اور اُٹھنے سے قبل وہ کچھ کہنا چاہتے تھے، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اُن کے ہونٹ ہل رہے تھے لیکن زبان مفلوج ہو چکی تھی۔"

"اگر حسان میرا پیچھا نہ کرتا تو اُنہیں یہ حادثہ پیش نہ آتا۔ اُنہوں نے مجھے تیر چلانے سے صرف اس لئے

روکنے کی کوشش کی تھی کہ وہ تمہیں مسلمانوں کے انتقام سے بچانا چاہتے تھے۔ شاید انہیں بھی یہ خیال آیا ہو کہ سہیل کی وجہ سے وہ ہم پر حملہ نہیں کرے گا یا ممکن ہے کہ وہ آخری وقت تک یہ سمجھتے ہو کہ جس شخص کو ہم نے اپنے گھر میں پناہ دی تھی اتنا ذلیل ثابت نہیں ہو گا۔ بہر حال وہ مر چکے ہیں اور اُن کی زندگی کا سب سے آخری اور سب سے بڑا صدمہ یہی تھا کہ جہانداد کا دوست جسے وہ اپنا بیٹا سمجھتے تھے مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ ہمارے گاؤں پر قبضہ کرنے کے لئے آیا تھا۔"

○

چوتھے روز زربخت اور اُس کی بہن مدائن پہنچ گئے۔ زربخت کا مکان دریائے دجلہ کے کنارے شہر کی ایک مضافاتی بستی میں تھا۔ ڈیوڑھی کے ساتھ ایک طرف ایک کشادہ اصطبل اور نوکروں کے کمرے تھے اور دوسری طرف ایک وسیع دالان مہمان خانے کا کام دیتا تھا۔ پھر ایک دیوار جس کے درمیان ایک دروازہ تھا۔ حویلی کے اس حصے کو مکان سے جُدا کرتی تھی۔ ایک نوکر نے اُن کا خیر مقدم کیا اور اُن کے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں۔ زربخت نے سہیل کے متعلق پوچھا۔

نوکر نے جواب دیا۔ "وہ صبح ہوتے ہی گھوڑا لے کر نکل گیا تھا۔ ابھی تک واپس نہیں آیا۔ وہ کہتا تھا کہ آج فوجی کھیلوں کا مقابلہ ہے۔"

زربخت نے اپنے ساتھ آنے والے نوکروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "تم گھوڑے اصطبل میں باندھ دو لیکن میرے گھوڑے کی زین اُتارنے کی ضرورت نہیں۔"

پھر وہ سکونتی مکان کے اندر داخل ہوئے۔ وہاں ایک تنگ صحن سے آگے ایک برآمدہ تھا اور اُس کے پیچھے تین کمرے تھے۔ زربخت نے اپنی بہن سے کہا۔ "ماہ بانو! یہ ہمارا نیا گھر ہے۔ اب تم آرام کرو۔ میں تھوڑی دیر کے لئے فوجی مستقر کی طرف جا رہا ہوں۔ ہمارے پڑوس میں زیادہ تر فوج کے عہدہ دار رہتے ہیں۔ آج تمہارے پاس بہت سی عورتیں آئیں گی۔"

زربخت باہر نکل گیا اور ماہ بانو برآمدے میں ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد زربخت واپس آگیا اور اُس نے اندرونی صحن میں پاؤں رکھتے ہی بلند آواز میں کہا۔ "ماہ بانو ادھر آؤ، تمہیں ایک تماشا دکھاؤں۔"

ماہ بانو جلدی سے آگے بڑھی "کیا بات ہے بھائی جان ؟"

زر بخت نے جواب دیا "ذرا باہر نکل کر دیکھو ؟"

وہ زر بخت کے ساتھ ڈیوڑھی سے باہر نکلی تو سڑک پر دائیں ہاتھ قریباً ایک سو اُچھلتے کودتے اور نعرے لگاتے ہوئے لڑکوں کا جلوس دکھائی دیا۔ اُن سے آگے ایک لڑکا گھوڑے پر سوار تھا۔

"یہ کون ہیں ؟" ماہ بانو نے اپنے بھائی سے پوچھا۔

"تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا"

جب یہ جلوس مکان کی طرف مڑا تو ماہ بانو نے کہا "بھائی جان ! وہ تو سہیل معلوم ہوتا ہے لیکن میں اس جلوس کا مطلب نہیں سمجھی۔ یہ لڑکے اُس کے ساتھ مذاق تو نہیں کر رہے ؟"

"نہ اُن کے لڑکے سہیل کے ساتھ مذاق نہیں کر سکتے۔ اُس کا چہرہ بتا رہا ہے کہ وہ کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دے کر آیا ہے"

سہیل نے اچانک اُن کی طرف دیکھا اور گھوڑے سے کود کر بھاگتا ہوا آگے بڑھا۔ زر بخت اور ماہ بانو کے سامنے اُس کی نگاہیں زمین میں گڑی جا رہی تھیں اور چہرہ حیا کے مارے سُرخ ہو رہا تھا۔ اُس کے گھوڑے نے ایک لڑکے کے ہاتھ سے باگ چھڑائی اور بھاگتا ہوا ڈیوڑھی کے اندر چلا گیا۔ جلوس چند قدم دُور جا کر رُک گیا اور لڑکے تذبذب کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر ایک لڑکا جو عمر کے لحاظ سے ذرا بڑا معلوم ہوتا تھا، جھجکتا ہوا آگے بڑھا اور اُس نے زر بخت سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سہیل تیراندازی اور نیزہ بازی کے مقابلے جیت کر آیا ہے۔ کل تیغ زنی کا مقابلہ ہوا تھا اور سہیل نے چار لڑکوں کو شکست دی تھی۔ پھر اس کا مقابلہ طہماسپ کے ساتھ ہوا تو یہ برابر رہا"

زر بخت نے پوچھا "طہماسپ کون ہے ؟"

لڑکے نے جواب دیا "جناب وہ بہمن کا بیٹا ہے۔ اُس کا قد مجھ سے ایک بالشت اُونچا ہے۔ مکتب میں اُس کا آخری سال ہے اور تیغ زنی میں کوئی لڑکا اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بڑی عمر کے لڑکے اُسے اُکسا کر سہیل کے مقابلے میں لے آئے تھے۔ اُس نے کہا تھا کہ میں آنکھ جھپکنے میں سہیل

سے ہار منوالوں گا لیکن سہیل نے اُس کا غرور خاک میں ملا دیا۔"

اتنی دیر میں باقی لڑکے بھی اُن کے گرد جمع ہو چکے تھے۔ زربخت نے اُن کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"اب تم جاؤ اور اپنے تھکے ہوئے دوست کو آرام کرنے دو۔"

لڑکے وہاں سے کھسکنے لگے اور زربخت سہیل سے مخاطب ہوا۔ "سہیل میں سپہ سالار کے پاس جا رہا تھا سڑک پر تمہارا جلوس دیکھا تو لوٹ آیا۔"

سہیل نے کہا۔ "بھائی جان! میں نے انہیں منع کیا تھا لیکن وہ میرے ساتھ آنے پر مُصر تھے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ آ گئے ہیں تو میں گھوڑا بھگا کر یہاں پہنچ جاتا۔"

"ارے تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ تم کوئی بڑا کام کرو اور تمہارے دوست تمہارا جلوس نکالیں۔ اب جاؤ اور اپنی بہن کے ساتھ باتیں کرو۔ میں تھوڑی دیر تک واپس آ جاؤں گا۔"

زربخت یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔

تھوڑی دیر بعد سہیل اور ماہ بانو مکان کے برآمدے میں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ ماہ بانو کچھ دیر خاموشی سے سہیل کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر وہ ایک قدم آگے بڑھی اور اُس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ "بھائی جان کہتے تھے کہ اب تم سہیل کو پہچان بھی نہیں سکو گی۔ تم واقعی بڑے معلوم ہوتے ہو۔"

"آپ ٹھیک ہیں؟"

"میں بہت تھک گئی ہوں۔" ماہ بانو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"باباجی کہاں ہیں۔ وہ نہیں آئے؟"

ماہ بانو نے سر جھکاتے ہوئے مغموم لہجے میں کہا۔ "بیٹھ جاؤ سہیل!"

سہیل پریشان سا ہو کر دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ ماہ بانو نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "سہیل ابا جان اب ہمارے پاس نہیں آئیں گے۔ انہوں نے مدائن کے راستے میں ہمارا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔" ان الفاظ کے ساتھ ماہ بانو کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ سہیل دیر تک سکتے کے عالم میں اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو گئے۔

اور اُس نے اپنا چہرہ آستین میں چھپا لیا۔

"تم نے اپنے بھائی کے متعلق نہیں پُوچھا؟" ماہ بانو نے تھوڑے توقف کے بعد سوال کیا۔

سہیل نے پُرامید ہو کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور پھر اچانک اُس کے چہرے پر مایوسی کے بادل چھا گئے۔ اُس نے مغموم لہجے میں سوال کیا۔ "آپ کو ان کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی؟"

ماہ بانو نے ڈوبتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "کاش میں تمہیں اُس کے متعلق کوئی اطلاع دے سکتی۔ اب تمہیں حوصلے سے کام لینا پڑے گا سہیل۔ شاید کچھ عرصہ ہم اپنے گاؤں بھی نہ جا سکیں۔"

سہیل نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ اگر میرا بھائی جان زندہ ہے تو کسی نہ دن واپس ضرور آئے گا اور اگر ہم وہاں نہ گئے تو بھی آپ کا کوئی نوکر ہمارے پاس ضرور بھیجے گا۔ اُسے ہرمز سے خطرہ تھا اور میں نے سُنا ہے کہ وہ مر چکا ہے۔ اب بھائی جان شاید مدائن آنے میں بھی کوئی خطرہ محسوس نہ کریں۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "سہیل مجھ سے وعدہ کرو کہ تم زرنجت کے سامنے ہرمز کی موت پر خوشی کا اظہار نہیں کرو گے۔ اُس نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی تھی اور ایران کا ہر آدمی اُسے ایک بہادر آدمی کی حیثیت سے یاد کرتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم اُسے معاف نہیں کر سکتے لیکن زرنجت ایران کا سپاہی ہے۔ وہ اُس کی بُرائی سُننا پسند نہیں کرے گا۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے گاؤں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے اور ہم وہاں سے اپنی جان اور عزت بچا کر بھاگے تھے۔ ابا جان کی موت کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے ہمارا تعاقب کیا تھا اور جب ہم کشتی پر سوار ہو کر دریا عبور کر رہے تھے تو ایک سوار نے دریا کے دوسرے کنارے تک ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا۔ وہ بھائی جان کے پہلے تیر سے زخمی ہوا تھا لیکن وہ جب اُسے دوسرے تیر سے ہلاک کرنے والے تھے تو ابا جان نے اُنہیں روکنے کی کوشش کی۔ وہ بچ گیا لیکن ابا جان اُٹھتے ہی گر پڑے۔"

"ابا جان نے اُس ظالم کو بچانے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

ابا جان کو خطرہ تھا کہ اگر وہ مر گیا تو اُس کے ساتھی ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔ سہیل مجھے بتاؤ کہ اگر ایران کی فوج اُس آدمی کو گرفتار کرلے اور پھر اُسے تمہارے سامنے پیش کیا جائے تو تم

اُس کے ساتھ کیا سلوک کرو گے ؟"

بہیل نے جواب دیا "اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کون تھا اور اُس کا گھر کہاں ہے تو میں اُس کی گرفتاری کا انتظار نہیں کروں گا۔ میں تنہا اُس کی تلاش میں نکلوں گا اور مجھے اس بات کی پروا نہیں ہوگی کہ اُس کا قلعہ کتنا مضبوط اور اُس کی حفاظت کرنے والوں کی تعداد کتنی ہے "

○

مذار کی شکست کے بعد دجلہ اور فرات کے درمیان عیسائی قبائل جو ایران کی معمولی فوج کو بھی مُسلمانوں کی پیشقدمی روکنے کے لئے کافی سمجھتے تھے اب زیادہ سنجیدگی کے ساتھ نئی صورتِ حال کے متعلق سوچ رہے تھے۔ کسریٰ اردشیر کی دعوت پر اُن کے سردار مدائن میں جمع ہوئے اور اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اُنہوں نے مُسلمانوں کے خلاف ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر جوش و خروش کا مظاہرہ کیا اور پھر چند دن بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ یہ لوگ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ ولجہ کی طرف پیشقدمی کر رہے ہیں اور بہمن کی قیادت میں ایران کی فوج اُن کے پیچھے آرہی ہے۔ چند دن بعد اردشیر نے بیماری کی حالت میں یہ خبر سُنی کہ خالد بن ولید نے حفیر اور مذار کی طرح ولجہ میں بھی اسلام کی نصرت کا پرچم گاڑ دیا ہے اور بہمن کی شکست خوردہ افواج ولجہ سے چند میل دُور جمع ہو رہی ہیں۔

عراق کے عیسائی قبائل ولجہ کی شکست کا انتقام لینے کے لئے ایک نئے جوش و خروش کے ساتھ الیس کے مقام پر جمع ہونے لگے اور اُنہوں نے کسریٰ سے فوری اعانت کی درخواست کی۔ کسریٰ نے بہمن کو کسی تاخیر کے بغیر الیس کی طرف پیشقدمی کا حکم دیا۔ لیکن بہمن پوری تیاری کے بغیر کسی نئے میدان میں آنے کے لئے تیار نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے فوج کی قیادت اپنے ایک جرنیل جابان کے سپرد کی اور خود اردشیر کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے مدائن چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر اُسے معلوم ہوا کہ شہنشاہ کی علالت تشویشناک صورت اختیار کر چکی ہے۔

یہ دَور وہ تھا جب ایران میں حکمران کی موت کو عام طور پر کسی نئے انقلاب کا پیش خیمہ سمجھا جاتا تھا اور ملک کے اکابر کو سلطنت کی حفاظت سے زیادہ اپنے مستقبل کی فکر ہوتی تھی۔ چنانچہ بہمن مدائن میں رُک گیا جہاں

جسے وہ فوج کی قیادت سونپ کر آیا تھا الیس پہنچا اور اُس نے عیسائی قبائل کے لشکر کے پڑاؤ کے قریب ڈیرے ڈال دئے۔ بہمن کے حکم کے بغیر اُسے الیس سے آگے پیشقدمی کی اجازت نہ تھی کئی دن مدائن سے کوئی پیغام نہ آیا۔ تاہم جابان اس صورتِ حال سے پریشان نہ تھا۔ اُسے ایک طرف یہ اطمینان تھا کہ عیسائی قبائل کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے اور مسلمان مفتوحہ علاقوں کے نظم و نسق میں مصروف ہیں اور دوسری طرف یہ یقین تھا کہ جب بہمن مدائن سے واپس آئے گا تو کسریٰ کے لاتعداد سپاہی اُس کے ساتھ ہوں گے۔ لیکن ایک شام اُسے یہ اطلاع ملی کہ خالد بن ولید ولجہ میں اُس کا انتظار کرنے کی بجائے بذاتِ خود الیس کی طرف بڑھ رہا ہے اور اگلے دن دوپہر سے قبل جنگ کے میدان میں ایران کے پرچم غازیانِ اسلام کے پاؤں تلے روندے جا رہے تھے۔ جابان اور اُس کے عیسائی حلیف اپنے پیچھے لاشوں کے انبار چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ پھر جب مدائن میں الیس کی شکست کی خبر پہنچی تو بیمار حکمران نے دم توڑ دیا۔

باب ۱۴

ایلیس کی جنگ کے بعد جابان نے دریائے فرات سے چند میل پیچھے ہٹ کر ایک نہر کے کنارے پڑاؤ ڈال دیا اور شکست خوردہ سپاہی وہاں جمع ہو کر بہمن جاذویہ کی تازہ ہدایات کا انتظار کرنے لگے۔

یہ تیسری جنگ تھی جس میں زربخت نے حصّہ لیا تھا۔ جابان اُس کی جرأت اور ذہانت کا معترف ہو چکا تھا اور اُسے یہ مژدہ سنا چکا تھا کہ میں نے جن عہدہ داروں کو ترقی دینے کی سفارش کی ہے، اُن میں تمہارا نام سرِ فہرست ہے۔

ایک صبح زربخت کے خیمے میں ایک سپاہی داخل ہوا اور اُس نے اطلاع دی کہ جابان نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ وہ جلدی سے اُٹھا اور جابان کی قیام گاہ کی طرف چل دیا۔ قائمقام سپہ سالار اپنے کشادہ خیمے میں بیٹھا ہوا تھا اور ایک نوجوان اُس کے سامنے کھڑا تھا۔ زربخت نے خیمے کے اندر پاؤں رکھتے ہی اُس نوجوان کو پہچان لیا۔ اُس کا نام آدمان تھا اور وہ کسریٰ کی محافظ فوج میں زربخت کے ماتحت رہ چکا تھا۔

پرانے ساتھیوں نے ہاتھوں اور نگاہوں کے اشاروں سے ایک دوسرے کا خیر مقدم کیا۔

جابان نے پوچھا: "تم ایک دوسرے کو جانتے ہو؟"

آدمان نے جواب دیا: "جی ہاں، یہ شاہی رسالے میں میرے افسر تھے۔"

جابان زربخت کی طرف متوجہ ہوا: "زربخت، زبرنا کی خواہش ہے کہ تمہیں شہنشاہ کے محافظ لشکر میں واپس بھیج دیا جائے۔ اب تم مدائن میں اُن کے نائب کی حیثیت سے کام کرو گے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ نئے سپاہیوں کی تربیت کے لئے انہیں ایک آزمودہ کار اور مستعد افسر کی ضرورت ہے اور تم وہ خوش قسمت

ہو جنہیں وہ اس ذمہ داری کا اہل سمجھتے ہیں۔"

زربخت نے جواب دیا۔ "لیکن میرا خیال تھا کہ وہ مجھے لڑائی ختم ہونے سے پہلے واپس نہیں بلائیں گے۔"

جابان نے کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ سپہ سالار نے تمہیں اُن کی سفارش پر اپنے لشکر میں شامل کیا تھا۔ لیکن اب وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ تمہاری مدائن میں زیادہ ضرورت ہے۔ مجھے سپہ سالار نے یہ حکم بھی بھیجا ہے کہ تمہیں فوراً سبکدوش کر دیا جائے۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ تم جا رہے ہو لیکن اس میں تمہاری بہتری ہے۔ جس مقصد کے لئے فریبرز نے تمہیں محاذِ جنگ پر بھیجا تھا وہ پُورا ہو چکا ہے۔ تم یہ ثابت کر چکے ہو کہ تم ایک اچھے سپاہی ہو اور تمہیں کوئی بڑی ذمہ داری سونپی جا سکتی ہے۔ اب مدائن میں کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ فریبرز نے کسی ذاتی تعلق کی بنا پر تمہیں ترقی دی ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مدائن کے حالات تسلی بخش نہیں، ورنہ سپہ سالار اتنے دن وہاں ٹھہرنا پسند نہ کرتے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ فریبرز نے تمہیں اپنے پاس بلایا ہے۔ اب تم فوراً روانہ ہو جاؤ۔" زربخت نے اُسے سلام کیا اور آدمان کے ساتھ باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر بعد اپنے خیمے میں داخل ہوتے ہی اُس نے اپنے نوکر کو گھوڑا تیار کرنے اور ناشتا لانے کا حکم دیا اور پھر آدمان کو اپنے قریب بٹھاتے ہوئے سوال کیا۔ "مدائن میں کیا ہو رہا ہے۔ سپہ سالار وہاں کیا کر رہے ہیں۔ مسلمانوں نے انبار پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ حیرہ کی طرف بڑھ رہے ہیں اور جابان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ انہیں پیشقدمی کا حکم کب ملے گا۔ کیا یہ افواہ درست ہے کہ شہنشاہ بیمار ہیں؟"

آدمان نے جواب دیا۔ "ہاں وہ بہت بیمار ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سپہ سالار وہاں رُک گئے ہیں۔"

"لیکن وہ حیرہ کے لوگوں کو اُن کے حال پر نہیں چھوڑ سکتے۔"

آدمان نے جواب دیا۔ "ممکن ہے کہ انہیں حیرہ سے زیادہ مدائن کی فکر ہو۔"

"لیکن وہ وہاں رہ کر بھی جابان کو پیشقدمی کا حکم دے سکتے تھے۔"

"لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ موجودہ حالات میں وہ لشکر کا مدائن سے قریب رہنا زیادہ پسند کرتے ہوں۔"

زربخت نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "آدمان! تم میرے دوست ہو۔ اگر تمہیں مدائن میں کسی سازش کا علم ہے تو تم مجھ سے کھل کر بات کر سکتے ہو۔"

آدمان نے جواب دیا۔ "مجھے کسی سازش کا علم نہیں لیکن جب شہنشاہ بیمار اور نورج شکست پر شکست کھا رہی ہو تو شاہی محل کی چار دیواری کے اندر ہر بات ممکن ہو سکتی ہے۔"

"لیکن بہمن کے متعلق میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ کسی سازش میں حصہ لے سکتا ہے۔ وہ ایک سپاہی ہے۔"

آدمان نے جواب دیا۔ "ممکن ہے کہ شہنشاہ نے اسی وجہ سے اُسے مدائن میں روک لیا ہو کہ وہ خطرے کے وقت اُن پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ایسے حالات میں سلطنت کی تقدیر کبھی کبھی خواجہ سراؤں کے ہاتھ میں آجاتی ہے۔"

زد بخت نے کہا۔ "لیکن مجھے یقین ہے کہ جب تک شہنشاہ کے محافظ لشکر کی کمان فریبرز کے ہاتھ میں ہے۔ مدائن میں کوئی محلاتی سازش کامیاب نہیں ہو سکتی۔"

آدمان نے جواب دیا۔ "اِس بات کا مجھے بھی یقین ہے لیکن ....؟"

"لیکن کیا ....؟"

"آپ جانتے ہیں کہ فریبرز اپنی حدود سے آگے قدم رکھنا پسند نہیں کرتے۔ وہ تخت اور تخت پر بیٹھنے والے کی حفاظت تو کرتے ہیں لیکن اگر ایک بیمار حکمران چل بسے تو تخت کے نئے دعویداروں کے جھگڑے میں دخل نہیں دیتے۔ اُن کی وفاداری صرف اُس دعویدار کے ساتھ ہوتی ہے جو اپنے حریفوں کو پچھاڑ کر تخت پر بیٹھ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حکمرانوں کی تبدیلی اُن کے عہدے پر اثر انداز نہیں ہوتی اور مدائن کے عوام اور اُمراء یکساں اُن کی عزت کرتے ہیں۔"

زربخت کو اپنے باپ کے دوست اور اپنے محسن کی ذات پر کوئی تبصرہ پسند نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے فوراً گفتگو کا موضوع بدلنے کی ضرورت محسوس کی۔

تھوڑی دیر بعد وہ ناشتے سے فارغ ہو کر سفر کی تیاری کر رہا تھا کہ خیمے سے باہر نئے آدمیوں کا شور سنائی دیا۔ پھر اچانک ایک سپاہی ہانپتا ہوا خیمے میں داخل ہوا اور اُس نے کہا۔ "جناب پہریداروں نے ایک مشتبہ آدمی کو گرفتار کیا ہے لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ آپ اُسے جانتے ہیں۔"

زر بخت مضطرب سا ہو کر باہر نکلا، خیمے سے چند قدم دُور اُسے سپاہیوں کا ہجوم دکھائی دیا! ایک سپاہی نے ایک عمر رسیدہ آدمی کے گلے میں رسّا ڈال رکھا تھا اور بے بسی کے احساس سے اُس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ یہ کاؤس تھا۔ اپنے بوڑھے نوکر کی یہ حالت دیکھ کر زر بخت کے دل پر چرکا لگا۔ اُس نے بھاگ کر سپاہی کے مُنہ پر ایک مُکا رسید کیا اور کاؤس کے گلے سے رسّا اُتار دیا۔

کاؤس نے گردن اُٹھا کر زر بخت کی طرف دیکھا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے۔

دوسرے سپاہی خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔

زر بخت نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "کاؤس مجھے افسوس ہے۔"

وہ بولا۔ "میں بار بار یہ کہتا تھا کہ میں آپ کا نوکر ہوں لیکن یہ میری بات سُننے کے لئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے مجھے مُسلمانوں کا جاسُوس سمجھ کر گرفتار کر لیا اور میرا گھوڑا چھین لیا۔ ایک سپاہی جس نے گھوڑے کی باگ پکڑ رکھی تھی، آگے بڑھ کر کہا۔ "جناب ہمیں افسوس ہے لیکن ہمیں یہی حکم تھا کہ اگر کوئی مشتبہ آدمی پڑاؤ کے آس پاس دیکھا جائے تو اُسے گرفتار کر لیا جائے۔"

زر بخت نے گرج کر کہا۔ "تم خاموش رہو۔" پھر وہ کاؤس کی طرف متوجہ ہوا۔ "کاؤس میں ایک ضروری کام سے مدائن جا رہا ہوں، تم میرے ساتھ جانا چاہتے ہو؟"

"جناب میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ پہلے میری باتیں سُن لیجئے، پھر جہاں مرضی ہو لے جائیے۔"

"کہو۔"

کاؤس نے وہاں جمع ہونے والے سپاہیوں کی طرف دیکھا اور گردن جھکا لی۔ زر بخت نے اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ خیمے کی طرف بڑھے اور آذمان جو باہر نکل کر یہ تماشا دیکھ رہا تھا، ایک طرف ہٹ گیا۔

زر بخت نے کہا۔ "آذمان! تم یہیں ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ اندر داخل ہوئے اور چند ثانیے خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر زر بخت نے کہا۔ "کاؤس! اگر تم یہ خبر لے کر آئے ہو کہ دشمن نے ہمارا گھر جلا دیا ہے یا ہمارے باغات اُجاڑ دیئے

ہیں تو اس کے لئے تخلیئے کی ضرورت نہ تھی۔ اب اپنے گاؤں کے متعلق کوئی خبر میرے لئے ناقابلِ برداشت نہیں ہو سکتی"۔

کاؤس نے جواب دیا" میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ آپ کا گھر سلامت ہے آپ کا گاؤں، آپ کے کھیت اور باغات سب محفوظ ہیں"۔

"اور تم وہاں سے بھاگ آئے ہو؟"

" نہیں مجھے حسان نے بھیجا ہے۔ میں سیدھا مدائن جانا چاہتا تھا، پھر خیال آیا کہ شاید آپ فوج کے ساتھ ہوں"۔

" تو تم حسان کے ایلچی بن کر آئے ہو؟"

" ہاں میں حسان کی طرف سے یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ اگر آپ واپس آجائیں تو آپ کی جان، عزت اور جائیداد کی حفاظت اُس کے ذمّے ہو گی۔ اُس نے اپنے سپہ سالار سے آپ کے لئے یہ فرمان حاصل کر لیا ہے کہ اگر آپ امن بحال کرنے کے لئے مُسلمانوں کے ساتھ تعاون کریں تو آپ کے گاؤں سے لے کر دلجہ اور مذار تک مفتوحہ علاقے کا انتظام آپ کے سپُرد کر دیا جائے۔ اِس سے قبل حسان نے اسی قسم کا فرمان آپ کے والد کے لئے حاصل کیا تھا۔ وہ آپ کے احسانات کا بدلہ چکانے آیا تھا لیکن آپ نے اُسے دُشمن سمجھ کر بات کرنے کا موقع نہ دیا۔ مُسلمانوں کی فوج کے ایک اور بڑے سالار نے پچھلے دنوں علاقے کا دورہ کیا تھا اور مقامی عرب سرداروں نے بھی اُس سے یہی درخواست کی تھی کہ آپ کو واپس بُلا لیا جائے۔ وہ یہ سُن کر بہت خوش ہوا تھا کہ جب ہرمز اور اُس کے اہلکار عرب کاشتکاروں پر ظلم توڑ رہے تھے تو آپ اُن کے حامی تھے"۔

زرنجت نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا" حسان نے اُنہیں ایران کے ساتھ غداری پر آمادہ کرنے کے لئے بہت جال بچھائے ہیں لیکن وہ مجھے فریب نہیں دے سکتا"۔

کاؤس نے کہا" اگر مجھے یہ شبہ ہوتا کہ حسان آپ کو فریب دے سکتا ہے تو میں آپ کے پاس اُس کا ایلچی بن کر نہ آتا"۔

"تم مجھ سے اصلی بات چھپا رہے ہو، تم صاف کیوں نہیں کہتے کہ اگر میں واپس چلا جاؤں تو حسان کا پہلا مطالبہ یہ ہوگا کہ میں مسلمانوں کا دین قبول کروں اور پھر اُن کے لشکر کے ساتھ شامل ہو کر اپنے شہنشاہ اور اپنے وطن کے خلاف جنگ لڑوں۔"

کاؤس نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا: "نہیں، حسان آپ سے یہ مطالبہ نہیں کرے گا کہ آپ مسلمان ہو جائیں، اُسے یقین ہے کہ مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے کے بعد آپ اسلام سے دُور نہیں رہ سکتے۔ اُس کے نزدیک اسلام کسی قبیلے یا قوم کا مذہب نہیں بلکہ وہ سیدھا راستہ ہے جس کے مُسافروں کے درمیان رنگ اور نسل کا امتیاز باقی نہیں رہتا۔ مجھے رخصت کرتے ہوئے اُس نے یہ کہا تھا کہ وہ دن دُور نہیں جب زرنجت جیسے انسان مدائن کے چوراہوں میں اسلام کی تبلیغ کریں گے۔"

زرنجت کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ اُس نے کہا: "اگر تم میرے باپ کے نوکر نہ ہوتے تو میں تمہیں زندہ زمین میں گاڑ دیتا۔ اب تم واپس جاؤ اور اُس دن کا انتظار کرو جب ہماری افواج فتح کے نقارے بجاتی ہوئی آگے بڑھیں گی اور ایران کے دشمنوں اور غداروں کو سر چھپانے کے لئے جگہ نہیں ملے گی۔ آؤ! تمہارا گھوڑا تمہیں واپس مل جائے گا۔"

زرنجت دروازے کی طرف بڑھا لیکن کاؤس نے کہا: "ٹھہرئیے میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں۔" وہ رک گیا اور چند ثانیے وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر کاؤس نے کہا۔ "میں نے حسان سے وعدہ کیا تھا کہ میں اُس کے بھائی کو لے کر واپس آؤں گا۔ اگر وہ مدائن میں ہے تو مجھے ساتھ لے چلئے۔"

"نہیں!" زرنجت نے فیصلہ کُن لہجے میں جواب دیا۔ "حسان کا بھائی واپس نہیں جائے گا۔"

کاؤس نے سراپا التجا بن کر کہا: "قباد کے بیٹے! میں آپ کا دشمن نہیں ہوں، میری بات غور سے سُنیئے حسان نے گاؤں کے لوگوں کے ساتھ جو نیک سلوک کیا ہے اُس کے بعد وہ یہ پسند نہیں کریں گے کہ آپ اُس کے بھائی کو قیدی بنا لیں اور مجھے یقین ہے کہ ماہ بانو بھی یہ پسند نہیں کرے گی۔"

"میں مسلمانوں کے جاسوس کو اپنی بہن کے سامنے جانے کی اجازت نہیں دُوں گا تم واپس جا کر حسان کو یہ بتادو کہ اُس کا بھائی مر چکا ہے اور اُس کی تلاش کے لئے کسی جاسوس کو مدائن بھیجنے کی ضرورت نہیں۔"

"سہیل مر چکا ہے ؟"

"ہاں! تمہیں مجھ پر یقین نہیں آتا ؟"

"میں آپ کی بات پر یقین کر سکتا ہوں لیکن حسان کو یقین نہیں آئے گا کہ اُس کا بھائی مر چکا ہے اور آپ نے اُسے خبر بھیجنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔"

"تم میری کوتاہی کی تلافی کر سکتے ہو، اب میرا وقت ضائع نہ کرو۔"

کاؤس نے بددل سا ہو کر سوال کیا۔ "کیا سہیل واقعی مر چکا ہے ؟"

زرنجت نے اُس کا بازو پکڑ کر خیمے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ "بیوقوف میں ایک بار تمہارے سوال کا جواب دے چکا ہوں۔ وہ گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا تھا۔"

کاؤس نے بے بسی کی حالت میں زرنجت کی طرف دیکھا اور سر جھکا لیا۔

تھوڑی دیر بعد تین سوار پڑاؤ سے باہر نکل رہے تھے۔ زرنجت اور آدمان کا رُخ مدائن کی طرف تھا اور کاؤس اپنے گاؤں کی طرف جا رہا تھا۔

آدمان نے اچانک اپنے ساتھی سے سوال کیا۔ "گھوڑے سے گر کر ہلاک ہونے والا کون تھا ؟"

"کوئی نہیں۔" زرنجت نے مرجھائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

○

آدھی رات کے قریب مدائن میں داخل ہوتے ہی زرنجت کو اردشیر کی موت اور شہریار کی تخت نشینی کی خبر ملی اور صبح ہوتے ہی اُس نے فریبرز کی قیام گاہ کا رُخ کیا۔ عام حالات میں سلطنت کے اعلیٰ عہدیداروں کے سوا بہت کم لوگ ایسے تھے جو دفتر کے مقررہ اوقات کے علاوہ فریبرز سے ملاقات کر سکتے تھے۔ وہ ان اُمرا اور وزرا سے جہاں تک ہو سکے دُور رہنے کی کوشش کرتا تھا جنہیں ذاتی اغراض کے حصول کے لئے کسی با اثر ساتھی یا دوست کی تلاش رہتی تھی۔ مدائن کی گروہی اور محلاتی سازشوں میں دلچسپی لینے والے

لوگ جب اُس سے تنہائی میں گفتگو کرنے کا ارادہ لے کر جاتے تو انہیں یہ محسوس ہوتا کہ اس عمر رسیدہ آدمی کو محافظ فوج کی تربیت یا اُس کے افسروں اور سپاہیوں کی تنخواہوں کے سوا اور کوئی دلچسپی نہیں اُس کا سرکاری دفتر دریا کے دوسرے کنارے محافظ فوج کے مستقر میں تھا اور گھر کے نوکروں کو یہ ہدایت تھی کہ جو لوگ محض رسمی مُلاقات کے لیئے آئیں انہیں دفتر کا راستہ دکھا دیا جائے۔ لیکن زر بخت کے لیئے اُس کے گھر کا دروازہ ہر وقت کھُلا تھا اور محافظ فوج میں شامل ہونے والے ادنیٰ افسروں میں شاید وہ پہلا شخص تھا جسے مدائن میں مکان حاصل کرنے سے قبل ایک مہمان کی حیثیت میں فریبرز کے گھر ٹھہرنے کا موقع ملا تھا۔ ایک بوڑھے نوکر، اُس کی بیوی اور بیٹی کے سوا گھر کے کسی اور مُلازم کو اس کے ساتھ ہمکلام ہونے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اس بُوڑھے نوکر کا نام کافور تھا اور فریبرز فرصت کے اوقات میں اُس کے ساتھ شطرنج کھیلا کرتا تھا۔ خادمہ کا نام فردوس اور اُس کی بیٹی کا نام نیلوفر تھا۔ نیلوفر ایک کھلتے ہوئے رنگ کی خوبصورت لڑکی تھی اور جب زر بخت پہلی بار اپنے باپ کا تعارفی خط لے کر فریبرز کے پاس آیا تھا تو اُس کی عمر سولہ سال کے لگ بھگ تھی۔ یہ صحت مند دوشیزہ جس کے تروتازہ چہرے پر دائمی مسکراہٹیں رقص کرتی تھیں۔ ابتدا میں زر بخت کو چھُپ چھُپ کر دیکھا کرتی تھی۔ اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے مانوس ہوتے گئے۔ تاہم حسب و نسب کی دیواریں اُن کے درمیان حائل رہیں۔

پھر ایک شام زر بخت گھر آیا تو فردوس اور اُس کی بیٹی پائیں باغ میں ٹہل رہی تھیں۔ اُس نے کسی تمہید کے بغیر یہ کہا: "مجھے مکان مل گیا ہے اور میں کل وہاں چلا جاؤں گا۔"

نیلوفر کے چہرے پر اُداسی چھا گئی۔

زر بخت نے قدرے توقف کے بعد کہا: "نیلوفر! جب میری بہن یہاں آ جائے گی تو اُسے ایک سہیلی کی ضرورت ہو گی۔"

نیلوفر کا چہرہ مسرت سے چمک اُٹھا۔ اُس نے کہا: "میں ہر روز اُس کے پاس جایا کروں گی۔ اگر آقا نے اجازت دی تو میں اُسے سارے شہر کی سیر کراؤں گی۔ آپ کو معلوم ہے کہ میری ایک سہیلی اصفوان

میں رہتی ہے۔ جب وہ یہاں آئے گی تو آپ کی بہن اُسے مل کر بہت خوش ہو گی۔"

"وہ کون ہے؟"

"اُس کا نام یاسمین ہے اور ہم اُسے شہزادی کہا کرتے ہیں۔ سنہری بالوں والی شہزادی۔"

فردوس نے کہا "بیٹا یاسمین ہمارے آقا کی نواسی ہے۔ وہ چھ ماہ کی تھی کہ اُس کی ماں مر گئی تھی۔ پھر میں نے اُسے دُودھ پلایا تھا، وہ نیلوفر سے صرف دو ماہ بڑی ہے۔"

نیلوفر نے پُوچھا "آپ کی بہن کب آئے گی؟"

"میں کوشش کروں گا کہ وہ جلد آجائے۔"

چند دن بعد زرنجت اپنے گاؤں سے واپس آیا تو اُس نے یہ اطلاع دی کہ ابھی ابا جان نے مدائن آنے کا ارادہ نہیں کیا۔

پھر جب قباد کی موت کے بعد زرنجت ماہ بانو کو مدائن پہنچا کر محاذ پر چلا گیا تو نیلوفر اور اُس کے والدین ہر دوسرے تیسرے روز اُن کے پاس جایا کرتے تھے اور کبھی کبھی فریبرز بھی اُسے اپنے گھر بُلا لیا کرتا تھا۔ ماہ بانو فریبرز کو "بابا" اور وہ اُسے بیٹی کہہ کر پکارتا تھا۔"

اور آج جب زرنجت چند ماہ کی غیر حاضری کے بعد فریبرز کے گھر میں داخل ہو رہا تھا تو اُسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ مدتوں یہاں رہ چکا ہے۔

پائیں باغ میں گلاب کے پھُولوں کی کیاری کے قریب سے گزرتے ہوئے زرنجت کو ایک لڑکی دکھائی دی۔ وہ جھک کر پھُول توڑ رہی تھی اور اُس کا منہ دوسری طرف تھا۔ زرنجت رُک گیا۔ پھر دبے پاؤں آگے بڑھا اور اُس کے قریب پہنچ کر بولا "نیلوفر!"

لڑکی نے چونک کر زرنجت کی طرف دیکھا۔ اُسے اچانک اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ یہ لڑکی نیلوفر سے زیادہ صحتمند اور زیادہ خوبصورت تھی۔ اُس کا چہرہ سُرخ و سپید اور بال قدرے سنہری مائل تھے۔ اُس کا قد بھی ذرا اُونچا تھا۔ زرنجت بدحواس ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور احساسِ ندامت سے گردن جھکاتے ہوئے بولا "مُعاف کیجئے میں یہ سمجھا تھا کہ آپ نیلوفر ہیں۔"

اُس کی پیشانی پر ایک ہلکا سا شکن اچانک غائب ہو گیا اور غصے سے گھورنے والی آنکھیں مسکراہٹوں سے لبریز ہو گئیں۔

"نیلوفر! نیلوفر!" اُس نے بلند آواز میں کہا "کوئی تمہیں بُلا رہا ہے۔"

نیلوفر سامنے برآمدے میں نمودار ہوئی۔ اُس نے زرنجت کی طرف دیکھا، پھر جھجکتی اور شرماتی ہوئی آگے بڑھی اور بولی "یاسمین یہ زرنجت ہیں۔ یہ ماہ بانو کے بھائی ہیں یہ محاذ پر گئے ہوئے تھے۔"

زرنجت نے کہا "میں تمہارے آقا سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"آپ تشریف لایئے میں اُنہیں اطلاع دیتی ہوں۔" نیلوفر یہ کہہ کر مکان کی طرف چل پڑی اور زرنجت اُس کے پیچھے ہو لیا۔

○

تھوڑی دیر بعد وہ مُلاقات کے کمرے میں فریبرز کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ فریبرز کچھ دیر خاموشی سے اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا "زرنجت میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تم واپس آنے پر خوش نہیں۔ ایک سپاہی کی بہترین صلاحیتیں جنگ کے میدان میں اُبھرتی ہیں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تم نے مجھے مایوس نہیں کیا۔ لیکن اب مجھے یہاں تمہاری ضرورت ہے۔ موجودہ حالات کے پیشِ نظر شہنشاہ اردشیر محافظ فوج کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہتے تھے اور ہم نے دس ہزار نئے سپاہی بھرتی کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ان کی تربیت کے لئے مجھے تمہاری ضرورت تھی۔ اب اردشیر مر چکا ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ محافظ فوج کی تعداد میں اضافہ کرنے کے متعلق نئے شہنشاہ کے خیالات کیا ہوں گے۔ بہرحال تم میرے نائب کی حیثیت سے کام کرو گے۔"

زرنجت نے احسانمندی کے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا "میری خوش قسمتی اِس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ مجھے کسی ذمہ داری کا اہل سمجھتے ہیں۔"

"تم کل صبح میرے دفتر میں پہنچ جاؤ۔ وہاں تمہیں ضروری ہدایات مِل جائیں گی۔"

زرنجت اُٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن فریبرز نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ دوبارہ بیٹھ گیا۔ فریبرز نے

تالی بجائی، کافور کمرے میں داخل ہوا۔ اُس نے کہا۔" کافور! سروش اور یاسمین کو یہاں بھیج دو۔"

کافور واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ خوبصورت لڑکی جسے زربخت نے پھول توڑتے دیکھا تھا ایک وجیہہ آدمی کے ساتھ جس کی عمر چالیس سے اُوپر معلوم ہوتی تھی کمرے میں داخل ہوئی۔

فریبرز نے کہا۔" زربخت! یہ میرا داماد ہے اور یہ اس کی بیٹی ہے۔"

زربخت نے اُٹھ کر گرم جوشی سے سروش کے ساتھ مصافحہ کیا اور وہ اُس کے قریب بیٹھ گئے۔

فریبرز نے سرفروش سے مخاطب ہو کر کہا۔" زربخت کا باپ میرا دوست تھا۔"

سروش نے زربخت سے کہا۔" میں تمہارے متعلق بہت کچھ سُن چکا ہوں۔ فیروز کہتا ہے کہ تم مسلمانوں کے خلاف کئی جنگوں میں حصہ لے چکے ہو اور سیدھے محاذ سے واپس آ رہے ہو۔ کیا یہ درست ہے کہ مسلمان حیرہ کی طرف بڑھ رہے ہیں اور جابان کا لشکر حیرہ سے چند منازل دور پڑاؤ ڈال کر بہمن کی ہدایات کا انتظار کر رہا ہے؟ ابھی مجھے بہمن سے ملاقات کا موقع نہیں ملا لیکن مدائن میں فوج کے جن عہدہ داروں سے میری ملاقات ہوئی ہے اُن کی باتوں سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ بہمن کو حیرہ کے متعلق بہت اطمینان ہے۔ شاید تم اس کے اطمینان کی وجہ بتا سکو۔"

زربخت نے جواب دیا۔" آپ بہمن کی فرض شناسی پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دشمن کو حیرہ کی طرف پیشقدمی کا موقع نہیں دے گا۔"

فریبرز نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔" حیرہ کی طرف مسلمانوں کی پیشقدمی کی خبر کافی پُرانی ہو چکی ہے۔ اب تمہیں یہ پوچھنا چاہیئے کہ حیرہ کے بعد اُن کی اگلی منزل کیا ہو گی یا وہ کونسا میدان ہو گا جسے بہمن اپنے اپنے سپاہیانہ کمالات دکھانے کے لئے منتخب کرے گا۔ تم مسلمانوں کے لشکر اور اُس کے سپہ سالار کے حالات معلوم کرنے کے لئے بیقرار ہو رہے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ زربخت تمہارے ہر سوال کا جواب دے سکے گا۔"

سروش نے زربخت سے مخاطب ہو کر کہا۔" ہم نے صدیوں روم اور یونان جیسی عظیم طاقتوں کا مقابلہ کیا ہے۔ ہمارے سپاہی اور سالار منظم جنگوں کے سارے طور طریقے جانتے ہیں لیکن عراق میں ہماری افواج اُن صحرانشینوں سے عاجز آ چکی ہیں جن کے ماضی کی تاریخ صرف قبائلی جنگوں تک محدود تھی اگر میں یہ

سُنتا کہ اُنہوں نے اچانک حملہ کرکے ہماری کسی سرحدی چوکی کے چند محافظ موت کے گھاٹ اُتار دیئے ہیں یا ہماری غفلت سے فائدہ اُٹھا کر کسی بستی پر قبضہ کر لیا ہے تو مجھے اس بات پر تعجب نہ ہوتا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی کہ عرب کے منتشر قبائل اچانک متحد اور منظم ہو کر ایک زبردست فوجی قوت کے مالک بن گئے ہیں اور منظم جنگوں کے جو تجربات ہمیں صدیوں میں حاصل ہوئے تھے وہ اُنہوں نے چند برس کے اندر اندر حاصل کر لئے ہیں؟"

زرنجت نے جواب دیا "عربوں کی کایا پلٹ موجودہ دور کی تاریخ کا عظیم ترین معجزہ ہے۔ اُنہیں میدان میں دیکھ کر ایسا محسُوس ہوتا ہے کہ جنگ اُن کے لئے ایک کھیل ہے۔ ابتداء میں میں یہ سمجھتا تھا کہ کوئی تجربہ کار ایرانی یا رومی جرنیل اُن کی راہنمائی کر رہا ہے لیکن اب ہمارے انتہائی آزمُودہ کار جرنیل بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبُور ہو گئے ہیں کہ ایران کے مقابلے میں ایک نئی سلطنت اور ایک نئی قوم میدان میں آچکی ہے اور اُن کے فوجی رہنماؤں نے جنگ جیتنے کے وہ طریقے معلوم کر لئے ہیں جو ہمیں معلوم نہ تھے۔ ہم جب اُن کے ساتھ قوت آزمائی کے لئے کوئی میدان منتخب کرتے ہیں تو ہمیشہ یہ دیکھتے ہیں کہ ہماری فتح یا شکست کے امکانات کیا ہیں۔ ہمارے سالار اگر بیس ہزار سپاہیوں کو کافی سمجھتے ہوں تو اُنہیں اُس وقت تک اطمینان نہیں ہوتا جب تک کہ اُن کے جھنڈے تلے چالیس ہزار سپاہی جمع نہ ہو جائیں لیکن مسلمان جب کسی محاذ کا رُخ کرتے ہیں تو اُنہیں اس بات کی قطعاً پروا نہیں ہوتی کہ اُن کی تعداد کتنی ہے۔ اُن کا ہر سپاہی اپنے عزم و یقین کو فتح کی آخری ضمانت سمجھتا ہے۔ پھر جنگ کے میدان میں اُن کا جوش و خروش اُن دیوانوں کی طرح نہیں ہوتا جو ایک منظم لشکر کے سامنے میلے کی بھیڑ بن جاتے ہیں۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے اُن کی کوئی چال بھی کسی ہنگامی جوش یا اضطراب کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک اَدنیٰ سپاہی سے لے کر سپہ سالار تک ایک ہی دماغ سے سوچتے ہیں۔ اُن کی یلغار میں تند و تیز ہوا کے اُن جھونکوں کا تسلسل قائم رہتا ہے جو ریت کے تودوں کو اُڑا کر لے جاتے ہیں۔ اگر آپ مجھ سے یہ پوچھیں کہ فلاں میدان میں ہماری شکست کی وجُوہ کیا تھیں تو میں بلا خوف تردید اس سوال کا جواب دے سکتا ہوں لیکن ہمارے انتہائی تجربہ کار جرنیل بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ مسلمانوں کے سپہ سالار

نے فلاں میدان میں کوئی غلط قدم اُٹھایا تھا۔ خالد بن ولید کی کامیابی کا سب سے بڑا راز اُس کی رفتار میں ہے۔ جب وہ اچانک کسی نئے محاذ پر نمودار ہوتا ہے تو ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ اُس کے راستے میں زمین کی وسعتیں سمٹ گئی ہیں۔ اُس کا سخت ترین حملہ عام طور پر ہماری افواج کے اُس حصے پر ہوتا ہے جسے ہم انتہائی محفوظ سمجھتے ہیں۔ جب ہمیں اپنے میمنہ یا میسرہ کو بچانے کی فکر ہوتی ہے تو وہ ہمارے قلب کی صفیں اُلٹ دیتا ہے اور جب ہمارے سالار قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو وہ یہ دیکھتے ہیں کہ دشمن کے طوفانی دستے ہمارے عقب میں پہنچ گئے ہیں۔"

سروش نے سوال کیا۔ "خالد کے لشکر کی مجموعی تعداد کیا ہوگی؟"

زربخت نے جواب دیا۔ "اگر میں مبالغہ آرائی کروں تو بھی خالد کے لشکر کی مجموعی تعداد بیس ہزار سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ لیکن جب یہ لشکر گرد و غبار کے بادلوں سے نمودار ہوتا ہے تو ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زمین کے سینے سے کوئی نئی قوت پھوٹ نکلتی ہے۔ میرے نزدیک ایران پر مسلمانوں کا حملہ ایک مذاق سے زیادہ نہ تھا۔ لیکن اب میں اُسے ایک مذاق نہیں سمجھتا۔"

فریبرز نے کہا۔ "حقیقت پسندی ایک اچھے سپاہی کی اہم ترین خوبی ہے لیکن مدائن کی کسی اور محفل میں تمہیں ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔"

سروش نے کہا۔ "تم عراق میں مسلمانوں کی ابتدائی کامیابیوں سے بہت زیادہ بددل ہوگئے ہو۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ایران کے ساتھ مسلمانوں کی باقاعدہ جنگ ابھی شروع نہیں ہوئی۔"

زربخت نے جواب دیا۔ "میں مایوس نہیں ہوں لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ ابھی ایران کے ناخداؤں کے دل میں اس خطرے کا صحیح احساس پیدا نہیں ہوا۔"

سروش نے کہا۔ "اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم بدترین حالات میں بھی عربوں کو اپنا مدِمقابل نہیں سمجھتے لیکن تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ سوئے ہوئے شیر کو جاگنے میں دیر نہیں لگے گی۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم عراق کی حفاظت کو وہاں کی عرب آبادی کا مسئلہ سمجھتے ہیں لیکن جب ایران کی آزادی کے لئے خطرہ پیدا ہوگا تو کوہِ البرز سے لے کر دشتِ مکران تک تمام ایرانی متحد ہوجائیں گے۔ پھر ہم صحرائے عرب کے

آخری کونے تک دشمن کا تعاقب کریں گے۔ اُس وقت میری یہ خواہش ہوگی کہ میں اصفہان سے جو لشکر بھیجوں اُس کی راہنمائی تمہارے ہاتھ میں ہو۔"

"آپ اصفہان کے لشکر کے سالار ہیں۔"

سروش کی بجائے فریبرز نے جواب دیا۔ "سروش اصفہان کے علاقے میں ایک بہت بڑا رئیس ہے اُس کی جاگیر تیس دیہات پر مشتمل ہے اور اُس کے اپنے لشکر کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ یہ اردشیر کی دعوت پر یہاں آیا تھا لیکن وہ اس کی آمد سے ایک ساعت قبل اپنا آخری سانس لے چکا تھا۔"

تھوڑی دیر بعد زربخت رخصت کی اجازت لے کر اُٹھا تو یاسمین نے آہستہ سے اپنے نانا کے کان میں کچھ کہا اور وہ اثبات میں سر ہلانے کے بعد زربخت سے مخاطب ہوا۔ "یاسمین تمہاری بہن سے ملنا چاہتی ہے۔ آج اگر تم نہ آتے تو میں اُسے کافور اور نیلوفر کے ساتھ تمہارے گھر بھیجنے کی کوشش کرتا۔ اب تم اُسے یہاں لے آؤ۔ یاسمین ایک ہفتہ یہاں رہے گی اور میں چاہتا ہوں کہ اتنے دن ماہ بانو بھی ہمارے پاس رہے۔"

زربخت نے جواب دیا۔ "جناب! میں اُسے ابھی یہاں لے آتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ ان سے مل کر بہت خوش ہوگی۔" پھر اُس نے سر جھکا کر فریبرز اور سروش کو سلام کیا۔ اس کے بعد جھجکتے ہوئے یاسمین کی طرف دیکھا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ نیلوفر راستے میں کھڑی تھی اور اُس کے ہاتھ میں گلاب کے پھول تھے۔ وہ رُکا اور نیلوفر نے آگے بڑھ کر اُسے پھولوں کا گلدستہ پیش کرتے ہوئے کہا۔ "لیجئے ماہ بانو کو گلاب کے پھول بہت پسند ہیں۔"

زربخت نے گلدستہ پکڑتے ہوئے کہا۔ "لیکن وہ خود یہاں آرہی ہے۔"

"کب؟"

"ابھی میں اُسے لینے جا رہا ہوں اور وہ چند دن یہیں رہے گی۔"

"آپ اُسے یہاں چھوڑ کر محاذِ جنگ پر واپس چلے جائیں گے؟"

"نہیں اب مجھے شاید کافی عرصہ مدائن میں رہنا پڑے۔"

نیلوفر کا اُداس چہرہ اچانک مسرّتوں سے لبریز ہو گیا۔ زر بخت نے ایک ثانیہ کے لئے اُس کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر آگے چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ دریا کے کنارے کشادہ سڑک پر اپنے گھر کا رُخ کر رہا تھا تو اُسے ایسا محسُوس ہوتا تھا کہ اس بھولی بھالی لڑکی کی دبی دبی مسکراہٹ اُس روشنی کے سیلاب میں گم ہو کر رہ گئی ہے جو اُس نے یاسمین کے چہرے پر دیکھی تھی۔

اس کے بعد زر بخت کے لئے مدائن میں یاسمین کے قیام کا ایک ایک لمحہ سرمایۂ حیات بن چکا تھا اور وہ ماضی کے تاریک راستوں سے کترا کر مستقبل کی اُن منازل کی طرف دوڑنے کے لئے بیقرار تھا جہاں اُمیدوں کے چراغ جگمگاتے تھے لیکن یہ حسین اور شوخ لڑکی جس نے اُس کے خواب و خیال کی دنیا میں مُسکراہٹوں کے موتی بکھیر دیئے تھے۔ ایک ایسے آدمی کی نواسی تھی جسے وہ اپنا سب سے بڑا محسن خیال کرتا تھا۔ وہ گھنٹوں اور پہروں یاسمین کے متعلق سوچتا۔ پھر یکایک اُسے ان گنت ہنستی اور مسکراتی ہوئی خیالی تصویروں کے درمیان فریبرز کی سنجیدہ صورت دکھائی دیتی اور مستقبل کی حسین منازل کے راستے خوف اور ندامت کے احساس میں گم ہو کر رہ جاتے۔

فوجی مستقر میں اپنے فرائض سے فارغ ہونے کے بعد وہ ہر شام سیدھا اپنے گھر جانے کا ارادہ کرتا لیکن راستے میں چند بار رُک رُک کر سوچنے کے بعد یاسمین کو دیکھنے کی خواہش اُس کے ارادوں پر غالب آجاتی اور وہ فریبرز کے ہاں پہنچ جاتا۔ پھر وہ اُسے رات کے کھانے کے لئے روک لیتے۔ ایک رات کھانا کھانے کے بعد اُس نے فریبرز سے گھر جانے کی اجازت مانگی تو مروش نے اچانک سوال کیا۔ "تم شطرنج کھیلنا جانتے ہو؟"

"ہاں!" اُس نے جواب دیا۔ "لیکن میں اچھا کھلاڑی نہیں ہُوں۔"

"بیٹھ جاؤ! میں بھی کوئی اچھا کھلاڑی نہیں ہُوں۔"

وہ بیٹھ گیا۔ فریبرز تھوڑی دیر اُن کا کھیل دیکھتا رہا۔ پھر وہ اچانک اُٹھا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ زر بخت نے پہلی بازی جیتنے اور دوسری بازی ہارنے کے بعد گھر جانے کی اجازت مانگی لیکن

سروش نے کچھ دیر اور کھیلنے پر اصرار کیا۔ یاسمین اور ماہ بانو کچھ دیر اُن کے پاس بیٹھی رہیں۔ بالآخر یاسمین نے کہا: "چلو بہن ہم آرام کریں۔ ان کا کھیل طلوعِ آفتاب سے پہلے ختم نہ ہوگا۔"

وہ بالاخانے پر چلی گئیں اور اس کے بعد زربخت اور سروش دیر تک پورے انہماک کے ساتھ کھیلتے رہے۔ آدھی رات کے قریب آخری بازی ہارنے اور کھیل ختم کرنے کے بعد سروش نے کہا: "میرا خیال ہے کہ اب تمہیں گھر جانے کی بجائے یہیں آرام کرنا چاہیئے۔"

زربخت نے جواب دیا: "نہیں اب مجھے اجازت دیجیئے، گھر میں سہیل میرا انتظار کر رہا ہوگا۔"

سروش نے پوچھا: "سہیل کون ہے؟"

"وہ ہمارے علاقے کے ایک عرب کسان کا بیٹا ہے لیکن میں اُسے اپنا بھائی سمجھتا ہوں۔"

سروش نے کہا: "مجھے یقین نہیں آتا کہ موجودہ دَور میں کوئی عرب ایرانیوں کا دوست ہو سکتا ہے۔"

زربخت نے جواب دیا: "اُسے دیکھ کر آپ یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ وہ عرب ہے۔ میں نے اُسے فوجی مدرسے میں داخل کروا دیا تھا۔ اب مدائن کا کوئی لڑکا تیر اندازی، نیزہ بازی یا تیغ زنی میں اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اُس کی گفتگو سُن کر آپ یہ محسوس کریں گے کہ اُس نے ایک عرب کسان کی کسی ایرانی رئیس کے ہاں پرورش پائی ہے۔"

سروش نے کہا: "میں رومیوں کے خلاف کئی جنگوں میں حصّہ لے چکا ہوں۔ شام کے معرکوں میں کئی عرب قبائل نے ہمارا ساتھ دیا تھا اور مجھے پہلی بار اُنہیں دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ یہ لوگ ابتدا میں منظم جنگ کے طریقوں سے واقف نہیں تھے لیکن چند لڑائیوں میں شریک ہونے کے بعد وہ کسریٰ کے لشکر کا بہترین حصّہ بن چکے تھے اور ہم یہ محسوس کرتے تھے کہ اگر حالات سازگار ہوں اور اُنہیں مقصد کے لئے متحد اور منظم رکھا جاسکے تو وہ کسی بات میں بھی ایرانیوں یا رومیوں سے پیچھے نہیں ہیں۔"

زربخت نے کہا: "آپ اُس زمانے کی بات کر رہے ہیں جب ہم عرب کو ایک ریاست یا اہلِ عرب کو ایک قوم نہیں کہتے تھے اور اُن کے درمیان قبائلی اور خاندانی منافرتوں کی دیواریں کھڑی تھیں لیکن اب ایک نئے دین کے باعث وہاں ایک بے مثال قوت اُبھر رہی ہے۔ عراق کے معرکوں میں مسلمانوں کا

نظم و ضبط دیکھ کر مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اُنہوں نے برسوں کسی خفیہ مرکز میں فوجی تربیت حاصل کرنے کے بعد ہم پر حملہ کیا ہے۔ ہماری فوج کے جن عہدہ داروں نے رومیوں کے خلاف شام کے میدانوں میں جنگیں لڑی تھیں وہ یہ کہا کرتے تھے کہ عرب قبائل صرف لُوٹ مار کے شوق میں ہمارا ساتھ دیتے تھے لیکن فتوحات کے بعد بھُوکے درندوں کی طرح شام کی بستیوں اور شہروں پر ٹوٹ پڑتے تھے لیکن اب عراق میں مسلمانوں نے ایسی روایات قائم کی ہیں جن کی مثال عرب ہی نہیں بلکہ ایران اور رُوم کے ماضی کی تاریخ سے بھی نہیں ملتی۔ وہاں مفتوحہ علاقوں کی بستیوں اور شہروں کے باشندے اُنہیں اپنے نجات دہندہ اور محافظ خیال کرتے ہیں یہ تو بعد میں معلوم ہوگا کہ ان کے حقیقی عزائم کیا ہیں لیکن موجودہ صُورت یہ ہے کہ عراق کے سرحدی قبائل کی ایک بڑی تعداد اپنی قسمت مسلمانوں کے ساتھ وابستہ کر چکی ہے۔ اُن کا دین بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔"

سروش نے کہا: "اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کی غیر متوقع کامیابیوں نے لوگوں کے حوصلے پست کر دیئے ہیں لیکن تم دیکھو گے کہ جونہی اُنہیں کسی میدان میں شکست ہوگی، پُورے عراق میں اُن کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑک اُٹھے گی اور یہی قبائل جنہوں نے مسلمانوں کو فاتح سمجھ کر گھٹنے ٹیک دیئے ہیں اُن کا پیچھا کرنے میں ایرانی افواج کا ساتھ دیں گے۔"

زرنجت نے کہا: "یہ درست ہے لیکن مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ ہم نے اپنے دشمن کو بہت زیادہ ڈھیل دی ہے۔"

سروش نے کہا: "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ ایران اور عرب کا مقابلہ ہاتھی اور چیونٹی کا مقابلہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ شہنشاہ بہت جلد کوئی اہم قدم اُٹھائیں گے۔"

○

تھوڑی دیر بعد زرنجت دریا کے کنارے کشادہ سڑک پر اپنے گھر کا رُخ کر رہا تھا۔ اچانک سامنے سے ایک سوار نمودار ہوا اور وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ سوار نے اُس کے قریب پہنچ کر گھوڑا روکتے ہوئے آواز دی: "کون، بھائی جان؟"

"ہاں سہیل! لیکن تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟"

سہیل نے گھوڑے کی ننگی پیٹھ سے کودتے ہوئے کہا: "آپ نے بہت دیر لگائی۔ میں فریبرز کے ہاں آپ کا پتہ کرنے جا رہا تھا"۔

زربخت نے شفقت سے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "دیکھو سہیل! اگر مجھے کبھی دیر ہو جائے تو تم سو جایا کرو"۔

سہیل نے شکایت کے لہجے میں کہا: "اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ اتنی دیر سے آئیں گے تو میں اس قدر پریشان نہ ہوتا۔ مجھے ڈر تھا کہ راستے میں کسی دشمن نے آپ پر حملہ نہ کر دیا ہو"۔

زربخت نے ہنستے ہوئے جواب دیا: "مدائن میں میرا کوئی دشمن نہیں۔ آیندہ کبھی دیر ہو جائے تو تم یہ سمجھ لیا کرو کہ میں فریبرز یا کسی اور دوست کے ہاں رُک گیا ہوں"۔

"لیکن آپ یہ بھی تو کہا کرتے ہیں کہ مدائن میں دوستوں کو دشمن اور دشمنوں کو دوست بنتے دیر نہیں لگتی"۔

زربخت نے جواب دیا: "یہ بات میں نے کسی بادشاہ یا شہزادے کے دوستوں کے بارے میں کہی ہوگی۔ لیکن میں ایک عام آدمی ہوں۔ اب چلو"۔

سہیل نے کہا: "آپ گھوڑے پر سوار ہو جائیں، میں آپ کے پیچھے آتا ہوں"۔

"نہیں میں پیدل چلنا چاہتا ہوں"۔

"تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا"۔

سہیل تھوڑی دیر گھوڑے کی باگ پکڑ کر خاموشی سے زربخت کے ساتھ چلتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔

"بھائی جان! ماہ بانو کب تک فریبرز کے ہاں ٹھہریں گی؟"

زربخت نے جواب دیا: "فریبرز کے مہمان چار دن بعد یہاں سے چلے جائیں گے اور پھر وہ بھی گھر آ جائے گی"۔

سہیل نے پوچھا: "بھائی! آپ نے میرے متعلق کسی سے بات چیت کی ہے؟"

"کیسی بات؟"

"آپ نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے مکتب سے فارغ ہونے کے بعد باقاعدہ فوج میں لے لیا جائے گا"۔

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ لیکن تم ابھی بہت چھوٹے ہو تمہیں کم از کم ایک سال اور صبر کرنا پڑے گا"۔

"لیکن اگر ایک سال بعد جنگ ختم ہو گئی تو ؟"

"اگر ختم ہو گئی تو بھی فوج میں ہونہار جوانوں کی ضرورت ختم نہیں ہو گی۔"

"لیکن اب مکتب میں میرا کوئی کام نہیں رہا اور میرے اُستاد یہ کہتے ہیں کہ مجھے اب صرف کسی میدانِ جنگ کا عملی تجربہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ دیکھئے مجھ سے چھوٹے قد اور نہایت کمزور جسم کے لڑکے جنہیں ہر مقابلے میں مات دے چکا ہوں، فوج میں جا چکے ہیں۔"

"لیکن وہ بڑی عمر کے ہوں گے ــ" سُنو سہیل! جنگ کوئی اچھی چیز نہیں ہوتی، جو لڑکے سپاہی کہلانے کے شوق میں گھر سے نکلتے ہیں، اُنہیں جنگ کا عملی تجربہ حاصل کرنے کے بعد ہمیشہ اس بات کا افسوس ہوتا ہے کہ کاش ہم اس قدر جلد بازی سے کام نہ لیتے اور کمسنی کے ایام سیر و تفریح میں گزارتے۔ اب تمہیں فوج میں کوئی اچھا عہدہ حاصل کرنے کے لئے زیادہ عرصہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ اگر تمہیں مدائن میں رہ کر اکتاہٹ محسوس ہوتی ہے تو میں تمہیں کہیں باہر بھیج سکتا ہوں۔ فریبرز کا داماد تین چار دن تک واپس جا رہا ہے۔ اُس کا گھر اصفہان میں ہے اور یہ بہت خوبصورت علاقہ ہے۔ میں یہ کوشش کروں گا کہ وہ تمہیں ساتھ لے جائے۔"

سہیل نے سراپا احتجاج بن کر کہا۔ "نہیں نہیں بھائی جان! میرے لئے دُنیا کا کوئی اور شہر مدائن سے بہتر نہیں ہو سکتا۔"

"ارے تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔ سُنو! مروش کے ساتھ اُس کی بیٹی بھی جا رہی ہے اور میرا خیال ہے کہ اُن کے ذاتی نوکروں کے علاوہ فریبرز کے چند سپاہی بھی راستے میں اُن کی حفاظت کے لئے بھیجے جائیں گے اور میں اُسے کہوں گا کہ تم ایک بہترین سپاہی کی ذمہ داریاں پوری کر سکتے ہو۔"

"بھائی جان!" سہیل نے اپنے دل میں دھڑکنیں محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "وہ مجھے دیکھ کر یہ تو نہیں کہیں گے کہ میری عمر بہت چھوٹی ہے۔"

"نہیں، جب میں اُنہیں یہ بتاؤں گا کہ تم ایک ہوشیار، بہادر اور قابلِ اعتماد جوان ہو تو وہ تمہاری عمر کے متعلق نہیں پُوچھیں گے۔"

"بھائی جان!" سہیل نے قدرے توقف کے بعد پُوچھا۔ "کل آپ اُن کے پاس جائیں گے ؟"

"ہاں! میں ہر روز اُن کے پاس جایا کروں گا۔"

"آپ انہیں میرے متعلق یہ کہنا بھول تو نہیں جائیں گے کہ وہ مجھے چند دن کے لئے ساتھ لے جائیں۔"

"نہیں، تم اس بات کی تسلی رکھو کہ تم اُن کے ساتھ جا رہے ہو۔"

سہیل کچھ دیر خاموشی سے زربخت کے ساتھ چلتا رہا۔ پھر اُس نے سوال کیا۔ "بھائی جان! اصفہان یہاں سے کتنی دُور ہے؟"

"اصفہان بہت دُور ہے، تمہیں کئی دن سفر کرنا پڑے گا۔"

"اصفہان کے راستے میں چور اور ڈاکو بھی ہوتے ہوں گے؟"

"چور اور ڈاکو ہر راستے میں ہوتے ہیں۔"

"پھر میں ایک فالتو ترکش بھی ساتھ لے جاؤں گا۔"

"وہ کس لئے؟"

"ڈاکوؤں کے لئے۔"

"ڈاکو سروش جیسے آدمیوں پر حملہ نہیں کرتے۔"

"لیکن یہ تو ہو سکتا ہے کہ راستے میں کسی علاقے کا مرزبان یا کسی شہر کا حاکم اُن کا دشمن ہو اور وہ ..."

زربخت نے ذرا تلخی سے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "سروش فریبرز کا داماد ہی نہیں بلکہ اپنے علاقے کا ایک بہت بڑا سردار ہے اور اُس کے ایک ہزار سپاہی ہر وقت اس کے اشارے پر جان دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔"

سہیل کو باقی راستہ اس موضوع پر مزید لب کشائی کی جرأت نہ ہوئی۔ تاہم اُسے اس بات کا ملال تھا کہ اُسے اصفہان کے طویل سفر میں بھی اپنے سپاہیانہ جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملے گا۔

○

اگلے روز زربخت فریبرز کے گھر پہنچا تو آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ جب وہ ڈیوڑھی سے آگے پائیں باغ میں داخل ہوا تو یاسمین اچانک انار اور انجیر کے درختوں سے نکل کر اُس کے سامنے آگئی۔ وہ

رُک گیا اور مذبذب سا ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ یاسمین مسکراتی ہوئی آگے بڑھی، پھر یکایک اُس کی نگاہیں جُھک گئیں اور اُس نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ "آپ اپنی بہن کو تلاش کر رہے ہیں ؟"

"ہاں ! وہ کہاں ہے ؟"

"وہ نیلوفر کے ساتھ حوض کے کنارے بیٹھ گئی تھی اور میں ذرا گھومنا چاہتی تھی۔"

"اچھا آپ سیر کریں۔" زربخت یہ کہہ کر آگے بڑھا۔ لیکن یاسمین نے کہا۔ "ابّا جان اور نانا جان بھی گھر پر نہیں ہیں وہ کسی دوست کے گھر گئے ہیں تھوڑی دیر تک واپس آجائیں گے۔" زربخت رُک گیا۔

ایک طرف سے نیلوفر کی آواز سُنائی دی۔ "یاسمین ! یاسمین !"

یاسمین نے شرارت آمیز تبسّم کے ساتھ زربخت کی طرف دیکھا اور بھاگ کر ایک درخت کی اوٹ میں چلی گئی۔ نیلوفر نے دوبارہ آواز دی تو یاسمین نے جھکی ہوئی ٹہنیوں سے سر نکال کر زربخت کی طرف دیکھا اور اپنے ہونٹوں پر اُنگلی رکھتے ہوئے پھر درخت کے پیچھے رُوپوش ہو گئی۔ پھر ماہ بانو کی آواز آئی۔

"نیلوفر تم شور کیوں مچا رہی ہو ؟ وہ اندر چلی گئی ہو گی۔ چلو !"

زربخت چند ثانیے یاسمین کے دبے دبے قہقہے سُنتا رہا۔ پھر اُس نے کہا۔ "یاسمین اب تمہیں چھپنے کی ضرورت نہیں۔ وہ واپس جا رہی ہیں۔"

یاسمین کے قہقہے خاموش ہو گئے۔ زربخت نے قدرے توقف کے بعد آہستہ سے آواز دی۔ "یاسمین !" لیکن کوئی جواب نہ آیا تو وہ آپس میں ملے ہوئے درختوں کے نیچے جُھک کر آگے بڑھا۔ یاسمین چند قدم دُور کھڑی مسکرا رہی تھی۔ زربخت واپس مڑنا چاہتا تھا لیکن یاسمین کی بیباک نگاہیں اُس کے پاؤں کی زنجیریں بن گئیں۔ ایک لمحہ کے لئے وہ تذبذب کے عالم میں کھڑا رہا۔ پھر اچانک اُس کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ جھجکتا ہُوا آگے بڑھا۔ یاسمین کی نگاہیں جھک گئیں۔

زربخت نے بڑی مشکل سے کہا۔ "یاسمین ! میرا خیال تھا کہ تم چھپ کر گھر پہنچ گئی ہو۔" اُس نے گردن اُٹھائی اور پھر اُن کی دنیا، ایک دوسرے کی رفاقت کے احساس تک محدُود ہو کر رہ گئی ہے۔ ایک ایسا احساس جس کی ترجمانی کے لئے الفاظ کی ضرورت نہ تھی اُن کے درمیان اجنبیت کے پردے اُٹھ چکے تھے۔

یاسمین نے کہا "میرا خیال تھا کہ میں اصفہان جانے سے پہلے آپ کو یہ نہیں بتا سکوں گی کہ مجھے آپ کا انتظار رہے گا۔ ابا جان کہتے تھے کہ انہوں نے آپ کو اصفہان آنے کی دعوت دی ہے۔ آپ آئیں گے نا؟"

زربخت مسکرایا "یہ سوال تم اُن کے سامنے بھی پوچھ سکتی تھیں۔ میں ضرور آؤں گا"

"آپ بھُول تو نہیں جائیں گے؟"

"تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں بھُول نہیں سکوں گا۔ لیکن ...."

"لیکن کیا؟" یاسمین نے مضطرب ہو کر کہا "کچھ نہیں اب چلو!"

یاسمین نے اپنے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اُس کا بازو تھام لیا "بولئے آپ خاموش کیوں ہو گئے۔ کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ آپ مجھے یاد رکھ سکیں"

زربخت نے آخری بار سنبھلنے کی کوشش کی "یاسمین تم فریبرز کی نواسی اور سروش کی بیٹی ہو اور ہمارے درمیان کئی دریا اور پہاڑ ہیں۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ مستقبل کے کسی اُفق سے آگے ہمارے راستے ایک ہو سکتے ہیں"

یاسمین نے اپنا سر اُس کے کشادہ سینے کے ساتھ لگا دیا اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا "میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آپ میرے ہیں"

زربخت نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "یاسمین! یاسمین! تمہارے نانا، تمہارے ابا کیا کہیں گے؟"

"آپ اُن سے ڈرتے ہیں؟"

"تمہیں اُن سے خوف محسُوس نہیں ہوتا؟"

"نہیں، اور آپ کو بھی اُن سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ آپ کی عزت کرتے ہیں۔ میں اُن کی باتیں سُن چکی ہُوں"

زربخت نے اُس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا "یاسمین! میں اُن کا شکر گزار ہوں کہ وہ مجھے قابلِ عزت سمجھتے ہیں لیکن فرض کرو وہ اچانک یہاں آجائیں اور ہماری باتیں سُن لیں تو کیا خیال کریں گے؟"

یاسمین نے جواب دیا۔ "میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ انہیں دیکھ کر بھاگ گئے یا کنوئیں میں چھلانگ لگانے کی کوشش نہیں کروں گی۔"

زربخت نے شکست خوردہ لہجے میں جواب دیا۔ "یاسمین! تم ہر لحاظ سے ایک شہزادی ہو اور میری حیثیت ایک لُٹے ہوئے مسافر سے زیادہ نہیں لیکن اگر قدرت کا کوئی معجزہ مجھے اس قابل بنا دے کہ میں تمہارے نانا اور تمہارے ابا کے سامنے کوئی جھجک اور ندامت محسوس کئے بغیر اپنی خواہشات کا اظہار کر سکوں تو میرا پہلا اور آخری سوال تمہارے متعلق ہو گا لیکن اس وقت میرے دل کی دھڑکنیں یہ کہہ رہی ہیں زربخت! فیروز کی نواسی بہت نادان، بہت خوبصورت اور بہت رحمدل ہے لیکن وہ تمہارے لئے نہیں تم بیوقوف نہ بنو، یہاں سے بھاگ جاؤ۔ جب سروش کی بیٹی اصفہان پہنچ جائے گی تو اُسے یہ یاد بھی نہیں رہے گا کہ تم کون تھے۔"

"نہیں، آپکے دل کی دھڑکنیں یہ کہہ رہی ہیں کہ اب آپ بھاگ نہیں سکتے۔ یاسمین بہت بدصورت ہے لیکن آپ کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔" وہ یہ کہہ کر ہنس پڑی اور دُور فضائیں اُس کے نقرئی قہقہوں سے لبریز ہو گئیں۔

"یاسمین! یاسمین!" مکان کی سمت سے نیلوفر کی آواز سنائی دی۔

یاسمین نے برہم ہو کر کہا۔ "اس بیوقوف لڑکی کو وہم ہو گیا ہے کہ اس باغ میں بھیڑیئے گھس آئے ہیں۔"

زربخت نے کہا۔ "تم جاؤ یاسمین!"

"اور آپ؟"

"میں اب واپس جاؤں گا۔"

"نہیں جب تک نانا جان نہیں آتے، آپ نہیں جا سکتے۔"

"اچھا چلو!"

وہ چل دیئے، درختوں سے نکل کر انہیں نیلوفر اور ماہ بانو دکھائی دیں۔ یاسمین نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا۔ "نیلوفر، تم شور کیوں مچا رہی ہو؟"

نیلوفر بھاگ کر آگے بڑھی لیکن یاسمین کے پیچھے زربخت کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ پھر اُس نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "آپ کہاں غائب ہو گئی تھیں؟"

اُس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔" میں دریا میں چھلانگ لگانے چلی گئی تھی اور یہ مجھے راستے سے واپس لے آئے ہیں۔"

ماہ بانو نے آگے بڑھ کر کہا۔" تمہیں نیلوفر کو پریشان نہیں کرنا چاہیئے۔ اُس نے مکان کا ایک ایک کمرا چھان مارا ہے۔"

یاسمین بولی۔" سچ کہو نیلوفر! تم واقعی پریشان تھیں؟"

نیلوفر نے جواب دینے کی بجائے مُنہ پھیر لیا، لیکن جب یاسمین آگے بڑھ کر اُس کے ساتھ لپٹ گئی تو وہ بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکی۔

○

چند منٹ بعد زربخت مُلاقات کے کمرے میں یاسمین اور ماہ بانو کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ اچانک یاسمین نے کہا۔" ارے میں آج ایک بات پوچھنا بھول گئی تھی۔ حسان کون ہے؟"

اگر کمرے میں اچانک کوئی ڈاکو ننگی تلوار لیئے داخل ہو جاتا تو بھی ماہ بانو اور اُس کا بھائی اس قدر پریشان نہ ہوتے۔ بہن اور بھائی کچھ دیر جواب طلب نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور پھر اُن کی نگاہیں یاسمین کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔

یاسمین نے ماہ بانو سے مخاطب ہو کر کہا۔" گزشتہ رات آپ نے نیند کی حالت میں دو تین بار کسی کو" حسان! حسان!" کہہ کر آوازیں دی تھیں اور صبح مجھے یہ پُوچھنا یاد نہ رہا کہ حسان کون ہے۔"

ماہ بانو اضطراب کی حالت میں اُٹھ کر کھڑی ہو گئی اور زربخت نے کہا۔" حسان ہمارا ایک بدترین دشمن تھا۔"

یاسمین نے کہا۔" لیکن لوگ اپنے بدترین دشمنوں کو خواب میں اسقدر بیقرار ہو کر آوازیں نہیں دیتے۔"

ماہ بانو اچانک کمرے سے نکل گئی اور یاسمین مضطرب سی ہو کر کچھ دیر زربخت کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اُس نے اُٹھ کر کہا۔" مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ اس قدر پریشان ہو گی۔ ورنہ میں اُس کے سامنے یہ نام نہ لیتی۔ میں اُسے بُلاتی ہُوں۔"

" نہیں نہیں! تم بیٹھ جاؤ۔ اس وقت اُسے پریشان کرنا مناسب نہیں تم نے جس آدمی کا نام لیا تھا

ہم اُسے اپنے باپ کا قاتل سمجھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ماہ بانو نے خواب میں اُن سے رحم کی درخواست کی ہو؟"
یاسمین نے کہا "مجھے افسوس ہے۔ کاش میں اُسے یہ خواب یاد نہ دلاتی۔ وہ زندہ ہے؟"
"مجھے معلوم نہیں۔"
"آپ کی بہن کو کہیں اس بات کا رنج تو نہیں کہ آپ نے اپنے باپ کے قاتل سے انتقام نہیں لیا؟"
"اگر وہ زندہ ہے تو میری بہن کو زیادہ عرصہ اس بات کا افسوس نہیں رہے گا۔ میں اُس کے پاس جاتا ہوں۔" زربخت یہ کہہ کر اُٹھا اور کمرے سے نکل کر بالاخانے کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ماہ بانو کے کمرے میں کھڑا تھا۔ وہ سر جھکائے کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔
زربخت نے آگے بڑھ کر اُس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "میری بہن تمہیں اس قدر پریشان نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ یاسمین نے شرارت سے اُس کا ذکر نہیں کیا تھا، اُسے کیا معلوم کہ حسان کون تھا!"
ماہ بانو نے اپنے بھائی کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔
زربخت کچھ دیر خاموش کھڑا رہا، پھر اُس نے کہا "یاسمین کو تمہارے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ میں نے اُسے سمجھا دیا ہے کہ حسان ہمارا بدترین دشمن تھا۔ وہ آئندہ تمہارے سامنے اُس کا ذکر نہیں کرے گی۔ اب نیچے چلو!"
"بھائی جان آپ جائیں۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

○

تیسرے روز علی الصباح زربخت سہیل کے ساتھ فریبرز کے گھر پہنچا تو بیس مسلح آدمی جو رومش کے ساتھ اصفہان جا رہے تھے اور دروازے سے باہر اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامے کھڑے تھے۔ سامان سے لدے ہوئے آٹھ اُونٹ دس مسلح سواروں کی حفاظت میں ایک ساعت قبل روانہ ہو چکے تھے۔ زربخت اپنے گھوڑے سے اُتر کر اُس کی باگ ایک نوکر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے سہیل کی طرف متوجہ ہوا۔ "سہیل تم یہیں ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔ اور سنو میں تمہیں پھر ایک بار تاکید کرتا ہوں کہ تمہیں کسی حالت میں بھی ان لوگوں کے سامنے اپنے بھائی کا ذکر نہیں کرنا چاہیئے اور تمہیں کسی کے سامنے بالخصوص فریبرز کی بیوی کے سامنے اپنی

سرگزشت بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔"

سہیل نے جواب دیا۔" بھائی جان آپ مطمئن رہیں۔ مجھے آپ کی نصیحت نہیں بھولے گی۔"

زربخت کچھ اور کہے بغیر دروازے کی طرف بڑھا تو چند قدم دُور سروش اور فریبرز دکھائی دیئے اُن کے پیچھے یاسمین، نیلوفر اور اُس کے والدین آرہے تھے۔ وہ رُک گیا۔ تھوڑی دیر بعد سروش، یاسمین اور اُن کے محافظ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

زربخت نے سروش سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔" میں سہیل کو لے آیا ہوں اور اُسے اصفہان دیکھنے سے زیادہ اِس بات کی خوشی ہے کہ اُسے پہلی بار فوجی مکتب سے باہر کوئی ذمہ داری سونپی گئی ہے سہیل جنگ میں شریک ہونے کے لئے بے قرار ہے لیکن فوج میں کوئی اہم عہدہ حاصل کرنے کے لئے یہ عمر موزوں نہیں۔ اگر اسے اصفہان کی آب و ہوا راس آگئی تو کچھ عرصہ آپ کے پاس رہے گا۔"

سروش نے سہیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔" میں نے اپنا لشکر تیار کرنے کے لئے دو ماہ کی مہلت مانگی ہے اور اس عرصہ میں ہم اسے اُداس نہیں ہونے دیں گے۔ اگر مجھے شہنشاہ کا بلاوا آگیا تو میں اِسے اپنے ساتھ لے آؤں گا۔ لیکن اگر مسلمانوں کے ہماری جنگ اِس سے پہلے ہی ختم ہو گئی تو اصفہان میں دلچسپی کے کئی سامان موجود ہوں گے۔ اگر یہ اچھا سوار ہے تو میرے اصطبل میں بہترین گھوڑے ہیں اور اگر یہ ایک اچھا تیر انداز یا نیزہ باز ہے تو میں اپنے لشکر میں بھی اسے کوئی موزوں عہدہ دے سکوں گا۔ اس صورت میں اِسے فوراً مدائن لوٹنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

زربخت نے یاسمین کی طرف دیکھا لیکن اُسے کچھ کہنے کی جراٴت نہ ہوئی۔ وہ مسکرا رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی اُس کی خوبصورت آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ سروش نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور یہ مختصر سا قافلہ وہاں سے چل پڑا۔

باب ۱۵

انفشاد دریائے فرات کے کنارے ایک اہم تجارتی مرکز تھا اس پر قبضہ کرنے کے بعد خالد بن ولید نے مقامی تاجروں سے کشتیاں حاصل کیں اور چند دستوں کے ساتھ دریا کے راستے حیرہ کا رُخ کیا۔ حیرہ عراق کے عیسائی قبائل کا مرکز تھا اور اس کے ایرانی گورنر کا نام آزادبہ تھا۔ خالد بن ولید کے لشکر نے ابھی زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا تھا کہ اہلِ حیرہ نے چند میل اُوپر دریا کے بند سے پانی روک کر نہروں میں چھوڑ دیا اور کشتیاں چلتے ہوئے دریا کے دلدل میں پھنس کر رہ گئیں۔ خالدؓ چند جانبازوں کے ساتھ کشتی سے اُتر کر بند کی طرف بڑھے اور وہاں آزادبہ کے بیٹے کی راہنمائی میں دریا کا پانی روکنے والے ایرانی دستوں پر حملہ کر دیا۔ حیرہ کے حاکم کا بیٹا مارا گیا اور ایرانی چند لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ دریا کا پانی کھلوانے کے بعد خالد بن ولید دوبارہ اپنے لشکر سے آملے اور کشتیوں پر سفر کرتے ہوئے خورنق کے قریب پہنچ گئے۔ پھر انہوں نے کشتیوں سے اُتر کر یکے بعد دیگرے خورنق اور نجف پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد حیرہ کے سامنے ڈیرے ڈال دیئے۔

آزادبہ کو کسریٰ اردشیر کی موت اور اُس کے بعد اپنے بیٹے کی ہلاکت کی خبر ملی تو اُس نے حیرہ سے راہِ فرار اختیار کی اور اہلِ حیرہ شہر کے گرد چار قلعوں میں محصور ہو کر بیٹھ گئے لیکن مسلمانوں کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ وہ زیادہ دیر مزاحمت نہ کر سکے۔ عیسائی قبائل کے سرداروں اور کلیسا کے اکابر کا ایک وفد خالد بن ولید کے پاس حاضر ہوا اور انہوں نے صلح کی شرائط قبول کرنے کے بعد قلعوں کے دروازے کھول دیئے۔

حیرہ میں مسلمانوں کے پُرامن داخلے اور اُس کے بعد صلح کی شرائط پُورا کرنے میں اُن کی مستعدی اور دیانتداری سے مقامی عربوں کا متاثر ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ ماضی کے ادوار میں صرف یہ دیکھا گیا تھا کہ دو متحارب قوتوں کے درمیان صلح کے معاہدوں کی شرائط ہمیشہ طاقتور یا بالادست فریق کی خواہشات کی

ترجمانی کرتی تھیں۔ کمزوری یا بے بسی کا اعتراف کرنے والوں کو رُوح و بدن کی تمام آزادیوں سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ پھر معاہدے کی عبارت کے وہ الفاظ جو زیر دستوں کے انسانی حقوق کی کوئی ضمانت دے سکتے تھے انہیں غالب آنے والا فریق بر وقت اپنی تلوار کی نوک سے کھرچ سکتا تھا۔ لیکن حیرہ کے معاہدے میں مقامی لوگوں کو جو تحفظات دیئے گئے تھے یا اُن کے جان و مال، مذہب اور شریعت کی حفاظت کے لئے جو ذمہ داریاں مسلمانوں نے قبول کی تھیں اُن کے باعث کاغذ کا وہ پُرزہ جس پر خالد بن ولید نے دستخط کئے تھے، ایک ایسی ڈھال تھی جس کے سائے میں پناہ لینے والے ایک اندوہناک ماضی کی تاریکیوں سے نکل کر ایک روشن مستقبل کی طرف دیکھ سکتے تھے۔ اُن سے جو جزیہ یا ٹیکس وصول کیا جاتا تھا وہ ان محاصل سے بہت کم تھا جو وہ اپنے ایرانی آقاؤں کو ادا کرتے تھے۔ پھر جس طرح غریب اور نادار ذمیوں کو بھی جزیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ اگر بوڑھے اور معذور، لاوارث اور یتیم مسلمان کو بیت المال سے وظائف دئے جاتے تھے اُسی طرح ذمیوں[1] کو بھی وظائف دیئے جاتے تھے۔ قانون کی نگاہ میں ایک مُسلمان اور ذمی کی جان اور عزت کی قیمت یکساں تھی۔ اگر ایک ذمی کسی مُسلمان کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تو اُس کا قصاص لینے کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی تھی۔ اگر حکومت کا کوئی عہدہ دار ذمیوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا تو اُسے نااہل قرار دیا جاتا تھا۔ اہلِ حیرہ صدیوں تک ایرانی استبداد کی چکی میں پسنے کے بعد پہلی بار یہ محسوس کر رہے تھے کہ وہ انسان ہیں اور انسانوں کی طرح زندہ رہنے کا حق رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے اس حسنِ سلوک کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب خالد بن ولید نے دوسرے علاقوں کی طرف پیشقدمی کی تو اہلِ حیرہ کی دیکھا دیکھی عراق کے باقی قبائل نے بھی یکے بعد مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ خالدؓ بن ولید نے ان علاقوں کا نظم و نسق سنبھالنے کے لئے اُمراء مقرر کئے اور جگہ جگہ فوجی چوکیاں قائم کر دیں۔

نوٹ [1] اہلِ حیرہ کے ساتھ حضرت خالدؓ بن ولید نے جو معاہدہ کیا تھا اُس کی چند سطور یہ ہیں: "اور میں نے اُن کو یہ حق دیا کہ اگر کوئی بوڑھا کام کرنے سے معذور ہو جائے یا اُس پر کوئی آفت آ جائے کہ وہ پہلے دولتمند تھا اور پھر غریب ہو گیا اور اس وجہ سے اُس کے ہم مذہب اُسے خیرات دینے لگے تو اُس کا جزیہ مُعاف کر دیا جائے گا اور اُس کو اور اُس کی اولاد کو مُسلمانوں کے بیت المال سے نفقہ دیا جائے گا۔"

اس کے بعد انہوں نے قعقاع بن عمرو کو حیرہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور ایران کی اُن افواج کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہو گئے جو انبار میں جمع ہو رہی تھیں۔ انبار کے محافظوں نے شدید مزاحمت کے بعد ہتھیار ڈال دیئے۔ خالد بن ولید کی اگلی منزل عین التمر تھی۔ یہ علاقہ زرخیز میدانوں کے آگے صحرائے شام کی سرحدوں کو چھوتا تھا اور اُس کا حاکم ایران کے مشہور جرنیل بہرام چوبین کا بیٹا مہران تھا۔ عین التمر کی بیشتر آبادی بنی تغلب، نمر اور ایاد کے بدوی قبائل پر مشتمل تھی جو دریائے فرات سے لے کر صحرائے شام تک پھیلے ہوئے تھے۔ ماضی میں ان خانہ بدوشوں کی چراگاہیں روم اور ایران کی سلطنتوں کے درمیان حدِ فاصل کا کام دیتی تھیں۔ حیرہ کے لخمی اور شام کے غسانی حکمرانوں کے تصادم کے ایام میں یہ لوگ کبھی ایک اور کبھی دوسرے کے حلیف بن جاتے تھے۔ اپنے بدویانہ اطوار و خصائل کے باعث یہ لوگ عراق اور شام کے اُن متمدن قبائل کی نسبت زیادہ آزاد تھے جو مستقل طور پر کسریٰ یا قیصر کی رعایا بن چکے تھے۔

خالد بن ولید کو عراق کی سرزمین میں داخل ہوتے ہی عین التمر میں ایرانی افواج کے اجتماع کی خبریں مل چکی تھیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مہران خانہ بدوش قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا چکا ہے۔ اس دُور اُفتادہ مستقر میں ایران کی جنگی تیاریوں کا ایک ہی مقصد ہو سکتا تھا اور وہ یہ کہ جب مسلمان مدائن کا رُخ کریں تو عین التمر میں جمع ہونے والی افواج جنوب مشرق کی سمت پیشقدمی کر کے اُن کے عقب میں آ پہنچ جائیں اور جب دجلہ اور فرات کے درمیان کسی مقام پر فیصلہ کن جنگ شروع ہو تو عرب کی جانب سے مسلمانوں کے رسد و کمک کے تمام راستے کٹ چکے ہوں۔ لیکن ایک دن مہران کو اچانک یہ اطلاع ملی کہ مسلمانوں کا لشکر عین التمر کا رُخ کر رہا ہے۔ اُس نے بدوی قبائل کے لشکر کو شہر سے چند میل دُور خالدؓ کا راستہ روکنے کی ترغیب دی اور خود ایرانی لشکر کے ساتھ عین التمر کے قلعے میں فروکش ہو گیا۔ بدوی افواج کا راہنما عقبہ بن ابی عقہ تھا اور وہ اس دعویٰ کے ساتھ میدان میں آیا تھا کہ عرب عربوں کے ساتھ نپٹنا جانتے ہیں۔ لیکن جب جنگ شروع ہوئی تو عقہ کے لاتعداد لشکر کی حالت بھیڑوں کے اُس ریوڑ سے زیادہ نہ تھی جو چاروں طرف سے شیروں کے نرغے میں آ چکا ہو۔ ایک ساعت کے اندر اندر عقہ گرفتار ہو چکا تھا اور اُس کے ساتھی میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ بدوی قبائل کو شکست دینے کے بعد خالدؓ بن ولید

نے قلعے کا محاصرہ کیا اور ایرانیوں نے چند دن محصور رہنے کے بعد ہتھیار ڈال دیے۔

○

عین التمر کی شکست کے بعد ایرانیوں کے لئے دوسری اہم خبر یہ تھی کہ خالدؓ بن ولید وہاں سے اچانک کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئے ہیں اور سلطنت کے اکابر اور فوجی سرداروں کی زبان پر ایک ہی سوال تھا کہ وہ کہاں گئے ہیں؟ ایران کے جاسوس صرف یہ بتا سکتے تھے کہ جو لشکر خالدؓ بن ولید کی قیادت میں عین التمر سے نکلا تھا۔ اُس کا رُخ جنوب کی طرف تھا، لیکن جنوب میں کسریٰ کی سلطنت کا کوئی اہم شہر یا قلعہ تو درکنار کوئی بستی بھی ایسی نہ تھی جس پر قبضہ کرنے کی خواہش خالدؓ جیسے عظیم جرنیل کو آمادۂ سفر کر سکتی تھی۔ وہاں ایک دہشت ناک صحرا کے سوا کچھ نہ تھا۔

ایرانیوں کے نزدیک خالدؓ صرف ایک اولوالعزم سپاہی یا جرنیل ہی نہ تھے بلکہ اُس ملّت کے عزائم اور ولولوں کے امین اور ترجمان تھے جس نے شہنشاہوں اور غلاموں کی دُنیا میں عدل و مساوات کا پرچم بلند کیا تھا چنانچہ عین التمر سے اچانک کسی نامعلوم منزل کی طرف پیشقدمی کی اطلاع سُننے کے بعد غریبوں کے جھونپڑوں سے لے کر کسریٰ کے ایوان تک ہر باشعور ایرانی کی گفتگو کا یہی موضوع تھا کہ جنوب کی سمت خالدؓ بن ولید کی پیشقدمی کا مقصد کیا ہے؟ کیا وہ ایران کے خلاف کوئی اور جنگ لڑنے کا ارادہ ترک کر کے واپس چلے گئے ہیں؟ یا کوئی ایسی جنگی چال ہے جو ایران کے آزمودہ کار جرنیلوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مدائن کی طرح مدینے میں بھی کوئی ایسا انقلاب آچکا ہو جس کی وجہ سے وہ واپس جانے پر مجبور ہو گئے ہوں؟ ایران کے جن جاسوسوں پر اسلامی لشکر کی نقل و حرکت سے باخبر رہنے کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی اُن کی آخری اطلاع یہ تھی کہ وہ صحرائے شام کی بھیانک وسعتوں میں خالد بن ولید کے لشکر کی رفتار کا ساتھ نہیں دے سکے۔

اہلِ مدائن جس قدر کسی نامعلوم منزل کی طرف خالدؓ کی روانگی پر خوش تھے، اسی قدر پریشان تھے پھر چند دن بعد انہیں یہ اطلاع ملی کہ خالدؓ بن ولید عین التمر سے تین سو میل دُور، دُومۃ الجندل پر حملہ کر چکے ہیں۔ شام کے راستے میں صحرا کی یہ بستی اُن بدوی قبائل کا مرکز تھی جو غسانیوں کے زیرِ اثر ہونے کے باعث

رومی حکمرانوں کے حلیف تھے اور مسلمانوں کو اس کی جغرافیائی اور فوجی اہمیت کا پورا احساس تھا۔ چنانچہ جن ایام میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کی طرف پیشقدمی کی تھی خالدؓ بن ولید کو دومتہ الجندل پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور انہوں نے صرف پانچ سو جانبازوں کے ساتھ یلغار کر کے وہاں کے عیسائی حکمران اکیدر بن عبدالملک کو گرفتار کر لیا۔ اکیدر نے مدینہ پہنچ کر اسلام قبول کر لیا اور اپنی کھوئی ہوئی سلطنت دوبارہ حاصل کر لی لیکن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب عرب کے طول و عرض میں فتنۂ ارتداد شروع ہوا تو وہ اسلام سے منحرف ہو گیا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریاں کرنے لگا۔ پھر جب صدیقِ اکبرؓ نے خالدؓ بن ولید کو عراق کی مہم پر روانہ کیا تو ایک لشکر عیاض بن غنم کی قیادت میں دومتہ الجندل کی طرف بھی روانہ کر دیا۔

دومتہ الجندل پر فوج کشی کا مقصد اس خطرے کا سدِ باب کرنا تھا جو اسلامی سلطنت کے خلاف روم اور ایران اتحاد کی صورت میں عرب کے شمالی علاقوں کو پیش آ سکتا تھا۔ اگر اس اتحاد کا فوری خطرہ نہ ہوتا تو بھی عیسائیت کے نام پر حیرہ سے لے کر عین التمر اور عین التمر سے لے کر دومتہ الجندل کے درمیان پھیلے ہوئے بدوی قبائل کسی وقت بھی مسلمانوں کے خلاف متحد ہو سکتے تھے۔ پھر ایسی صورت میں شمال کی جانب الجزیرہ (میسوپوٹیمیا) کے عیسائی قبائل کی طرف سے بھی ایک بہت بڑا خطرہ پیش آ سکتا تھا۔ دومتہ الجندل پر عیاض بن غنم کی چڑھائی کا مقصد ان خطرات کا سدِ باب کرنا تھا۔ لیکن وہاں پہنچ کر جب انہوں نے قلعے کا محاصرہ کیا تو بدوی قبائل کا ایک عظیم لشکر اکیدر کی اعانت کے لئے میدان میں آ گیا۔ اب کئی ماہ سے عیاض بن غنم کے لشکر کی یہ حالت تھی کہ ایک طرف انہوں نے دومتہ الجندل کے قلعے کا محاصرہ کر رکھا تھا اور دوسری طرف بدوی لشکر کے اجتماع کے باعث ان کے لئے رسد اور کمک کے راستے کٹ چکے تھے۔ وہ قلعے سے باہر بدوی لشکر پر حملہ کرتے تو وہ پیچھے ہٹ جاتے اور قلعے کے اندر پناہ لینے والی فوج باہر نکل کر ان پر حملہ کر دیتی اور جب وہ قلعے کی طرف متوجہ ہوتے تو باہر کی افواج ان کے عقب میں پہنچ جاتیں۔ عیاض بن غنم قلعے کا محاصرہ چھوڑ کر بدوی قبائل کے چنگل سے نکل سکتے تھے لیکن ایسی صورت میں حجاز تک صحرائے عرب کا تمام شمالی علاقہ غیر محفوظ ہو جاتا تھا۔ سپاہیوں کی قلت اور رسد کی کمی کے باعث مسلمانوں کی حالت آئے دن پتلی ہو رہی تھی لیکن انہیں پسپا ہونا گوارا نہ تھا۔

ان حالات میں دربارِ خلافت سے خالدؓ بن ولید کو دومتہ الجندل کی طرف پیشقدمی کا حکم ملا اور اس کے ساتھ ہی عیاض بن غنم کا ایلچی اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر صحرائے شام کی وسعتیں اُن کی رفتار کے سامنے سمٹ گئیں۔ ایک روز صبح کے آفتاب کی ابتدائی کرنیں قلعے سے باہر بدوی قبائل کو اسلام کے شیروں کے سامنے تتر بتر ہوتا دیکھ رہی تھیں اور تیسرے پہر دومتہ الجندل کا وہ حصار فتح ہو چکا تھا جس کے محافظ قریباً ایک سال سے عیاض بن غنم کا مقابلہ کر رہے تھے۔

○

خالدؓ بن ولید نے ایک ماہ دومتہ الجندل میں قیام کیا۔ پھر اُنہیں یہ اطلاع ملی کہ عین التمر سے شکست کھا کر بھاگنے والے قبائل حصید میں جمع ہو رہے ہیں اور ایران کی افواج بھی وہاں پہنچ چکی ہیں۔ چنانچہ وہ یلغار کرتے ہوئے عین التمر پہنچے اور وہاں سے قعقاع بن عمر تمیمی کی قیادت میں ایک لشکر حصید کی طرف روانہ کر دیا۔ قعقاع نے ایرانی اور عرب قبائل کے لشکر کو شکست دی اور حصید پر قبضہ کر لیا۔ شکست خوردہ دشمن نے عراق کے ایک اور شہر خنافس میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن قعقاع کی پیشقدمی کی خبر سُن کر وہ بھاگ نکلے۔ اس کے بعد ایرانیوں اور اُن کے عرب حلیفوں نے فصیح میں پاؤں جمانے کی کوشش کی۔ لیکن اُنہیں یہاں بھی کامیابی نہ ہوئی۔

اِس عرصہ میں خالدؓ بن ولید نے باقی لشکر کے ہمراہ شمال مغرب کا رُخ کیا اور دریائے فرات کے ساتھ ساتھ یلغار کرتے ہوئے فراض تک جا پہنچے۔ فراض ایک ایسا مقام تھا جہاں عراق، شام اور الجزیرہ کی سرحدیں آپس میں ملتی تھیں اور یہاں پہنچ کر مسلمانوں کا لشکر دریائے فرات کے دوسرے کنارے مشرق کی جانب ایران اور مغرب کی جانب سلطنت روم کی سرحدی چوکیاں دیکھ سکتا تھا اور ان چوکیوں کے درمیان شام اور عراق کے وہ سرحدی قبائل ڈیرے ڈالے پڑے تھے جن کے سینوں میں گزشتہ شکستوں کے باعث انتقام کی آگ سُلگ رہی تھی۔ ان حالات میں مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ خالدؓ بن ولید ایک قلیل فوج کے ساتھ اتنے بڑے لشکر سے جنگ کرنے کی بجائے پیچھے ہٹ جائیں اور حیرہ پہنچ کر مزید تیاریوں کے بعد اس محاذ کا رُخ کریں لیکن یہ عظیم فاتح جسے اللہ کے رسول ﷺ نے "سیف اللہ" کے لقب

سے نوازا تھا، اسلام کے شیروں کو فتح یا شہادت کے سوا کوئی اور راستہ نہ دکھا سکا۔ چنانچہ انہوں نے دریا کے قریب ڈیرے ڈال دیئے۔

رومی سپہ سالار نے ایران کی سرحدی چوکیوں کے محافظوں کو مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ بنانے کی دعوت دی اور وہ بلا تامل اُس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس اتحاد کا نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ بدوی قبائل بھی شیر ہو گئے جن پر خالدؓ کا نام سُن کر خوف طاری ہو جاتا تھا۔ رومی سپہ سالار نے چند دن کی تیاریوں کے بعد خالدؓ بن ولید کو پیغام بھیجا کہ تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہم تمہاری طرف آئیں۔ خالدؓ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم ہی ہماری طرف آجاؤ۔ چنانچہ رومی ایرانی اور بدوی قبائل کے متحدہ لشکر نے کشتیوں کے ذریعے دریا عبور کر لیا۔ ایرانیوں کی طرح رومی سپہ سالار کی بھی خواہش یہی تھی کہ جنگ کے ابتدائی مراحل میں بدوی قبائل کو آگے رکھا جائے اور اُن کی عظیم افواج صرف فتح میں حصہ دار بننے کے لئے آگے آئیں۔ چنانچہ اُس نے قبائل کے سرداروں کو ترغیب دی کہ تم اپنے اپنے لشکر کو ایک دوسرے سے الگ کر کے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلو تاکہ ہم ہر قبیلے کی مردانگی دیکھ سکیں۔ بدوی قبائل نے علیحدہ علیحدہ صفیں باندھ کر تین طرف سے حملہ کیا لیکن مسلمانوں کے تیروں کی زد میں آنے کے بعد اُن کی پیشقدمی رُک گئی اور ہر قبیلے کا سردار اپنے آدمیوں کو خطرے میں ڈالنے کی بجائے دُوسرے کو آگے بڑھنے کی ترغیب دینے لگا۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہی خالدؓ بن ولید نے اپنے سواروں کو دشمن کے دائیں اور بائیں بازو پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے آن کی آن میں دشمن کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں کئی دستے افراتفری کے عالم میں اپنے عقب میں رومیوں اور ایرانیوں کے ساتھ جا ملے اور باقی قلب کی طرف سمٹنے لگے۔ پھر جب خالدؓ بن ولید نے اچانک اُن کے قلب پر ضرب لگائی تو بھگدڑ مچ گئی۔ تھوڑی دیر بعد قبائلی لشکر پسپا ہو کر اپنے رومی اور ایرانی ساتھیوں سے جا ملے۔ اب اُن کے عقب میں دریا تھا اور اُن کے دائیں بائیں اور سامنے مسلمان گھیرا ڈال رہے تھے۔ رومی اور ایرانی حرب قبائل کو آگے دھکیل رہے تھے اور قبائل کو اُن کے پیچھے پناہ لینے یا میدان سے بھاگنے کی فکر تھی۔ پھر بدوی قبائل کا ایک لشکر اپنے ساتھیوں کے طعنوں اور گالیوں سے بے پروا ہو کر رومی سواروں کی صفوں کے عین درمیان سے گزرتا

ہوا مغرب کی طرف نکل گیا تو دوسرے لشکر نے اپنے ایرانی حلیفوں کی صفیں توڑ کر مشرق کا رُخ کیا۔ کچھ لوگ قلب کی صفوں میں راستہ تلاش کرتے ہوئے دریا تک پہنچ گئے اور پانی میں کُود پڑے۔ تھوڑی دیر میں قبائل کی ساری فوج میدان سے بھاگ رہی تھی اور رومی سپہ سالار یہ دیکھ رہا تھا کہ مسلمان اُن کا پیچھا کرنے کی بجائے اُس کے منظم لشکر کو نرغے میں لینے کے لئے کوشاں ہیں۔ اُس نے جوابی حملے کا حکم دیا لیکن اُس کی آواز اللہ اکبر کے نعروں میں دب کر رہ گئی۔ خالدؓ بن ولید کی طرح اسلامی لشکر کا ہر سپاہی اس یقین کے ساتھ لڑ رہا تھا کہ فتح کی منزل قریب آچکی ہے۔ دشمن کی تعداد اب بھی اُن سے کئی گنا زیادہ تھی لیکن اُنہیں فتح سے زیادہ پسپا ہونے کے لئے اپنے سپہ سالار کے حکم کا انتظار تھا۔ ایرانی دستے زیادہ دیر رومی سپہ سالار کے حکم کا انتظار نہ کر سکے۔ وہ بھاگ نکلے اور جب وہ بھاگ نکلے تو اُن کے رومی دستوں نے اپنی جانیں بچانے کی دوڑ میں اُن سے پیچھے رہنا گوارا نہ کیا۔

جن دستوں نے دریا کا رُخ کیا، اُن میں سے بعض کشتیوں میں سوار ہو کر دوسرے کنارے پہنچ گئے اور بعض اپنے گھوڑوں سمیت دریا میں کُود پڑے۔ باقی لشکر نے بھاگ کر زمین کی وسعتوں میں پناہ لینے کی کوشش کی اور مسلمانوں نے اُس وقت تک اُن کا پیچھا نہ چھوڑا جب تک کہ تھکے ہوئے گھوڑے اپنے سواروں کا بوجھ اُٹھا سکتے تھے۔ فراض کے میدان میں کوسوں تک لاشیں ہی لاشیں نظر آرہی تھیں۔ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلی جنگ تھی جس میں ایرانی اور رومی اور اُن کے عرب حلیف ایک دوسرے کے دوش بدوش مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہوئے تھے۔ اس جنگ کے نتائج اس لحاظ سے یقیناً بہت اہم تھے کہ مُسلمانوں کی فتح کے باعث اُس اتحاد کی بنیادیں جڑ سے اُکھڑ چکی تھیں جو آگے چل کر اسلام کے لئے ایک خطرۂ عظیم بن سکتا تھا۔ خالدؓ بن ولید سے عبرتناک شکست کھانے کے بعد یہ تینوں طاقتیں ایک دوسرے کو بزدلی اور بدعہدی کا الزام دے رہی تھیں۔ بدوی اس بات پر نالاں تھے کہ رومیوں اور ایرانیوں نے خود پیچھے رہ کر اُنہیں مُسلمانوں کی تلواروں کے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔ رومی اور ایرانی سپاہیوں کو یہ شکایت تھی کہ بدوؤں کی افراتفری کے باعث اُنہیں مردانگی کے جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملا۔ پھر رومی یہ کہتے تھے کہ جب وہ فیصلہ کُن حملہ کرنے والے تھے تو ایرانیوں نے میدان چھوڑ دیا تھا اور ایرانی یہ کہتے تھے کہ

اُنہوں نے ایک رومی سپہ سالار کے جھنڈے تلے لڑنے میں غلطی کی۔ بہرحال فراض کی شکست اس یقین اور اعتماد کی شکست تھی جو دوسری صورت میں شام اور عراق کی سرحد پر تین اسلام دشمن قوتوں کے اتحاد کے لئے بنیادیں فراہم کر سکتا تھا۔

ایک دن اسلامی لشکر حیرہ سے باہر اپنے پڑاؤ میں صبح کی نماز سے فارغ ہو کر خالدؓ بن ولید کی تقریر سُن رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے:

"غازیانِ اسلام! تم یہ سُن چکے ہو کہ دربارِ خلافت سے مجھے شام کے محاذ پر پہنچنے کا حکم ملا ہے میری ذاتی خواہش یہی تھی کہ میں مدائن میں اپنے ہاتھوں سے اسلام کا پرچم نصب کروں لیکن خلیفۃ المسلمین نے ایک زیادہ اہم محاذ پر میری خدمات کی ضرورت محسوس کی ہے اور مجھے اُن کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں آپ ربّ العزّت کی بارگاہ میں دُعا کریں کہ میں جنگ کے نئے میدانوں میں اُن کی توقعات پوری کر سکوں اور شام کی مہم سے جلد از جلد فارغ ہو کر آپ سے آملوں۔ خلیفہ کے حکم کے مُطابق یہاں سے نصف فوج میرے ساتھ جائے گی۔ تاہم مجھے اُمید ہے کہ مثنیٰ جیسے اولوالعزم راہنما کی موجودگی میں تمہارے حوصلے پست نہیں ہوں گے اور جب تم اللہ کی راہ میں قدم اُٹھاؤ گے تو اپنی تعداد اور اپنے جنگی وسائل سے زیادہ شہادت کی تڑپ کو اللہ کی نصرت کا حق دار سمجھو گے۔

میرے عزیزو! میرے دوستو! اور بھائیو! مدائن اور دمشق اُس راستے کی منازل ہیں جو تم نے نیرِّ اسلام کی روشنی میں دیکھا ہے اور تم ہی وہ خوش نصیب ہو جنہیں اللہ نے مشرق و مغرب میں ظلم و استبداد کے عظیم ترین حصار مسمار کرنے کے لئے منتخب کیا ہے۔ تم راہِ حق کے وہ مُسافر ہو جن کے قدموں سے فرزندانِ آدم کے لئے روشنی کے مینار بن جائیں گے، اور تم وہ قافلہ ہو جس کی راہ کے غبار سے انسانیت کی عظمتیں تلاش کی جائیں گی۔ تمہارے لئے میری دُعا یہ ہے کہ اللہ تمہارے حوصلوں کو بلندی اور تمہارے عزائم کو پختگی عطا کرے اور تمہاری آئندہ نسلیں جب اپنے ماضی کی طرف دیکھیں تو وہ خدا اور اس کے بندوں کے سامنے سر اُونچا کر کے یہ کہہ سکیں کہ ہمارے خاندان اور ہمارے قبیلے کے فلاں بزرگ

اُن شہسواروں کے ہمرکاب تھے جنہوں نے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں پر اسلام کے پرچم بلند کئے تھے۔ میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ جب میں شام کے محاذ سے واپس آؤں تو یہ خبر سنوں کہ وہ قافلہ جسے میں عراق میں چھوڑ آیا تھا۔ اب کئی منازل آگے جا چکا ہے۔ خلیفۃ المسلمین ایران کے حالات سے بے خبر نہیں ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں کمک بھیجنے میں تاخیر نہیں کریں گے۔ میں یہ دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔"

تیسرے روز رات کے پچھلے پہر خالدؓ بن ولید عراق کی آدھی فوج کے ساتھ جو نو ہزار آزمودہ کار سپاہیوں پر مشتمل تھی، اپنے باقی ساتھیوں کو خدا حافظ کہہ رہے تھے۔ مثنیٰ بن حارثہ نے چند کوس اپنے نامور قائد کا ساتھ دیا۔ پھر جب یہ لشکر حیرہ کے سرسبز خطے سے نکل کر صحرا کی بھیانک وسعتوں میں داخل ہو رہا تھا تو اسلام کے یہ دونوں عظیم سپاہی اپنے گھوڑوں سے اُتر کر بغل گیر ہو گئے۔

خالدؓ بن ولید نے کہا۔ "مثنیٰ اگر اللہ نے چاہا تو میں بہت جلد واپس آ جاؤں گا۔"

مثنیٰ نے اپنے چہرے پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے "خدا حافظ" کہا اور وہ دوبارہ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد مثنیٰ ایک ٹیلے پر گھوڑا روک کر خالد بن ولید کے لشکر کی آخری جھلک دیکھ رہا تھا۔ پھر جب یہ قافلہ ایک ٹیلے کی اوٹ میں چھپ گیا تو وہ آنکھیں جو موت کے چہرے پر بھی مسکراہٹوں کے نقاب ڈالنے کی عادی تھیں۔ اچانک آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور یہ آنسو اُن انسانی عظمتوں کو آخری خراج تھا جو عزم و ہمت اور ایثار و خلوص کے اس پیکرِ مجسم نے انسانی تاریخ کے ایک بے مثال سپاہی اور ایک عظیم فاتح کی شخصیت میں دیکھی تھیں۔ یہ اُس عقیدت و محبت کا آخری مظاہرہ تھا جسے صرف دو باکمال انسانوں کی دوستی جنم دے سکتی تھی۔ یہ اُن کی آخری ملاقات تھی اور اُس کے بعد اُن کے راستے ہمیشہ کے لئے الگ ہو گئے۔

باب ۱۶

شام میں رومیوں کے خلاف مسلمانوں کی باقاعدہ جنگ چھڑ جانے کی اطلاع کے بعد اہلِ ایران کے لئے دوسری اہم خبر یہ تھی کہ خالدؓ بن ولید عراق سے شام کے محاذ پر منتقل ہو چکے ہیں عراق کے نصف لشکر کے علاوہ انتہائی آزمودہ کار سالاروں کی ایک بڑی تعداد اُن کے ساتھ روانہ ہو چکی ہے اور اُن کے جانشین کے ساتھ صرف ۹ ہزار سپاہی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ اب ایرانیوں کے دل میں یہ اُمید پیدا ہو گئی تھی کہ مسلمان چند دنوں یا چند ہفتوں سے زیادہ بیک وقت مشرق و مغرب کی دو عظیم ترین سلطنتوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ کسریٰ کی سلطنت کے اُمراء اور فوجی سردار جو پرانباز، الیس اور فراض کی عبرتناک شکستوں کے بعد بددلی اور مایوسی طاری ہو گئی تھی اب فتح کو یقینی سمجھ کر اپنے حکمران کو یہ مشورہ دے رہے تھے کہ انہیں کسی تاخیر کے بغیر دشمن پر حملہ کر دینا چاہیئے۔ ادھر عراق کے وہ قبائل جنہوں نے اپنا مستقبل مسلمانوں کے ساتھ وابستہ کر لیا تھا، اب یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہوا کا رُخ بدل چکا ہے اور اگر ایران کی حکومت نے ذرا مستعدی کا مظاہرہ کیا تو مسلمانوں کے مٹھی بھر لشکر کے لئے ہتھیار ڈالنے یا پسپا ہو کر صحرا میں پناہ لینے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ ان میں سے اکثر مسلمانوں کی بجائے ایران کے دربار کی طرف رجوع کر رہے تھے۔ شہر یار کو اپنی رعایا کا دل مٹھی میں لینے یا سلطنت کے اُمراء اور مذہب کے پیشواؤں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا اس سے بہتر موقع ہاتھ نہیں آ سکتا تھا۔ اُس کے جاسوس اُسے یہ بتا چکے تھے کہ متوقع خطرات کے پیشِ نظر مسلمان اپنے بال بچوں کو عراق سے نکال کر واپس بھیج رہے ہیں اور رومیوں کے ساتھ جنگ چھڑ جانے کے باعث مدینے کی حکومت مثنیٰ کی کوئی مدد نہیں کر سکے گی۔ چنانچہ اُس نے اپنے

ایک آزمودہ کار جرنیل ہرمزؔ[1] کو مسلمانوں کے خلاف پیشقدمی کا حکم دے دیا۔ مثنیٰ کو دشمن کی پیشقدمی کی اطلاع ملی تو انہوں نے حیرہ سے نکل کر بابل کے قریب ڈیرے ڈال دیئے۔ یہ مقام حیرہ کی نسبت اِس لحاظ سے زیادہ موزوں تھا کہ خطرناک حالات میں صحرا کی جانب اُن کا عقب زیادہ محفوظ تھا۔

ایرانی لشکر نے اس یقین کے ساتھ بابل کی طرف پیشقدمی کی کہ مثنیٰ اس نئے میدان میں بھی قدم جمانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ لیکن چند دن بعد جب مدائن میں فتح کا جشن منانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں، ایک ایلچی کسریٰ کے دربار میں حاضر ہوا اور اُس نے یہ خبر سنائی کہ وہ عظیم لشکر جس کے سپہ سالار نے مسلمانوں کو عراق کی سرحدوں سے باہر ہانک دینے کا ذمہ لیا تھا شکست کھا چکا ہے اور بابل کا میدان ایرانی سپاہیوں کی لاشوں سے پٹا پڑا ہے۔

شہنشاہ اور اہلِ دربار کچھ دیر پتھرائی ہوئی آنکھوں سے قاصد کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر شہریار اپنی مسند سے اٹھ کر محل کے ایک اور کمرے میں چلا گیا اور حاضرینِ دربار نے پریشان قاصد پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی لیکن اُس کا کوئی جواب اُنہیں مطمئن نہ کر سکا۔ تھوڑی دیر بعد یہ لوگ قصرِ شاہی سے اپنے گھروں کا رُخ کر رہے تھے۔ شام تک بابل کے میدان میں ایرانی فوج کی شکست سارے شہر میں مشہور ہو چکی تھی۔ فوج کے سپاہیوں کے نزدیک یہ شکست ہرمز کی جلد بازی کا نتیجہ تھی۔ اُمراء اپنے شہنشاہ کی بے تدبیری کو اس کا ذمہ دار گردانتے تھے اور مجوسی کاہن پریشان حال عوام کو یہ سمجھا رہے تھے کہ ایران کی قسمت کے ستارے نحوست میں آچکے ہیں اور وہ عارضی اتحاد جو فتح کی اُمید کے ساتھ پیدا ہوا تھا، ایک بار پھر پارہ پارہ ہو رہا ہے۔ دل شکستہ حکمران نے چند دن کی علالت کے بعد دم توڑ دیا اور مدائن کے اربابِ اختیار نے مُلک کی زمام کار ایک شہزادی دخت زنان کو سونپتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ ایران کے آسمان سے نحوست کے بادل چھٹ چکے ہیں۔ لیکن چند دن بعد اُنہوں نے یہ محسوس کیا، یہ کمزور شہزادی کسریٰ کے تاج کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتی۔ چنانچہ دخت زنان کو معزول کر دیا گیا، تاج و تخت کے نئے اُمیدوار میدان میں آگئے اور سلطنت کے اکابر ایک بار پھر محلاتی سازشوں کا شکار ہو کر رہ گئے۔

نوٹ: [1] تاریخ میں ہرمز نام کے دو آدمیوں کا ذکر آتا ہے۔ ایک ہرمز عراق کے سرحدی علاقے کا حاکم تھا جو خلافتِ صدیقی کے پہلے حملہ میں ہی قتل ہو گیا تھا۔

دخت زناں کی معزولی کے بعد تخت و تاج کے جو دعویدار پیدا ہوئے تھے، اُن میں سے ایک شہزادی آذر میدخت بھی تھی جس کے حسن و جمال اور خود پسندی کی داستانیں پورے ایران میں مشہور تھیں۔ اُسے قریب سے جاننے والوں کو یہ معلوم تھا کہ شاہی محل کے اندر بیشتر سازشیں اس کی مسکراہٹوں بیں جنم لیتی ہیں۔ دخت زناں کی معزولی کا فیصلہ کرنے والے مقامی اُمراء میں سے کوئی اتنا مضبوط یا بااثر نہ تھا جو اہلِ دربار کو کسی متفقہ فیصلے پر مجبور کر سکتا۔ اُن کا پہلا اجلاس کسی فیصلے کے بغیر ملتوی ہو گیا۔ اگلے روز یہ لوگ دوبارہ ایوانِ کسریٰ میں جمع ہوئے تو مدائن کے ایک عمر رسیدہ وزیر نے یہ تجویز پیش کردی کہ اگر ہم ان دو اُمیدواروں میں سے کسی ایک پر متفق نہ ہو سکیں تو ایران کو موجودہ حالات میں ایک اندرونی خلفشار سے بچانے کی بہترین صورت یہ ہے کہ سلطنت کی تقدیر کسی تیسرے اُمیدوار کو سونپ دی جائے۔ پھر حاضرین میں سے ایک اور آدمی اُٹھا اور اُس نے اس تجویز کی حمایت کرتے ہوئے شاہی خاندان کی ایک اور شہزادی پوران دخت کا نام پیش کر دیا۔ شہزادی پوران عمر میں شاہ پور اور آذر میدخت سے چند سال بڑی تھی اور محل کے اندر اور باہر اُسے یکساں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا لیکن اُسے تخت پر بٹھانے کی تجویز اُس وقت پیش کی گئی تھی جبکہ اہلِ دربار کا ایک گروہ کھلے بندوں شاہ پور اور دوسرا آذر میدخت کی حمایت کے لئے میدان میں آچکا تھا۔ اس لئے پوران کے حامی زیادہ گرمجوشی کا مظاہرہ نہ کر سکے۔ پھر جب ایک طویل بحث کے بعد فساد کا خطرہ پیدا ہونے لگا تو شہزادی پوران کے حامیوں میں سے کسی نے یہ تجویز پیش کی کہ اُسے باقی دو اُمیدواروں کے درمیان ثالث بنا دیا جائے۔ اس نئی تجویز پر بحث ہو رہی تھی کہ ایرانی لشکر کا سپہ سالار بہمن دربار میں حاضر ہوا اور اُس نے کسی تمہید کے بغیر بلند آواز میں کہا۔ "معزز حضرات! میں اس بحث میں حصہ لینا پسند نہیں کرتا۔ میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ موجودہ حالات میں ایران کو صرف ایک حکمران ہی کی ضرورت نہیں بلکہ ایسے حکمران کی ضرورت ہے جسے آپ سب کی حمایت حاصل ہو۔ مجھے ابھی یہ اطلاع ملی ہے کہ خراسان کے گورنر فرخ زاد تشریف لارہے ہیں اور ... یہاں پہنچ جائیں گے۔ اگر ان کی آمد سے قبل آپ کوئی متفقہ فیصلہ نہ کر

سکیں تو میرا مشورہ یہ ہے کہ اُنہیں ثالث بنا لیا جائے۔"

دربار کے وسیع ہال میں تھوڑی دیر کے لئے خاموشی طاری ہو گئی اور پھر عقب کے ایک کمرے کے دروازے کا باریک پردہ اچانک ایک طرف ہٹ گیا۔ آذر میدخت اپنی نگاہوں سے بجلیاں گراتی ہوئی نمودار ہوئی اور اُس نے شاہی مسند کے قریب پہنچ کر کہا۔ "ہمیں سپہ سالار کی یہ تجویز منظور ہے۔"

شہزادہ شاہ پور مسند کے پیچھے چند وزیروں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے حیرت اور غصے کی حالت میں آذر میدخت کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر اعلان کیا۔ "یہ تجویز مجھے بھی منظور ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ اجلاس صبح تک ملتوی کر دیا جائے۔"

تھوڑی دیر بعد حاضرین بہمن کی دانشمندی اور موقع شناسی کی تعریف کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

○

غروب آفتاب کے وقت شہزادی آذر میدخت اپنی قیام گاہ کے ایک دریچے میں کھڑی دریا کا نظارا کر رہی تھی۔ کمرے کے دروازے سے باہر چیتے کا ایک بچہ جس کے گلے کی زنجیر دیوار کی میخ کے ساتھ لٹک رہی تھی، دہلیز پر سر رکھے بغور اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ نسوانی حُسن و جمال کے اس پیکر مجسم کی چمکتی ہوئی سیاہ آنکھوں سے غصے اور نفرت کی آگ برس رہی تھی۔ ایک خادمہ بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے کہا۔ "شہزادی! سیاوخش آ گیا ہے۔"

"اُسے لے آؤ!" آذر میدخت نے یہ کہہ کر اضطراب کی حالت میں کمرے کے اندر ایک چکر لگایا اور پھر دریچے کے قریب دیوان پر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد ایک قوی ہیکل آدمی جو کانوں میں موتیوں کی بالیاں اور سر پر ہیروں سے مرصع ٹوپی پہنے ہوئے تھا کمرے کے اندر داخل ہوا اور جھک کر سلام کرنے کے بعد مؤدب کھڑا ہو گیا۔

آذر میدخت نے کہا۔ "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے فرخ زاد کو ثالث تسلیم کرنے میں غلطی کی ہے۔"

"نہیں، آپ نے غلطی نہیں کی۔ موجودہ حالات میں آپ کے لئے اِس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا لیکن ۔۔۔"

شہزادی نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "لیکن تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ فرخ زاد میری حمایت نہیں کرے گا۔"

"ہاں! عام لوگوں کا خیال یہی ہے کہ موجودہ حالات میں فرخ زاد ایران کی قسمت ایک عورت کے سپرد کرنا پسند نہیں کرے گا۔ مجھے ابھی یہ اطلاع ملی ہے کہ پوران دخت شاہ پور کے حق میں دستبردار ہو چکی ہے۔"

آذرمیدخت نے اطمینان سے جواب دیا۔ "میرے لئے یہ بات غیر متوقع نہیں۔ اگر میں فرخ زاد کو اپنا طرفدار بنا سکوں تو مجھے پوران کی مخالفت کی پروا نہیں ہوگی۔ یہ شاہ پور کی بدقسمتی ہے کہ ہمارا مسئلہ کسی عورت کے سامنے نہیں، بلکہ ایک مرد کے سامنے پیش ہوگا۔"

"آپ کو فرخ زاد کے متعلق کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے۔ اُس کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہے۔"

"اگر خراسان کے حاکم کی بینائی جواب نہیں دے چکی، اُس کے کان نہیں بند ہو گئے یا اُس نے رہبانیت اختیار نہیں کر لی تو تمہیں اُس کی عمر کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔"

سیاوخش نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "آپ کا مطلب ہے کہ...... آپ ......"

شہزادی نے برہم ہو کر کہا۔ "میرا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ فرخ زاد کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے مجھے ایک نظر دیکھ لے۔"

"لیکن وہ سیدھا شاہی مہمان خانے میں آئے گا اور مدائن کے تمام اُمراء اُس کے استقبال کے لئے موجود ہوں گے۔ پھر شاید تمام رات وہ اُن کے ساتھ باتیں کرتا رہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ مجھے اُس کے سامنے جانے کا موقع نہیں ملے گا۔"

"جی ہاں، میرا مطلب یہی ہے۔"

"پھر تم اس بات پر بھی خوش ہو گے کہ میں ایران کی ملکہ نہیں بن سکی۔"

سیاوخش نے احتجاج کیا۔ "آپ کو معلوم ہے کہ آپ کو ایران کے تخت پر بٹھانا میری زندگی کی

سب سے بڑی خواہش ہے۔"

"اور تم اس کے لئے ہر خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہو؟"

"ہاں میں آپ کے اشارے پر جان دے سکتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت بھی آپ کے پاس آنا میرے لئے خطرے سے خالی نہیں، آج شاہ پور اور پُوران کے جاسوس محل کے ہر گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔"

"اگر تم محل کے داروغہ پر اعتماد کر سکتے ہو تو تمہیں ان جاسوسوں کی فکر نہیں کرنی چاہیئے۔"

"محل کا داروغہ میرا دوست ہے، تاہم موجودہ حالات میں وہ کوئی خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہ ہوگا۔"

"وہ فریبرز سے ڈرتا ہے؟"

"ہاں اُسے یہ معلوم ہے کہ محل کے پہریدار فریبرز کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن جب اُسے آپ کی کامیابی کی اُمید نظر آئے گی تو وہ فریبرز کو اُس کے گھر جا کر بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔"

آذرمیدخت نے کہا "تم جاؤ اور شاہی آتشکدہ کے موبد کو میرے پاس بھیج دو۔"

"میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا، لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اس مرحلہ پر موبد ہماری کیا مدد کر سکتا ہے۔"

آذرمیدخت مُسکرائی "اگر یہ باتیں تمہاری سمجھ میں آسکتیں تو تم کسی صُوبے کے حاکم ہوتے۔"

سیاوخش نے جواب دیا "اگر دنیا کی ساری عقل میرے دماغ میں ہوتی تو بھی میں آپ کی غلامی کو بڑی سے بڑی حکومت پر ترجیح دیتا۔"

آذرمیدخت نے اپنے سامنے تپائی پر پڑا ہوا سونے کا صندوقچہ کھولا اور اُس میں سے ایک تھیلی نکال کر سیاوخش کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ موبد کو دے دینا اور اُسے یہ کہنا کہ یہ ایران کی ملکہ کا پہلا انعام ہے۔ اس کے بعد تمہیں میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری پریشانی دُور کرنے کے لئے میں صرف اتنا بتا سکتی ہوں کہ فرخ زاد کے ساتھ میری پہلی مُلاقات شاہی محل کے آتشکدے میں ہوگی۔ اس کے بعد ایران کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا اور پھر ایران کی ملکہ سے منہ مانگا انعام حاصل کر سکو گے۔"

سیاوخش نے دو زانو ہو کر شہزادی کی قبا کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ "میں ایران کی ملکہ کی مسکراہٹوں سے زیادہ کسی اور انعام کا اُمیدوار نہیں ہوں۔"

○

آدھی رات کے وقت فرخ زاد مدائن کے امراء اور شاہی خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ ملاقاتوں سے فارغ ہو کر سونے کے کمرے میں داخل ہوا تو مہمان خانے کے ایک خادم نے محل کے آتشکدے کے موبد کی آمد کی اطلاع دی۔ سفر کی تھکاوٹ اور نیند کے باعث فرخ زاد کا بُرا حال ہو رہا تھا۔ تاہم وہ بوڑھے موبد کو ملنے سے انکار نہ کر سکا۔

موبد نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔ "مجھے اس وقت آپ کے آرام میں مخل نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ آپ کا چہرہ بتا رہا ہے کہ آپ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ آرام کریں۔"

"میں واقعی بہت تھک گیا ہوں لیکن اگر کوئی خاص بات ہے تو آپ تکلف سے کام نہ لیں۔"

موبد نے کہا۔ "یہ ایران کی خوش قسمتی ہے کہ اس نازک موقع پر آپ یہاں پہنچ گئے ہیں اور اُمراء نے نئے حکمران کے متعلق فیصلہ کرنے کی ذمہ داری آپ کو سونپ دی ہے۔ میں آتشکدہ میں یہ دُعا کر رہا تھا کہ اہرمزد آپ کی راہنمائی کرے۔ پھر مجھے اچانک یہ خیال آیا کہ تنہا میری دُعا کافی نہیں۔ چنانچہ میں آپ کے پاس یہ درخواست لے کر آیا ہوں کہ آپ کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے مقدس آگ کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کریں تو بہتر ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ جب آپ مقدس آگ کی پُوجا کرنے کے بعد آتشکدہ سے باہر نکلیں گے تو آپ کے ذہن کی تمام اُلجھنیں دُور ہو چکی ہوں گی اور اس کے بعد آپ کو کسی سے مشورہ کرنے کی ضرورت محسُوس نہیں ہوگی۔ آپ کے لئے آتشکدہ کا دروازہ ساری رات کھُلا رہے گا اور میں وہاں آپ کا انتظار کروں گا۔"

فرخ زاد نے جواب دیا۔ "میں علی الصباح وہاں حاضر ہو جاؤں گا لیکن علی الصباح شاید میری آنکھ نہ کھُلے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ میں سونے سے پہلے اس مقدس فریضہ سے سبکدوش ہو جاؤں۔"

کاہن نے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد آپ زیادہ اطمینان کی نیند سو سکیں گے۔ اس وقت آپ تنہا وہاں جا سکتے ہیں لیکن صبح کے وقت آپ کے گرد میلہ لگ جائے گا اور آپ اطمینان سے

دُعا نہیں کر سکیں گے۔"

"آپ درست کہتے ہیں، اگر آپ نہ آتے تو میں اب تک گہری نیند سو چکا ہوتا، لیکن اب شاید مجھے نیند بھی نہ آسکے۔ میرے ذہن میں واقعی کئی اُلجھنیں ہیں۔"

"آتشکدہ بالکل قریب ہے، آپ ابھی واپس آجائیں گے۔"

"چلئے!"

فرخ زاد کاہن کے ساتھ باہر نکلا۔ دروازے پر پہریدار نے حیران ہو کر اُن کی طرف دیکھا اور پھر ادب سے سلام کرنے کے بعد ایک طرف ہٹ گیا۔ آتش کدہ میں داخل ہونے کے بعد فرخ زاد کو نیند یا تھکاوٹ کا احساس نہ تھا۔ وہ کاہن کے پیچھے کافوری بتیوں سے روشن اور عُود، عنبر اور لوبان کی خوشبو سے معطر راستے پر چلنے کے بعد وسطی کمرے میں داخل ہُوا اور "مقدس آگ" کے گرد سُنہری جنگلے کے قریب رُک گیا۔

کاہن نے کہا: "جناب میں ایک اہم فرض پُورا کر چکا ہوں۔ اب آپ اُس جگہ پہنچ چکے ہیں جہاں ہمارے عظیم ترین حکمران انتہائی اہم فیصلے کیا کرتے تھے۔ ہمارے ساسانی تاجدار اور اُن کے سپہ سالار کسی ملک پر چڑھائی کرنے سے پہلے اپنے بزرگوں کی رُوحوں سے فتح کی بشارت حاصل کیا کرتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ اس جگہ آپ کی کوئی دُعا رائیگاں نہیں جائے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جب تک آپ کا ضمیر مطمئن نہ ہو جائے آپ دُعا کرتے رہیں۔ مجھے یقین ہے کہ مقدس آگ سے آپ کو کوئی اشارہ ضرور ملے گا۔ اب میں آپ کی تنہائی میں مخل نہیں ہونا چاہتا۔ اس مقدس فریضہ سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ مجھے دروازے پر موجود پائیں گے۔"

فرخ زاد عمر رسیدہ کاہن کی باتوں سے کہیں زیادہ آتشکدہ کے پُراسرار ماحول سے متاثر ہو رہا تھا۔ وہ مقدس آگ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور کاہن دبے پاؤں باہر نکل گیا۔

یہ دیو قامت انسان جس کی جوانی کے بیشتر ایام جنگ کے میدانوں میں گزرے تھے اور جس کے سر کے آدھے بال سفید ہو چکے تھے، اپنی زندگی میں پہلی بار کسی اَن جانی اور اَن دیکھی طاقت کے سامنے گڑگڑاتے اور التجائیں کرتے ایک روحانی لذت محسوس کر رہا تھا لیکن آگ کی دھیمی روشنی اُس کی ذہنی اُلجھنیں دُور کرنے سے قاصر تھی۔ پھر اُس نے اپنے دل میں یہ عہد کیا کہ جب تک مجھے کوئی غیر مبہم اشارہ نہیں ملے گا،

میں یہاں سے نہیں اُٹھوں گا۔ وہ دیر تک دُعائیں کرتا رہا۔ معبد کی تیز خوشبو اس کے حواس پر غالب آنے لگی۔ یہاں تک کہ وہ غنودگی کی حالت میں زردشت اور اُس کے نامور روحانی اور سیاسی فرزندوں کی خیالی تصویریں دیکھ رہا تھا۔ پھر اُسے کسی کے لباس کی سرسراہٹ اور پاؤں کی آہٹ محسوس ہوئی۔ اُس نے چونک کر سر اُٹھایا اور اُس کی نگاہیں نسوانی حسن کے ایک پیکر پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ وہ اطلس کی قبا پہنے ہوئے تھی اور اُس کے سر پر سنہری تاج میں جواہرات چمک رہے تھے۔ اُس کے لمبے سیاہ بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور اُس کی آنکھوں میں تاریک رات کے ستاروں کی مسکراہٹیں تھیں۔ چند ثانیے وہ خواب اور حقیقت کے درمیان امتیاز نہ کر سکا۔ اگر وہ یہ کہتی کہ مجھے آگ کے شعلوں نے جنم دیا ہے تو وہ یقین کر لیتا پھر اگر وہ اچانک اس پُراسرار ماحول میں تحلیل ہو کر اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی تو بھی وہ اسے اپنے وہم کا کرشمہ خیال کرتا۔ وہ فاتحانہ انداز سے آگے بڑھی اور اُس کی بیباک مسکراہٹوں نے فرخ زاد کی نگاہوں سے توہمات کے پردے اُٹھا دیئے۔

"تم ... تم کون ہو؟" اُس نے اُٹھ کر پوچھا۔

"میں ایران کی ملکہ ہوں اور تم شاید فرخ زاد ہو، وہ خوش نصیب جسے کل میرے سر پر سلطنت کا تاج رکھنے کی عزت نصیب ہو گی۔"

"تم آذرمیدخت ہو؟"

وہ جواب دینے کی بجائے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر دائیں ہاتھ چل پڑی پھر چند قدم اُٹھانے کے بعد اُس نے ایک ثانیہ کے لئے مڑ کر دیکھا۔ اُس کا چہرہ ان مسکراہٹوں سے لبریز تھا جنہیں دیکھنے والے اپنا راستہ بھول جاتے ہیں۔ "ٹھہرو!" فرخ زاد نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ لیکن وہ رُکنے کی بجائے ہنستی ہوئی معبد کے عقبی دروازے کے پیچھے غائب ہو گئی اور فرخ زاد دروازے کے قریب رُک کر مخمل کے پردے کے پیچھے اُس کے دلفریب قہقہے سُن رہا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اُس کی قوت گویائی سلب ہو چکی تھی۔ وہ واپس مڑنا چاہتا تھا لیکن یہ نقرئی قہقہے اُس کے پاؤں کی زنجیریں بن چکے تھے۔ پھر یہ قہقہے اچانک خاموش ہو گئے۔ اُس نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے پردہ اُٹھایا۔ باہر کے راستے کی طرح یہ اندرونی راستہ بھی کافور

کی قمقموں سے روشن تھا اور وہ چند قدم دُور کھڑی تھی۔ فرخ زاد اپنی نگاہوں میں ہزاروں التجائیں لئے آگے بڑھا اور اُس نے کہا "آذر میدخت، ٹھہرو!"

آذر میدخت نے منہ پھیر لیا۔

"تمہیں معلوم تھا کہ میں اس وقت یہاں ہوں؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ موبد نے میرے ساتھ مذاق کیا ہو۔ ایران کی ملکہ میری طرف دیکھو! مجھے جواب دو۔"

وہ بولی "اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم اس وقت یہاں ہو اور مجھے دیکھ کر اس قدر پریشان ہو گے تو میں یہاں آنے کی غلطی نہ کرتی۔"

اُس نے مغلوب سا ہو کر جواب دیا "آذر تم نے کوئی غلطی نہیں کی اور میں پریشان نہیں ہوں۔"

"لیکن تمہارا چہرہ یہ بتا رہا ہے کہ تم مجھے دیکھ کر خوش نہیں ہوئے۔"

"کاش تمہاری نگاہیں میرے دل کی گہرائیوں تک پہنچ سکتیں۔"

"تمہارے دل کا حال مجھے اُس وقت معلوم ہوگا جب تم دربار میں اپنا فیصلہ سناؤ گے۔"

"دربار میں صرف میری عقل کا امتحان ہوگا۔"

"اور تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ شاید تمہاری عقل تمہارے دل کا ساتھ نہ دے سکے گی۔"

"یہ ہو سکتا ہے، لیکن ....."

آذر میدخت نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "لیکن اس وقت تمہارا دل میرے سامنے ہے۔"

"نہیں، نہیں اس وقت مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور کیا کہنا چاہتا ہوں۔"

"تم مجھے ایران کی ملکہ کہہ چکے ہو اور کل اگر تمہاری عقل نے تمہارا راستہ نہ روک لیا تو ایران کی ملکہ کی قیام گاہ کا دروازہ تمہارے لئے ہر وقت کھلا ہوگا۔ اب تم جا کر آرام کرو، مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

وہ فرخ زاد کے جواب کا انتظار کئے بغیر وہاں سے چل پڑی۔ فرخ زاد چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر بھاگ کر آگے بڑھا اور اس کا بازو پکڑتے ہوئے بولا "آذر ٹھہرو! تم کہاں جا رہی ہو؟"

"یہ راستہ اندرونی محلات کی طرف جاتا ہے اور شاہی خاندان کے سوا کسی اور کو اُس دروازے

سے آگے قدم رکھنے کی اجازت نہیں۔ اب تم جاؤ، مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"مجھ سے؟"

"نہیں میں صرف اپنے دشمنوں کے جاسوسوں سے ڈرتی ہوں۔ اگر انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ ہم دونوں یہاں ہیں تو وہ شاہ پور اور پوران دخت کو خبردار کر دیں گے اور یہ سارا کھیل بگڑ جائے گا۔"

فرخ زاد نے آذر میدخت سے زیادہ اپنے آپ کو تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "اگر مجھ پر کسی نے مجھ پر شک کیا تو میں کہہ سکوں گا کہ میں اپنی مرضی سے یہاں آیا تھا اور یہ محض اتفاق تھا کہ تم بھی یہاں آ پہنچ گئی تھیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ انہیں تم پر اعتبار آ جائے۔ لیکن مجھ پر اعتبار نہیں آئے گا۔"

آذر میدخت ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھی اور اس نے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد تین بار بند دروازے پر دستک دی۔ باہر سے زنجیر کھلنے کی آواز آئی اور پھر دونوں کواڑ کھل گئے۔ آذر میدخت دہلیز سے باہر قدم رکھتے ہی اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹی اور دہشت زدہ ہو کر فرخ زاد کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس نے سنبھلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "وہ آگئے کھڑے ہیں، آپ باہر کے راستے سے نکل جائیں۔" لیکن فرخ زاد اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اس نے جواب دیا۔ "اب میری زندگی میں تمہارے سر کا بال بیکا نہیں ہو سکتا۔"

شاہ پور، پوران دخت اندر داخل ہوئے اور ان کے پیچھے چار مسلح سپاہی دروازے کے قریب رُک گئے۔ وہ چند ثانیئے رنج و اضطراب کی حالت میں آذر میدخت اور فرخ زاد کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر شاہ پور نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ "آذر تم جاؤ۔"

آذر میدخت نے ندامت کا اظہار کرنے کی بجائے گردن اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور پھر پوران سے مخاطب ہو کر کہا۔ "مجھے معلوم نہ تھا کہ تمہارے جاسوس اس جگہ بھی میرا پیچھا کریں گے۔"

پوران نے برہم ہو کر کہا۔ "تمہیں شرم آنی چاہیئے۔"

فرخ زاد نے شاہ پور سے کہا۔ "میں دعا کرنے کے لئے یہاں آیا تھا اور مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اس وقت آتشکدہ کے اندر کوئی اور بھی ہو گا۔ یہ مجھے دیکھ کر بھاگ رہی تھیں میں نے صرف اپنی تشویش رفع

کرنے کے لئے اُن کا پیچھا کیا ہے۔"

"اور اب آپ کی تشویش رفع ہو چکی ہے۔"

"ہاں، اب مجھے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ آذر میدخت ہے۔"

شاہ پور نے پوران سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم آذر کو لے جاؤ، میں اُن سے بات کرتا ہوں۔"

آذر بولی۔ "اگر تم میرے متعلق کوئی بات کرنا چاہتے ہو تو میں یہیں رہوں گی۔"

فرخ زاد نے کہا۔ "نہیں آپ جائیں۔ میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ میرے سامنے آپ کے متعلق کوئی توہین آمیز بات نہیں ہو گی۔ اگر آپ بھاگنے سے پہلے مجھے اپنا نام بتا دیتیں تو میں آپ کا پیچھا نہ کرتا۔ میں اِس گستاخی کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔"

"آؤ آذر!" پوران نے قدرے نرم ہو کر کہا اور وہ کچھ کہے بغیر اُس کے ساتھ باہر نکل گئی۔ شاہ پور نے مسلح سپاہیوں کی طرف دیکھ کر ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ بھی واپس چلے گئے۔

شاہ پور چند ثانیے فرخ زاد کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا۔ "آپ جانتے ہیں کہ محل کے اندر آذر میدخت کی حفاظت میری اولین ذمہ داری ہے اور اس صورت میں جبکہ یہ میرے مقابلے میں سلطنت کی اُمیدوار بھی ہے، میری یہ ذمہ داری اور اہم ہو گئی ہے۔ اگر اُسے کوئی حادثہ پیش آجائے تو سلطنت کے اُمراء مجھے قابلِ معافی نہیں سمجھیں گے۔ یہ اپنی قیام گاہ سے غائب تھی اور ہم کافی دیر سے اسے تلاش کر رہے تھے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ آپ اپنی عم زاد کا خیال رکھتے ہیں۔ اس بات کے باوجود کہ وہ تخت کے حصول کے لئے آپ کی مدِ مقابل ہے۔"

شاہ پور نے جواب دیا۔ "میری عم زاد خوبصورت بھی ہے اور مغرور بھی اور اگر خوشامدی نوکروں اور خادماؤں نے اُس کے دل میں ملکہ بننے کا شوق پیدا کر دیا ہے تو مجھے اِس پر برہم نہیں ہونا چاہیے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ شاہی محل کی ہر کنیز کے دل میں شہزادی بننے اور ہر شہزادی کے دل میں ملکہ بننے کی خواہش ہوتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اس کے ساتھ باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا، ورنہ ہو سکتا تھا کہ کوئی عقل کی بات اُس کے دماغ میں آجاتی۔"

فرخ زاد نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا: "مجھے معلوم نہیں کہ اگر آپ کی عم زاد کے سر پر ایران کا تاج رکھ دیا جائے تو وہ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرے گی لیکن میں آپ سے یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ اگر کل آپ حکمران بن جائیں تو اُسے اپنا دشمن نہیں سمجھیں گے۔"

شاہ پور نے جواب دیا: "اگر میں ایران کا حکمران بن جاؤں تو میری پہلی خواہش یہ ہوگی کہ آذر میدخت کے لئے کوئی ایسا شوہر تلاش کیا جائے جو اس کی قدر و قیمت جانتا ہو اور جس کی رفاقت میں وہ یہ محسوس نہ کرے کہ کسریٰ کی عم زاد ہونے کے باوجود اُسے اُس عزت سے محروم رکھا گیا جو صرف ایک شہزادی ہونے کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ ایران کی سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی ہونے کے باعث بھی اُس کا حق ہے۔"

فرخ زاد نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: "آپ بہت فیاض ہیں اور فیاضی ایک اچھے حکمران کی اوّلین شرط ہے۔"

شاہ پور نے فرخ زاد کے چہرے پر ایک معنی خیز نگاہ ڈالتے ہوئے کہا: "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدرت نے خراسان کے حاکم کو صرف ملائن کے نئے حکمران کے سر پر سلطنت کا تاج رکھنے کے لئے ہی نہیں بلکہ آذر میدخت کے لئے بھی زندگی کا سہارا بنا کر یہاں بھیجا ہے اور اگر میرا یہ قیاس غلط نہیں تو ایران کی زمامِ کار سنبھالنے کے بعد میرا پہلا اعلان یہ ہوگا کہ میری عم زاد خراسان کے حاکم کے محل کی زینت بننے والی ہے۔ کیا میں یہ اُمید کر سکتا ہوں کہ اگر میں آپ کو آذر میدخت کا رفیقِ حیات بننے کی دعوت دوں تو آپ انکار نہیں کریں گے۔ آذر کو حکومت کرنے کا شوق ہے اور سلطنت کے وزیرِ اعظم کی اہلیہ کی حیثیت میں اُس کا یہ شوق پُورا ہو سکتا ہے۔"

فرخ زاد نے تشکر اور احسانمندی کے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا: "میرے لئے اِس سے بڑی عزت اور کیا ہو سکتی ہے۔"

"مجھے یہ معلوم نہیں کہ آپ کے متعلق آذر میدخت کے خیالات کیا ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ کسریٰ کے تخت پر بیٹھنے کے بعد مجھے اُس کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا پورا اختیار ہوگا۔ اب آپ آرام کریں۔"

فرخ زاد نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے اِس جگہ آذر میدخت سے مُلاقات کی توقع نہ تھی۔"

شاہ پور مُسکرایا۔ "مجھے معلوم ہے کہ آپ کو آتشکدہ کے موبد نے یہاں آنے پر آمادہ کیا تھا۔"

"اس کا یہ مطلب ہے کہ موبد کو آذر میدخت نے میرے پاس بھیجا تھا۔"

شاہ پور نے ہنس کر جواب دیا۔ "آپ کو موبد پر خفا نہیں ہونا چاہیئے۔ اُس نے صرف اپنا فرض پُورا کیا ہے۔"

"کیا آپ اُس سے خفا نہیں ہیں؟"

"نہیں بلکہ میں اُسے انعام کا حق دار سمجھتا ہوں۔ اگر وہ یہ خدمت اپنے ذمے نہ لیتا تو اس وقت ہماری مُلاقات بھی نہ ہوتی۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ آپ موبد کی اطلاع پر یہاں آئے تھے؟"

"ہاں اُس نے آذر میدخت کے ساتھ آپ کی مُلاقات کا انتظام کرنے کے بعد مجھے بھی خبردار کر دیا تھا لیکن ابھی یہ بات آذر میدخت پر ظاہر نہیں ہونی چاہیئے۔ ورنہ موبد کو سونے کی اُس تھیلی سے محروم ہونا پڑے گا جو اُس نے آذر میدخت سے حاصل کی ہے۔"

"لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ کاہن نے آذر میدخت سے انعام حاصل کیا ہے؟"

شاہ پور نے مُسکرا کر جواب دیا۔ "میں وہ تھیلی دیکھ چکا ہوں اور آذر میدخت کے مقابلے میں دگنا انعام دے چکا ہوں اور میرا خیال ہے کہ اس کارگزاری کے بدلے آپ بھی اُسے انعام کا حقدار سمجھیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد جب فرخ زاد اپنے بستر پر لیٹا ان واقعات پر غور کر رہا تھا تو آذر میدخت کی اَن گنت تصویریں اُس کے دماغ میں گھوم رہی تھیں اور پچپن سال کی عمر میں اُس کی حالت اُس بچے کی سی تھی جس کی جھولی کھلونوں سے بھر دی گئی ہو۔ اُسے جس قدر اِس تلخ حقیقت کا احساس تھا کہ آذر میدخت نے اُسے بیوقوف بنانے کی کوشش کی ہے اُسی قدر وہ اِس بات سے مسرور تھا کہ شاہ پور کے سر پر تاج رکھنے کے بعد اُس کی مُراد پوری ہو سکتی ہے۔

اگلے روز صبح ہوتے ہی اُمرائے سلطنت ایوانِ کسریٰ میں جمع ہو چکے تھے۔ اس پُرشکوہ عمارت کے ایک وسیع گنبد کے نیچے ایک بلند پلیٹ فارم پر وہ سنہری تخت تھا جسے بیش قیمت جواہرات سے مزین کیا گیا تھا۔ سامنے ایک میز پر کسریٰ کا تاج پڑا ہُوا تھا اور تخت کے اُوپر موتیوں اور ہیروں سے مرصع چھتر جسے تاج کی شکل میں بنایا گیا تھا، ایک بھاری زنجیر کے ساتھ چھت سے منسلک تھا۔ پلیٹ فارم سے لے کر وسیع ہال کے آخری سرے تک فرش کے بیش قیمت قالین بھی موتیوں اور ہیروں سے مزین تھے اور دیواریں اطلس اور زربفت کے پردوں سے آراستہ تھیں۔ ان قالینوں اور پردوں پر جو نقش و نگار بنائے گئے تھے اُنہیں دیکھ کر پہاڑوں، ندیوں اور درختوں کا گمان ہوتا تھا۔ تخت کے دائیں بائیں شاہی خاندان کے شہزادے اور شہزادیاں رونق افروز تھیں اور پلیٹ فارم سے نیچے سلطنت کے اکابر حسبِ مراتب اگلی اور پچھلی صفوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔

حاضرینِ مجلس کی نگاہیں تخت کے دو اُمیدواروں پر مرکوز تھیں۔ تخت کی دائیں طرف ایک کرسی خالی تھی اور اُس کے ساتھ دوسری کرسی پر شاہ پور رونق افروز تھا۔ بائیں طرف پہلی کرسی پر پوران دخت اور دوسری کرسی پر آذرمیدخت بیٹھی ہوئی تھی۔

آذرمیدخت اپنے لباس اور بناؤ سنگار کے لحاظ سے ایک دُلہن معلوم ہوتی تھی۔ وہ ہر نگاہ کے جواب میں مسکراہٹوں کے پھول برسا رہی تھی اور اُسے دیکھنے والے اشاروں میں اپنے ساتھیوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے کہ اگر فرخ زاد نے اس شوخ اور بیباک لڑکی کی طرف سے اپنی آنکھیں بند نہ کر لیں تو اُسے ایک سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔

فرخ زاد ہال میں داخل ہُوا اور سب تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ اُس نے چبوترے کی سیڑھیوں پر پاؤں رکھتے ہوئے اچانک آذرمیدخت کی طرف دیکھا اور ایک ثانیہ کے لئے رُک گیا۔ پھر وہ جلدی سے آگے بڑھا اور شاہ پور کے قریب خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

حاضرین تھوڑی دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور پھر وہ آپس میں سرگوشیاں

کرنے لگے۔ فرخ زاد قدرے توقف کے بعد اُٹھا اور اُس نے کہا: "معزز حضرات! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس عظیم ذمہ داری کے قابل سمجھا ہے۔ تاہم اگر مجھے اس بات کا احساس نہ ہوتا کہ آج ہم اپنی تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں اور موجودہ حالات میں ایک معمولی خلفشار بھی ہمارے لئے تباہی کے دروازے کھول سکتا ہے تو میں یہ ذمہ داری قبول نہ کرتا۔ اب میں تخت کے ایک دعویدار کی تعریف یا دوسرے کی مذمت نہیں کروں گا۔ اگر یہ ممکن ہوتا کہ ایک تخت پر دو حکمران بٹھا دئیے جائیں تو میں یہ اعلان کرتا کہ ایران کے تخت کے لئے شہزادہ شاہ پور اور شہزادی آذر میدخت یکساں موزوں ہیں۔ لیکن ایران کو صرف ایک حکمران کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں آپ سے پھر ایک بار یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ آپ متفقہ طور پر میرے فیصلے کی تائید کریں گے۔"

فرخ زاد یہاں تک کہہ کر رُک گیا۔ حاضرین چند ثانیے خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر اُمراء کی پہلی صف سے ایک معمر آدمی اُٹھا اور اُس نے بلند آواز میں کہا: "ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس ہے۔ اب آپ اپنا فرض پورا کریں۔" اس کے بعد بہمن اُٹھا اور اُس نے کہا: "میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ جو حضرات اس وقت یہاں موجود ہیں وہ متفقہ طور پر آپ کا فیصلہ قبول کریں گے۔" اس کے بعد دوسرے لوگ باری باری فرخ زاد پر اپنے یقین اور اعتماد کا اظہار کرنے لگے۔ پھر فرخ زاد نے شاہ پور کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا اور آگے بڑھ کر تخت پر بٹھا دیا۔ اس کے بعد مجوسی کاہن نے تاج اُٹھا کر شاہ پور کے سر پر رکھ دیا۔ فرخ زاد نے پہلے تخت کے سامنے سجدہ کیا۔ پھر شہنشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اُٹھ کر کہا: "حضرات! میں اپنا فرض پورا کر چکا ہوں۔ اب میری یہ خواہش ہے کہ شہزادی آذر میدخت ایران کے نئے شہنشاہ کو مبارکباد پیش کرنے میں سبقت کریں۔"

آذر میدخت چند ثانیے سکتے کے عالم میں فرخ زاد کی طرف دیکھتی رہی، پھر وہ اپنے کرب و اضطراب کو مصنوعی مسکراہٹوں میں چھپاتی ہوئی اُٹھی، لڑکھڑاتی ہوئی آگے بڑھی، دو زانو ہو کر شاہ پور کے ہاتھ کو بوسہ دیا، پھر پیچھے ہٹ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے بعد شہزادی پوران دخت، شاہی خاندان کے دوسرے افراد اور سلطنت کے اُمراء اور فوجی عہدہ دار باری باری آگے بڑھ کر شاہ پور کی تعظیم کرنے لگے۔

لیکن آذر میدخت کو اپنے گرد و پیش کا ہوش نہ تھا۔ وہ ایک زخمی ناگن کی طرح کبھی شاہ پور اور کبھی فرخ زاد کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جب یہ کارروائی ختم ہوئی تو شاہ پور نے حاضرینِ دربار سے مخاطب ہو کر کہا: "ہمیں اُن ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس ہے جو موجودہ حالات میں ایران کے حکمران پر عائد ہوتی ہیں اور ان عظیم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں ایک دانشمندانہ اور تجربہ کار وزیر کی ضرورت ہے۔ فرخ زاد نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہمیں خراسان سے زیادہ مدائن میں اُن کی خدمات کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہم انہیں اپنا وزیر مقرر کرتے ہیں اور خراسان کی حکومت اُن کے بیٹے رستم کے سپرد کی جاتی ہے۔ مدائن کے عوام اور اُمراء کو یہ محسوس نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم نے اُن پر کسی اجنبی کو مسلط کر دیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ فرخ زاد کو شاہی خاندان سے منسلک کر دیا جائے۔ آذر میدخت ہماری عم زاد ہیں ہم اُن کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ایران کے تخت پر ہمارا خیر مقدم کرتے ہوئے انتہائی کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا ہے اب ہماری یہ خواہش ہے کہ وہ ہمارے وزیر کی رفیقۂ حیات کی حیثیت سے سلطنت کے امور میں دلچسپی لیں کیونکہ جس طرح ہمیں فرخ زاد کی خدمات کی ضرورت ہے اسی قدر فرخ زاد کو اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے ہماری عم زاد کے تعاون کی ضرورت ہوگی۔"

آذر میدخت اچانک اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کرب اور اضطراب کی حالت میں اُس کا سارا وجود لرز رہا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن آواز اُس کے حلق سے باہر نہ نکل سکی۔

شاہ پور نے اُس کی طرف دیکھا اور کہا: "آؤ بیٹھ جاؤ، تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تم نے مقدس آگ کے سامنے جو عہد کیا تھا، ہم اُسے پورا کریں گے۔ تم نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس پر کسریٰ کا خاندان شرمسار ہو۔ تم اس بات پر فخر کر سکتی ہو کہ تمہارا مقصد سلطنت کی بھلائی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اب ہم اپنی رعایا کو ایک ہفتہ کے لئے جشن منانے کی اجازت دیتے ہیں۔"

آذر میدخت نڈھال سی ہو کر کرسی پر گر پڑی۔ شاہ پور اُٹھا اور عقب کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

باب ۱۷

فریبرز اپنے دفتر کے ایک کشادہ کمرے میں بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ زرنجت کمرے میں داخل ہوا اور سلام کرنے کے بعد مؤدب کھڑا ہو گیا۔ فریبرز نے اُس کی طرف دیکھے بغیر ہاتھ سے اشارہ کیا اور زرنجت آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ فریبرز نے تھوڑی دیر بعد اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "زرنجت میں تمہیں ایک اہم ذمہ داری سونپ رہا ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ ایک ہفتہ تک فرخ زاد اور شہزادی آذرمیدخت کی شادی ہونے والی ہے اور مدائن کے اُمراء کا ایک بااثر گروہ اس بات پر خوش نہیں؟"

"جناب میرا خیال ہے کہ اس مسئلہ پر فوج میں بھی کافی اضطراب پایا جاتا ہے۔ میں اس قسم کی افواہیں سن چکا ہوں کہ شاہ پور نے تخت حاصل کرنے کے لئے فرخ زاد کو شہزادی آذرمیدخت کا رشتہ پیش کیا تھا لیکن میرا خیال ہے کہ شہزادی کی اپنی خواہش بھی یہی تھی۔"

"تمہارا خیال غلط ہے۔ وہ اس رشتے پر قطعاً خوش نہیں اور جو امیر یہ محسوس کرتے ہیں کہ شاہ پور نے فرخ زاد کو وزیر بنا کر اُن کی حق تلفی کی ہے۔ اُس کی ناراضگی سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں فرخ زاد نے شاہ پور کے حق میں فیصلہ دے کر جس قدر دانشمندی کا ثبوت دیا ہے، وزارت کا عہدہ قبول کر کے اور پھر اس سے کہیں زیادہ آذرمیدخت کے ساتھ شادی رچانے میں اسی قدر حماقت کا مظاہرہ کیا ہے اُس کے مخالفین کے لئے مدائن کے عوام کو اس بات پر مشتعل کرنا مشکل نہیں کہ کسریٰ کی بیٹی کی شادی شاہی خاندان سے باہر ہو رہی ہے۔ میں تمہیں فرخ زاد کی حفاظت کی ذمہ داری سونپنا چاہتا ہوں۔ کل اُس نے شہنشاہ سے درخواست کی تھی کہ اُسے خراسان سے اپنے سپاہیوں کے چند دستے مدائن میں منتقل کرنے

کی اجازت دی جائے۔ شہنشاہ نے مجھے مشورے کے لئے بلایا تھا اور میں نے انہیں یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر فرخ زاد کو خراسان کے سپاہی مدائن میں لانے کی اجازت دی گئی تو یہاں اُس کی مخالفت اور بڑھ جائے گی۔ اگر اُسے یہاں کوئی خطرہ ہے تو میں اُس کی حفاظت کی ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ شہنشاہ نے فرخ زاد کی حفاظت میرے سپرد کی ہے اور میں یہ ذمہ داری تمہیں سونپ رہا ہوں بظاہر اِس بات کا کوئی خطرہ نہیں کہ مدائن کے اُمراء یا شاہی خاندان کے افراد فرخ زاد کے ساتھ کھلے تصادم کا خطرہ مول لینے کی جرأت کریں گے۔ تاہم ہمیں ہمہ وقت چوکس اور بیدار رہنا چاہیئے۔ دو دن فرخ زاد اپنی نئی قیام گاہ میں منتقل ہو جائے گا اور جب تک ہمیں مدائن کے حالات کے متعلق اطمینان نہیں ہو جاتا تم اُس کے ساتھ رہو گے۔ آذرمیدخت شہنشاہ کے ساتھ سخت تکرار کے بعد فرخ زاد سے شادی کرنے پر رضامند ہوئی ہے۔ لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُس کے دل میں کیا ہے۔ ہو سکتا ہے شہنشاہ کے ساتھ جھگڑا کرنے کے بعد اُس نے اپنی غلطی محسوس کر لی ہو یا سنجیدگی سے اپنے مستقبل کے متعلق سوچنے کے بعد اُس نے فیصلہ کیا ہو کہ تخت سے محروم ہونے کے بعد شہنشاہ کے وزیر کی بیوی کی حیثیت سے وہ شاہی خاندان کے باقی افراد سے ممتاز رہ سکتی ہے۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ محض حالات سے مجبور ہو کر اپنے غم و غصہ کو مسکراہٹوں میں چھپانے کی کوشش کر رہی ہو اور اُسے اپنے جذبۂ انتقام کی تسکین کے لئے مناسب وقت کا انتظار ہو۔ اُس کی رگوں میں ساسانی خون ہے اور مجھے یقین ہے کہ اگر حالات ذرا ساز گار ہوئے تو تم اُسے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے بڑے سے بڑا خطرہ مول لینے کے لئے تیار پاؤ گے۔ فرخ زاد ایک مضبوط آدمی ہے لیکن مدائن کے اُمراء کو یہ بات راس نہیں آسکتی کہ ایک مضبوط آدمی سلطنت کا وزیر بن کر اُن کی گردن پر سوار ہو جائے۔ اگر آذرمیدخت نے کوئی سازش نہ کی تو بھی وہ زیادہ عرصہ آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔"

فریبرز یہاں تک کہہ کر رک گیا۔ پھر اُس نے میز سے ایک کاغذ اُٹھایا اور زرنجت کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ اُن لوگوں کی فہرست ہے جو گزشتہ چند برس میں سابق حکمرانوں کے خلاف قریباً ہر سازش میں حصہ لے چکے ہیں۔ یہ نام حفظ کر لو اور پھر اس کاغذ کو جلا ڈالو۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ان دنوں شاہ پور کی

حمایت میں سب سے زیادہ نعرے لگاتے ہیں لیکن اگر فرخ زاد شہزادی آذر میدخت کو تخت پر بٹھا دیتا تو یہی لوگ اس کے حامیوں کی پہلی صف میں کھڑا ہونے کی کوشش کرتے۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ تم فرخ زاد کے لئے کوئی خطرہ محسوس کرتے ہو اور آذر میدخت پر بھی تمہیں اپنے شبہات ظاہر نہیں کرنے چاہئیں۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھو، کانوں سے سنو، دماغ سے سوچو لیکن اپنی زبان قابو میں رکھو۔ جب یہ لوگ تمہاری طرف سے بے پروا ہو جائیں گے تو تم زیادہ سُن سکو گے، زیادہ دیکھ سکو گے، بہتر سوچ سکو گے اور وقت آنے پر بہتر فیصلہ کر سکو گے۔ تمہارے ساتھ صرف بیس پچیس ایسے آدمی ہونے چاہئیں جن کی ذہانت، وفاداری اور بہادری پر تم اعتماد کر سکو۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

زرنجت نے اٹھ کر سلام کیا لیکن جب وہ دروازے کی طرف بڑھا تو فریبرز نے اُسے آواز دے کر روک لیا اور کہا۔"رات سروش کا ایلچی آیا تھا۔ اُس نے لکھا ہے کہ یاسمین تمہاری بہن کو بہت یاد کرتی ہے اور وہ عرب لڑکا وہاں بہت خوش ہے۔"

زرنجت نے سوال کیا۔"وہ واپس نہیں آئے گا؟"

فریبرز نے جواب دیا۔"سروش نے لکھا ہے کہ جب میری فوج جنگ میں شریک ہوگی تو یہ کمسن سپاہی میرے ساتھ ہوگا اور ایران کے آزمودہ کار سپاہی اُس کے کارناموں پر فخر کریں گے۔"

O

آذر میدخت اپنے محل کے ایک کمرے میں کرسی پر بیٹھی تھی۔ ایک کنیز اُس کے بال سنوارنے میں مصروف تھی اور دوسری اس کے سامنے آئینہ لئے کھڑی تھی۔ ایک اور خادمہ کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے کہا۔"جناب سیاوخش آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔"

آذر میدخت نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور کنیزیں باہر نکل گئیں۔ سیاوخش کمرے میں داخل ہوا۔ شہزادی نے ایک دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا لیکن پھر اچانک سنجیدہ ہو کر بولی۔"اب تمہیں میرے پاس آنے میں بہت زیادہ احتیاط برتنی چاہیئے، اگر شاہ پور کے کسی جاسوس کو شبہ ہو گیا تو میری حالت ایک قیدی سے مختلف نہیں ہوگی۔"

سیاد خش نے آگے بڑھ کر شہزادی کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور پھر پیچھے ہٹ کر اُس کے سامنے دیوان پر بیٹھتے ہوئے بولا۔" شاہ پور کو معلوم ہے کہ شاہی محلات کا محافظ میرا ماموں زاد ہے اور میں اُس کے پاس آیا کرتا ہوں۔"

آذرمیدخت بولی۔" فرض کرو، اگر شاہ پور یا پوران دخت اچانک اس طرف آنکلیں تو تم انہیں یہ کہہ کر مطمئن کر سکو گے کہ تم غلطی سے اپنے ماموں زاد کی بجائے یہاں آگئے ہو؟"

وہ مُسکرایا۔" آپ فکر نہ کریں، اُن کے راستے میں پہرہ دار کھڑے ہیں اور جب اُن میں سے کوئی اپنے محل سے باہر نکل کر آپ کی قیام گاہ کا رُخ کرے گا تو مجھے اطلاع مل جائے گی اور مجھے یہاں سے باغ کے راستے اپنے ماموں زاد کے گھر تک پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔ لیکن اس وقت شاہ پور کے ساتھ فرخ زاد کی مُلاقات ہو رہی ہے اور جب تک یہ مُلاقات ختم نہیں ہوتی شاہ پور کے نوکر یا جاسوس کسی اور طرف توجہ نہیں دیں گے۔ میں آپ کو یہ بتانے کے لئے آیا ہوں کہ اُمراء اور فوجی سرداروں کی اکثریت ہمارے ساتھ ہے۔ وہ فرخ زاد کو اس بات کا موقع نہیں دینا چاہتے کہ وہ مدائن میں پاؤں جمائے۔ فوج اس خبر سے کافی بے چین ہے کہ فرخ زاد موقع ملتے ہی اپنے بیٹے رستم کو سپہ سالار کے عہدے پر فائز کرنے کی کوشش کرے گا اور شاہ پور کسی مسئلے میں بھی اُسے ناراض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

آذرمیدخت نے کہا۔" تمہیں یہ باتیں بتانے کے لئے یہاں آنے کا خطرہ مول لینے کی ضرورت نہ تھی۔ محل کے اندر بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو مجھے باہر کے حالات سے باخبر رکھتے ہیں۔ میں صرف یہ سُننا چاہتی ہوں کہ جو اُمراء اور فوجی سردار میرے طرف دار ہیں اُنہوں نے بغاوت کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے کون سا دن مقرر کیا ہے؟"

سیاد خش نے جواب دیا۔" ہمیں بغاوت کا پرچم اُٹھانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ہمارے سامنے مسئلہ صرف یہ ہے کہ ایک صبح جب اہلِ مدائن گہری نیند سے بیدار ہوں تو وہ یہ خبر سُنیں کہ شہزادی آذرمیدخت کے ایک جاں نثار نے شاہ پور اور فرخ زاد کو اُس کے راستے سے ہٹا دیا ہے۔"

آذرمیدخت مسکرائی۔" اور آذرمیدخت کے اُس جاں نثار کا نام سیاد خش ہے۔"

"ہاں میں یہ کام اپنے ذمہ لے چکا ہوں لیکن میرے راستے میں چند دشواریاں ہیں یہی وجہ ہے کہ میں آج آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میرے لئے فرخ زاد سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل نہیں ہوگا لیکن اس کے بعد اگر شاہ پور کی محافظ فوج فوراً میدان میں آگئی تو بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو آپ کا ساتھ دینا پسند کریں گے۔ بدقسمتی سے محافظ فوج کا سالار شاہ پور کا انتہائی وفادار ہے۔"

آذر میدخت نے کہا۔ "میں فریبرز کو اچھی طرح جانتی ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اگر تم فرخ زاد اور شاہ پور کو راستے سے ہٹا سکو تو وہ میری مخالفت نہیں کرے گا۔"

سیاوخش نے کہا۔ "لیکن اس نے ایک ایسے نوجوان کو فرخ زاد کا محافظ بنا دیا ہے جسے میں خطرناک سمجھتا ہوں۔"

"وہ کون ہے؟"

"اس کا نام زربخت ہے۔"

"تم اس سے ڈرتے ہو؟"

سیاوخش نے تلملا کر جواب دیا۔ "میں ایران کی ہونے والی ملکہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ میں صرف آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ فریبرز نے محافظ فوج کے بہترین سپاہی فرخ زاد کی نئی قیام گاہ کی حفاظت کے لئے بھیج دیئے ہیں اور زربخت ان سپاہیوں کا افسر ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر فریبرز فرخ زاد کے لئے کوئی خطرہ محسوس نہ کرتا تو وہ اپنی فوج کے انتہائی وفادار افسر کو پڑاؤ میں ایک اہم ذمہ داری سے ہٹا کر فرخ زاد کی حفاظت پر متعین نہ کرتا۔ عام حالات میں یہ کام فوج کے ایک معمولی عہدیدار کے سپرد ہونا چاہیئے تھا۔"

آذر میدخت نے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں پریشان ہونے کی کون سی بات ہے۔ موجودہ حالات میں ایک معمولی عقل کا آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اہلِ مدائن فرخ زاد کی تقرری پر خوش نہیں ہیں اور اس خبر نے انہیں اور زیادہ مضطرب کر دیا ہے کہ شاہ پور نے اسے میری شادی کا لالچ دے کر تخت حاصل کیا ہے۔ اس لئے فرخ زاد کی حفاظت کے لئے جو انتظامات ہو رہے ہیں وہ میرے لئے غیر متوقع نہیں۔ اگر شاہ پور نے یہ کام فریبرز کے سپرد کیا ہے تو اس نے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے یقیناً ایسے لوگوں کو منتخب کیا

ہوگا جن کی وفاداری اور فرض شناسی پر اُسے پُورا بھروسہ ہو۔"

سیاوخش نے جواب دیا "شہزادی! میں پریشان نہیں ہوں لیکن آپ کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ ہمارے راستے کی مشکلات کیا ہیں اور ان مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے ہمیں کونسی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ میں نے پہلے ہی دن یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ اگر محافظ فوج بروقت حرکت میں آگئی تو ہمارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ اب فریبرز نے زندبخت کو فرخ زاد کی حفاظت کی ذمہ داری سونپ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ میرے خدشات بے بنیاد نہیں تھے۔ شہنشاہ کی محافظ فوج کے بعض سپاہیوں اور افسروں کے خیالات معلوم کرنے کے بعد میرا تاثر یہ ہے کہ اُن کی اکثریت زندبخت کے اشاروں پر جان دیتی ہے۔ اور جب تک یہ نوجوان جو فریبرز کو اپنے باپ کی جگہ سمجھتا ہے، مدائن میں موجود ہے فریبرز کے خلاف ہماری کوئی سازش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اگر اُس نے شاہ پور یا فرخ زاد کے لئے کوئی خطرہ محسوس کیا تو اُسے صرف زندبخت کو خبردار کرنے کی ضرورت پیش آئے گی اور وہ ایک ساعت کے اندر اندر تمام دستوں کو مستقر سے شہر اور شاہی محلات میں منتقل کر دے گا۔"

شہزادی نے کہا "کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ فرخ زاد اور شاہ پور سے پہلے ہم فریبرز کو اپنے راستے سے ہٹا دیں۔"

"یہ بات مشکل نہیں، ہم فریبرز کو کسی وقت بھی ٹھکانے لگا سکتے ہیں۔ اُس کے مکان پر چند ذاتی نوکروں کے سوا اور کوئی پہریدار نہیں ہوتا۔ پھر اس کام کے لئے اُس کے دفتر کے کسی آدمی کی خدمات بھی حاصل کی جا سکتی ہیں۔ لیکن اس کے بعد ہمیں زندبخت سے نپٹنا پڑے گا اور محافظ فوج کے آزمودہ کار سپاہی اُس کے ساتھ ہوں گے۔ ایران کی دوسری افواج سے مجھے کوئی اندیشہ نہیں اگر آپ شاہ پور یا اُس کے چند حامیوں کی لاشیں روندتی ہوئی تخت تک پہنچ جائیں تو انہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی بلکہ میرے خیال میں اُن کی اکثریت فرخ زاد سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اس انقلاب کا خیر مقدم کرے گی۔ لیکن موجودہ حالات کسی خانہ جنگی کے لئے سازگار نہیں، اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ کوئی مضبوط فوجی افسر تخت و تاج کا دعویدار بن کر میدان میں آجائے گا اور ہم منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔ اس لئے ہمیں اپنی کارروائی کے

آغاز سے لے کر انجام تک سارے مراحل انتہائی قلیل عرصہ میں طے کرنے پڑیں گے۔"

آذر بولی:"تم اس بات پر پریشان ہو کہ فریبرز نے شاہی فوج کے ایک جوان اور با اثر افسر کو فرخ زاد کی حفاظت پر متعین کر دیا ہے۔ لیکن کیا میرے لئے ایران کی سلطنت کا سودا چکانے والا ایک نوجوان اس کی قیمت لوا نہیں کر سکتا؟"

"میں جس بات سے پریشان ہوں وہ یہ ہے کہ یہ نوجوان فریبرز کی حسین نواسی پر فدا ہو چکا ہے وہ اصفہان کے ایک بہت بڑے رئیس کی بیٹی ہے۔ میں اُسے دیکھ چکا ہوں اور مجھے شاہی فوج کے ایک افسر سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کچھ عرصہ قبل جب یہ لڑکی یہاں آئی تھی تو زربخت صبح و شام فریبرز کے گھر کا طواف کیا کرتا تھا۔ اس افسر کو یقین ہے کہ زربخت اس لڑکی کا شوہر بننے والا ہے اور اُسے فرخ زاد کے ساتھ منسلک کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ آگے چل کر اُس کے لئے ترقی کے راستے کھل جائیں۔"

آذرمیدخت نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا:"تم ابھی یہ کہہ رہے تھے کہ فرخ زاد اس وقت شاہ پور کے پاس ہے۔"

"ہاں! میں اُسے شاہی محل کی ڈیوڑھی کی طرف جاتے ہوئے دیکھ چکا ہوں۔"

"اور زربخت بھی اُس کے ساتھ ہو گا؟"

"نہیں زربخت اُس کے ساتھ نہیں تھا۔ وہ عام طور پر فرخ زاد کی نئی قیام گاہ کی حفاظت کرتا ہے۔ جب فرخ زاد دن کے وقت شہنشاہ کے پاس آتا ہے تو وہ دس مسلح جوان اُس کے ساتھ بھیج دیتا ہے لیکن اگر رات کے وقت فرخ زاد کو شاہ پور کے پاس آنا پڑے تو وہ ہمیشہ اُس کے ساتھ ہوتا ہے اور اُن کے ساتھ مسلح سپاہیوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔ علی الصباح وہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے پڑاؤ میں بھی جاتا ہے تاکہ شاہی فوج کے ساتھ اُس کا رابطہ قائم رہے۔"

آذرمیدخت نے کہا:"میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ اس وقت وہ کہاں ہو گا؟"

"میرے خیال میں وہ اس وقت فرخ زاد کے محل میں ہو گا۔"

آذرمیدخت نے تالی بجائی۔ ایک کنیز بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ آذرمیدخت نے کہا۔

"میری پالکی تیار کرواؤ۔ میں محل سے باہر جا رہی ہوں۔"

"یہ دیوانگی ہے، فرخ زاد کیا خیال کرے گا؟"

"فرخ زاد کو صرف اس بات کا افسوس ہوگا کہ جب میں اُس کا گھر دیکھنے گئی تھی تو وہ میرے استقبال کے لئے وہاں موجود نہ تھا۔"

"لیکن شاہ پور یہ بات کیسے پسند کرے گا کہ آپ شادی سے پہلے ...."

آذر میدخت نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "شاہ پور کے لئے اِس سے بڑی خبر اور کیا ہو سکتی ہے کہ میں نے فرخ زاد کے ساتھ اپنا مستقبل وابستہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

سیاوخش نے کہا "شہزادی! اگر آپ زرد بخت کو اپنا حامی بنانے کی اُمید پر وہاں جا رہی ہیں تو آپ کو مایوسی ہوگی۔"

آذر میدخت نے تملا کر جواب دیا "اگر وہ دیکھنے کے لئے آنکھیں رکھتا ہے تو مجھے اُس سے مایوسی نہیں ہوگی۔"

"لیکن آپ کس بہانے وہاں جائیں گی؟"

"بہانہ تلاش کرنا میرا کام ہے۔ میں وہاں ضرور جاؤں گی اور تم یہ دیکھو گے کہ جو تمہیں ایک پہاڑ دکھائی دیتا ہے، ایک تنکے سے زیادہ بے حقیقت ثابت ہوا ہے۔"

"لیکن اگر اُسے کسی سازش کا شبہ ہو گیا تو وہ کسی تاخیر کے بغیر فریبرز کو خبردار کر دے گا اور اس کے بعد حکومت کے سارے جاسوس ہمارے خلاف حرکت میں آجائیں گے۔"

"اُسے کوئی شبہ نہیں ہوگا۔"

"لیکن آپ اُسے کیا کہیں گی؟"

"مجھے کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، میں صرف یہ دیکھنے جا رہی ہوں کہ ہمارے لئے اُس سے نجات حاصل کرنے یا اُسے اپنا حامی بنانے کے امکانات کیا ہیں؟ اور میں اُس کی نگاہوں سے اس سوال کا جواب معلوم کر سکوں گی۔ اب تم جاؤ اور آیندہ انتہائی ضرورت کے بغیر یہاں آنے کی کوشش نہ کرو۔"

محل کا محافظ مجھے تمہاری سرگرمیوں کی خبر دیتا رہے گا۔"

سیاوخش بادلِ ناخواستہ اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا، رُکا اور ایک ثانیہ کے لئے مُڑ کر شہزادی کی طرف دیکھنے کے بعد کمرے سے باہر نکل گیا۔

○

زر بخت دریا کے دوسرے کنارے فرخ زاد کے محل کے ایک کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا۔ ایک سپاہی بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور اُس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑنے لگا۔ اُس نے کروٹ بدل کر آنکھیں کھولیں اور پھر جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ سپاہی نے کہا۔ "معاف کیجئے جناب! میں نے انہیں سمجھایا تھا کہ آپ ابھی سوئے ہیں اور رات کے وقت آپ کو آرام کا موقع نہیں ملتا لیکن ...."

"وزیر اعظم واپس آگئے ہیں؟" زر بخت نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔ "نہیں جناب! وہ نہیں آئے۔ شہزادی آذر میدخت تشریف لائی ہیں۔"

"کیا بک رہے ہو؟ اِدھر آؤ!"

سپاہی پریشان ہو کر آگے بڑھا اور زر بخت اُس کی گردن پر ہاتھ ڈالنے کے بعد اُس کا منہ سونگھنے لگا۔

سپاہی نے احتجاج کیا۔ "جناب! میں نے شراب نہیں پی۔ میں نے افیون بھی نہیں کھائی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی من چلی لڑکی ہمارے ساتھ مذاق کرنا چاہتی ہو لیکن وہ شاہی محل کی طرف سے ایک خوبصورت کشتی پر سوار ہو کر آئی ہے۔ ایسی کشتیوں پر صرف شاہی خاندان کے شہزادے اور شہزادیاں ہی سیر کے لئے نکلتے ہیں۔ اس کشتی کے ملاح بھی رئیس زادے معلوم ہوتے ہیں۔ اُس کا لباس اور زیور بھی شہزادیوں جیسا ہے۔ اُس کی خادمہ کے گلے میں بھی موتیوں کا ہار ہے۔ اُس نے کشتی سے اُترتے ہی یہ حکم دیا تھا کہ شہزادی آذر میدخت اس محل کا مُعائنہ کرنے کے لئے تشریف لائی ہیں۔ اس لئے تمام نوکر ایک طرف ہٹ جائیں۔ پھر اُس نے پہریداروں سے یہ کہا کہ تم اُلّوؤں کی طرح کیا دیکھ رہے ہو، اگر تمہارا کوئی افسر یہاں ہے تو اُسے شہزادی کے سامنے پیش کرو۔ میں نے صرف اتنا کہہ دیا کہ آپ سو رہے ہیں اور وہ میرا منہ نوچنے کے لئے تیار ہو گئی۔"

"لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شہزادی آذر میدخت یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

"جناب یہ بات میری سمجھ میں بھی نہیں آسکتی۔ لیکن آپ جلدی کیجئے۔"

زربخت نے جلدی سے اپنے موزے پہنے اور اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

آذر میدخت اور اُس کی خادمہ دروازے کے سامنے نمودار ہوئیں اور زربخت دم بخود ہو کر اُن کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اچانک اُس کی نگاہیں جھک گئیں۔

شہزادی نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "میرا نام آذر میدخت ہے لیکن اس محل کے محافظ شاید مجھے کوئی بھوت سمجھتے ہیں؟"

زربخت نے جھجکتے ہوئے گردن اُٹھائی اور آذر میدخت کی مسکراہٹ اُس کے دل کی گہرائیوں میں اُتر گئی۔ "معاف کیجئے!" اُس نے کہا۔ "میں سو رہا تھا اور اس محل کے پہرے داروں کے لئے آپ کی آمد غیر متوقع تھی اور مجھے بھی اس بات کا علم نہ تھا کہ آپ تشریف لا رہی ہیں۔"

"اب اگر تم پہرے داروں کے ہجوم کو ایک طرف کر سکو تو میں یہ محل دیکھنا چاہتی ہوں اور مجھے یقین ہے کہ فرخ زاد اس بات پر اعتراض نہیں کرے گا۔"

زربخت نے آگے بڑھ کر کہا۔ "یہ محل آپ کا ہے اور اگر پہرے داروں سے کوئی گستاخی ہوئی ہے تو میری معذرت قبول فرمائیے۔"

شہزادی نے جواب دیا۔ "پہرے داروں کے حواس ابھی درست نہیں ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خراسان کے لوگ دن کی روشنی میں بھی انسان اور بھوت کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے۔"

زربخت نے کہا۔ "یہ پہرے دار اسی جگہ کے باشندے ہیں، صرف چند نوکر خراسانی ہیں۔"

"اور تم؟" شہزادی نے انجان بن کر پوچھا۔

"میں بھی خراسانی نہیں ہوں۔" یہ کہہ کر زربخت اُس سپاہی کی طرف متوجہ ہوا جو ابھی تک بدحواسی کی حالت میں کمرے کے اندر کھڑا تھا۔ "تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ جاؤ اور اپنے ساتھیوں کو ڈیوڑھی کی طرف لے جاؤ۔"

سپاہی جھجکتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا لیکن اُنہیں راستے میں دیکھ کر ٹھٹک گیا اور پھر جلدی سے مُڑ کر بھاگتا ہوا دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔ آذر میدخت اور خادمہ ہنس پڑیں۔

"اب آپ اطمینان سے اپنا محل دیکھ سکتی ہیں' زرنجت نے یہ کہہ کر ایک طرف کھسکنے کی کوشش کی۔ لیکن آذر بولی "ٹھہرو! تم کہاں جا رہے ہو؟"

"میں بھی باہر جا رہا تھا۔"

"تم ہمیں مکان نہیں دکھاؤ گے؟"

"میں حاضر ہوں، لیکن میرا خیال تھا کہ شاید آپ میری موجودگی میں اُلجھن محسوس کریں۔"

"نہیں تم ہمارے ساتھ رہو گے۔ ہم اسی جگہ سے شروع کرتے ہیں تم اس کمرے میں رہتے ہو؟"

"نہیں، میرا کمرا باہر مہمان خانے کے ساتھ ہے لیکن چونکہ ابھی نچلی منزل کے چار کمرے خالی ہیں اس لئے میں دن کے وقت یہیں رہتا ہوں۔ وزیر اعظم عام طور پر اُوپر کی منزل میں قیام فرماتے ہیں۔"

آذرمیدخت نے آگے بڑھ کر کمرے کے اندر جھانکتے ہوئے کہا "یہ کمرا ایران کی سلطنت کے وزیر اعظم کے محل کا حصہ معلوم نہیں ہوتا۔"

"جناب ابھی نچلی منزل کے کئی کمرے آراستہ نہیں ہوئے۔ صرف مُلاقات کے کمرے کے علاوہ تین اور کمروں کو آراستہ کیا گیا ہے۔"

"ہمیں پہلے وہ کمرے دکھاؤ!"

"تشریف لائیے!" زرنجت یہ کہہ کر اُن کے آگے آگے چل دیا۔

وہ تین چھوٹے کمرے دیکھنے کے بعد ایک بڑے ہال میں داخل ہوئے جو قالینوں، آبنوس کی کُرسیوں، مخمل کے پردوں اور رنگارنگ کی تصویروں سے آراستہ تھا۔ ایک کُشادہ دریچے کے سامنے سنہری گلدانوں میں گلاب کے تازہ پھول مہک رہے تھے۔

آذرمیدخت نے کمرے کے درمیان ایک قالین کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ قالین اس کمرے کے لئے موزوں نہیں، اسے کسی اور کمرے میں ڈال دو۔"

"لیکن یہ تو وہ کل ہی خرید کر لائے تھے اور دوکاندار کہتا تھا کہ اِس سے زیادہ قیمتی قالین مدائن کے بازار میں نہیں مل سکتا۔"

آذرمید خت نے خادمہ سے مخاطب ہو کر کہا۔"تم کشتی سے قالین اُٹھوا کر یہاں لے آؤ۔"
خادمہ باہر نکل گئی تو آذرمید خت ، زربخت کی طرف متوجہ ہوئی۔"ہمیں یہ سارے قالین تبدیل کرنے پڑیں گے اور مجھے یہ پردے بھی پسند نہیں آئے لیکن تمہیں فرخ زاد سے یہ شکایت نہیں کرنی چاہیئے کہ میں اُن کی توہین کرنا چاہتی ہوں۔"

"آپ اطمینان رکھیں، مجھے یقین ہے کہ اگر آپ یہ سارا سامان اُٹھوا کر دریا میں پھینکنے کا حکم دیں تو بھی اُنہیں ملال نہیں ہوگا بلکہ وہ اس بات سے خوش ہوں گے کہ آپ نے اس مکان کو توجہ کے قابل سمجھا ہے۔"

شہزادی نے کہا۔"اب اُوپر چلو۔ میں اُن کے کمرے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

زربخت خادمہ کا انتظار کرنا چاہتا تھا لیکن جب آذرمید خت دروازے کی طرف بڑھی تو وہ جلدی سے آگے بڑھ کر اُس کے ساتھ جا ملا۔ بالائی منزل کی سیڑھیاں چڑھتے وقت آذرمید خت نے اچانک مُڑ کر دیکھا اور اُس کی دلفریب مسکراہٹ زربخت کے دل میں گھر کر گئی۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" شہزادی نے سوال کیا۔

"زربخت" اُس نے گردن جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ بالائی منزل کے ایک کمرے میں کھڑے تھے جس کا ایک دریچہ دریا اور دوسرا پائین باغ کی طرف کھلتا تھا۔ شہزادی نے نڈھال سی ہو کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔"اب میں تھک گئی ہوں۔"

زربخت نے کہا۔"آپ تھوڑی دیر آرام کرلیں، میں نیچے جا کر آپ کی خادمہ کو بھیجتا ہوں۔"

"خادمہ کو بُلانے کی ضرورت نہیں، وہ ایک باتونی عورت ہے اور ان کمروں کا حال دیکھنے کے بعد میرا مذاق اُڑائے گی۔"

"میں آپ کے لئے شربت بھیجتا ہوں۔"

"مجھے پیاس نہیں۔ تم بیٹھ جاؤ! میں چند ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

زربخت جھجکتا ہوا چند قدم دُور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس کا دل دھڑک رہا تھا لیکن اب

اِس دھڑکن سے خوف کے ساتھ ساتھ مسرت کا احساس بھی اُبھر رہا تھا۔ وہ بچپن کے ایام میں جن عجیب و غریب پریوں کی داستانیں سُنا کرتا تھا، اُن کی ایک جیتی جاگتی تصویر اُس کی نگاہوں کے سامنے تھی اور اُس کے ذہن میں نسوانی حُسن و جمال کے متعلق جو تصورات تھے وہ سب آذر مید خت کے خد و خال میں سمٹ کر آ گئے تھے۔ وہ اُس کی بیباک نگاہوں میں بیک وقت زندگی کی روشنی اور موت کی تاریکی دیکھ رہا تھا۔ اُس کا دل ایک اَن دیکھے خوف اور اَنجانی مسرت کے احساس کے درمیان پِسا جا رہا تھا۔

شہزادی آذر مید خت نے کہا: "میں صرف اِس محل کو دیکھنے نہیں آئی تھی۔ میرا اصل مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ اس محل میں وہ شخص کس قدر محفوظ ہے جو میرا رفیقِ حیات بننے والا ہے۔ میں تم سے یہ وعدہ لینا چاہتی ہُوں کہ تم اپنے فرض سے ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت نہیں برتو گے۔"

زربخت نے جواب دیا: "میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ مجھ سے ذرّہ بھر کوتاہی نہیں ہوگی۔"

آذر مید خت نے کہا: "مجھے معلوم نہیں کہ ایک عمر رسیدہ آدمی جس کے بیٹے کی عمر مجھ سے زیادہ ہے، مجھے کس قدر خوش رکھ سکے گا، تاہم میں نے سلطنت کے حالات دیکھ کر اُس کے ساتھ شادی کرنا قبول کر لیا ہے۔ موجودہ حالات میں ایران کو ایک مضبوط وزیر کی ضرورت ہے اور فرخ زاد سے زیادہ کوئی اور شخص اِس عہدہ کے لئے موزوں نہ تھا۔ اُس کی زندگی بہت قیمتی ہے اور اگر اُسے کوئی حادثہ پیش آیا تو سلطنت کو انتہائی خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ فرخ زاد کو واقعی کوئی خطرہ ہے لیکن احتیاط ضروری ہے۔ تمہارے پاس کتنے آدمی ہیں؟"

"میرے پاس تیس آدمی ہیں، ان کے علاوہ فرخ زاد کے دس خراسانی مُلازم بھی یہیں رہتے ہیں۔"

"مجھے یہ مکان ایسا قلعہ دکھائی نہیں دیتا جس کی حفاظت کے لئے تیس یا چالیس آدمی کافی ہوں۔"

زربخت نے جواب دیا: "اس جگہ ہماری اوّلین ضرورت یہ ہے کہ باہر کا کوئی آدمی پہرہ داروں کی نگاہ سے بچ کر اندر نہ آ سکے اور اس کے لئے دس سپاہی ہر وقت محل کے چاروں طرف موجود رہتے ہیں جب وہ باہر نکلتے ہیں تو کم از کم دس محافظ اُن کے ساتھ ہوتے ہیں اس کے علاوہ وزیرِ اعظم کی آمد و رفت کے

راستے پر شاہی جاسوسوں کی ایک خاصی تعداد موجود رہتی ہے۔"

میں یہ جانتی ہوں کہ محل سے باہر اُن کی حفاظت کے لئے کافی احتیاط برتی جاتی ہے۔ لیکن اس مکان کی حفاظت کے لئے چند آدمی کافی نہیں ہو سکتے۔"

"اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ یہاں ہمیں اچانک کسی مسلح ہجوم کے حملے کا خطرہ پیش آسکتا ہے تو بھی میں آپ کو یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ یہ مکان شاہی محلات سے کم محفوظ نہیں۔ خطرے کے وقت محافظ فوج آن کی آن میں پڑاؤ سے یہاں پہنچ سکتی ہے۔ رات کے وقت ہمیں اس مکان کی چھت پر مشعل بلند کرنے کی ضرورت پیش آئے گی اور دن کے وقت....."

زربخت کی زبان اچانک رُک گئی اور معذرت طلب نگاہوں سے آذرمیدخت کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ بولی "تم رُک کیوں گئے۔ یہ کوئی معمہ نہیں جسے میں نہ سمجھ سکوں۔ دن کے وقت ایک کبوتر سے کام لیا جا سکتا ہے۔"

زربخت نے نادم سا ہو کر کہا "میں نے آپ کے اطمینان کے لئے ایسی باتیں کہہ دی ہیں جو مجھے نہیں کہنی چاہیے تھیں اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ مجھے غیر ذمہ دار نہ سمجھ لیں۔"

آذرمیدخت نے اُس کے سراپا پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا "تم ایک مخلص آدمی ہو اور میں خلوص کی قدر کرتی ہوں۔ مجھے آتے ہی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ تم سوچ رہے ہو اور میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ تمہیں اپنی ذمہ داری کا احساس ساری رات بے چین رکھتا ہے۔ اب میں فرخ زاد سے یہ کہہ سکوں گی کہ مجھے اس محل کی نسبت اس کے محافظوں کو دیکھ کر زیادہ خوشی ہوئی ہے۔ تمہیں یہ بات کسی پر ظاہر نہیں کرنی چاہیئے کہ میں نے فرخ زاد کی سلامتی کے متعلق کسی اندیشے کا اظہار کیا تھا۔ فرخ زاد کو یہ بتا دینا کافی ہو گا کہ میں یہ مکان دیکھنے اور اپنی طرف سے ایک قالین کا تحفہ پیش کرنے کے لئے آئی تھی۔"

"مجھے کسی اور کو آپ کے متعلق کچھ بتانے کی ضرورت نہیں لیکن فرخ زاد یہ سُن کر خوش ہوں گے کہ آپ اُن کی سلامتی کے بارے فکر مند ہیں۔"

"بہت اچھا تم اُن سے یہ کہہ سکتے ہو کہ میں نے تمہیں چوکس اور بیدار رہنے کی ہدایت کی تھی لیکن

تمہاری کسی بات سے اُنہیں یہ وہم نہیں ہونا چاہیئے کہ مجھے اُن کے خلاف کسی سازش کا اندیشہ ہے۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔"

"مجھے تمہارے مستقبل کے ساتھ دلچسپی رہے گی اور تم یہ وعدہ کرو کہ جب کسی معاملہ میں تمہیں میری اعانت کی ضرورت ہو گی تو بلا جھجک میرے پاس آؤ گے۔"

زر بخت نے جواب دیا۔"میں آپ کا شکر گزار ہوں اور میرے لئے اس سے بڑا انعام اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ مجھے اپنی توجہ کا مستحق سمجھتی ہیں۔"

آخر میدبخت نے کہا۔"یہ ہماری پہلی ملاقات ہے اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں تمہیں مدت سے جانتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جب ہمیں ایک دوسرے کو زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقع ملے گا تو تم بھی مجھے اجنبی خیال نہیں کرو گے۔ تم یہیں رہو گے نا؟"

زر بخت نے جواب دیا۔"اس جگہ میرا تقرر عارضی ہے اور کل تک میری یہی خواہش تھی کہ میں یہاں سے جلد از جلد سبکدوش ہو کر محافظ فوج کے مستقر میں چلا جاؤں۔"

"اور آج؟"

زر بخت نے جواب دیا۔"آج ـــــ اِس وقت مجھے یہ معلوم نہیں کہ مستقبل کے متعلق میری خواہشات کیا ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک خواب دیکھ رہا ہوں اور جب میری آنکھ کھلے گی تو مجھے اس بات کا ملال ہو گا کہ یہ خواب اتنی جلدی ختم کیوں ہو گیا۔ میں نے آپ کے متعلق سُنا تھا کہ ....."

"تم نے میرے متعلق کیا سُنا تھا؟"

"کچھ نہیں۔ معاف کیجئے مجھے معلوم نہیں میں کیا کہہ رہا ہوں۔"

"نہیں تمہیں بتانا پڑے گا۔"

"لیکن مجھے ڈر ہے کہ آپ خفا ہو جائیں گی۔"

"نہیں نہیں، بتاؤ میں خفا نہیں ہوں گی۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔"

زر بخت نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔"میں نے سُنا تھا کہ آپ بے حد مغرور اور خود پسند ہیں اور

معمولی آدمیوں کے ساتھ سیدھے منہ بات کرنا پسند نہیں کرتیں۔"

اُس کی توقع کے خلاف آذر میدخت کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

اُس نے کہا۔ "اور اب تمہارا کیا خیال ہے؟"

زرنجت نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ "اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ کاش میں ساری دُنیا کو آپ کی مسکراہٹ دیکھنے کے لیے اپنی آنکھیں اور آپ کی باتیں سُننے کے لیے اپنے کان دے سکتا۔"

آذر میدخت نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگانے کے بعد اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اب مجھے جانا چاہیئے۔"

زرنجت کچھ کہے بغیر اُس کے پیچھے چل دیا۔ وہ نیچے اُترے اور تھوڑی دیر بعد زرنجت دریا کے کنارے سنگِ مرمر کے چبوترے پر کھڑا، شہزادی آذر میدخت اور اُس کی خادمہ کو کشتی پر سوار ہوتے دیکھ رہا تھا۔ جب کشتی کچھ دُور نکل گئی تو وہ مُڑ کر برآمدے میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس کی نگاہوں کے سامنے آذر میدخت کی تصویریں ناچ رہی تھیں، اُس کے کانوں میں ایک دلکش آواز گونج رہی تھی۔ کچھ دیر وہ خواب اور حقیقت کے درمیان ایک ایسی دُنیا میں کھو یا رہا جس کی روشنی قوسِ قزح کی رنگینیوں سے لبریز تھی جس کی ہواؤں سے نغمے پھوٹتے تھے۔ پھر اُفق سے کوئی سایہ اُبھرا اور یہ دُنیا یکا یک بھیانک تاریکیوں میں ڈوب گئی اور اُسے ایسا محسوس ہونے لگا کہ وہ رنگین فضاؤں میں پرواز کرنے کی بجائے سمندر کی گہرائیوں میں ڈوب رہا ہے، اُس کا دل کسی نے پکڑ لیا ہے اور اُس کی رگوں میں خون کی گردش رُک گئی ہے۔ وہ بھاگنا چاہتا ہے لیکن اُس کے پاؤں جکڑ دیئے گئے ہیں، وہ چیخنا چاہتا ہے لیکن اُس کی قوتِ گویائی سلب ہو چکی ہے۔ پھر شکست، بے بسی اور ندامت کے احساس کی گہرائیوں سے ایک سپاہی کی مدافعانہ قوتیں بیدار ہونے لگیں اور ضمیر نے اُس کے گرد وہ سارے حصار کھڑے کر دیئے جن کی دیواریں آذر میدخت کی نگاہوں کی حرارت کے سامنے پگھل کر رہ گئی تھیں۔ اُس نے ایک جھرجھری لیتے ہوئے اپنے دل میں کہا۔ "اہرمن، میں کسریٰ کی بیٹی سے پناہ مانگتا ہوں۔"

O

فرخ زاد دوپہر کے وقت واپس آیا۔ جب وہ بالائی منزل کے زینے کے قریب پہنچا تو زرنجت

نے جھجکتے ہوئے کہا " جناب صبح شہزادی آذر میدخت یہاں تشریف لائی تھیں "
" آذر میدخت ! " فرخ زاد کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا ۔
" ہاں جناب ! وہ یہ محل دیکھنے آئی تھیں "
" یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ "
" جناب اُن کی آمد پر مجھے بھی حیرت ہوئی تھی ۔ وہ ایک خادمہ کے ساتھ کشتی پر تشریف لائی تھیں "
" اُنہوں نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی ؟ "
" جناب اُن کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ اُن کے دل میں اچانک یہاں آنے کا خیال پیدا ہوا تھا ۔ محل کو دیکھنے کے بعد وہ بڑے کمرے کی زیبائش کے لئے ایک قیمتی قالین دے گئی ہیں "
فرخ زاد کا دل خوشی سے اُچھل پڑا ، اُس نے پوچھا " وہ قالین کہاں ہے ؟ "
" جناب اُن کا حکم تھا کہ اُسے بڑے کمرے میں بچھا دیا جائے "
فرخ زاد لپک کر ملاقات کے کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے کمرے کے درمیان بچھے ہوئے قالین پر نظریں گاڑ دیں ۔ پھر وہ بیٹھ گیا اور اُس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے زرنجت سے مخاطب ہوا " یہ تحفہ واقعی بہت قیمتی ہے ۔ نامعلوم کتنے شہنشاہ ، کتنے شہزادے اور شہزادیاں اس پر پاؤں رکھ چکے ہیں ۔ یہ جگہ اس کے لئے موزوں نہیں ۔ اسے اُوپر میرے کمرے میں پہنچا دو ! " پھر وہ اُٹھ کر کرسی پر بیٹھ گیا ۔
" مجھے یقین نہیں آتا وہ یہاں آئی ہوں گی ۔ تم نے اُنہیں اس سے پہلے بھی دیکھا تھا ؟ "
" نہیں "
" بیٹھ جاؤ "
زرنجت اُس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا ۔
فرخ زاد نے کہا " مجھے افسوس ہے کہ میں یہاں نہیں تھا ۔ اُنہوں نے میرے متعلق کچھ کہا تھا ؟ "
" جی ہاں ، وہ آپ کی حفاظت کے متعلق کچھ فکر مند تھیں ، اُن کا یہ خیال تھا کہ یہ محل زیادہ محفوظ نہیں لیکن میں نے اُنہیں مطمئن کر دیا تھا "

"سچ کہو کیا وہ واقعی میرے متعلق فکرمند تھیں ؟"

"جی ہاں ، اُن کی باتوں سے تو مجھے یہی محسوس ہوا تھا کہ اُنہیں جس قدر سلطنت کی بقا سے دلچسپی ہے ، اُسی قدر وہ آپ کی اہمیت کو محسوس کرتی ہیں"۔

"تو اب وہ مجھ سے خفا نہیں ہیں ؟"

"نہیں ، اور میرا خیال ہے کہ وہ پہلے بھی آپ سے خفا نہیں تھیں"۔

"تمہیں معلوم نہیں کہ شاہ پور کی تخت نشینی کے دن اُس کی کیا حالت تھی ۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ میرا منہ نوچ ڈالے گی"۔

"جناب یہ اُس شہزادی کا غصہ تھا جو تاج اور تخت کی اُمیدوار تھی لیکن اب وہ اپنا مستقبل آپ کے ساتھ وابستہ کر چکی ہے"۔

"شاہ پور اور شہزادی ایران کو اس بات پر یقین نہیں آئے گا کہ آذرمیدخت میرا مکان دیکھنے اور مجھے ایک بیش قیمت قالین کا تحفہ پیش کرنے آئی تھی ۔ وہ اب تک یہی خیال کرتے ہیں کہ اُس نے مجبوری کی حالت میں میرے ساتھ شادی کرنا قبول کیا ہے ۔ میں نے کئی بار اُن کے سامنے شہزادی کے ساتھ ملاقات کی خواہش ظاہر کی ہے لیکن وہ ہمیشہ مجھے ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ اُنہیں یہ اندیشہ ہے کہ شاید شہزادی میرے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے اور پھر یہ معاملہ اس قدر بگڑ جائے کہ اصلاح کی کوئی صورت باقی نہ رہے"۔

زربخت نے کہا "میرا خیال ہے کہ اب آپ کو شہزادی کے ساتھ ملاقات کے لئے کسی کا مشورہ یا اجازت لینے کی ضرورت نہیں ، ویسے بھی قاعدہ یہی ہے کہ آپ اس قالین کے عوض کوئی بڑا تحفہ لیکر جائیں"۔

فرخ زاد نے کہا "میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں ، تم ابھی بازار جا کر یہ معلوم کرو کہ مدائن کا سب سے بڑا جوہری کون ہے اور اُسے کہو کہ اپنی دوکان سے موتیوں کا بہترین ہار اور یاقوت کی انگوٹھی جو شہزادی کے شایانِ شان ہو لے کر یہاں پہنچ جائے ۔ اس کے بعد تمہیں آج ہی یہ تحائف لے کر شہزادی کے پاس جانا ہوگا ، اس لئے جلد واپس آنے کی کوشش کرو"۔

زربخت کا منہ اُتر گیا ، اُس نے مضطرب سا ہو کر کہا "آپ خود نہیں جائیں گے ؟"

"میں کل جاؤں گا لیکن تم پریشان کیوں ہو گئے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے لئے شہزادی کی قیام گاہ تک رسائی حاصل کرنا مشکل نہیں ہوگا اور وہ یہ اعتراض نہیں کرے گی کہ میں نے تمہارے ہاتھ یہ تحائف کیوں بھیجے ہیں۔ تم اُسے یہ بتا سکتے ہو کہ میں تمہیں اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ اب وقت ضائع نہ کرو۔"

زرنجت نے ادب سے سلام کیا اور باہر نکل گیا۔

غروب آفتاب سے ایک ساعت قبل شہزادی آذرمیدخت فرخ زاد کا بھیجا ہوا ہار اور انگوٹھی پہن کر قدِآدم آئینے کے سامنے کھڑی تھی اور زرنجت اُس سے تین چار قدم دُور سر جھکائے کھڑا تھا۔ آذرمیدخت مڑ کر اُس کی طرف متوجہ ہوئی اور اپنا ہاتھ دکھاتے ہوئے بولی "یہ انگوٹھی بہت خوبصورت ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے میری اُنگلی کا ناپ لے کر بنوائی ہے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ یہ آپ کو پسند آگئی۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔"

"اتنی جلدی؟"

"وہ میرا انتظار کر رہے ہوں گے اور یہ سُننے کے لئے بے قرار ہوں گے کہ آپ نے ملاقات کے لئے اُن کی درخواست قبول کر لی ہے۔"

"سچ کہو وہ اس بات پر برہم تو نہیں ہوئے تھے کہ میں اطلاع کے بغیر وہاں چلی گئی تھی؟"

"نہیں بلکہ اُنہیں اس بات کا افسوس تھا کہ وہ آپ کے استقبال کے لئے موجود نہ تھے۔"

"بیٹھ جاؤ! میں ابھی آتی ہوں۔" شہزادی یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی اور زرنجت کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد شہزادی واپس آئی تو اُس کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا جس کا دستہ جواہرات سے مزین تھا۔ وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شہزادی نے اُسے خنجر پیش کرتے ہوئے کہا "فرخ زاد کا پہلا تحفہ لانے والے کو میرے گھر سے خالی ہاتھ نہیں جانا چاہیئے۔ یہ تمہارا ... ہے۔ فرخ زاد کے گھر سے ... رخصت ہوتے وقت بھی مجھے اس بات پر افسوس ہو رہا تھا کہ میں تمہیں کوئی تحفہ نہ دے سکی۔"

"میں آپ کا شکر گزار ہوں۔" زرنجت نے یہ کہہ کر خنجر پکڑ لیا۔

خادمہ سونے کی طشتری میں صراحی اور جام اُٹھائے کمرے میں داخل ہوئی اور زربخت بدحواس ہوکر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ خادمہ نے طشتری تپائی پر رکھ دی، صُراحی اُٹھا کر جام بھرا اور زربخت کو پیش کر دیا۔ زربخت نے ملتجی ہو کر شہزادی کی طرف دیکھا اور پھر خادمہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "شکریہ لیکن مجھے اس کی ضرورت نہیں۔"

آذرمیدخت نے مُسکرا کر راغواتی شراب کا جام اُٹھا لیا اور ایک گھونٹ بھرنے کے بعد زربخت کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اِس میں زہر نہیں تھا اور تمہیں اس بات کا خوف بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ تم ایک جام پی کر بدہوش ہو جاؤ گے۔"

زربخت نے احساسِ ندامت سے مغلوب ہو کر شہزادی کے ہاتھ سے جام پکڑ لیا اور ایک ہی سانس میں اُسے خالی کرنے کے بعد طشت میں رکھتے ہوئے کہا۔ "معاف کیجئے میرا یہ مطلب نہ تھا، اب اگر آپ حکم دیں تو میں پُوری صراحی......"

شہزادی مسکرائی۔ "نہیں میں تمہیں ایسا حکم نہیں دے سکتی، ویسے یہ شراب اِتنی بےضرر ہے کہ پُوری صراحی پینے کے بعد بھی تم نشہ محسُوس نہیں کرو گے۔ تمہارے منہ سے بُو بھی نہیں آئے گی اور اگر تمہیں فرخ زاد کی ناراضگی کا خوف ہے تو ہم اُسے نہیں بتائیں گے۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

باب ۱۸

اگلی رات پہلی مرتبہ فرخ زاد اور زربخت ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے۔ فرخ زاد بے حد خوش تھا اور بات بات پہ قہقہے لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"زربخت!" اُس نے کہا۔ "آج سے تم میرے دوست ہو۔ آذرمیدخت کے متعلق تمہاری رائے بالکل درست تھی۔ وہ مجھ سے نفرت نہیں کرتی، اُسے تمہاری وفاداری نے بہت متاثر کیا ہے۔ اُس نے کہا تھا کہ تمہیں زربخت جیسے جاں نثار کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھنا چاہیئے۔ شاہ پور نے آج بھی مجھے اُس کے پاس جانے سے منع کیا تھا۔ اُنہیں خدشہ تھا کہ وہ میری توہین کرے گی اور اگر تم نے میری حوصلہ افزائی نہ کی ہوتی تو میں اُس کے پاس جانے کی جرأت نہ کرتا۔ اُس نے جاتے ہی مجھے اپنے ہاتھوں سے شراب پیش کی تو مجھے اپنے ہاتھوں سے شراب پیش کی تو مجھے کچھ پریشانی ہوئی۔ پھر اُس نے خود ایک گھونٹ پی کر جام میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں اس سے بہتر تحفہ پیش نہیں کر سکتی۔ ذرا چکھ کر دیکھو تم اس میں خراسان کے انگوروں کی مٹھاس اور پھولوں کی مہک محسوس کرو گے۔" پھر میں نے ایک جام کی بجائے دو پی لئے لیکن میری تشنگی دُور نہ ہوئی۔ اس شراب میں نشہ نہیں تھا، صرف ایک ہلکا سا سُرور تھا جو میں ابھی تک محسوس کر رہا ہوں۔ جب میں آنے لگا تو شہزادی نے اپنے نوکر کو شراب کی ایک صراحی دے کر میرے ساتھ کر دیا اور کہا کہ "میں نے مدت سے اس شراب کے دو مٹکے سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں اور شادی کے دن میری طرف سے آپ کے لئے بہترین تحفہ یہی ہوگا۔" زربخت اسے چکھ کر دیکھو۔ شہزادی کہتی تھی کہ اس کی عمر میری عمر سے زیادہ ہے۔"

فرخ زاد نے اپنے سامنے رکھی ہوئی خوبصورت صراحی سے ایک جام بھرا اور زربخت کو پیش کر دیا۔
زربخت اُسے بتانا چاہتا تھا کہ میں یہ شراب پی چکا ہوں لیکن اُسے زبان کھولنے کا حوصلہ نہ ہوا۔
اُس نے چپکے سے شراب کا جام منہ کو لگا لیا۔ فرخ زاد نے دوسرا جام بھرا اور پینے کے بعد کہا "شہزادی کہتی تھی کہ یہ شراب ایک یونانی غلام تیار کیا کرتا تھا جو انطاکیہ میں قیصر کا ساقی تھا۔ خسرو پرویز نے انطاکیہ فتح کرنے کے بعد اُسے دست گرد میں شاہی شراب خانے کا نگران مقرر کر دیا تھا۔ پھر جب رومیوں کے ہاتھوں دست گرد کی تباہی آئی تو شاہی محل کے ملازم اس غلام کو مدائن لے آئے۔ اب وہ مر چکا ہے اور مدائن کے شاہی محل کے لئے اُس نے جو شراب تیار کی تھی وہ قریباً ختم ہو چکی ہے اور دو مٹکے صرف اس لئے بچ گئے تھے کہ شاہی مے خانے کے نئے منتظم نے شہزادی آذرمیدخت کو اس شراب خانے کا صحیح قدردان سمجھ کر در پردہ اُس کے پاس بھجوا دئے تھے۔"
زربخت نے کہا "میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس نایاب تحفے میں حصہ دار بنا لیا ہے۔ یہ شراب واقعی بہت اچھی ہے۔"
"میں اچھی شراب سے زیادہ اچھے دوستوں کا قدردان ہوں اور تم میرے قدردان ہو۔"
"شہزادی نے آپ کے تحائف پسند کئے تھے؟" زربخت نے اُسے خوش کرنے کی نیت سے سوال کیا۔
"ہاں! وہ بہت خوش ہوئی تھی لیکن مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ میں اتنے دن اُس کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا رہا ہوں۔ شہزادی نے خراسان کی آب و ہوا، پہاڑوں، چشموں، پھولوں اور پھلوں کے متعلق کئی سوالات کئے تھے۔ اُس نے میرے محل کے متعلق بھی پوچھا تھا اور میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ ہم شادی کے بعد چند دن کے لئے خراسان جائیں گے۔ زربخت میرا خیال ہے کہ شہزادی کے لئے ایک عالیشان محل خراسان میں اور دوسرا مدائن میں تعمیر کرواؤں۔ یہ مکان شہزادی کے شایانِ شان نہیں۔"
فرخ زاد دیر تک شہزادی آذرمیدخت کے متعلق باتیں کرتا رہا۔ زربخت بظاہر پوری توجہ سے سُن رہا تھا لیکن کبھی اُس کی نگاہیں اُس خلا میں بھٹکنے لگتیں جس کی وسعتیں آذرمیدخت کی تابانیوں سے لبریز تھیں پھر جب وہ فرخ زاد کی طرف دیکھتا تو اُسے ایسا محسوس ہوتا کہ ایک فریب خوردہ آدمی کی سادگی

حماقت اور بے بسی اُس سے رحم کی طلبگار ہے۔

فرخ زاد کے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا: "اگر آذر میدخت تمہارے جذبات کا احترام کر سکے اور اُس کی مسکراہٹیں صرف تمہارے لئے ہوں تو تم یقیناً ایک خوش قسمت انسان ہو، لیکن اگر تم نے اِس عمر میں ایک سراب کو حقیقت سمجھ لیا ہے اور آذر میدخت وہی ہے جسے میری آنکھیں دیکھ چکی ہیں تو اہرمزد تمہاری حالت پر رحم کرے۔"

O

ایک ہفتہ بعد فرخ زاد اپنی زندگی کے حسین ترین سپنے کی تعبیر دیکھ رہا تھا۔ آذر میدخت کے ساتھ اُس کی شادی کی رسومات ادا ہو چکی تھیں۔ شاہی باغ جہاں اُس کی برات کے قیام و طعام کے انتظامات کئے گئے تھے۔ ایک طلسم کدہ معلوم ہوتا تھا۔ دوپہر کے وقت مہمان اور میزبان جن کی تعداد تین ہزار سے زیادہ تھی رقص اور موسیقی سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور کنیزیں انہیں شراب کے سنہری جام پیش کر رہی تھیں شاہ پور کی مسند کوئی ایک گز بلند چبوترے پر سجائی گئی تھی اور فرخ زاد اُس کے دائیں ہاتھ ایک سنہری کرسی پر رونق افروز تھا اور دوسرے لوگ شاہی مسند کے دائیں بائیں حسب مراتب اُس گول دائرے کے گرد رونق افروز تھے جہاں رقاصائیں، گویّے اور بازیگر اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اس محفل میں بیرونی ممالک کے سفیر اور ایران کی باجگزار ریاستوں کے نمائندے بھی موجود تھے۔ کرسیوں کی قطاروں سے پیچھے مسلح سپاہی کندھے سے کندھا جوڑے کھڑے تھے۔

شہنشاہ سُرخ رنگ کی بھاری مرصع قبا پہنے ہوئے تھے۔ اس کا تاج بھی اُس کے قد و قامت کے تناسب سے بڑا معلوم ہوتا تھا اُس کے چہرے سے کوفت اور تھکاوٹ کے آثار ظاہر تھے اور اُسے اپنی قیامگاہ کے اُن کمروں کی یاد ستا رہی تھی جہاں وہ اس بوجھ سے آزاد ہو کر آرام کر سکتا تھا۔ اُس کے پیچھے دو آبنی غلام شتر مرغ کے پروں کے مورچھل ہلا رہے تھے، تاہم وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اُس کا دم گھٹ رہا ہے۔

فرخ زاد کو گرمی، تھکاوٹ یا اپنے لباس کے بوجھ کا کوئی احساس نہ تھا اور اس محفل سے بھی اُسے صرف اِس قدر دلچسپی تھی کہ یہ اُس کی شادی کی تقریبات کا ایک حصہ تھا اور اس کے اختتام پر وہ اپنی

دلہن کے ساتھ گھر پہنچ جائے گا۔ وہ بار بار سائبان کی طرف دیکھتا اور بھاری پردے سے سورج کی موہوم سی جھلک دیکھنے کے بعد اُسے ایسا محسوس ہوتا کہ وقت کی رفتار سُست پڑ چکی ہے۔ پھر اُس کے خیالات اپنی دلہن پر مرکوز ہو کر رہ جاتے۔ اس محفل کی رنگینیاں اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہونے لگتیں، وہ اُس محل میں جا پہنچتا جہاں مدائن کی خواتین آذرمیدخت کے گرد جمع تھیں۔ وہ اُس کی طرف دیکھتا اور اُس کے احساس و شعور کی دُنیا مسرتوں کے ایک سیلاب میں گُم ہو کر رہ جاتی۔ فریبرز اُس کے دائیں ہاتھ آٹھویں کرسی پر بیٹھا ہُوا تھا تیسرے پہر جب رقص و سُرود کی محفل ختم ہو چکی اور ایک درباری شاعر ساسانی خاندان کے حکمرانوں کی شان میں قصیدہ پڑھ رہا تھا تو فریبرز کے پیچھے بیٹھنے والوں کی صف سے ایک فوجی افسر نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ میں کاغذ کا ایک پُرزہ تھما دیا۔ فریبرز نے جلدی سے کاغذ پر نگاہ ڈالی۔ مُڑ کر پیچھے دیکھا اور رقعہ دینے والے کے ہاتھ کا اشارہ پا کر باہر نکل آیا۔ شامیانے سے باہر زرنجت اُس کا منتظر تھا۔ اُس نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا۔ "جناب مجھے اِس وقت آپ کو تکلیف نہیں دینی چاہیئے تھی لیکن....."

فریبرز نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تمہیں کسی تمہید کی ضرورت نہیں، میں تمہارے چہرے سے تمہاری پریشانی دیکھ سکتا ہوں۔"

زرنجت نے کہا۔ "ہم نے آپ کی ہدایت کے مُطابق عوام کو محل کے قریب نہیں آنے دیا لیکن برات کی واپسی کے لئے باقی راستہ خالی کروانا بہت مشکل نظر آ رہا ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدائن کی ساری آبادی گھروں سے باہر نکل آئی ہے۔ دریا کے پُل پر پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں۔ آپ کا حکم ہے کہ لوگوں پر تشدد نہ کیا جائے۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر برات کو آج ہی واپس جانا ہے تو کم از کم پُل خالی کرانے کے لئے ہمیں تشدد سے کام لینا پڑے گا۔ میں شہر کے کوتوال سے مشورہ کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا ہوں، وہ کہتا ہے کہ عوام کا ایک طبقہ اِس شادی سے خوش نہیں اور مجھے ڈر ہے کہ راستے میں کوئی ناخوشگوار حادثہ پیش نہ آ جائے۔ کوتوال کے نزدیک بہترین صورت یہی ہے کہ شہزادی کے لئے پالکی کی بجائے ہاتھی کی سواری مہیا کی جائے۔ تاکہ لوگ اُسے دیکھ کر مطمئن ہو جائیں۔ پھر اگر پندرہ بیس ہاتھی جلوس کے آگے ہوں تو عوام خود بخود راستے سے ہٹ جائیں گے۔"

فریبرز نے جواب دیا۔ "کوتوال بیوقوف ہے، اُسے یہ معلوم نہیں کہ ایک بدکا ہُوا ہاتھی ایک لاکھ احمق انسانوں کے ہجوم سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے اور مدائن کے عوام ہاتھیوں کو بدحواس کرنا جانتے ہیں۔"

"پھر آپ کا کیا حکم ہے؟"

فریبرز مسکرایا۔ "ہماری ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ دُولہا اور دُلہن بخیریت اپنے گھر پہنچ جائیں اور میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے۔ مدائن کے عوام آج اپنی شہزادی کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ اُسے کشتی پر دریا کے پار پہنچا دیا جائے گا۔ شہزادی کے جہیز کا سامان بھی کشتیوں پر جائے گا۔" فریبرز نے کہا۔

"صبح جب میں نے تمہیں یہ ہدایت کی تھی کہ لوگوں کو محل کے دروازے سے دُور رکھا جائے تو مجھے ان تمام مشکلات کا پُورا احساس تھا۔"

"لیکن وزیر اعظم یہ تو محسوس نہیں کریں گے کہ ہم پُل کے راستے اُن کی واپسی کے تسلی بخش انتظامات کرنے سے قاصر رہے ہیں؟"

"وزیر اعظم کی سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ وہ جلد از جلد بخیریت اپنے گھر پہنچ جائیں اور وہ اس بات سے خوش ہیں کہ اُنہیں براتیوں کے ہجوم سے نجات مل جائے گی اور اگر یہ ایک مجبُوری نہ ہوتی تو وہ خراسان سے آنے والے مہمانوں کو بھی اپنے ہاں ٹھہرانا پسند نہ کرتے۔ اب تم جاؤ اور کشتیوں کا خیال رکھو۔ کسی مشکوک آدمی کو گھاٹ کے قریب نہ آنے دو۔ تمہیں برات کی فکر نہیں کرنی چاہیئے، ہم اُسے آدھی رات تک بھی یہاں روک سکتے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے، جب لوگوں کو یہ معلوم ہو گا کہ دُلہن اور دُولہا اپنے گھر پہنچ گئے ہیں تو وہ خُود بخُود منتشر ہو جائیں گے۔"

○

غروب آفتاب کے قریب شہزادی آذر میدخت اپنے آٹھ غلاموں اور پانچ کنیزوں کے ساتھ اپنے عمر رسیدہ شوہر کے گھر داخل ہوئی اور اُس کا پہلا مطالبہ یہ تھا کہ اُس کے ذاتی نوکروں کے سوا محل کے کسی پہریدار کو رات کے وقت ڈیوڑھی سے آگے نہیں آنا چاہیئے۔ چنانچہ فرخ زاد نے محل کے محافظوں کے لیے ڈیوڑھی سے باہر خیمے نصب کرانے کا حکم دیا اور اندرُونی حصّے کی حفاظت شہزادی کے خدام کو سونپ

دی خراسان اور دوسرے دُور اُفتادہ علاقوں سے آنے والے خاص خاص مہمانوں کو محل کی نچلی منزل میں ٹھہرایا گیا۔

زربخت ناخوش تھا کہ شہزادی نے اُس کے ساتھیوں کو قابلِ اعتماد نہیں سمجھا، لیکن آذرمیدخت نے اُس کی طرف ایک دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا اور کہا: "مجھے یقین ہے کہ وزیرِ سلطنت کے گھر کی حفاظت کے لئے کسی لشکر کی ضرورت نہیں۔ جن آدمیوں نے آج تک میری حفاظت کی ہے میرے شوہر اُن کو ناقابلِ اعتماد نہیں پائیں گے۔ تاہم میرا یہ مطلب نہیں کہ اب یہاں تمہاری ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔ میں نے تمہیں ایک ملازم کی بجائے اپنے شوہر کے بہترین دوست کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ میں صرف یہ اطمینان چاہتی ہوں کہ تم یہیں رہو گے اور ہمیں ضرورت کے وقت تم کو دوسری آواز نہیں دینا پڑے گی۔ محل کی چار دیواری کے اندر تمہاری آزادی میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور ہمارے نوکر تمہارے احکامات میں کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔"

رات کے وقت فرخ زاد اور اُس کے مہمان دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ زربخت کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے فرخ زاد کے قریب پہنچ کر سرگوشی کے انداز میں کہا: "جناب! کشتیوں سے سامان اُتار لیا گیا ہے۔ فریبرز نے یہ ہدایت کی تھی کہ رات کے وقت کوئی کشتی محل کے قریب نہیں رہنی چاہیئے۔ لیکن شہزادی کا حکم ہے کہ اُن کی ذاتی کشتی واپس نہیں جائے گی۔"

"تمہیں اس پر کوئی اعتراض ہے؟"

"جناب! مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن اس کشتی کے ساتھ ملاح بھی ہیں اور میں اُن کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔"

"تمہارے لئے یہ جاننا کافی نہیں کہ یہ ملاح شہزادی کے نوکر ہیں۔"

"جناب! میں صرف یہ درخواست کرنے آیا ہوں کہ میرے چند آدمیوں کو دریا کی سمت پہرا دینے کی اجازت دی جائے۔"

"اگر شہزادی اپنے ملاحوں کو قابلِ اعتماد سمجھتی ہے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اب اطمینان سے کھانا کھاؤ۔ آج تم بہت تھک گئے ہو۔"

زربخت ایک طرف بیٹھ گیا۔ کھانا کھانے کے بعد شراب کا دَور شروع ہُوا تو فرخ زاد نے اچانک اُس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "زربخت شہزادی کے سامان میں دو مٹکے تھے وہ اُتار لئے گئے ہیں یا نہیں۔"

"جی ہاں، اُنہیں اُوپر پہنچا دیا گیا ہے؟"

فرخ زاد نے ایک نوکر سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم جاؤ اور شہزادی سے کہو کہ میرے دوست آج عام شراب پینا پسند نہیں کرتے۔ اگر اُنہیں اعتراض نہ ہو تو ایک مٹکا یہاں لے آؤ۔"

نوکر باہر نکل گیا اور فرخ زاد قدرے توقف کے بعد اپنے مہمانوں کی طرف متوجہ ہُوا۔ "آج ہم تمہیں وہ شراب پلائیں گے جس کا راز صرف قیصر روم کے ساقی کو معلوم تھا۔"

پھر تھوڑی دیر بعد جب یہ شراب تقسیم کی گئی تو پینے والوں کے لئے اس کی مہک، رنگ اور ذائقے کے سوا گفتگو کا اور کوئی موضوع نہ تھا۔ فرخ زاد نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنے مہمانوں کی طرف دیکھا اور پھر زربخت سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اہرمزد کی قسم یہ اُس شراب سے بہتر ہے جو شہزادی نے مجھے اُس دن پیش کی تھی۔ اُس کا نشہ بہت معمُولی تھا لیکن یہ کچھ تیز معلوم ہوتی ہے۔ میرے دوستو! آج ہم بخل سے کام نہیں لیں گے۔ تم ایک ایک جام اور لے سکتے ہو۔ لیکن اس سے زیادہ نہیں۔"

شراب کا دوسرا جام ختم کرنے کے بعد فرخ زاد، زربخت کی طرف متوجہ ہُوا۔ "کیا بات ہے زربخت! تم دوسرا جام نہیں پیو گے؟"

"جناب میرے لئے ایک ہی کافی ہے۔"

"نہیں نہیں تم ایک جام اور لے سکتے ہو، میں تمہاری نگاہوں میں تشنگی دیکھ رہا ہوں۔" فرخ زاد نے ساقی کو اشارہ کیا اور اُس نے زربخت کو جام بھر کر پیش کر دیا۔

زربخت کی رگوں میں خوُن کی گردش تیز ہو چکی تھی، اُس کا سر چکرا رہا تھا۔ تاہم اُس نے فرخ زاد کی دلجوئی کے لئے دوسرا جام پی لیا۔

فرخ زاد کچھ دیر اپنے مہمانوں سے شراب کی تعریف سُنتا رہا۔ پھر اُس نے ایک نوکر کو اشارہ کیا اور وہ مٹکا اُٹھا کر باہر نکل گیا۔

فرخ زاد اچانک اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اُس نے تھکی ہوئی آواز میں کہا۔ "اب آپ لوگ آرام کریں۔"
زربخت جلدی سے اُٹھ کر اُس کے ساتھ ہو لیا۔ زینے کے قریب فرخ زاد نے مڑ کر اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "کیا بات ہے زربخت! تم پریشان نظر آتے ہو؟"

"جی مَیں ٹھیک ہُوں! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"میں بالکل ٹھیک ہُوں، تم جاؤ اور مہمانوں کا خیال رکھو۔" فرخ زاد یہ کہہ کر زینے پر چڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آذر میدخت کے کمرے میں کھڑا تھا۔ وہ آنکھیں بند کئے کشادہ پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔

"آذر!" اُس نے آہستہ سے آواز دی۔ لیکن اُسے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ بستر کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور کچھ دیر بغور اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے جھجکتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور اُس کی انگلیاں شہزادی کے خوبصورت بالوں سے کھیلنے لگیں۔

"آذر!" اُس نے دوبارہ آواز دی اور اُس کا ہاتھ اُس کی پیشانی اور چہرے سے پھسلتا ہُوا اُس کی گردن پر جا رکا۔ اُس کا دل دھڑک رہا تھا۔ اُس کی سانس تیز ہو رہی تھی۔ پھر اُس نے پلنگ کی دوسری طرف آبنوس کی تپائی کی طرف دیکھا جہاں سونے کی صراحی اور جام پڑا ہوا تھا۔ جام میں شراب کے چند گھونٹ باقی تھے۔ اُس نے جھک کر شہزادی کا منہ سونگھا، مسکراتے ہوئے شراب کا جام اُٹھایا اور ایک ہی سانس میں حلق سے اُتارنے کے بعد بستر پر بیٹھ گیا۔

"آذر! آذر میدخت!" اُس نے گھبراتی ہوئی آواز میں کہا۔

شہزادی نے آنکھیں کھولیں، مُسکرائی اور فرخ زاد کو ایسا محسُوس ہُوا کہ کمرے میں فانوس کی روشنی مدھم ہو رہی ہے اور اُسے کسی پہاڑ کی بلندیوں سے ایک غار کی طرف دھکا دیا گیا ہے۔ پھر شہزادی کے بازوؤں پر اُس کی گرفت اچانک ڈھیلی پڑ گئی اور کسی نامعلوم خوف سے اُس کا سارا وجُود لرزنے لگا۔

"آذر! آذر! یہ شراب، سچ کہو اس میں کیا تھا؟ اس نے میرے ہاتھ پاؤں جکڑ دئیے ہیں۔ تم نے شاید اُس مٹکے میں بھی کچھ ملا دیا تھا۔"

"آپ زیادہ پی گئے۔" آذر میدخت نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

ایک ثانیہ کے لئے فرخ زاد کی مدافعانہ قوت بیدار ہوئی۔ اُس نے شہزادی کے بازو چھوڑ کر اُس کی گردن دبوچنے کی کوشش کی لیکن اُس کی طاقت جواب دے چکی تھی۔ آذر نے اُس کے ہاتھ جھٹک دئے اور تڑپ کر ایک طرف نکل گئی۔ فرخ زاد منہ کے بل گر پڑا۔ "زر بخت! زر بخت!" اُس نے گردن اُٹھا کر آواز دی۔ لیکن اُس آواز آذرمیہ خت کے قہقہوں میں گم ہو کر رہ گئی۔ شہزادی نے تالی بجائی اور اُس کی کنیزیں عقب کے کمرے سے نکل کر سامنے آگئیں پھر ایک غلام کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے شہزادی کے اشارے پر فرخ زاد کا بازو کھینچ کر بستر سے نیچے پھینک دیا۔

شہزادی نے غلام سے پوچھا۔ "زر بخت کیا کر رہا ہے؟"

"وہ دریا کے کنارے بیٹھ کر اپنے سر میں پانی ڈال رہا ہے۔"

"اور مہمان؟"

"وہ کمروں میں جا چکے ہیں اور اُن کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن پر شراب اثر کر رہی ہے۔"

"مجھے زر بخت سے خطرہ ہے۔ کاش میں اُسے اس صراحی سے چند گھونٹ پلا سکتی۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کو اندر تو نہیں بُلا لیا؟"

"نہیں، اُس نے کچھ دیر زینے کے سامنے ٹہلنے کے بعد اچانک ڈیوڑھی کا رُخ کیا تھا اور ہم درختوں کی اوٹ سے اُس پر تیر برسانے والے تھے کہ اُوپر سے کوئی آواز سنائی دی اور وہ لوٹ آیا اور میرے ساتھیوں سے پُوچھنے لگا کہ مجھے کسی نے آواز تو نہیں دی۔ جب انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے کوئی آواز نہیں سُنی تو وہ کچھ دیر زینے کی طرف دیکھتا رہا اور پھر دریا کے کنارے بیٹھ گیا۔

"اگر وہ سر پہ پانی ڈال رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اُسے تھوڑا بہت شک ضرور ہو گا۔"

غلام نے جواب دیا۔ "اگر اُسے شک نہ ہوتا تو وہ تلوار نیام سے نہ نکالتا۔ لیکن آپ مطمئن رہیں اگر وہ پُوری طرح ہوش میں آ گیا تو بھی میرے ساتھی آنکھ جھپکنے میں اُسے موت کی نیند سُلا دیں گے۔"

آذرمیدخت نے برہم ہو کر کہا۔ "بیوقوف! آنکھ جھپکنے میں اُس کے تیس جانباز بھی محل کے اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ اُسے صرف ایک آواز دینے کی ضرورت پڑے گی اور پھر محل کے اندر مہمان بھی موجود

ہیں ۔ شراب کا نشہ انہیں شور مچانے سے روک نہیں سکتا۔ تم فوراً نیچے جاؤ اور کشتی کے ملاحوں سے کہو کہ میں زر بخت کو ساتھ لے کر وہاں آ رہی ہوں۔"

"آپ ..... زر بخت کے ساتھ لیکن .....؟"

شہزادی مسکرائی۔ "بیوقوف تم بدحواس کیوں ہو گئے، جاؤ! کشتی میں میرا ہار گم ہو گیا ہے ملاحوں کا صرف یہ کام ہوگا کہ وہ زر بخت کو کشتی سے اُترنے کا موقع نہ دیں۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اُسے قتل کر دیا جائے۔"

غلام مسکراتا ہوا باہر نکل گیا

زر بخت اپنے سر پہ دریا کا ٹھنڈا پانی ڈالنے کے بعد قدرے تازہ دم ہو کر اُٹھا اور کچھ دیر چبوترے پر ٹہلنے کے بعد زینے پر بیٹھ گیا۔ وہ خوف جو اُس نے شراب پیتے ہی محسوس کیا تھا، آہستہ آہستہ دُور ہو رہا تھا اور وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا "یہ شراب یقیناً بہت تیز تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اُس میں کوئی نشہ آور چیز ملا دی گئی ہو لیکن اس میں زہر نہیں ہو سکتا۔ مجھے شہزادی پر شک نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ ممکن ہے کہ اُس نے فرخ زاد اور اُس کے مہمانوں کے ساتھ مذاق کیا ہو۔ بہرحال یہ عام شراب نہیں تھی۔ اگر میں سپاہیوں کو اندر بلا لیتا تو یہ کتنی حماقت ہوتی۔" اُس کا ذہنی اضطراب دُور ہو چکا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ نیند کا غلبہ محسوس کر رہا تھا۔ پھر اُسے قدموں کی آہٹ سُنائی دی۔ اُس نے اچانک اُٹھ کر پیچھے دیکھا اور مبہوت سا ہو کر رہ گیا۔ آذر میدخت، اُس کی ایک کنیز اور دو غلام جن میں سے ایک مشعل اُٹھائے ہوئے تھا، اُس کے سامنے کھڑے تھے۔ ایک ثانیہ کے لئے اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ شہزادی نے مسکرا کر کہا۔ "میرا خیال تھا کہ نیچے سب سو گئے ہوں گے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تم پر شراب کا کوئی اثر نہیں کیا یا شاید تمہیں اس مٹکے سے کوئی حصہ نہیں ملا۔"

آذر میدخت کے ان الفاظ نے زر بخت کے رہے سہے خدشات دُور کر دیئے۔ اُس نے جواب دیا۔ "مجھے دریا کے پانی میں سر ڈبونے کے بعد کچھ ہوش آیا ہے۔ ورنہ میں تو یہ محسوس کر رہا تھا کہ شاید....."

شہزادی نے ایک دلکش قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "تم یہ سمجھ رہے تھے کہ میں نے کوئی نیا زہر ایجاد کیا ہے؟"

"نہیں میرا خیال تھا کہ شاید آپ نے مذاق کیا ہو۔ لیکن آپ اس وقت ۔ ۔ ۔ ۔"

"میرا ہار گم ہوگیا ہے، شاید کشتی میں گر پڑا ہو۔ تمہارے دوست نے ایک جام اور پی لیا ہے اور اُسے اپنی نیند ساری دنیا کے خزانوں سے زیادہ قیمتی معلوم ہوتی ہے لیکن وہ ہار میری ماں کی نشانی تھا۔ اور اُسے تلاش کئے بغیر مجھے نیند نہیں آئے گی۔ تم میرے ساتھ آؤ، ممکن ہے کہ ہمیں ملاحوں کی تلاشی لینی پڑے۔"

"میں حاضر ہوں۔"

زربخت کے اشارے پر ایک غلام مشعل اُٹھا کر اُن کے آگے آگے چل دیا۔ وہ کشتی میں داخل ہوئے اور ملاح مؤدب کھڑے ہو گئے۔ شہزادی نے اپنے ہار کا ذکر کیا اور وہ کشتی کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گئے۔ زربخت کا سر چکرا رہا تھا۔ تاہم شہزادی کو خوش کرنے کے لئے وہ بھی اُن کے ساتھ شریک ہو گیا۔ تھوڑی دیر جب وہ مایوسی کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے تو زربخت نے کہا۔ "کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کا ہار محل میں رہ گیا ہو؟"

"نہیں کشتی پر سوار ہوتے وقت ہار میرے گلے میں تھا۔ تم اچھی طرح دیکھو۔ اگر کشتی سے نہ ملے تو ملاحوں کی تلاشی لو۔"

"میں باہر سے پہرے داروں کو بلاتا ہوں۔" زربخت نے یہ کہہ کر کشتی سے اُترنے کی کوشش کی لیکن ایک غلام نے آگے بڑھ کر اُس کا راستہ روک لیا اور اس کے ساتھ ہی باقی ملاح جو شہزادی کے اشارے کے منتظر تھے اُس پر ٹوٹ پڑے اور وہ ڈنڈوں اور مکوں کی پے در پے ضربوں سے نڈھال ہو کر مُنہ کے بل گر پڑا۔

شہزادی چلائی۔ "اسے چھوڑ دو! اسے قتل کرنے کی ضرورت نہیں۔"

وہ پیچھے ہٹ گئے۔ ایک ملاح نے اُس کا بازو پکڑ کر سیدھا کر دیا۔ اُس کی پیشانی سے خون

بہہ رہا تھا۔ اُس نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ شہزادی کی طرف دیکھا۔ اُس کے لرزتے ہوئے ہونٹوں سے مبہم سی آوازیں نکلیں، "آذر میدخت! آذر میدخت!" اور پھر اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"اِس کے سر پر پٹی باندھ دو!" آذر میدخت نے یہ کہہ کر منہ پھیر لیا۔ ایک غلام بھاگ کر کشتی کی چھت پر چڑھ گیا اور مشعل بلند کر کے ہوا میں لہرانے لگا۔ پھر اچانک دریا کے دوسرے کنارے سے ایک مشعل بلند ہوئی اور اُس نے کہا۔ "وہ آرہے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد ایک چھوٹی سی کشتی جس پر چار آدمی سوار تھے۔ شہزادی کی کشتی کے قریب آکر رُک گئی۔

شہزادی نے آہستہ سے آواز دی۔ "سیاوخش! میں یہاں ہوں۔"

سیاوخش اپنی کشتی سے اُتر کر شہزادی کے پاس پہنچا اور اُس نے کہا۔ "محل کے محافظ آپ کے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ ایک ساعت تک میرے آدمی فریبرز کے گھر کا محاصرہ کر لیں گے۔ محافظ فوج کے مستقر میں افراتفری پھیلانے کے انتظامات ہو چکے ہیں۔ مجھے صرف زربخت کے متعلق پریشانی تھی۔"

"تمہیں زربخت کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اِدھر دیکھو!"

غلام نے زربخت کے قریب ہو کر مشعل جھکا دی۔ سیاوخش نے جھک کر اُس کی نبض دیکھی اور پھر جلدی سے اپنا خنجر نکالتے ہوئے کہا۔ "یہ زندہ ہے۔"

"نہیں! نہیں!" شہزادی نے اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "میں اِسے قتل کرنے کی اجازت نہیں دوں گی۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ تم اس پر ہاتھ نہیں اُٹھاؤ گے۔"

"لیکن ایسے آدمی کا زندہ رہنا خطرناک ہے۔"

"یہ میرا حکم ہے۔ اِسے کسی قید خانے میں بھیج دو۔ لیکن میں تمہیں فرخ زاد کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار دیتی ہوں۔"

"وہ زندہ ہے؟" سیاوخش نے حیران ہو کر سوال کیا۔

"ہاں وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے۔"

"اور اُس کے مہمان؟"

"وہ سب سو رہے ہیں۔"

"اور اُس کے خراسانی نوکر؟"

"وہ باہر خیموں میں ہیں۔ زرنجت کے آدمی بھی وہاں ہیں لیکن اُن کے متعلق محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ وہ سوئے نہیں ہوں گے۔ اب تمہیں اس مکان پر حملہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"یہ حالات میری توقع سے کہیں زیادہ سازگار ہیں۔ اب ہمارا پہلا مسئلہ فرخ زاد سے نجات حاصل کرنا ہے۔"

"اگر تمہارا زہر بے اثر ثابت نہ ہُوا تو ہم اُس سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔ میں نے آدھا زہر شراب کی صراحی میں ڈال دیا تھا اور اُس میں سے چند گھونٹ وہ پی چکا ہے۔ اس سے قبل اُس نے مہمانوں کے ساتھ جو شراب پی تھی، وہ اُسے صبح تک بے ہوش رکھنے کے لئے کافی تھی۔"

سیاذخش نے کہا۔ "میرا زہر بیس آدمیوں کو ہلاک کرنے کے لئے کافی تھا۔ پھر بھی میں اُس کے متعلق اطمینان حاصل کر لینا ضروری سمجھتا ہُوں، آپ میرے ساتھ آئیں گی؟"

"نہیں، تم اپنا کام کرو۔"

سیاذخش کشتی سے اُتر کر ایک غلام کی راہنمائی میں مکان کی طرف بڑھا اور زینہ طے کرنے کے بعد فرخ زاد کے کمرے میں داخل ہُوا۔ ایک ثانیہ توقف کے بعد اُس نے خنجر نکالا۔ سہمی ہوئی کنیزوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر جب اُنہوں نے آنکھیں کھولیں تو سیاذخش کے قدموں میں فرخ زاد کی لاش تڑپ رہی تھی اور فرش پر وہ قالین جو اُسے آذرمیدخت نے عطا کیا تھا، اُس کے خون سے تر ہو رہا تھا۔

ایک ساعت بعد شہزادی کے نوکر زرنجت کو کشتی سے اُٹھا کر مکان کے برآمدے میں لِٹا چکے تھے اور وہ سیاذخش کے ساتھ دریا کے کنارے کھڑی تھی۔

سیاذخش نے بے چین سا ہو کر کہا۔ "میں حیران ہُوں کہ ابھی تک میرے ساتھیوں نے اطلاع کیوں نہیں دی؟"

شہزادی نے جواب دیا۔ "ہم نے تخت کے لئے جان کا سودا کیا ہے۔ مگر فریبرز قبل از وقت

خبردار ہوگیا اور اُسے شاہی فوج کے پڑاؤ تک رسائی حاصل کرنے کا موقع مل گیا تو ہمیں ایران کی سرزمین میں سر چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی لیکن تمہیں ایک اذیت ناک موت کی فکر نہیں ہونی چاہیئے۔ میرے کمرے میں زہر آلود شراب کی صراحی پڑی ہوئی ہے، شاہ پور ہمیں خراسانیوں کے حوالے نہیں کر سکے گا۔"

سیاوخش نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "نہیں نہیں آپ حوصلے سے کام لیں۔ مجھے اپنے ساتھیوں پر اعتماد ہے۔"

کشتی سے ایک ملاح نے آواز دی۔ "جناب اُس طرف دیکھیئے۔"

وہ دریا کے پار دیکھنے لگے۔ وہاں پہلے ایک اور پھر دو مشعلیں دکھائی دینے لگیں۔ سیاوخش نے مسرت سے اُچھلتے ہوئے کہا۔ "ملکہ عالم آپ کا ایک اور دشمن اس دُنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔ اب دریا کے پار آپ کے جانثار آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ کشتی پر سوار ہو جائیں۔ آپ کے ذکر فی الحال یہیں رہیں گے۔" پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم بھی یہیں رہو اور کسی کو مکان کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دو۔ جو مہمان سو رہے ہیں اُنہیں سونے دو اور اگر کوئی ہوش میں آجائے تو اُسے آواز نکالنے کا موقع نہ دو۔ تھوڑی دیر تک محافظ فوج کے وہ افسر یہاں پہنچ جائیں جو ہمارے ساتھ ہیں۔ پھر تمہیں محل سے باہر پہرہ دینے والے سپاہیوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ صبح تک زر بخت کے متعلق تمہیں ہدایات مل جائیں گی۔ میں اُس کی جان بچانے کا وعدہ کر چکا ہوں، لیکن اگر یہ ہوش میں آجائے تو تم اسے فرار ہونے کا موقع نہیں دو گے۔"

○

رات کے تیسرے پہر شاہی محل کے ناظم اور پہریداروں نے دروازے سے باہر آذر میدخت کو سلامی دی۔ پھر آن کی آن میں پانچ سو مسلح آدمیوں نے شہنشاہ کی قیام گاہ کی ناکہ بندی کر لی جو وفادار افراد اور پہریدار اس سازش سے بے خبر تھے اُنہوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ لیکن اُن کی پیش نہ گئی۔ حملہ آور لاشوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھے۔ شاہ پور خواجہ سراؤں اور کنیزوں کی چیخ پکار اور تلوار کی جھنکار سُن کر گہری نیند سے بیدار ہوا تو حملہ آور دروازہ توڑ رہے تھے۔ اُس نے محل کے دوسرے حصے میں پناہ لینے کی

نیت سے عقب کا دروازہ کھولا تو اُس کے سامنے ننگی تلواروں کی دیوار کھڑی تھی۔ وہ اُلٹے پاؤں اپنی خوابگاہ میں داخل ہُوا تو حملہ آور اُسے تنگ گھیرے میں لے چکے تھے۔ وہ بستر پر گر پڑا۔ کسی نے دوسرا دروازہ کھول دیا اور مسلح آدمیوں کا ایک ہجوم اندر آگیا۔ وہ چلّایا "میں تمہارا شہنشاہ ہُوں۔ میں درفش کادیانی کا محافظ ہُوں، میں ساسانیوں کے تخت اور تاج کا وارث ہُوں۔ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ مجھے چھوڑ دو، مجھے بچاؤ، میں تخت چھوڑنے کے لئے تیار ہُوں۔ مجھے جلاوطن کر دو لیکن مجھے قتل نہ کرو۔"

پھر آذرمیدخت کمرے میں داخل ہوئی اور مسلح آدمی اِدھر اُدھر سمٹ گئے۔ شاہ پور چلّایا "آذر! آذرمیدخت میں تمہارا عم زاد ہُوں۔ مجھے بچاؤ، مجھے بچاؤ! اہلِ ایران تمہیں معاف نہیں کریں گے۔ انہیں روکو! انہیں روکو۔ آذرمیدخت! آذرمیدخت!"

ایک ثانیہ کے لئے آذرمیدخت کی گردن جھک گئی اور ایک ثانیہ کے لئے شاہ پور کی مایوس نگاہوں میں اُمید کی روشنی آگئی۔ آذرمیدخت نے سیاوخش کی طرف دیکھا اور اُس کی قوتِ فیصلہ جواب دے گئی۔ پھر سیاوخش کا ہاتھ بلند ہُوا اور اس کے ساتھ ہی حملہ آوروں کی تلواریں بلند ہونے لگیں اس نے اچانک اپنا ہاتھ نیچے کر لیا۔ شاہ پور کے منہ سے آخری چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ہی پندرہ بیس مسلح تلواریں اُس کے خون میں ڈوب گئیں۔

تھوڑی دیر بعد آذرمیدخت کے حلیف مدائن کے اُمراء اور فوج کے اکابر کو جگا جگا کر یہ پیغام دے رہے تھے کہ شاہ پور مر چکا ہے اور اُس کی جانشین کو قصرِ ابیض میں آپ کا انتظار ہے اور وہ جو زمانے کی ہر کروٹ کو اپنے لئے سازگار بنانے کے خوگر تھے۔ اِس خبر کی تفصیلات پُوچھے بغیر شاہی ایوان کا رُخ کر رہے تھے اُن کے سامنے یہ مسئلہ نہ تھا کہ کون مرا ہے اور کون اُس کی جگہ لے گا بلکہ یہ تھا کہ نئے حکمران کا قرب حاصل کرنے میں اُن کا کوئی حریف اُن سے آگے نہ نکل جائے۔" اور جب اُنہوں نے یہ دیکھا کہ کسریٰ کے تخت پر آذرمیدخت رونق افروز ہے اور اُس کا کوئی مدمقابل وہاں موجود نہیں تو اُنہوں نے یہ پوچھنے کی ضرورت محسُوس نہ کی کہ اُس نے یہاں تک پہنچنے کے لئے کونسا راستہ اختیار کیا ہے۔

باب ۱۹

علی الصباح ماہ بانو گہری نیند سے بیدار ہوئی تو مکان کے صحن میں نوکر شور مچا رہے تھے پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اُس نے اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟"
"دروازہ کھولیئے!" نوکر نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔
ماہ بانو کا دل دھڑکنے لگا اور اُس نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ صحن میں اُس کے دو نوکروں کے ساتھ فردوس کھڑی تھی۔ اُس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور اُس کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ ماہ بانو کا دل بیٹھ گیا۔
"فردوس! تم اس وقت! بولو کیا ہوا؟"
لیکن بوڑھی عورت نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چند ثانیے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے ماہ بانو کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اچانک اُس نے جھرجھری لی اور چیخیں مارتی ہوئی آگے بڑھ کر ماہ بانو کے ساتھ لپٹ گئی۔ اُس نے بولنے کی کوشش کی لیکن اُس کی آواز سسکیوں میں دب کر رہ گئی۔ ماہ بانو کا اضطراب خوف میں تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ چلانا چاہتی تھی لیکن آواز اُس کے حلق سے نہ نکلتی تھی اس کا دل ایک ناقابلِ برداشت بوجھ سے پسا جا رہا تھا۔ پھر وہ فردوس کے بازو جھنجھوڑنے لگی۔ "فردوس مجھے بتاؤ، مجھے بتاؤ، بولو!"
فردوس نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے کہا: "وہ مر چکے ہیں میری بیٹی! میرا شوہر اور ہمارے آقا قتل ہو چکے ہیں۔"

ایک ثانیہ کے لیے ماہ باز کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ پھر وہ چلائی "میرا بھائی کہاں ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ وہ تین دن سے وہاں نہیں آیا۔"

"اُنہیں کس نے قتل کیا ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ قاتل باغ کی دیوار پھاند کر اندر آگئے تھے اور اُنہوں نے اندر آتے ہی برآمدے کے سامنے دو پہریداروں پر حملہ کر دیا تھا۔ نیلوفر کا باپ اور یاسمین کا نانا ان کی چیخ پکار سُن کر گھر سے باہر نکلے۔ نیلوفر کے باپ کے ہاتھ میں مشعل تھی۔ برآمدے کے قریب ایک پہرے دار کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ دوسرا زخمی ہونے کے بعد اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ چلایا "آپ بھاگ جائیں۔ وہ دیوار پھاند کر اندر آگئے ہیں۔"

پھر درختوں کی اوٹ سے تیروں کی بارش شروع ہوئی۔ وہ دونوں زخمی ہو کر گر پڑے۔ میں بھاگ کر آگے بڑھی لیکن آقا نے اچانک اُٹھ کر میرا راستہ روک لیا اور مجھے دھکا دے کر گرا دیا۔ پھر وہ خود بھی گر پڑے۔ اتنی دیر میں نیلوفر اپنے باپ کے قریب پہنچ کر چیخیں مار رہی تھی۔ آقا نے میرا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور چلا کر کہہ رہے تھے، نیلوفر اندر چلی جاؤ۔ پھر وہ بھی گر پڑی۔ اس کے بعد وہ درختوں سے نمودار ہوئے۔ ان کے چہروں پر نقاب تھے۔ میں آقا کی گرفت سے آزاد ہو کر نیلوفر کی لاش کے ساتھ لپٹ گئی۔ ایک آدمی مجھے قتل کرنے لگا لیکن دوسرے نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر کسی نے مشعل اُٹھا کر باری باری سب کو دیکھا۔ آقا نے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن ایک آدمی نے اُن کے سر پر تلوار ماری اور اُن کی نعش تڑپنے لگی۔ اس کے بعد ڈیوڑھی سے دوسرے نوکر وہاں پہنچ گئے۔ اُنہوں نے تھوڑی دیر مقابلہ کیا لیکن حملہ آوروں نے آن کی آن میں ہمارے تین آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ دو نوکر بھاگ گئے۔ پھر کسی نے کہا ان کا پیچھا کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ ڈیوڑھی سے باہر نکلتے ہی ہمارے ساتھیوں کے تیروں کی زد میں ہوں گے۔ اب چلو ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ اور مجھے دیر تک یقین نہ آیا کہ وہ جا چکے ہیں۔ پھر میں مشعل اُٹھا کر اپنے شوہر، اپنی بیٹی اور آقا کی لاشیں دیکھ رہی تھی تو بھاگنے والے نوکروں میں سے ایک واپس آگیا اور اُس نے بتایا کہ اُن کے ساتھی کو ڈیوڑھی سے باہر نکلتے ہی قتل کر دیا گیا ہے۔

"تم اس نوکر کے ساتھ آئی ہو؟"

"ہاں وہ مجھے یہاں پہنچا کر واپس چلا گیا ہے۔ وہ فرخ زاد کے محل سے تمہارے بھائی کا پتہ کرنے گیا ہے۔ ماہ بانو مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ سب مر چکے ہیں لیکن میں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ان کی لاشیں ٹھنڈی ہو چکی ہیں۔ رات فریبرز میرے شوہر سے یہ کہہ رہا تھا کہ زربخت بہت مصروف ہے۔ اس لئے تم ماہ بانو کو چند دن کے لئے یہاں لے آؤ۔ اور نیلوفر بہت خوش تھی۔ وہ کہتی تھی کہ میں صبح ہوتے ہی اپنے ابا کے ساتھ جاؤں گی۔"

"لیکن وہ کون تھے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ ڈاکو نہیں تھے۔ اُنہوں نے ہمارے گھر سے کوئی چیز نہیں اُٹھائی اور جب وہ جانے لگے تو ایک آدمی اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ تم اندھے ہو۔ تم نے ایک عورت کو قتل کر دیا ہے۔"

ماہ بانو اپنے نوکروں سے متوجہ ہوئی: "تم فردوس کا خیال رکھو اور میرے لئے گھوڑا تیار کر دیں خود اپنے بھائی کے پاس جا رہی ہوں۔"

ایک نوکر نے جواب دیا: "نہیں آپ کا اس وقت گھر سے نکلنا ٹھیک نہیں۔"

"مجھے یقین ہے وہ فریبرز کے قتل کی اطلاع ملتے کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی تاخیر نہیں کریں گے۔ آپ تھوڑی دیر انتظار کریں اگر اُن کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملی تو میں چلا جاؤں گا۔ لیکن موجودہ حالات میں آپ کا گھر سے نکلنا کسی طرح مناسب نہیں۔"

"نہیں تم ابھی جاؤ اور فوراً واپس آنے کی کوشش کرو۔ اور دیکھو فریبرز کے قتل کے متعلق میرے بھائی یا فرخ زاد کے سوا کسی کو کچھ نہ بتانا۔"

ایک ساعت بعد ماہ بانو انتہائی اضطراب کی حالت میں نوکر کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی اچانک باہر گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور وہ بھاگتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی۔ چند ثانیے بعد اس کا نوکر مکان میں داخل ہوا اور اُس نے گھوڑے سے کودتے ہوئے کہا: "پہرداروں نے مجھے فرخ زاد کے محل سے

باہر روک لیا تھا۔ ان میں سے اکثر مجھے جانتے تھے، لیکن وہ یہ کہتے تھے کہ صبح سے پہلے محل کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ میں نے زرنجت کے متعلق پوچھا تھا اور وہ یہ کہتے تھے کہ وہ اندر ہے اور اس وقت آرام کر رہا ہوگا۔ میں اُنہیں یہ تاکید کر آیا ہوں کہ وہ زرنجت کو فوراً گھر بھیج دیں۔ فریبرز کے گھر کا پہریدار مجھے راستے میں مل گیا تھا اور اب وہ واپس آرہا ہے۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شہنشاہ اور فرخ زاد کے ہوتے ہوئے کسی کو فریبرز کے گھر پر حملہ کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ وہ اُن کے دوست تھے۔"

نوکر نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ صبح ہوتے ہی مدائن کی ساری فوج فریبرز کے قاتلوں کا کھوج نکالنے کے لئے حرکت میں آجائے گی۔ اُن کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔"

ماہ بانو فردوس سے مخاطب ہوئی۔ "تم نے کسی کو پہچاننے کی کوشش نہیں کی؟"

"نہیں، اُن کے چہرے نقاب میں چھپے ہوئے تھے۔"

"اگر اُن کا مقصد صرف فریبرز کو قتل کرنا تھا تو فوج میں اُن کے مخالف گروہ سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ بہرحال ہمیں صبح کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

ماہ بانو کو باقی رات کا ایک ایک لمحہ مہینوں سے زیادہ طویل محسوس ہوتا تھا اور فردوس کی یہ حالت تھی کہ وہ کبھی حملے کے واقعات دُہرانے شروع کر دیتی اور کبھی ماہ بانو سے لپٹ کر رونے لگتی۔ پھر جب مشرق کے سرمئی اُفق پر صبح کے آثار ظاہر ہونے لگے تو ماہ بانو نے اپنے دوسرے نوکر کو گھوڑا دے کر فرخ زاد کے محل کی طرف روانہ کر دیا۔ نوکر طلوعِ آفتاب کے وقت واپس آیا اور اُس نے یہ اطلاع دی کہ مدائن میں انقلاب آچکا ہے۔ لوگ آذرمیدخت کے حق میں نعرے لگا رہے ہیں اور فوج کے دستے گلیوں اور بازاروں میں گشت کر رہے ہیں۔

ماہ بانو صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے بذاتِ خود باہر جانے کا ارادہ کر رہی تھی کہ آدمان وہاں پہنچ گیا اور اُس نے صحن میں داخل ہوتے ہی پوچھا۔ "زرنجت کہاں ہے؟"

ایک ثانیہ کے لئے ماہ بانو کی نگاہوں کے سامنے تاریکی چھاگئی۔ پھر اُس نے سنبھلنے کی کوشش

کرتے ہوئے کہا۔ "وہ فرخ زاد کے گھر میں تھا۔ تم وہاں نہیں گئے؟"

آذرمان نے جواب دیا۔ "فرخ زاد قتل ہو چکا ہے اور اُس کے گھر میں شراب سے مدہوش مہمانوں کے سوا کوئی نہیں۔ میں فریبرز کے گھر سے بھی ہو آیا ہوں۔ شاید آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ بھی قتل ہو چکا ہے۔ آذرمیدخت تخت پر قابض ہو چکی ہے۔ اُس نے شاہ پور کو قتل کروا دیا ہے۔ شہر کے مذہبی پیشوا آذرمیدخت کی حمایت میں تقریریں کر رہے ہیں اور فوج کے سردار ان حالات سے خوش نہیں ہیں تاہم وہ ملکہ کے ساتھ وفادار رہنے اور سلطنت کا امن بحال رکھنے کا عہد کر چکے ہیں۔ آذرمیدخت کو جن افسروں سے بغاوت کا خطرہ تھا، انہیں گرفتار کیا جا رہا ہے۔ اگر آپ کا بھائی کہیں روپوش ہے تو آپ اُسے خبردار کر دیں کہ اُسے فوج یا عوام سے کسی بغاوت کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ فریبرز اور فرخ زاد اور شاہ پور کی موت کے بعد کسی کو نئی ملکہ کے خلاف سر اُٹھانے کی جرأت نہیں ہو گی۔ شاہی محل کی چار دیواری کے اندر پوران دخت، آذرمیدخت کے ساتھ ٹکر لے سکتی تھی لیکن وہ کہیں روپوش ہو چکی ہے۔ محافظ فوج کی کمان سیاوخش اپنے ہاتھ میں لے چکا ہے اور اُسے یہ معلوم ہے کہ آپ کا بھائی فریبرز اور فرخ زاد کا جاں نثار تھا۔ اس لئے اس کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر سیاوخش کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ میں فرخ زاد کے محل کے جن پہریداروں سے ملا ہوں وہ سب یہی کہتے ہیں کہ آپ کا بھائی رات کے وقت محل کے اندر تھا لیکن اب اس کا سراغ نہیں ملتا۔"

ماہ بانو بے حس و حرکت کھڑی آذرمان کی باتیں سنتی رہی۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "وہ یہاں نہیں آیا۔ اور اُس نے ہمیں کوئی اطلاع بھی نہیں دی۔ لیکن اگر وہ زندہ ہے تو میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ وہ اپنے دوستوں کے قاتلوں سے پناہ لینے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

آذرمان نے کہا۔ "میں اُس کا دوست ہوں اور آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ زندبخت کے علاوہ آپ کی زندگی اور عزت کے لئے بھی خطرہ ہے۔ وہ یقیناً آپ کے پاس آئے گا اور اُسے یہ سمجھانا آپ کا فرض ہے کہ تم اکیلے ایران کی حکومت کے خلاف جنگ نہیں کر سکتے۔"

"لیکن وہ ہے کہاں؟"

"کاش مجھے معلوم ہوتا۔"

"کیا تم یہ تصور کر سکتے ہو کہ میرا بھائی فرخ زاد کو موت کے منہ میں چھوڑ کر بھاگ گیا ہوگا؟"

"نہیں میرا خیال تھا کہ شاید وہ زخمی ہو گیا ہو اور پھر اُس نے مایوسی کی حالت میں کہیں پناہ لینے کی کوشش کی ہو؟"

"اگر تمہیں شک ہے تو تم گھر کی تلاشی لے سکتے ہو۔"

آدمان نے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے کہا: "اگر موجودہ حالات میں آپ مجھے زدبخت کا دشمن خیال کریں تو مجھے شکایت نہیں ہونی چاہیئے۔ کاش میں آپ کو اپنا سینہ چیر کر دکھا سکتا۔ میں اُس کا دوست ہوں اور میری طرح فوج کے ہزاروں سپاہی اُس کے دوست ہیں۔ وہ سب یہی چاہتے ہیں کہ آپ کا بھائی زندہ رہے۔ مجھے یقین ہے کہ اہلِ ایران دیر تک اس حکومت کو برداشت نہیں کریں گے جس کی بنیاد ظلم اور بدعہدی پر رکھی گئی ہے۔ خراسان میں فرخ زاد کا بیٹا خاموش نہیں بیٹھے گا۔ وہ مدائن پر آندھی کی طرح نازل ہوگا اور پھر یہی لوگ جو آذرمیدخت کو مبارکباد دے رہے ہیں اسے اپنے تمام مصائب کے ذمہ دار ٹھہرائیں گے لیکن سرِ دست دانائی یہی ہے کہ ہم صبر اور حوصلے سے اس وقت کا انتظار کریں۔ اگر زدبخت مدائن میں ہے تو اُس نے یقیناً کسی دوست کے ہاں پناہ لی ہوگی۔ میں اُسے تلاش کرتا ہوں۔"

○

زدبخت کو ہوش آیا تو وہ ایک کشادہ کمرے میں پڑا ہوا تھا۔ بند دروازے کے درازوں اور چھت کے قریب ایک روزن سے ہلکی سی روشنی اندر آ رہی تھی۔

"میں کہاں ہوں؟" اُس نے اپنے دل سے سوال کیا۔ اُس کی تمام حسیات خوف و ہراس کی تاریکیوں میں گم ہو کر رہ گئیں۔ پھر اُس کے ذہن میں گزشتہ واقعات کی مبہم سی تصویریں اُبھرنے لگیں اور اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ وہ اُٹھا اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے تاریک سائے رقص کر رہے تھے۔ پیاس کے مارے اُس کا بُرا حال تھا۔ حلق خشک ہو رہا تھا۔ وہ گھسٹتا ہوا دروازے

کے قریب پہنچا اور دروازے سے باہر جھانکنے لگا۔ اُسے ایک کُشادہ صحن میں کھجُور کے درخت اور اُن سے آگے ایک بلند دیوار دکھائی دی۔

قدرے توقف کے بعد وہ زور زور سے دروازے پر ہاتھ مارنے لگا۔ اچانک اُسے چند آدمیوں کی آوازیں اور تیز تیز قدموں کی چاپ سُنائی دی۔ وہ ایک طرف ہٹ گیا اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ دروازہ کُھلا اور چار مسلح آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔

"میں کہاں ہوں اور تم کون ہو؟" اُس نے سوال کیا۔

ایک مسلح نوجوان نے جواب دیا "تم ہماری قید میں ہو اور یہ جگہ شہر سے کافی دُور ہے۔ اس لئے شور مچانے سے کوئی فائدہ نہیں"۔

"لیکن مجھے کس کے حکم سے یہاں لایا گیا ہے؟"

"ہمیں تمہارے ساتھ زیادہ باتیں کرنے کی اجازت نہیں۔ تمہارے لئے یہ جاننا کافی ہے کہ اس جگہ کوئی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا"۔

زربخت نے کچھ دیر توقف کے بعد کہا "تم مجھے پانی دے سکتے ہو؟"

نوجوان نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا "ان کے لئے کھانا اور پانی لے آؤ"۔

دو آدمی کمرے سے باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی پانی کا مٹکا اُٹھائے کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے ایک پیالہ بھر کر زربخت کو پیش کیا۔ زربخت نے ایک ہی سانس میں پیالہ خالی کر دیا۔ لیکن اُس کی پیاس نہ بجھی۔ چنانچہ اُس نے یکے بعد دیگرے دو پیالے اور پی لئے۔ اتنی دیر میں دوسرے آدمی نے لکڑی کے طشت میں روٹی، کھجوریں اور پنیر کا ایک ٹکڑا زربخت کے سامنے رکھ دیا لیکن زربخت کھانے کی طرف توجہ دینے کی بجائے کبھی ان مسلح آدمیوں کی طرف اور کبھی نیم وا دروازے سے باہر دیکھتا رہا۔ جہاں کشادہ صحن میں چند اُونٹ درختوں کی چھاؤں میں بیٹھے جگالی کر رہے تھے اور اُن سے آگے ایک چھپر کے نیچے چند گھوڑے اور بیل نظر آ رہے تھے۔ صحن کا باقی حصہ اُس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔ تاہم بکریوں کی ممیاہٹ سُننے کے بعد اُس کے لئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہ تھا کہ یہ جگہ قید خانے کی بجائے

کسی زمیندار کا مکان ہے۔ اُس نے ذرا آگے کھسک کر باہر جھانکنے کی کوشش کی لیکن ایک نوجوان نے جو اپنے لباس سے پہرے داروں کا افسر معلوم ہوتا تھا جلدی سے اُٹھ کر دروازہ بند کر دیا اور کہا: "اگر تمہارے دل میں کبھی بھاگ نکلنے کا خیال آئے تو تمہیں اتنا ضرور سوچ لینا چاہیئے کہ ڈیوڑھی تک پہنچنے سے پہلے تمہیں چاروں طرف سے تیروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں اس جگہ کوئی تکلیف نہ ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں تمہیں اس سے بہتر کھانا پیش نہیں کر سکتا لیکن آئندہ ہم تمہارے لئے بہتر انتظام کر سکیں گے۔ اب کچھ کھالو، میں تمہاری تسلی کے لئے اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ تمہیں قید کرنے والے تمہیں زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔"

زربخت نے کہا: "اگر تم مجھے یہ بتا سکو کہ میں فرخ زاد کے محل سے یہاں کس طرح پہنچ گیا ہوں تو میں تمہارا حکم ماننے کے لئے تیار ہوں۔"

نوجوان نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور چند ثانیے سوچنے کے بعد جواب دیا: "تمہیں یہ بتا سکتا ہوں کہ جو لوگ تمہیں یہاں لائے تھے، انہوں نے ہمیں اس کے سوا کچھ نہیں بتایا کہ تم ایک خطرناک آدمی ہو اور اگر تم بھاگ گئے تو ہم سب کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا اور میں تمہیں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تم زیادہ عرصہ یہاں نہیں رہو گے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ وہ بہت جلد تمہیں کسی محفوظ جگہ لے جائیں گے۔"

"یہ کسی زمیندار کا گھر ہے؟"

"ہاں لیکن یہاں صرف اُس کے نوکر اور مزارع رہتے ہیں اور تمہاری قید کے ساتھ اُس کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ عام طور پر مدائن میں رہتا ہے اور تمہیں ایک بڑے آدمی کے نوکر یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم میں سے کوئی تمہارا دشمن نہیں۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ تم کون ہو۔"

زربخت نے کہا: "میں اپنی جان بچانے کے لئے تمہاری زندگی خطرے میں ڈالنا پسند نہیں کروں گا لیکن اگر تم مجھے اس بڑے آدمی کا نام بتا سکو تو میری بہت سی اُلجھنیں دُور ہو جائیں گی۔ مجھے یہ تمام واقعات ایک خواب سا محسوس ہوتے ہیں۔"

نوجوان نے جواب دیا: "ہمیں اس سوال کا جواب دینے کی اجازت نہیں۔"

زربخت نے مایوس ہوکر کہا: "تم مجھے یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ مدائن یہاں سے کتنی دُور ہے ؟"

"اِس سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا ؟"

"کچھ نہیں۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں کتنے پہر یا کتنے دن بیہوش رہا ہوں۔"

نوجوان مسکرایا: "مدائن یہاں سے سات کوس دُور ہے لیکن تمہیں یہ اُمید نہیں رکھنی چاہیئے کہ وہ سے کوئی تمہاری مدد کے لئے آ جائے گا۔ اگر اس بات کا احتمال ہوتا تو وہ تمہیں اس جگہ نہ چھوڑتے۔"

زربخت کچھ کہنا چاہتا تھا کہ خوش پوش زمیندار جس کی عمر ساٹھ سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی اچانک کمرے میں داخل ہوا اور مسلح آدمی اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اُس نے غضب ناک ہو کر پہریداروں کی طرف دیکھا اور کہا: "تمہیں قیدی کے سامنے خاموش رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔"

زربخت نے کہا: "آپ کے نوکروں کا کوئی قصور نہیں۔ میں نے انہیں باتوں میں لگا لیا تھا۔ آپ ایک قیدی کو یہ پوچھنے کے حق سے محروم نہیں کر سکتے کہ اُسے قید کرنے والا کون ہے۔"

زمیندار نے جواب دیا: "نوکروں کو تمہارے ساتھ بات کرنے کی اجازت نہ تھی لیکن میں تمہارے ہر سوال کا جواب دے سکتا ہوں۔ تمہیں اُس شخص کے حکم سے یہاں بھیجا گیا ہے جو ایران کی نئی ملکہ کا دستِ راست ہے۔"

"ایران کی نئی ملکہ!" زربخت نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں شہزادی آذرمیدخت ایران کی نئی ملکہ بن چکی ہے اور تمہارے متعلق ان کا یہ حکم ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ تھوڑی دیر تک شاہی طبیب تمہارا زخم دیکھنے کے لئے یہاں پہنچ جائے گا اور پھر جب تم تندرست ہو جاؤ گے تو وہ تمہیں یہاں سے لے جائیں گے۔ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ وہ تمہیں صرف چند دنوں کے لئے مدائن سے باہر رکھنا چاہتے ہیں۔"

زربخت کچھ دیر سکتے کے عالم میں عمر رسیدہ آدمی کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا: "یہ ناممکن ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ فرخ زاد نے شہنشاہ سے غداری کر کے آذرمیدخت کو تخت پر بٹھا دیا ہو۔ ایران کی فوج کبھی یہ برداشت نہیں کرے گی۔"

زمیندار نے کہا "گزشتہ چار پہر میں مدائن کئی ناقابلِ یقین واقعات دیکھ چکا ہوں۔ فرخ زاد اور شاہ پور قتل ہو چکے ہیں۔ سیاوخش جس کے حکم سے تمہیں یہاں بھیجا گیا ہے، نئی ملکہ کا وزیر بن چکا ہے۔ شہزادی پوران کہیں روپوش ہو چکی ہے۔"

زربخت نے کرب انگیز لہجے میں کہا "نہیں نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایران کی فوج نے شاہ پور اور فرخ زاد کے قاتلوں کی اطاعت قبول کر لی ہو۔ کم از کم شاہی لشکر کے سالارِ اعلیٰ سے غداری کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔"

زمیندار نے جواب دیا "میں نے تمہیں ابھی سارے واقعات نہیں سُنائے۔ شاہی فوج کا سالارِ اعلیٰ بھی قتل ہو چکا ہے اور کئی وہ افسر جن سے بغاوت کا خطرہ ہو سکتا تھا گرفتار کر لیے گئے ہیں۔"

"نہیں نہیں، تم غلط کہتے ہو۔ ایران کے کسی آدمی کو خسرو پرویز پر ہاتھ اُٹھانے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔" زربخت نے کرب کی حالت میں بوڑھے آدمی کا گریبان پکڑ لیا۔ لیکن اچانک اُس کی طاقت جواب دے گئی اور وہ منہ کے بل گر پڑا۔ اُسے دوبارہ ہوش آیا تو وہ فرش پر ایک بوسیدہ قالین کی بجائے ایک آرام دہ بستر پر لیٹا ہُوا تھا اور زمیندار کے علاوہ شاہی طبیب اُس کے قریب بیٹھا ہُوا تھا۔

○

دس دن بعد زربخت مکمل طور پر تندرست ہو چکا تھا۔ اب اس قلعہ نما مکان کے اندر اس کی حیثیت ایک قیدی کی نہیں بلکہ ایک مہمان کی سی تھی۔ زمیندار کے نوکر اُس کے آرام کا پُورا خیال کرتے تھے۔ دن کے وقت اُسے مکان کے صحن میں گھومنے پھرنے کی آزادی تھی۔ تاہم اُسے کوٹھڑی سے باہر نکالا جاتا تو ڈیوڑھی کا دروازہ بند کر دیا جاتا اور مسلح آدمی پُوری مستعدی کے ساتھ پہرا دیتے۔ زربخت کو ان نوکروں سے زیادہ زمیندار کے طرزِ عمل پر حیرت ہوتی۔ وہ صبح ہوتے ہی وہاں پہنچ جاتا اور اس کا پہلا سوال عام طور پر یہی ہوتا کہ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ پھر وہ اُسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتا اور بار بار تسلی دینے کی کوشش کرتا کہ وہ آپ کو بہت جلد مدائن بُلا لیں گے۔ ابھی سیاوخش سے میری مُلاقات نہیں ہو سکی۔ وہ بہت مصروف ہے اور میرا خیال ہے کہ مدائن کے حالات سے ملکہ بھی کافی پریشان ہے۔ ابھی

اُسے فوج کی وفاداری کے متعلق زیادہ اطمینان نہیں ہوا۔ اگر تمہارے متعلق اُن کے دل میں کوئی بُرا ارادہ ہوتا تو وہ اتنے دن تمہیں یہاں نہ چھوڑتے۔ پھر وہ اس طرح کی باتیں چھیڑ دیتا: "یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں سیاوخش کو ناراض نہیں کر سکتا۔ ورنہ میں ایک دن کے لئے بھی تمہیں یہاں ٹھہرنے پر مجبور نہ کرتا۔ آپ وعدہ کریں کہ جب آپ کا بس چلے گا تو آپ میرے ساتھ زیادتی نہیں ہونے دیں گے۔" اور زربخت اُسے تسلی دینے کی کوشش کرتا: "مجھے تمہاری مجبوریوں کا پورا احساس ہے۔"

مداش کے حالات کے متعلق زربخت کو اُس سے جو باتیں معلوم ہوئیں وہ یہ تھیں کہ ابھی تک پوران دخت کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر وہ خراسان نہیں پہنچ گئی تو شہر کے آس پاس کسی بڑے آدمی کے ہاں پناہ لے چکی ہے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ملکہ نے اُسے قتل کروا دیا ہے لیکن یہ افواہ درست معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ملکہ نے اُسے قتل کروا دیا ہوتا تو حکومت اُس کی تلاش میں اس قدر مستعدی کا مظاہرہ نہ کرتی۔"

زربخت نے کئی بار اس کے ذریعے اپنی بہن کا حال دریافت کرنے کا ارادہ کیا لیکن مصلحتیں اس خواہش پر غالب آجاتیں اور وہ یہ سوچ کر خاموش ہو جاتا کہ جو آدمی سیاوخش کے حکم سے اُسے قید میں رکھ سکتا ہے اُسے ماہ بانو کے متعلق اعتماد میں لینا کسی طرح مناسب نہیں۔

گیارھویں دن زمیندار نے زربخت کو یہ خبر سُنائی کہ آج میرے پاس تمہارا آخری دن ہے۔ کل سیاوخش کے آدمی تمہیں مداش لے جائیں گے۔ تمہیں ملکہ کے سامنے پیش کیا جائے اور سیاوخش کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تم ایک مجرم کی حیثیت سے وہاں نہیں جاؤ گے۔ ممکن ہے کہ تمہیں فوج میں کوئی بڑا عہدہ مل جائے لیکن تمہاری کامیابی کا انحصار صرف اس بات پر ہے کہ تم سیاوخش اور ملکہ کو کس حد تک مطمئن کر سکتے ہو۔"

زربخت نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا: "اگر ملکہ سیاوخش خسرو کے تابع ہیں تو میں اُنہیں مطمئن نہیں کر سکوں گا۔"

"کیا تم ان لوگوں میں شامل ہونا پسند کرو گے جنہیں مداش کے چوراہوں پر پھانسیاں دی گئی ہیں؟"

زربخت نے اپنے وجود میں کپکپی محسوس کرتے ہوئے جواب دیا "میں ظالموں کے ساتھ تعاون نہیں کروں گا۔"

"لیکن تم اپنی جان کھو کر کسی کے کام نہیں آسکو گے۔ تمہیں اُس وقت کے لئے زندہ رہنا چاہیئے جب تک کہ سازگار حالات پیدا نہیں ہوتے۔ وہ درخت جن کے تنوں میں لچک نہیں ہوتی تیز آندھیوں سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ اگر میں تمہیں یہاں رکھنے کے لئے سیاوخش کے حکم کی تعمیل نہ کرتا تو میرا اور میرے بال بچوں کا حشر کیا ہوتا؟ میں ایک معمولی زمیندار ہوں جس نے ساری زندگی ملک کے سیاسی حالات میں دخل نہیں دیا۔ میری بدقسمتی یہ ہے کہ میں مدائن میں سیاوخش کا پڑوسی ہوں اور کچھ عرصہ سے اُس نے اپنی جاگیر کا انتظام بھی مجھے سونپ دیا ہے۔"

زربخت نے کہا: "مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں بلکہ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرا اس قدر خیال رکھا۔"

زمیندار بولا: "میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ اگر سچ پوچھو تو میں جس قدر سیاوخش سے ڈرتا ہوں اُسی قدر تم سے ڈرتا ہوں۔ آج وہ غالب ہے، کل تم غالب آسکتے ہو۔ پھر اگر تم بھی کسی بے گناہ قیدی کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ گے تو میں اُس کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار نہیں کر سکوں گا لیکن اگر تم مجھ سے کوئی اچھا کام لو گے تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔ ایک طاقتور آدمی بہت کچھ سوچ سکتا ہے لیکن ایک کمزور اور بے کس انسان صرف اپنی جان، اپنی روٹی اور اپنے لباس کے متعلق سوچ سکتا ہے۔"

زربخت نے کہا: "کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ان قاتلوں کے پاؤں پڑوں؟"

"نہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنے جذبات کے اظہار کے لئے موزوں وقت کا انتظار کرو۔ پاؤں پر گرنے کے بعد اگر تم اُن کی شاہرگ پر ہاتھ ڈال سکو تو کیا یہ اس سے بہتر نہیں کہ وہ تمہیں کھڑا ہونے یا خالی ہاتھ اُٹھانے سے پہلے ہی مسل دیں۔ زربخت تم ابھی جوان ہو اور میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی حادثہ تمہیں زندگی سے بیزار کر دے۔ شہر میں یہ افواہ گرم ہے کہ رستم اپنے باپ کے قتل کا انتقام لینے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ کیا تم اس دن کا انتظار نہیں کرو گے کہ جب وہ مدائن میں داخل ہو تو میرے جیسے کمزور لوگ تمہارے پاس پناہ لے سکیں؟"

"نہیں!" اُس نے جواب دیا۔ "میں موت سے پہلے مرنا پسند نہیں کروں گا۔"

باب ۲۰

زربخت شاہی محل کے ایک کمرے میں آذرمیدخت کے سامنے کھڑا تھا۔ ایران کی ملکہ نے مسلح پہریداروں کو اشارہ کیا۔ وہ کمرے سے باہر نکل گئے لیکن سیادخش جو اُن کے ساتھ آیا تھا، زربخت کے قریب کھڑا رہا۔

"سیادخش! تم جا سکتے ہو۔" ملکہ نے اضطراب کی حالت میں پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

سیادخش نے حیرت زدہ ہو کر پہلے ملکہ، پھر زربخت کی طرف دیکھا اور اُلٹے پاؤں کمرے سے باہر نکل گیا۔

آذرمیدخت چند ثانیے خاموشی سے زربخت کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اُس کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اُس نے کہا "ہم نے سیادخش کو حکم دیا تھا کہ جب تک حالات درست نہیں ہوتے تمہیں کسی محفوظ جگہ رکھا جائے اور ہم نے اُسے یہ حکم بھی دیا تھا کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ دی جائے۔"

زربخت نے گھٹی آواز میں کہا۔ "مجھے سیادخش سے کوئی شکایت نہیں اور میں آپ کا بھی شکر گزار ہوں۔"

"نہیں تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ اگر تمہارا بس چلے تو تم میرا گلا گھونٹنے سے دریغ نہیں کرو گے۔ لیکن تم اس حقیقت کو نہیں جھٹلا سکتے کہ میں ایران کی ملکہ ہوں اور تمہاری کوئی خواہش ایسی نہیں ہو سکتی جسے میں پورا نہ کر سکوں۔ سیادخش کو یہ معلوم نہیں ہم ایک دوسرے کو کتنا جانتے ہیں۔"

اس کا خیال ہے کہ تم ہمارے دشمن ہو۔ لیکن اگر تم اس کی یہ غلط فہمی دُور کر سکو تو میں کسی اُلجھن کا سامنا کئے بغیر تمہاری عزّت اور کامرانی کے راستے کھول سکتی ہُوں "

زر بخت نے جواب دیا " معاف کیجئے اب میں عزّت اور ذلّت کے راستوں کی تمیز نہیں کر سکتا۔ میں جس خاتون کو جانتا تھا وہ فرخ زاد کی بیوی تھی۔ میں اُس کے اشاروں پر جان دے سکتا تھا۔ اُس کی خواہش پر زہر آلود شراب پی سکتا تھا اور اُس کے ساتھ ہی میں اس بات پر فخر کر سکتا تھا کہ مجھے اس سے کسی انعام کا لالچ نہیں۔ اب اگر ایران کی ملکہ مجھے زبان کھولنے کی اجازت دیتی ہے تو میں صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ شاہ پور، فرخ زاد اور فریبرز کے قاتل کون ہیں ؟"

آذر میدخت کا چہرہ غصّے سے تمتما اُٹھا اور اُس نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا " شاہ پور کے اصلی قاتل وہ ہیں جنہوں نے مجھ سے بیوفائی کر کے اُسے تخت پر بٹھا دیا اور فرخ زاد کا قاتل وہ ہے جس نے اُسے وزارت کا لالچ دے کر میرے ساتھ بدعہدی کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ مجھے صرف اِس بات کا افسوس ہے کہ میں فریبرز کو ہلاکت سے نہ بچا سکی۔ اگر میرا بس چلتا تو میری یہی کوشش ہوتی کہ تمہاری طرح اُسے بھی چند دن کے لئے کسی محفوظ جگہ پہنچا دیا جائے لیکن وہ میرے دشمنوں کے گروہ میں شامل ہو چکا تھا اور اس کا زندہ رہنا میرے لئے خطرناک ہو سکتا تھا۔ مجھے فریبرز کے ساتھ تمہارے تعلقات کا علم ہے۔ لیکن تم جوان ہو اور مجھے یہ اُمید ہے کہ تم ہلاک ہونے والوں کا ساتھ دینا پسند نہیں کرو گے۔ تم ایران کے سپاہی ہو اور ایران کی ملکہ کو تمہاری ضرورت ہے۔ میری طرف دیکھو زر بخت ! اور مجھے اس سوال کا جواب دو کہ اگر ایران کا تاج تمہارے ہاتھ میں دے دیا جاتا اور پھر تم سے یہ پوچھا جاتا کہ تمہارے خیال میں اس کا حقدار کون ہے تو تم کیا جواب دیتے ! بولو کیا میں اس قابل نہیں ہوں ؟"

زر بخت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن شہزادی کی مسکراہٹ نے اُس کے لبوں پر مُہر لگا دی۔

آذر میدخت بولی " اگر فریبرز کو گھر سے نکلنے اور اپنے لشکر کو خبردار کرنے کا موقع مل جاتا تو مدائن کو ایک خطرناک تباہی کا سامنا کرنا پڑتا۔ ان حالات میں، اُس کی جان بچانا میرے بس کی بات نہ

تھی۔ لیکن تمہاری حالت مجھ سے مختلف ہے۔ اگر تم چاہو تو اپنے لئے کوئی خطرہ مول لئے بغیر سینکڑوں بلکہ ہزاروں جوانوں کو ہلاکت کا راستہ اختیار کرنے سے روک سکتے ہو۔ شاہی لشکر کے کئی افسر رُوپوش ہیں اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اہلِ مدائن کو ایک عام بغاوت پر اُکسا رہے ہیں۔ میں نے اُس کی کمان سیاوخش کو سونپ دی تھی لیکن وہ عام معافی کا اعلان کرنے کے بعد بھی باغی عناصر کو مطمئن نہیں کر سکا۔ کسی نے یہ مشہور کر دیا ہے کہ فریبرز کی طرح تم بھی قتل ہو چکے ہو۔ میرا ابتدا سے ہی یہ ارادہ تھا کہ اگر تم ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاؤ تو شاہی رسالے کی کمان تمہارے سپرد کر دی جائے۔ میں چند باغیوں سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ اگر میں چاہوں تو انہیں دو دن کے اندر اندر گرفتار کیا جا سکتا ہے لیکن میں ان کا اعتماد اور تعاون حاصل کرنا چاہتی ہوں اور مجھے اس مقصد کے لئے تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔ زربخت! مجھے یقین ہے کہ تم مجھے مایوس نہیں کرو گے۔ یہ باغی عناصر پوران دخت کے ساتھ مل چکے ہیں اور وہ کسی خفیہ پناہ گاہ سے حکومت کا تختہ اُلٹنے کی سازش کر رہی ہے۔ ابھی تک ہمارے جاسوس اس کا سُراغ لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکے لیکن تمہارے لئے یہ بات مشکل نہیں ہوگی۔ میں یہ چاہتی ہوں تم چند دن کے لئے رُوپوش ہو جاؤ اور باغی افسروں سے رابطہ پیدا کر کے پوران دخت کی جائے پناہ کا سُراغ لگانے کی کوشش کرو۔ جب مجھے پوران کے خطرے سے نجات مل جائے گی تو محافظ فوج کی کمان تمہارا پہلا انعام ہوگا اور اس کے بعد تمہاری کوئی ایسی خواہش رد نہیں کی جائے گی جسے پُورا کرنا ایران کی ملکہ کے اختیار میں ہو۔"

زربخت نے کہا "لیکن میری ایک خواہش ایسی ہے جسے ایران کی ملکہ اس وقت بھی پُورا کر سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ میں اپنے گھر جا کر اپنی بہن کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں زندہ ہوں۔"

آذرمیدخت کی آنکھوں کی چمک اچانک ماند پڑ گئی اور اُس نے ایک دم سنجیدہ ہو کر کہا۔

"زربخت! تم قیدی نہیں ہو۔ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو۔"

"میں آپ کا شکر گزار ہوں۔" زربخت یہ کہہ کر مُڑا۔ لیکن آذرمیدخت نے کہا "ٹھہرو! گھر جا کر تمہیں پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔"

زرنجت کا دل بیٹھ گیا۔ اُس نے کرب کی حالت میں آذرمیدخت کی طرف دیکھا اور چلایا "میری بہن!"

"وہ گھر میں نہیں ہے۔ لیکن کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کہاں ہے۔ وہ انقلاب کے دو دن بعد گھر سے غائب ہو گئی تھی اور تمہارے نوکر بھی اُس ساتھ روپوش ہو چکے ہیں۔ وہاں صرف ایک بوڑھی خادمہ تھی جسے شاید وہ مُردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ وہ سکتے کی حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ طبیبوں کی کوشش سے تھوڑی دیر کے لئے ہوش آگیا تھا لیکن وہ تمہاری بہن کے متعلق کسی سوال کا جواب نہ دے سکی۔ اُس کی زبان مفلوج ہو چکی ہے۔ میں نے ان واقعات کی اطلاع ملتے ہی شاہی طبیب کو تمہارے گھر بھیج دیا تھا لیکن وہ اس کی جان نہ بچا سکا۔ کاش میں دو دن قبل تمہاری بہن کا پتہ کر سکتی۔ لیکن مجھے اس بات کا کوئی علم نہ تھا کہ تمہاری بہن یہاں رہتی ہے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ جاسوس پوران دخت اور اس کا ساتھ دینے والے افسروں کی تلاش میں وہاں تک پہنچ گئے تھے۔ اب اگر تم اپنے دوستوں سے رابطہ پیدا کرو تو تمہارے لئے اس کا سُراغ لگانا مشکل نہیں ہوگا۔ اُنہوں نے پہلے دن ہی یہ افواہ پھیلا دی تھی کہ فریبرز کی طرح تم بھی قتل ہو چکے ہو اور اگر تمہاری بہن ان کی باتوں میں آکر پوران دخت کے پاس پہنچ گئی ہو تو مجھے تعجب نہیں ہوگا۔"

زرنجت پتھرائی ہوئی آنکھوں سے آذرمیدخت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا غصہ اضطراب میں اور اضطراب خوف میں تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ چیخنا چاہتا تھا لیکن اس کے حلق میں آواز نہ تھی۔ آذرمیدخت مسند سے اُتر کر آگے بڑھی۔ زرنجت کی نگاہیں جھک گئیں۔ پھر اُسے ایک ہلکی ہلکی مہک کے ساتھ آذرمیدخت کے لباس کی سرسراہٹ محسوس ہونے لگی۔

"زرنجت مجھ پر یقین کرو۔ میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔"

زرنجت نے کرب کی حالت میں اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔

"میری طرف دیکھو!" شہزادی نے یہ کہہ کر اپنا ہاتھ اُس کے کندھے پر رکھ دیا۔

زرنجت کا سارا وجود لرز اُٹھا۔ اُس نے اچانک گردن اُٹھائی اور آذرمیدخت کا ہاتھ جھٹک دیا۔ وہ چند ثانیے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ ملکہ کے چہرے پر مسکراہٹوں کی جگہ اضطراب کے آثار ظاہر ہونے لگے اور زرنجت کی نگاہوں کا خوف نفرت میں تبدیل ہونے لگا۔ اُس نے کانپتی ہوئی آواز

میں کہا۔" اگر میں اپنی بہن کے متعلق آپ کی باتیں صحیح مان لوں تو میرا صرف ایک سوال باقی رہ جاتا ہے۔"

آذرمیدخت نے پُراُمید ہو کر کہا۔" پوچھو! میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گی۔"

"آپ نے فریبرز کے نوکروں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟"

"اگر اُس کے نوکر مزاحمت نہ کرتے تو اُنہیں خراش تک نہ آتی۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ چند آدمی اپنی حماقت کے باعث قتل ہو گئے تھے۔"

زربخت نے کہا۔" میں آپ سے ایک بوڑھی خادمہ، اُس کے شوہر اور بیٹی کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔"

ملکہ نے جواب دیا۔" مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ ایک سفید ریش نوکر اور اُس کی نوجوان لڑکی اچانک تیروں کی زد میں آکر ہلاک ہو گئے تھے۔"

زربخت کے دل پر ایک چرکا لگا۔ اُس نے نڈھال سا ہو کر آذرمیدخت کی طرف دیکھا اور پھر اس کی نگاہوں سے نفرت اور انتقام کی آگ برسنے لگی۔

آذرمیدخت بولی۔" تم اس لڑکی کو جانتے تھے۔ میں نے سُنا ہے کہ وہ خوبصورت تھی۔"

زربخت چلّایا۔" ہاں میں اُسے جانتا ہوں۔ میں نے اُس کی آنکھوں میں جو روشنی دیکھی تھی وہ میری نگاہوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوگی۔ کاش میں اُسے یہ بتا سکتا کہ تمہارے آنسو ایران کی سلطنت سے زیادہ قیمتی ہیں۔"

"تو یہ اطلاع غلط نہ تھی کہ تم صرف اس لڑکی کی خاطر صبح و شام فریبرز کے گھر کا طواف کیا کرتے تھے۔"

زربخت نے جواب دیا۔" جب وہ زندہ تھی تو مجھے اُس کے متعلق سوچتے ہوئے بھی ندامت محسوس ہوتی تھی لیکن اب میں مدائن کے چوراہوں میں کھڑا ہو کر یہ اعلان کر سکتا ہوں کہ اس کے سر کا ایک ایک بال ایران کی مغرور شہزادیوں سے زیادہ قیمتی تھا۔" زربخت کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو رہے تھے۔

ایک ثانیہ کے لئے آذرمیدخت کے دماغ سے پندار کا نشہ اُتر چکا تھا۔ ایک ثانیہ کے لئے

وہ صرف ایک عورت تھی ۔۔۔ اُس نے کہا: "زربخت مجھے افسوس ہے۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اس قدر کمزور ہو۔"

زربخت نے ایسا محسوس کیا کہ اُس کے سر پر آگ کے انگارے رکھ دیئے گئے ہیں وہ غضبناک ہو کر چلایا: "مجھے اپنی کمزوری کا اعتراف ہے لیکن میں ظالموں سے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ میں قاتلوں اور لٹیروں کا ساتھ نہیں دُوں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ ان پردوں کے پیچھے تمہارے جلاد کھڑے ہیں۔ تم اُنہیں آواز دے سکتی ہو۔ اب میں بھاگنے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

شہزادی زربخت کے الفاظ سے زیادہ اُس کی نگاہوں سے مرعوب ہو کر چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔ پھر اُس نے ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: "تم واقعی پاگل ہو۔ لیکن تم نے اپنی بہن کے متعلق کیا سوچا ہے؟"

زربخت کو ایسا محسوس ہوا کہ اُس کی رگوں میں خون کی گردش رُک گئی ہے۔ وہ سکتے کے عالم میں اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ آذرمیدخت نے تالی بجائی۔ معاً سیاوخش کے ساتھ آٹھ مسلح آدمی کمرے میں داخل ہوئے اور اُنہوں نے زربخت کو گھیرے میں لے لیا۔

شہزادی نے کہا: "اس بیوقوف کو سوچنے کے لئے وقت کی ضرورت ہے۔ اسے لے جاؤ۔"

جب زربخت ننگی تلواروں کے پہرے میں کمرے سے باہر نکل رہا تھا تو آذرمیدخت نے آواز دی: "سیاوخش ٹھہرو!"

سیاوخش مُڑ کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ شہزادی نے آگے بڑھ کر کہا: "میں نے اُسے قید میں رکھنے کا حکم دیا ہے لیکن اس کے ساتھ کوئی سختی نہیں ہونی چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ چند دن تک اِس کا دماغ درست ہو جائے گا۔"

سیاوخش نے احتجاج کیا: "آپ اس گفتگو کے بعد بھی اس سے یہ توقع رکھتی ہیں کہ اس کا دماغ ٹھیک ہو جائے گا؟"

"ہاں اگر وہ اس قدر تلخی سے پیش نہ آتا تو میں اسے زیادہ خطرناک نہ سمجھتی۔ اس وقت اس

کی حالت ایک زخمی انسان کی تھی اور مجھے یقین ہے جب اس کے زخم مندمل ہو جائیں گے تو وہ زندگی سے اِس قدر بیزاری کا اظہار نہیں کرے گا!"

"ملکۂ عالم! ایسے آدمی کا زندہ رہنا نہایت خطرناک ہے۔ کم از کم اسے محل کے اندر قید رکھنا کسی طرح مناسب نہیں۔ اگر آپ اسے شہر کے قید خانے میں رکھنا مناسب نہیں سمجھتیں تو اس کی نگرانی مجھے سونپ دیجئے۔ میں اسے اپنے مکان کے تہہ خانے میں رکھ سکتا ہوں۔"

آذرمیدخت نے جواب دیا۔"ہم اس قدر عظیم خطرہ مول لے چکے ہیں کہ اب چھوٹے خطرات کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔ اور تمہارے مکان کا کوئی حصہ ہمارے محل کے زمین دوز قید خانے سے زیادہ محفوظ نہیں ہو سکتا!"

○

زرنجت کو تنہائی کی قید میں تین ہفتے گزر چکے تھے۔ اسے باہر کے حالات کا کوئی علم نہ تھا۔ اسے کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہ تھی۔ اُس کی زمین دوز کوٹھڑی اس قدر تاریک تھی کہ اُس کے اندر دن کے وقت بھی چراغ کے بغیر دیکھنا مشکل تھا۔ صبح شام آہنی دروازہ کھلتا اور شاہی غلام مسلح پہریداروں کی حفاظت میں صفائی کرنے، خورد و نوش کا سامان پہنچانے اور چراغ میں تیل ڈالنے کے بعد رخصت ہو جاتے۔ آرام کے لیے اُسے صاف ستھرا بستر مہیا کیا گیا تھا۔ چند دن اس پر یہ احساس غالب رہا کہ آذرمیدخت اُس کا امتحان لے رہی ہے اور وہ یہ سمجھتی ہے کہ تنہائی کی قید اُسے اپنی بے بسی کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دے گی۔ چنانچہ اُس نے کسی سے ہمکلام ہونے کی کوشش نہ کی۔ اُس نے دو دن کھانے کو بھی ہاتھ نہ لگایا لیکن پھر جب اسے باہر کے حالات کے متعلق اضطراب محسوس ہونے لگا اور اُس نے پہریداروں سے گفتگو کرنے کی کوشش کی تو اُسے اپنے سوالات کا کوئی جواب نہ ملا۔ وہ خاموشی سے کوٹھڑی میں داخل ہوتے، پچھلے وقت کا بچا ہوا کھانا اُٹھا کر لے جاتے اور اُس کی جگہ تازہ کھانا رکھ دیتے۔ پھر جب آہنی دروازہ بند ہو جاتا تو وہ دیر تک اپنے آپ کو کوستا رہتا۔

"میں واقعی پاگل ہوں۔ مجھے آذرمیدخت کے ساتھ تلخی سے پیش نہیں آنا چاہیے تھا۔ میں اس

قید خانے میں رہ کر اپنی بہن کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اگر میں نے ذرا ضبط سے کام لیا ہوتا تو وہ مجھے آزاد کرنے کے لئے تیار تھی۔ آزاد ہونے کے بعد میرے لئے کوئی جائے پناہ تلاش کرنا مشکل نہ ہوتا۔ اب مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ اس محل سے باہر کیا ہو رہا ہے۔ میرے لئے یہی راستہ باقی رہ گیا ہے کہ میں ملکہ کو اپنی وفاداری کا فریب دے کر آزاد ہونے کی کوشش کروں۔"

پھر اُسے اپنی کمزوری پر ندامت محسوس ہونے لگتی اور وہ اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتا۔ "زربخت! تم قباد کے بیٹے ہو۔ تم اس ظالم کے سامنے سر نہیں جھکاؤ گے جس کے ہاتھ فریبرز اور نیلوفر کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔" اپنی بہن کے متعلق سوچتے ہوئے بار بار اُس کے ذہن میں یہ سوال آتا کہ وہ بوڑھی عورت جس کی موت کا ذکر ملکہ نے کیا تھا کون تھی۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ قباد کی بیوی فریبرز کے گھر میں اپنے شوہر اور بیٹی کی لاشیں چھوڑ کر ماہ بانو کے پاس پہنچ گئی ہو؟ اگر ماہ بانو کو اُس نے خبردار کیا ہو تو وہ اصفہان کے سوا اور کہاں جا سکتی تھی؟"

بیس دن کی روحانی اور ذہنی اذیتوں سے مغلوب ہو کر اُس نے پہریداروں سے التجا کی کہ میں داروغہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ کوئی جواب دئے بغیر چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد آہنی دروازہ کھلا اور داروغہ نے اندر داخل ہو کر کہا۔ "آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے؟"

زربخت نے شکست خوردہ لہجے میں جواب دیا۔ "ہاں مجھے ملکہ کے پاس لے چلو!"

داروغہ نے جواب دیا۔ "ملکہ عالم یہاں نہیں ہیں۔"

"وہ کہاں ہیں؟" زربخت نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"معاف کیجئے میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ لیکن اگر میرے آدمیوں نے آپ کی خدمت میں کوئی کوتاہی کی ہے تو میں آپ کی شکایت دُور کر سکتا ہوں۔"

"مجھے کوئی شکایت نہیں، میں صرف ملکہ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"جب وہ آئیں گی تو اُن کی خدمت میں آپ کی درخواست پیش کر دی جائے گی۔"

داروغہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا اور پہریداروں نے دروازہ بند کر دیا۔

زربخت نے آٹھ دن اور بے چینی کی حالت میں گزارے۔ پھر ایک رات جب وہ نیم خوابی کی حالت میں بستر پر پڑا تھا، کوٹھری کا دروازہ کھلا اور محل کا داروغہ دو سپاہیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ زربخت جلدی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور جواب طلب نگاہوں سے داروغہ کی طرف دیکھنے لگا۔

داروغہ نے کہا: "آپ ملکۂ عالم کی قدمبوسی کے لئے تیار ہو جائیں۔"

"اس وقت؟"

"ہاں ابھی۔" داروغہ یہ کہہ کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ زربخت چند منٹ اضطراب کی حالت میں کھڑا رہا۔ پھر دروازے سے باہر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ دو مشعل بردار نمودار ہوتے اور دروازے سے باہر رُک گئے۔

داروغہ نے مُڑ کر زربخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "ملکۂ عالم تشریف لا رہی ہیں۔" زربخت کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ وہ دم بخود ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

آذرمیدخت نمودار ہوئی۔ اس نے ایک ثانیہ کے لئے رُک کر زربخت کی طرف دیکھا پھر آگے بڑھی اور زربخت سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔ اُس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اُس کا چہرہ اُترا ہوا تھا اور اُس کی نگاہوں میں بجلیوں کی چمک کی بجائے برسے ہوئے بادلوں کی اُداسی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اُس کے حُسن کی دلکشی اور رعنائی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ کچھ دیر زربخت کو اپنے گرد و پیش کی کوئی خبر نہ تھی۔ اُس کی ساری حسیات آذرمیدخت کی اُداس نگاہوں میں گم ہو کر رہ گئی تھیں۔ پھر جب اُسے اپنے گرد و پیش کا احساس ہونے لگا تو داروغہ اور اُس کے ساتھی وہاں سے جا چکے تھے۔

آذرمیدخت نے اپنے ہونٹوں پر مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا: "یہ عجیب بات ہے کہ آج جب کہ مجھے اپنے سائے سے خوفزدہ ہونا چاہیئے میں تمہارے سامنے ننگی تلواروں کے پہرے کے بغیر کھڑی ہوں اور مجھے یہ اطمینان محسوس ہوتا ہے کہ اگر وہ یہاں آ پہنچ جائیں تو تم اپنی نفرت کے باوجود میرے لئے ڈھال بن جاؤ گے۔ چند دن قبل یہ کون کہہ سکتا تھا کہ وہ جنہوں نے مرتے دم تک میرا ساتھ دینے

کا وعدہ کیا تھا میرے دشمن بن جائیں گے اور میں اس حال میں تمہارے پاس آؤں گی۔ زربخت! میرا دماغ ماؤف ہو چکا ہے۔ مجھے یہ سارے واقعات ایک خواب محسوس ہوتے ہیں۔ بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیئے؟"

زربخت نے بڑی مشکل سے کہا "میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ میں ایک قیدی ہوں باہر کے حالات کا مجھے کوئی علم نہیں"

آذرمیدخت نے کہا "مجھے شکست ہوئی ہے۔ فوج کے سردار دشمن کے ساتھ مل گئے تھے۔ اور جو لشکر میرے ساتھ رہ گیا تھا وہ جنگ شروع ہوتے ہی میدان سے بھاگ گیا تھا۔ اب رستم مدائن کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سیاوخش یہاں سے دو منزل دُور اس کا راستہ روکنے کی کوشش کرے گا لیکن اُسے کمک کی ضرورت ہے۔ جو دستے میدان چھوڑ کر بھاگ آئے ہیں انہیں دوبارہ جمع کیا جا سکتا ہے۔ امراء اور کاہن بھی خراسانیوں کے ہاتھوں شہر کی تباہی پسند نہیں کریں گے۔ اگر ہم صرف چند گھنٹے رستم کو مدائن سے دُور رکھ سکیں تو ہماری کامیابی یقینی ہے۔ اہل مدائن مفرور سپاہیوں کو گھروں سے نکال کر میدان میں دھکیل دیں گے۔ میں نے یہاں پہنچتے ہی شاہی فوج سے پانچ ہزار سواروں کو سیاوخش کی فوری اعانت کے لئے پیش قدمی کا حکم دے دیا ہے اور باقی دستوں کو تمہاری کمان میں دینا چاہتی ہوں"

"میری کمان میں؟"

"ہاں، اور مجھے یقین ہے کہ اگر تم ہمت سے کام لو تو صبح تک مدائن کا سارا لشکر تمہارے گرد جمع ہو جائے گا۔ زربخت! اب باتوں کا وقت نہیں۔ میرے ساتھ آؤ!"

آذرمیدخت نے یہ کہہ کر زربخت کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ اس کے ساتھ قید خانے سے نکلا۔ مشعل بردار سپاہی اور محل کا داروغہ جو دروازے سے چند قدم دُور کھڑے تھے آگے آگے چل دیئے۔ زربخت نے ایک سحرزدہ انسان کی طرح آذرمیدخت کے ساتھ زمین دوز راستہ اور اس کے بعد ایک زینہ طے کیا۔ پھر وہ غلام گردشوں اور برآمدوں میں سے گزرتے ہوئے محل کے ایک کشادہ کمرے میں داخل

ہوئے۔ آذر میدخت نڈھال سی ہو کر ایک کرسی پر گر پڑی اور زر بخت سے مخاطب ہو کر بولی "میں بہت تھک گئی ہوں۔ میں نے آج ایک لمحہ آرام کئے بغیر تین منزل سفر کیا ہے۔ کاش میں تھوڑی دیر سو سکتی۔" پھر کچھ دیر آنکھیں ملنے کے بعد وہ محل کے داروغہ کی طرف مخاطب ہوئی "تم کیا دیکھ رہے ہو۔ زر بخت اب تمہاری قید میں نہیں۔ اگر میں آٹھ پہر اور زندہ رہ سکی تو ایران کے سارے لشکر کی کمان اس کے ہاتھ میں ہوگی۔ تم جاؤ اور جب وہ دربار میں جمع ہو جائیں تو ہمیں اطلاع دو اور دیکھو زر بخت کو بہترین اسلحہ اور گھوڑے کی ضرورت ہے۔"

داروغہ بھاگتا ہوا باہر نکل گیا اور آذر میدخت پُر اُمید ہو کر زر بخت کی طرف دیکھنے لگی۔

زر بخت نے کہا "مجھے زرہ اور اسلحہ کی ضرورت نہیں۔ اب آپ کا آخری احسان مجھ پر یہی ہو سکتا ہے کہ مجھے دوبارہ اس کوٹھڑی میں بھیج دیا جائے۔"

ملکہ کے چہرے پر زردی چھا گئی۔ اُس نے کہا "زر بخت! تم مجھے مایوس نہیں کرو گے۔ آج مجھے تمہاری ضرورت ہے اور مجھ سے زیادہ ایران کو تمہاری ضرورت ہے۔ تم مدائن پر خراسان کے وحشیوں کا قبضہ پسند نہیں کرو گے۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ جب تم محافظ دستوں کے ساتھ شہر میں گشت کرو گے تو آن کی آن میں مدائن کا پورا لشکر تمہارے گرد جمع ہو جائے گا۔ رستم نے پوران دخت کی شہ پر فوج کشی کی ہے۔ وہ کہیں مدائن کے آس پاس چھپی ہوئی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ جب عوام شہر کی حفاظت پر کمربستہ ہو جائیں گے تو وہ اپنی خفیہ پناہ گاہ سے باہر آ کر کھلے بندوں رستم کا ساتھ دینے کی جرأت نہیں کرے گی۔ میں نے صوبوں کے حاکموں، قبائل کے سرداروں اور جنوبی سرحد کی چوکیوں کے سالاروں کو احکام بھیج دیئے ہیں کہ وہ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ مدائن پہنچ جائیں۔ اب ہماری کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ہم کم از کم اُن لوگوں کی آمد تک دشمن کو شہر میں داخل ہونے سے روک سکیں۔ یہ میری بدقسمتی تھی کہ میں نے سیاوخش کا مشورہ قبول نہ کیا اور رستم کا راستہ روکنے کے لئے اس لشکر کو کافی سمجھ لیا جس کے راہنما دشمن کے ساتھ ملے ہوئے تھے لیکن اب بھی ہمارے لئے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ تھوڑی دیر میں شہر کے اُمراء اور کاہن یہاں جمع ہو جائیں گے اور جب میں اُنہیں یہ

بتاؤں گی کہ تم مدائن کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کر چکے ہو تو وہ پورے خلوص کے ساتھ تمہارا خیر مقدم کریں گے۔"

زر بخت نے کہا۔ "میں اس ذمہ داری کا اہل نہیں ہوں اور اگر ہوتا بھی تو میرا جواب یہی ہوتا کہ میں اس جنگ سے الگ تھلگ رہنا چاہتا ہوں۔"

آذر میدخت تلملا کر اُٹھی اور اپنا سر پکڑ کر پھر بیٹھ گئی۔ قدرے توقف کے بعد اُس نے زر بخت کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں غم و غصہ کی بجائے التجائیں تھیں۔ "زر بخت!" اُس نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم میرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔"

اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ آذر میدخت دوبارہ اُٹھی، لڑکھڑاتی ہوئی زر بخت کی طرف بڑھی۔ پھر اچانک اُس کی طاقت جواب دے گئی اور وہ قالین پر گر پڑی۔

ایک لمحہ کے لئے زر بخت نے ایسا محسوس کیا کہ اُس کی رگوں میں خون کی گردش رُک گئی ہے پھر اُس نے اچانک آگے بڑھ کر آذر میدخت کو اپنے مضبوط بازوؤں میں اُٹھا کر دیوان پر لٹا دیا اور دو زانو ہو کر اُسے جھنجھوڑنے لگا۔

"آذر میدخت! آذر میدخت!" اُس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ پھر وہ بلند آواز میں چلّایا۔ "کوئی ہے؟"

چند خواجہ سرا اور کنیزیں بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے اور وہ اُٹھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ ایک کنیز آذر میدخت کی نبضیں ٹٹولتے ہوئے چلّائی۔ "طبیب کو بلاؤ۔ ملکۂ عالم بیہوش ہو گئی ہیں۔"

○

تھوڑی دیر بعد شاہی طبیب آذر میدخت کے تیمارداروں سے کہہ رہا تھا۔ "ملکۂ عالم کو دوا سے زیادہ آرام کی ضرورت ہے۔ یہ بہت جلد ہوش میں آجائیں گی۔ لیکن اس کے بعد انہیں سو جانا چاہیئے۔"

ایک خواجہ سرا نے کہا۔ "ملکۂ عالم دربار لگانے کا حکم دے چکی ہیں۔ اس لئے آج رات سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

کنیزیں ملکہ کو اُٹھا کر دوسرے کمرے میں لے گئیں اور زر بخت کی طرف کسی نے توجہ دینے کی

ضرورت محسوس نہ کی۔ وہ کچھ دیر کمرے میں ٹہلتا رہا اور پھر دیوان پر بیٹھ گیا۔ دو پہریدار کمرے میں داخل ہوئے اور وہ نیا لباس، نئی زرہ اور تلوار اُس کے سامنے رکھ کر چلے گئے۔

زربخت نے دوبارہ اُٹھ کر ٹہلنا شروع کر دیا۔ اچانک اُس کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا "کیا میں لباس تبدیل کر کے یہاں سے نکل سکتا ہوں؟" اور اس کے ساتھ ہی اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔ پھر وہ سوچ رہا تھا "میں ملکہ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ لیکن موجودہ حالات میں میرا یہاں رہنا بھی ٹھیک نہیں۔ آذرمیدخت ہوش میں آتے ہی میری طرف متوجہ ہوگی اور اپنے حکم کی تعمیل سے انکار کی صورت میں میری بوٹیاں نوچنے کے لئے تیار ہو جائے گی۔ لیکن کیا میں انکار کر سکوں گا؟ مجھے دوبارہ اس آزمائش میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ میں ایک قیدی ہوں اور میرا فرض ہے کہ میں بھاگنے کی کوشش کروں۔ اگر کسی نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی تو میں اُسے یہ کہہ کر مطمئن کر سکوں گا کہ میں ملکہ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ مجھے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔"

زربخت نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا۔ زرہ پہنی، جب وہ تلوار کا تسمہ اپنی کمر سے باندھ رہا تھا تو ایک کنیز کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے کہا "ملکہ عالم نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔"

زربخت کا دل بیٹھ گیا۔ وہ بادلِ ناخواستہ کنیز کے پیچھے ہو لیا۔

آذرمیدخت تکئے کے سہارے بستر پر بیٹھی تھی۔ وہ زربخت کو دیکھ کر مسکرائی۔ "مجھے یقین تھا کہ تم میرا ساتھ نہیں چھوڑو گے۔"

اُس نے بددلی سے جواب دیا۔ "آپ کو مجھ پر اس قدر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔"

ملکہ نے کہا۔ "اب ایسی باتوں کا وقت نہیں۔ میں اس بات پر نادم ہوں کہ میں نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میں اپنی غلطیوں کی تلافی کر سکوں گی۔ میں کبھی یہ فراموش نہیں کروں گی کہ انتہائی مایوسی اور بے بسی کے وقت تم میرا آخری سہارا تھے۔"

ایک غلام کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے کہا۔ "ملکۂ عالم! داروغہ قدم بوسی کی اجازت چاہتا ہے۔"

"اُسے کہو میں ابھی آرہی ہوں۔"

غلام باہر نکل گیا اور آذرمید خت نے زرنخت سے مخاطب ہو کر کہا۔ "دربار میں میرا انتظار ہو رہا ہے تم میرے ساتھ چلو۔ میں دربار کے سامنے تمہارے نئے عہدے کا اعلان کروں گی۔"

ایک لونڈی نے کہا۔ "ملکۂ عالم! طبیب کہتا تھا آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔"

"نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں، میرا تاج لاؤ۔ مجھے مدائن کی حفاظت کے متعلق اطمینان کئے بغیر نیند نہیں آئے گی۔"

داروغہ کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے تین بار فرشی سلام کرنے کے بعد کہا۔ "ملکۂ عالم! میں اس گستاخی کے لئے معافی چاہتا ہوں لیکن حالات ایسے ہیں کہ میں ....."

ملکہ نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں حالات سے بے خبر نہیں ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ دربار میں میرا انتظار ہو رہا ہے۔ تم جا کر اعلان کرو کہ میں آرہی ہوں۔"

داروغہ نے کہا۔ "ملکۂ عالم! ایوان خالی پڑا ہے۔ قاصدوں نے جن لوگوں کو گھروں سے نکالا تھا وہ راستے ہی سے لوٹ گئے ہیں۔"

ملکہ بستر سے اُتر کر کھڑی ہو گئی۔ "تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"ملکۂ عالم! قاصد یہ اطلاع لائے ہیں کہ لوگوں کے ہجوم گلیوں اور بازاروں میں نعرے لگا رہے ہیں۔ انہیں ہماری شکست کی اطلاع مل چکی ہے۔ شہر میں یہ افواہ بھی گرم ہے کہ پوران دخت مدائن میں موجود ہے۔"

"یہ غلط ہے۔ اگر وہ شہر میں ہوتی تو اب تک گرفتار ہو چکی ہوتی۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ شہر سے باہر کسی جگہ چھپی ہوئی ہو۔ لیکن لوگ اُس کے حق میں نعرے لگا رہے ہیں۔"

آذرمید خت نڈھال سی ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور اُس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں نے شہر کے دروازے بند رکھنے کا حکم دیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ عوام صبح تک شکست سے بے خبر

رہیں گے اور ہمیں تیاری کا موقع مل جائے گا لیکن ہمارے دشمن ہم سے زیادہ مستعد ہیں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ فلاندوں کے ایلچی مجھ سے پہلے یہاں پہنچ گئے ہوں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ مدائن کے لوگ ان غداروں کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائیں جنہوں نے ایران کو رستم کے پاس فروخت کر دیا ہے۔ زربخت! تم اپنے لشکر کے پڑاؤ میں پہنچنے کی کوشش کرو اور انہیں حکم دو کہ وہ شہر میں پھیل جائیں اور عوام کا اعتماد بحال کرنے کی کوشش کریں۔"

داروغہ نے کہا۔ "ملکۂ عالم! میری اطلاع یہ ہے کہ فوج کے سپاہی عوام کے ساتھ شامل ہو کر آپ کے خلاف نعرے لگا رہے ہیں۔ محافظ فوج کے چند افسروں کو اُن کی راہنمائی کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔"

برآمدے میں بھاگتے ہوئے آدمیوں کا شور سنائی دیا۔ وہ دم بخود ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔

شہر کا کوتوال اور شاہی محل کے محافظ دستوں کے دو افسر ہانپتے کانپتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ اور کوتوال نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔ "ملکۂ عالم! عوام کا ہجوم محل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ہم نے انہیں پُل کے قریب روکنے کی کوشش کی تھی لیکن میرے بیس پچیس آدمی ہلاک اور اس سے کہیں زیادہ زخمی ہو چکے ہیں۔ میں نے محافظ فوج سے مدد مانگی تھی لیکن اس کا پڑاؤ خالی ہو چکا ہے۔ وہاں آپ کے وفادار یا تو قتل ہو چکے ہیں یا بھاگ گئے ہیں۔ باغی سپاہیوں نے شہر کے شمالی دروازے پر قبضہ کر لیا ہے۔ میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ شاہی محل خطرے میں ہے۔"

آذرمیدخت نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ "تمہیں یہ مژدہ سنانے کے لئے یہاں آنے کی ضرورت نہ تھی۔ اب جاؤ اور ہمیں شہر کے حالات سے باخبر رکھو۔ اپنے آدمیوں سے کہو وہ عام شہریوں کے بھیس میں شہر کے اندر پھیل جائیں اور عوام کو ان خطرات سے خبردار کریں جو انہیں خراسانیوں کی فتح کی صورت میں پیش آ سکتے ہیں۔ اگر تمہارا کوئی جانباز پوران دخت کو تلاش کر کے موت کے گھاٹ اُتار سکے تو اُسے اُس کے وزن کے برابر سونا انعام دیا جائے گا۔"

کوتوال ادب سے سلام کرنے کے بعد کمرے سے نکل گیا اور ملکہ فوجی افسروں کی طرف متوجہ ہوئی۔ "تمہیں باہر کے حالات سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ میں مدائن کے عوام کو جانتی ہوں۔ اگر وہ آج میرے خلاف ہو چکے ہیں تو کل میرے دشمنوں کے خلاف بھی نعرے لگا سکتے ہیں انہیں صرف خراسانیوں سے پیش آنے والے خطرات کا احساس دلانے کی ضرورت ہے۔ اگر ہمارے جاسوسوں نے اپنا فرض پورا کیا تو کل تک شہر کی فضا بدل جائے گی۔ تمہاری پہلی اور آخری ذمہ داری شاہی محل کی حفاظت ہے۔ جاؤ اپنا فرض پورا کرو۔"

افسر کمرے سے باہر نکل گئے۔ محل کا داروغہ بھی اُن کے ساتھ ہو لیا۔ آذرمیدخت نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور خواجہ سرا اور کنیزیں بھی کمرے سے باہر نکل گئیں پھر وہ زرنجت کی طرف متوجہ ہوئی۔ "میں تمہیں ایک اہم مہم پر بھیج رہی ہوں۔ تم راتوں رات سیاوخش کے پاس پہنچنے کی کوشش کرو۔ جو سوار میرے پاس آئے تھے اُن میں سے ایک تمہارے ساتھ جائے گا۔ تم سیاوخش سے کہو کہ وہ دشمن کو روکنے کی بجائے مدائن پہنچ جائے۔"

زرنجت اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتا تھا کہ اُسے کسی بہانے محل کی چار دیواری سے باہر نکلنے کا موقع مل جائے اور وہ اپنے دل میں یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اگر اُسے بھاگنے کا موقع نہ ملا تو اُس کے لئے ملکہ کے پاس رہنے کی بجائے قید خانے میں پناہ لینا بہتر ہوگا۔ چنانچہ اُس نے بلا تکلف جواب دیا۔ "میں تیار ہوں۔" ملکہ نے اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اُتاری اور زرنجت کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "شاید سیاوخش تم پر شک کرے لیکن جب تم میری انگوٹھی دکھاؤ گے تو اُسے اطمینان ہو جائے گا۔" زرنجت نے ملکہ کے ہاتھ سے انگوٹھی لے کر جیب میں ڈال لی۔

ملکہ نے کہا۔ "میں نے تمہارے لئے بہترین گھوڑا تیار رکھنے کا حکم دیا تھا۔ چلو میں دروازے تک تمہارے ساتھ چلتی ہوں لیکن ٹھہرو! میں ابھی آتی ہوں۔" ملکہ یہ کہہ کر برابر کے کمرے میں چلی گئی۔ چند ثانیے بعد وہ واپس آئی تو اُس کے ہاتھ میں ایک چھلکتا ہوا جام تھا۔ اُس نے کہا۔ "میں تمہارے چہرے پر پژمردگی اور تمہاری آنکھوں میں نیند اور تھکاوٹ دیکھ رہی ہوں یہ پینے کے بعد تم تازہ دم ہو جاؤ گے۔"

اور جب زر بخت چند ثانیے تذبذب کی حالت میں کھڑا رہا تو ملکہ نے ایک گھونٹ لینے کے بعد جام اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ وہ شراب نہیں"۔ زر بخت نے ملکہ کے ہاتھ سے جام پکڑ لیا اور ایک ہی سانس میں پی گیا۔

پھر وہ کمرے سے باہر نکلے۔ ملکہ نے اُس کا بازو تھام رکھا تھا۔ جگہ جگہ قندیلوں کی روشنی میں طویل برآمدوں اور سنگِ مرمر کے راستوں سے گزر کر وہ محل سرا اور بیرونی عمارات کے درمیان باغ میں داخل ہوئے۔ آٹھویں رات کی چاندنی ایک دلکش منظر پیش کر رہی تھی۔ ملکہ نے اچانک رُک کر زر بخت کی طرف دیکھا اور کہا۔ "زر بخت! میں جس کشتی پر سوار ہوں اُس کے پیندے میں کئی سوراخ پیدا ہو چکے ہیں اگر مدائن سے باہر نکل کر تم یہ محسوس کرو کہ تم اپنے پیچھے ایک ڈوبتا ہوا جہاز چھوڑ آئے ہو اور پھر پیچھے مُڑ کر دیکھنا پسند نہ کرو تو مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں ہوگا۔ لیکن میں تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ اگر میں شہزادی نہ ہوتی اور میرے دل میں ایران کی ملکہ کہلانے کا شوق پیدا نہ ہوتا تو مجھے تمہاری رفاقت کے سوا کوئی اور خواہش نہ ہوتی"۔

آذرمیدخت کے آخری الفاظ سسکیوں میں دب کر رہ گئے اور زر بخت پہلی بار یہ محسوس کر رہا تھا کہ ایران کی ملکہ صرف ایک عورت ہے۔ ایک ثانیہ کے لئے اُس کے دل میں نفرت کی بجائے رحم کے جذبات بیدار ہوئے۔ لیکن پھر اس کی حالت سمندر کے ساحل کی اس چٹان کی سی تھی جس پر سے پانی کی ایک لہر گزر گئی ہو۔

اُس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ "ملکہ! مجھے دیر ہو رہی ہے"۔ ملکہ نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "میرا نام آذرمیدخت ہے۔ جب تم واپس آؤ گے تو میں تمہاری زبان سے کوئی اور نام سُننا پسند نہیں کروں گی۔ تم جلد واپس آؤ گے نا؟"

زر بخت نے بڑی مشکل سے جواب دیا۔ "کاش مجھے معلوم ہوتا لیکن اب باتوں کا وقت نہیں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ واپس جائیں اور آرام کریں"۔

"نہیں میں تمہیں رخصت کرنے کے بعد فصیل پر چکر لگاؤں گی تم میری فکر نہ کرو۔ میں بالکل ٹھیک

ہوں۔ چلو۔" ملکہ نے یہ کہہ کر اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

○

بیرونی ڈیوڑھی سے کچھ فاصلے پر انہیں انسانوں کے ہجوم کی چیخ و پکار سنائی دینے لگی۔ آذرمید خت نے کہا: "وہ آرہے ہیں۔ وہ اس طرف آرہے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ دروازے کے سامنے مسلح پہرے داروں کے درمیان کھڑے ہجوم کے نعرے سُن رہے تھے۔

محل کا داروغہ برج کے زینے سے نمودار ہوا اور اُس نے آگے بڑھ کر کہا: "ملکۂ عالم گھوڑے تیار ہیں لیکن ہم دروازہ نہیں کھول سکتے۔"

ملکہ نے کہا: "انہیں مشرق یا مغرب کے دروازے سے باہر نکال دو۔"

"وہاں بھی یہی حالت ہے۔ اب ہم دروازہ نہیں کھول سکتے۔ آپ انہیں سُرنگ کے راستے باہر نکال دیں۔"

"میں دیکھنا چاہتی ہوں۔" ملکہ یہ کہہ کر زینے کی طرف بڑھی اور زرنجت اور داروغہ اُس کے پیچھے ہو لیے۔ برج پر پہنچ کر انہیں حدِ نگاہ تک انسانوں کا ہجوم دکھائی دیا۔ وہ کچھ دیر اُن کے نعرے سُنتے رہے۔ بالآخر زرنجت نے کہا: "میں دروازے سے ذرا دُور ہٹ کر فصیل سے نیچے اُتر سکتا ہوں۔ مجھے صرف ایک رسّے کی ضرورت ہے۔ میں محل سے نکلنے کے بعد گھوڑے کا انتظام کر سکوں گا۔"

داروغہ نے کہا: "لیکن بلوائی ہر جگہ موجود ہیں۔ انہوں نے پورا محل محاصرے میں لے رکھا ہے۔ اور اس کے بعد تمہیں شہر کے دروازوں پر بھی بلوائیوں کے ہجوم کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

آذرمید خت بولی: "نہیں زرنجت! تم مجھے ان حالات میں چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔ اگر اس ہجوم نے محل پر حملہ کر دیا تو مجھے تمہاری مدد کی ضرورت پڑے گی۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ ہم دونوں خفیہ راستے سے باہر نکل سکتے ہیں۔"

ملکہ نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے زد بخت کا بازو پکڑ لیا اور داروغہ سے مخاطب ہو کر بولی: "اگر تم صبح تک طلیطلہ کے محل کے دروازوں سے دُور رکھ سکو تو ہم بچ سکتے ہیں۔ پہریداروں کو تسلی دینے کی کوشش کرو کہ ایک بہت بڑی فوج ہماری مدد کے لئے آ رہی ہے۔ اگر طلیطلائی آگے بڑھیں تو تم تیر چلا سکتے ہو۔ لیکن تمہاری کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ اُن کے ساتھ تصادم نہ ہو۔"

زد بخت نے کہا: "کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ میں اُن لوگوں کے ساتھ رہوں اور آپ کچھ دیر آرام کر لیں؟"

"نہیں تم میرے ساتھ چلو۔ میں ایک ضروری کام تمہارے سپرد کرنا چاہتی ہوں۔"

زد بخت ملکہ کے ساتھ چل دیا۔ زینے سے اُترتے ہوئے اُس نے محسوس کیا کہ ملکہ کے پاؤں ڈگمگا رہے ہیں۔ دروازے سے تھوڑی دُور زد بخت کے بازو پر اُس کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی ہونے لگی۔ اُس نے لڑکھڑاتے ہوئے چند قدم اُٹھائے اور پھر اچانک اُس کی ہمت جواب دے گئی۔ وہ بیہوش ہو کر گرنے کو تھی کہ زد بخت نے اُسے اپنے مضبوط بازوؤں میں تھام لیا۔ پھر وہ اُسے اُٹھا کر بھاگتا ہوا آگے بڑھا۔ دوسری ڈیوڑھی کے دروازے پر چند پہریداروں میں سے دو آدمی اُس کے ساتھ ہو لئے۔

باب ۲۱

آذرمیدخت کو ہوش آیا تو وہ اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور چند خواجہ سرا، غلام اور کنیزیں اُس کے
گرد جمع تھے۔ بوڑھا طبیب اور زدبخت اُس کے بستر کے قریب کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ملکہ نے
چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ پھر اُس کی نگاہیں زربخت کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔
طبیب نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ ہوش میں آتے ہی بھاگنے کی کوشش
کریں گی تو میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہاں سے نہ ہلتا۔"
"میں کتنی دیر بے ہوش رہی ہوں؟" ملکہ نے سوال کیا۔
"اب صبح ہونے والی ہے۔ میں نے آپ کو نیند آور دوا پلا دی تھی۔ لیکن ابھی آپ کی نیند پوری
نہیں ہوئی۔ آپ کو کم از کم ایک پہر اور سونا چاہیے تھا۔"
ملکہ تلملا کر اُٹھ بیٹھی اور اُس نے کہا۔ "تم بہت بیوقوف ہو۔ تمہارے پاس کوئی ایسی دوا نہ تھی
جو مجھے دائمی نیند سُلا سکتی؟ اگر تم مجھے دشمن کی آمد تک بے ہوش رکھ سکتے تو وہ تمہیں بڑے سے بڑے
انعام کا مستحق سمجھتے۔" طبیب پریشان ہو کر زدبخت کی طرف دیکھنے لگا۔
آذرمیدخت چلائی۔ "زدبخت تم خاموش کیوں ہو۔ تم نے اس بیوقوف کو یہ کیوں نہیں بتایا کہ وہ
محل میں داخل ہوتے ہی مجھ پر بھوکے بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے۔ تم نے مجھے جگانے کی کوشش
کیوں نہ کی؟"

زدبخت نے جواب

"کیا وہ جا چکے ہیں؟"

"نہیں ابھی تک اُنہوں نے محل پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

طبیب نے ملکہ کو زربخت کی طرف متوجہ ہوتے دیکھ کر قدرے اطمینان محسوس کیا اور بولا۔ "ملکہ عالم! انہیں اندیشہ تھا کہ آپ ہوش میں آنے کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی آرام سے نہیں بیٹھیں گی اور میں نے اُن کا مشورہ لینے کے بعد آپ کو نیند آور دوا پلائی تھی۔"

ملکہ نے حیرت زدہ ہو کر زربخت کی طرف دیکھا اور کہا۔ "تمہیں یہ معلوم تھا کہ ہم ہر لمحہ موت کے قریب جا رہے ہیں۔"

"ہاں، لیکن مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ ہمارے لئے فرار کا کوئی راستہ نہیں۔ میں نے باہر نکلنے کی کوشش کی تھی، لیکن پہریداروں نے مجھے فصیل کے قریب بھی نہیں جانے دیا۔"

"تم مجھے نیند کی حالت میں چھوڑ کر جا رہے تھے؟"

"ہاں میرا خیال تھا کہ اگر میں باہر نکل سکوں تو شاید ......"

زربخت اپنا فقرہ پورا نہ کر سکا۔ اُس کی آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی۔

ملکہ نے بوڑھے طبیب کی طرف دیکھا اور کہا۔ "تم جاؤ!"

طبیب بادلِ ناخواستہ اُٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

ملکہ نے غلاموں اور خواجہ سراؤں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "تم دروازے سے باہر کھڑے رہو۔ اگر پہریدار اس طرف آئیں اُنہیں یہ کہو کہ میں آرام کر رہی ہوں۔"

اُنہوں نے حکم کی تعمیل کی اور کمرے کے اندر صرف چار لونڈیاں رہ گئیں۔

زربخت نے کہا۔ "اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں باہر نکلنے کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہوں۔ اگر میں پکڑا گیا تو بھی لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے میرا یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ میں آپ کی قید میں تھا۔"

ملکہ نے جواب دیا۔ "باہر نکلنے کے لئے تمہیں کوئی خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم طبیب

کو نیند آور دوا پلانے کا مشورہ نہ دیتے تو اب تک ہم بہت دُور جا چکے ہوتے۔ اب بھی ہمارے لئے آخری راستہ بند نہیں ہوا۔ مجھے محل سے باہر لوگوں کی توجہ سے بچنے کے لئے صرف لباس تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ تم تھوڑی دیر ساتھ والے کمرے میں میرا انتظار کرو۔"

زرنجت اُٹھ کر برابر کے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ بے چینی کی حالت میں ٹہل رہا تھا آذرمیدخت ایک سپاہی کا لباس پہنے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے ساتھ ایک بوڑھا خواجہ سرا اور دو غلام تھے جن میں ایک چھوٹا سا صندوق اُٹھائے اور دوسرا کپڑوں کی گٹھڑی اُٹھائے ہوئے تھا۔ خواجہ سرا کے ایک ہاتھ میں مشعل اور دوسرے میں کسی بڑے تالے کی چابی تھی۔

زرنجت نے پوچھا "آپ میرے ساتھ باہر جا رہی ہیں؟"

"ہاں!"

"لیکن مدائن میں آپ کہاں چھپ سکیں گی۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ یہیں رہیں۔"

آذرمیدخت نے جواب دیا "مدائن کے لوگوں کی ساری توجہ اس طرف ہوگی اور وہ مجھے اس لباس میں پہچاننے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"لیکن آپ سفر کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ آپ کہاں جائیں گی؟"

"میں صرف اس محل سے باہر نکلنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد یہ سوچنا تمہارا کام ہوگا کہ ہم کہاں جا سکتے ہیں۔"

"آپ نے مجھے سیاوخش کو خبردار کرنے کے لئے کہا تھا۔ میرے لئے آپ کو ساتھ لے کر کئی کوس سفر کرنا ممکن نہیں ہوگا۔"

ملکہ نے کہا "ممکن ہے کہ باہر کے حالات دیکھ کر تمہیں سیاوخش کے پاس جانے میں کوئی فائدہ نظر نہ آئے اور تم میرے تخت اور تاج کی حفاظت کی بجائے صرف میری جان بچانے پر مطمئن ہو جاؤ۔ زرنجت! اب باتوں کا وقت نہیں۔ ہم یہ فیصلہ بعد میں کریں گے کہ مجھے شہر کے اندر یا شہر سے دُور کسی جگہ پناہ مل سکتی ہے۔ سردست ہمارے سامنے سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ ہم یہاں سے نکل جائیں ہو سکتا

بے عوام مجھے کندھوں پر اُٹھا کر واپس لے آئیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں اُن کے پاؤں تلے روندی جاؤں لیکن کچھ بھی ہو مجھے یہ اطمینان ضرور ہو گا کہ تم میرے ساتھ ہو۔"

ملکہ نے خواجہ سرا کو اشارہ کیا اور وہ ان کے آگے ہو لیا۔ نندبخت یہ سوچ کر اُن کے ساتھ چل پڑا کہ محل سے باہر نکلتے ہی اُن کے راستے ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں گے۔

وہ تین کشادہ کمروں سے گزرنے کے بعد ایک مقفل دروازے کے سامنے رُکے۔ خواجہ سرا نے جلدی قفل کھولا اور چوتھے کمرے میں داخل ہوئے۔ اس کمرے کے کونے میں اُنہیں ایک زینہ دکھائی دیا۔ وہ اس زینے سے نیچے اُتر کر ایک زمین دوز کمرے میں داخل ہوئے۔ اُوپر کے کمروں کی طرح یہ کمرہ بھی کافی کشادہ تھا۔ تاہم قالینوں، کرسیوں اور خوبصورت دیوان پر جمی ہوئی گرد سے بظاہر ہوتا تھا کہ یہ مدت سے غیر آباد ہے۔ خواجہ سرا کے اشارے سے ایک غلام نے دیوان کو دھکیل کر ایک طرف کر دیا۔ پھر اُس نے قالین اُٹھایا تو نیچے لکڑی کا ایک تختہ دکھائی دیا۔

خواجہ سرا نے اپنی مشعل سے دیوار کے طاقچے میں ایک چراغ روشن کرتے ہوئے کہا "یہ تختہ اُٹھا دو!"

غلام نے تختہ اُٹھایا تو انہیں ایک اور زینہ نظر آنے لگا۔

ملکہ نے خواجہ سرا سے مخاطب ہو کر کہا "اب تمہیں اس سے آگے جانے کی ضرورت نہیں جب ہم گزر جائیں تو تم فوراً یہ راستہ بند کر کے واپس چلے جاؤ۔ لیکن محل کے کسی پہریدار کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیئے کہ میں یہاں نہیں ہوں۔ نوکروں کو ہدایت کر دو کہ وہ اپنی زبانیں بند رکھیں۔"

خواجہ سرا نے کہا "آپ ہماری طرف سے مطمئن رہیں۔ اس سرنگ کے اختتام پر آپ کو لوہے کی ایک چرخی نظر آئے گی اور اُسے گھمانے کے بعد قدیم آتشکدے کا دروازہ کھُل جائے گا۔"

نندبخت نے حیران ہو کر کہا "قدیم آتشکدہ! یہ تو شہر سے باہر ہے۔"

ملکہ بولی "ہاں، وہ شہر سے باہر ہے۔ اب تمہاری یہ پریشانی دُور ہو جانی چاہیئے کہ اہلِ مدائن محل سے نکلتے ہی ہماری بوٹیاں نوچ ڈالیں گے۔"

"لیکن وہ تو کافی دُور ہے اور آپ؟"

"تم میری فکر نہ کرو۔ میں تمہاری رفاقت میں دُنیا کے آخری کونے تک سفر کر سکتی ہوں۔"

"چلو!"

مشعل بردار غلام اُن کے آگے ہو لئے اور وہ چند سیڑھیاں نیچے اُتر کر ایک سُرنگ میں داخل ہوئے جس کی دیواروں اور چھت سے پانی نیچے رِس رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گھُٹنے گھُٹنے پانی میں چل رہے تھے۔ آذرمیدخت زرنجت کے بازو کا سہارا لئے ہوئے تھی۔

زرنجت نے کہا۔ "یہ سُرنگ کافی گہری ہے اور پانی زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ آپ کو یقین ہے کہ ہم قدیم آتشکدے تک پہنچ جائیں گے؟"

"مجھے یقین ہے اور میرے یقین کی وجہ صرف یہی نہیں کہ پوران دخت اسی راستے سے فرار ہوئی تھی بلکہ میں بذاتِ خود اس سُرنگ کا معائنہ کر چکی ہوں۔ یہ میری بدقسمتی تھی کہ میں اس بیوقوف خواجہ سرا کو انقلاب سے قبل اپنے ساتھ نہ ملا سکی۔ ورنہ پوران دخت کو بھاگنے کا موقع نہ ملتا۔"

"شاہ پور کو اس راستے کا علم نہیں تھا؟"

"اُسے علم تھا لیکن وہ محل کے دوسرے حصے میں رہتا تھا۔ پوران دخت اُس کی نسبت زیادہ ہوشیار تھی۔ وہ اس کمرے میں سوئی تھی جہاں تم مجھے دیکھ چکے ہو۔ اس لئے وہ پہریداروں کی چیخ پکار سنتے ہی بھاگ گئی تھی۔ ہم اُسے دو دن محل کے اندر تلاش کرتے رہے۔ بالآخر خواجہ سرا کو گرفتار کیا گیا۔ تو اُس نے جان بخشی کا وعدہ لینے کے بعد مجھے اس سُرنگ کا پتا دیا۔"

○

وہ کچھ دیر خاموشی سے چلتے رہے۔ بالآخر زرنجت نے کہا۔ "آپ اس راستے پر جا رہی ہیں جس کے متعلق پوران دخت کو علم ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس سرنگ کے کسی موڑ پر اس کے ساتھی ہمارا انتظار کر رہے ہوں؟"

ایک ثانیہ کے لئے ملکہ کا سارا وجود لرز اُٹھا اور اُس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ "زرنجت ایسی

باتیں نہ کرو۔ پوران کے دل میں یہ خیال نہیں آسکتا کہ میں بھاگنے کی کوشش کروں گی۔ پھر اس سرنگ کا آخری دروازہ صرف اندر سے کھولا جا سکتا ہے۔"

"لیکن وہ دروازہ توڑ کر بھی تو اندر آسکتے ہیں؟"

"نہیں میرا ایک غلام وہاں موجود رہتا ہے اور وہ طبل بجا کر ہمیں خبردار کر سکتا ہے۔"

"لیکن اتنی دور سے طبل کی آواز کیسے پہنچ سکتی ہے؟"

"میرا بھی یہی خیال تھا کہ طبل کی آواز ہمارے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن یہ تجربہ کر چکی ہوں۔ طبل کی آواز سے سرنگ کے اندر ایک خوفناک گڑگڑاہٹ پیدا ہوتی ہے۔"

"تو آپ کو اس بات کا خدشہ تھا کہ کسی دن آپ کو اچانک بھاگنے کی ضرورت پیش آئے گی؟"

"نہیں مجھے یہ خدشہ نہیں تھا تاہم تخت کے لئے اپنی جان کی بازی لگانے کے بعد میں نے ہر ممکن احتیاط سے کام لینے کی ضرورت محسوس کی تھی۔ میں نے قدیم آتشکدے کے پجاریوں اور موبد کو بھی وہاں سے تبدیل کر دیا ہے۔ تمہیں پوران دخت کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر وہ مدائن میں داخل ہو چکی ہے تو وہ اس وقت بلوائیوں کے ساتھ ہوگی۔"

وہ کچھ دیر اور خاموشی سے چلتے رہے۔ سرنگ کے اندر پانی بتدریج کم ہو رہا تھا لیکن نقاہت اور تھکاوٹ کے باعث آذرمیدخت کی ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں۔ وہ تین مرتبہ دم لینے کے لئے رکی۔ اور بالآخر وہ بری طرح نڈھال ہو چکی تھی۔ تنگ سرنگ اچانک کشادہ ہو گئی۔ پھر انہیں ایک بھاری طبل اور اس کے قریب ایک سیاہ فام غلام دکھائی دیا جو ایک چھوٹے سے چبوترے پر لیٹا گہری نیند سو رہا تھا۔ چبوترے سے آگے یہ سرنگ ایک زینے پر ختم ہو جاتی تھی۔

ملکہ نے پاؤں کی ٹھوکر سے غلام کو جگایا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا اور بدحواسی کی حالت میں ملکہ اور اس کے ساتھی کی طرف دیکھنے لگا۔

ملکہ نے کہا۔ "چلو! دروازہ کھولو، ہم باہر جا رہے ہیں۔"

وہ زینے پر چڑھنے لگے اور پندرہ بیس سیڑھیاں طے کرتے کے بعد ایک دیوار کے سامنے

رُک گئے جہاں ایک لوہے کی چرخی دکھائی دے رہی تھی۔ قوی ہیکل غلام آگے بڑھ کر چرخی گھمانے لگا۔ دیوار کے نچلے حصے میں کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ایک بھاری سِل آہستہ آہستہ اُوپر اُٹھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد دیوار میں ایک قابلِ گزر راستہ پیدا ہو چکا تھا۔ ملکہ کے اشارے سے دوسرے غلام نے مشعل بجھا کر نیچے رکھ دی۔ پھر وہ یکے بعد دیگرے ایک گول کمرے میں داخل ہوئے۔ جس کے درمیان آگ جل رہی تھی اور پتھر کی بھاری سِل آہستہ آہستہ نیچے کھسکتی ہوئی اپنی جگہ پر آگئی۔

ایک پجاری مقدس آگ کے گرد چاندی کے جنگلے سے باہر بیٹھا ہوا تھا۔ ملکہ اور اُس کے ساتھی اس کے قریب سے گزر گئے۔ لیکن اُس کے انہماک کا یہ عالم تھا کہ اُس نے مڑکر دیکھنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی۔ وہ کشادہ دروازہ سے باہر نکل کر ایک گول برآمدے میں داخل ہوئے۔ وہاں کوئی نہ تھا۔

ملکہ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اب دریا کا رُخ کرو اور کوئی کشتی تلاش کرنے کی کوشش کرو۔"

زربخت اپنے دل میں ایک ارادہ کر چکا تھا اور اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اُسے صرف ایک بہانے کی ضرورت تھی۔ اُس نے کہا۔ "آپ آہستہ آہستہ دریا کی طرف چلیں میں اتنی دیر میں کوئی کشتی تلاش کرلوں گا۔"

"نہیں نہیں!" ملکہ نے اُس کے ساتھ چمٹنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "دریا زیادہ دُور نہیں۔ ہم ابھی وہاں پہنچ جائیں گے۔"

زربخت اُسے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس معبد سے آگے ہمارے راستے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائیں گے۔ میں تم سے فریبرز اور نیلوفر کے قتل کا انتقام نہیں لے سکتا۔ لیکن تمہارا ساتھ دینا ایک جرم ہے میری وفاداری ایران کے ساتھ ہے اور تم ایران کی دشمن ہو۔ میں اپنی بہن کے سر کے ایک ایک بال پر تم جیسی ہزاروں عورتوں کو قربان کر سکتا ہوں۔ لیکن اس کی قوتِ فیصلہ جواب دے چکی تھی۔ اُسے اپنی حماقت اور بے بسی پر رحم آرہا تھا۔

آذرسیدخت نے کہا۔ "چلو! زربخت تم کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ کچھ کہے بغیر اس کے ساتھ چل دیا۔ وہ برآمدے سے آگے ایک کشادہ پلیٹ فارم سے گزر کر وسیع صحن کی طرف اُترنے لگے۔ پھر جب وہ باہر کے دروازے سے کوئی بیس قدم دُور تھے تو انہیں بلند دیوار کے ساتھ درختوں کی طرف آہٹ محسُوس ہوئی اور وہ ٹھٹک کر رہ گئے۔

گھنے درختوں سے آواز سنائی دی "ٹھہرو! تم ہمارے تیروں کی زد میں ہو اور تمہارے لئے بھاگنے کے تمام راستے مسدُود ہو چکے ہیں"۔ اور اُس کے ساتھ ہی آٹھ آدمی درختوں کی اوٹ سے نکل کر اُن کے سامنے آ گئے۔

آذر میدخت سراسیمگی کی حالت میں زدبخت کا بازُو چھوڑ کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی اور چلّائی۔
"زدبخت مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ!"

حقب سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "اب یہاں کوئی نہیں بچا سکتا"۔

"پوران دخت!" اُس نے دہشت زدہ ہو کر کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ بیہوش ہو کر گر پڑی۔

زدبخت بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ اس کے سامنے آٹھ آدمی اپنی کمانیں سیدھی کئے ہوئے تھے اور تین آدمی دائیں اور تین بائیں طرف سے ننگی تلواریں اُٹھائے آگے بڑھ رہے تھے۔

اُس نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو مسلح آدمیوں کا ایک اور گروہ پوران دخت کے ساتھ چبوترے پر کھڑا تھا۔

"ٹھہرو!" اُس نے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ "میں ملکہ کا ساتھی نہیں ہوں۔ میرا نام زدبخت ہے لیکن اگر تم سب مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہو میں مزاحمت نہیں کروں گا اور یہ غلام بھی مزاحمت نہیں کریں گے"۔ پھر اُس نے اپنی تلوار اُتار کر پھینک دی۔

پوران دخت سیڑھیوں سے اُتر کر آگے بڑھی اور اُس نے کہا۔ "تم فرخ زاد کے محافظ تھے؟"

"ہاں اور مجھے آذر میدخت نے قید کر لیا تھا"۔

"تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ میں تمہاری باتیں سُن چکی ہُوں"۔

"میں سچ کہتا ہُوں۔ میں بھاگنا چاہتا تھا لیکن میرے لئے محل کی چار دیواری سے نکلنے کی اور

کوئی صورت نہ تھی۔ آپ ان غلاموں سے پوچھ سکتی ہیں کہ میں محل کے زمین دوز قید خانے میں پڑا ہوا تھا۔"

"تمہارے سچ اور جھوٹ کا فیصلہ صرف فرخ زاد کا بیٹا کر سکتا ہے۔" پوران دخت یہ کہہ کر مسلح آدمیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ "انہیں گرفتار کر لو۔"

زربخت چلایا۔ "شہزادی! میں بے گناہ ہوں، اگر آپ مجھے صفائی پیش کرنے کا موقع دیں تو میں آپ کو مطمئن کر سکتا ہوں۔ فرخ زاد کے خراسانی مہمان اس بات کی گواہی دیں گے کہ ہمیں اس رات کوئی نشہ آور چیز پلادی گئی تھی۔ اس کے بعد میں سر میں چوٹ کھا کر بے ہوش ہو گیا تھا۔ آپ میرے سر میں زخم کا نشان دیکھ سکتی ہیں۔"

پوران دخت نے جواب دیا۔ "وہ خراسانی رستم کے پاس پہنچ چکے ہیں، اور انہیں اس بات کا یقین ہے کہ تم انہیں بیہوش اور فرخ زاد کو قتل کرنے کی سازش میں شریک تھے اور ہمیں اس سے زیادہ اور کسی ثبوت کی ضرورت نہیں کہ گرفتاری کے وقت تم آذر میدخت کے ساتھ ہو۔"

"لیکن میں قید میں تھا۔ مجھے محل میں لانے سے قبل مدائن سے چند کوس دور رکھا گیا تھا اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ میری بہن کہاں ہے؟ میں اسے تلاش کرنے کے لئے قید سے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ اور آج جب آذر میدخت نے مجھے اپنے ساتھ فرار ہونے کے لئے کہا تو میں صرف اس اُمید پر اس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گیا تھا کہ محل سے باہر نکلتے ہی میرا راستہ جدا ہو جائے گا۔"

پوران دخت نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ "تم فرخ زاد، فریبرز اور شاہ پور سے غداری کر چکے ہو اور اب اس بے بس عورت کے ساتھ بھی غداری کر رہے ہو، جس نے تمہیں اپنا آخری سہارا سمجھ لیا تھا۔ یہ تمہاری بدقسمتی تھی کہ آذر میدخت کے متعلق میرے خدشات درست ثابت ہوتے ہیں اور میں نے بروقت اس کے لئے فرار کا آخری راستہ بند کر دیا تھا۔"

"میں مقدس آگ کے سامنے کھڑا ہو کر قسم کھانے کے لئے تیار ہوں کہ میں بے قصور ہوں۔ فریبرز میرا محسن تھا اور اس کا داماد بھی یہ گواہی دے گا کہ میں اس کا جاں نثار تھا۔ آپ اُسے اصفہان سے بُلا کر پوچھ سکتی ہیں۔"

"مجھے کسی سے پُوچھنے کی ضرورت نہیں. تم مسلح تھے اور میں یہ جاننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ تم صرف ان غلاموں کے خوف سے آذر میدخت کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔"

زربخت نے کہا۔ "میں اس ملکہ سے نفرت کر سکتا تھا جس کے ہاتھ میرے بہترین دوستوں کے خون میں رنگے ہوئے تھے۔ لیکن اس بے بس عورت کو جو اس وقت آپ کے سامنے بیہوش پڑی ہوئی ہے میں نفرت کے قابل نہیں سمجھتا۔"

"تم اُسے قابلِ نفرت نہیں سمجھتے لیکن میں یہ جانتی ہوں کہ اگر میں اُس رات گرفتار ہو جاتی تو یہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتی۔" پوران دخت یہ کہہ کر سپاہیوں کی طرف متوجہ ہوئی "تم کیا دیکھ رہے ہو۔ انہیں لے جاؤ اور اگر کوئی بھاگنے کی کوشش کرے تو اُس کی گردن مار دو۔ آذر میدخت کو اُٹھا کر آتشکدے کے اندر پہنچا دو۔ چار آدمی اس کی حفاظت کے لئے کافی ہیں۔ ہم محل پر قابض ہوتے ہی اُسے خفیہ راستے سے اندر لے جائیں گے۔"

سپاہیوں نے زربخت اور اس کے ساتھیوں کو ایک تنگ گھیرے میں لے لیا اور پوران دخت دروازے کی طرف چل پڑی۔ صحن سے باہر چند آدمی گھوڑوں کی باگیں تھامے کھڑے تھے۔ پوران دخت ایک گھوڑے پر سوار ہو گئی ۔

○

طلوعِ سحر سے قبل پوران دخت شاہی محل پر قابض ہو چکی تھی اور آذر میدخت اس زمین دوز قید خانے میں پڑی ہوئی تھی جہاں زربخت نے چند دن گزارے تھے۔ ایک دن بعد مدائن میں یہ خبر مشہور ہو چکی تھی کہ سیاوخش نے رستم کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد بھاگنے کی کوشش کی تھی لیکن اُس کی فوج نے اُسے گرفتار کر کے رستم کے حوالے کر دیا ہے۔ اگلے روز رستم فتح کے نقارے بجاتا ہُوا شہر میں داخل ہوا تو عوام اُس کے راستے میں پھول نچھاور کر رہے تھے۔ پوران دخت اور مدائن کے اکابر نے محل کے دروازے پر اُس کا خیر مقدم کیا۔ پھر ایک ساعت بعد شاہی ایوان میں پوران دخت کی تخت نشینی کی رسُومات ادا ہو رہی تھیں اور ایوان سے باہر آذر میدخت کے حامیوں کو گرفتار کیا جا رہا تھا۔

تھا۔ غروب آفتاب سے قبل محل کے سامنے کھُلے میدان میں سیاوخش، داروغہ اور کوتوال کے علاوہ تیس اور آدمیوں کی لاشیں پھانسیوں پر لٹکی ہوئی تھیں۔ اِن میں سے بائیس فوج کے وہ بڑے افسر تھے جنہوں نے آخر وقت تک سیاوخش کا ساتھ دیا تھا اور باقی وہ نوکر اور غلام تھے جو چند دن آذرمیدخت کے زیرِ سایہ شاہی محل کے تمام ملازموں پر حکومت کر چکے تھے۔ خواجہ سراؤں کے سردار نے یہ بیان دے کر اپنی جان بچالی تھی کہ اُس نے آذرمیدخت کے فرار ہوتے ہی محل کے محافظوں اور پہریداروں کو خبردار کر دیا تھا اور ان محافظوں اور پہریداروں نے یہ خبر سُنتے ہی داروغہ کو فصیل سے نیچے پھینک کر محل کے دروازے کھول دیئے تھے۔ اس کے بعد دو دن کے اندر اندر قریباً پانچ سو آدمی گرفتار کر کے قید خانے میں بھیجے جا چکے تھے۔ پوران دخت نے تخت پر بیٹھتے ہی رستم کو ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا تھا وہ سلطنت کا وزیرِ اعظم بھی تھا اور سپہ سالار بھی اور دربار میں اُس کی سنہری کرسی ملکہ کے ساتھ رکھی جاتی تھی۔ اُس نے قیدیوں کے خلاف مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے خاص عدالتیں قائم کر دی تھیں۔ تاہم سزاؤں تخفیف یا زیادتی کا آخری اختیار اپنے پاس رکھا تھا۔ ذاتی طور پر وہ صرف با اثر اُمراء یا ان مجرموں کے مقدمات کا فیصلہ کرتا تھا جو اُس کے باپ کے قتل میں ملوث تھے۔ صرف آذرمیدخت کا مقدمہ ایسا تھا جس کا فیصلہ کرنا اُس کے دائرۂ اختیار سے باہر تھا۔ وہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور چند دن کسریٰ کے تخت پر بیٹھ چکی تھی۔ اس لئے اُس کی سزا کا فیصلہ صرف نئی ملکہ پوران دخت ہی کر سکتی تھی۔

پوران دخت کی تاج پوشی سے تین دن بعد آذرمیدخت اُس کے دربار میں کھڑی تھی اور وہ اس سے پُوچھ رہی تھی۔ "آذرمیدخت! تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

اُس نے اطمینان سے گردن اُٹھائی اور نفی میں سر ہلا دیا۔

"تم اپنے جرائم کا اعتراف کرتی ہو؟"

آذرمیدخت نے کوئی جواب نہ دیا۔

"کیا یہ درست ہے کہ تم نے ایران کے تخت پر قبضہ کرنے کے لئے سازش کی تھی اور فرخ زاد،

فرخ زاد اور شاہ پور کو قتل کرنے کے لئے سیاوخش کی خدمات حاصل کی تھیں ؟"

آذرمیدخت کچھ دیر خاموشی سے پوران دخت کی طرف دیکھتی رہی، پھر اس کی نگاہیں اس قوی ہیکل اور خوش وضع نوجوان کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں جو ملکہ کے دائیں طرف ایک کرسی پر رونق افروز تھا۔ اُس نے کہا: "اگر ایران کی ملکہ بننے کی خواہش ایک جرم ہے تو میرے ساتھ تم بھی اس جرم میں شریک ہو۔ میں یہ تسلیم کرتی ہوں کہ میں بازی ہار چکی ہوں۔ لیکن کاش ایران کے تخت کی زبان ہوتی اور یہ اس سوال کا جواب دے سکتا کہ وہ کسے اپنی زینت کے قابل سمجھتا ہے اور وہ کون ہے جس کا بوجھ اُٹھاتے ہوئے اُسے شرم اور ندامت محسوس ہوتی ہے۔"

دربار میں سناٹا چھا گیا اور پوران دخت نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا: "تم قاتل ہو اور تمہارے ساتھی تمہارے خلاف گواہی دے چکے ہیں۔ میں تمہاری سزا کا حکم سنانے کے لئے کسی بحث میں اُلجھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔ میں نے تمہیں اس لئے یہاں بلایا ہے کہ شاید تمہارے بیان سے کسی بےگناہ کی جان بچ جائے۔ کیا یہ درست ہے کہ فرخ زاد کو قتل کرنے سے قبل تم نے اس نوجوان کو اپنے راستے سے ہٹا دیا تھا جسے فرخ زاد کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی؟ میں زربخت کے متعلق پوچھ رہی ہوں۔"

"زربخت!" آذرمیدخت نے پُر اُمید ہو کر سوال کیا۔ "کیا وہ زندہ ہے؟"

"اس کی زندگی یا موت کا انحصار تمہارے بیان پر ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ جب فرخ زاد کو قتل کیا گیا تھا تو وہ مدہوش اور زخمی تھا؟"

"اگر تم وعدہ کرو کہ اُس کے ساتھ بے انصافی نہیں ہوگی تو میں اس سوال کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔"

رستم نے کہا: "ایران کی ملکہ کو ایک مجرم کے ساتھ کوئی وعدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ تمہاری سازش میں شریک نہیں تھا تو بھی اُسے بدترین سزا دینے کے لئے یہ کافی ہے کہ اُس نے اپنے فرض میں کوتاہی کی تھی۔"

آذرمیدخت نے پوران کی طرف دیکھا اور کہا۔ "پوران دخت میں جانتی ہوں کہ تم کس قدر بے بس اور بے اختیار ہو۔ تاہم میں تمہارے سوال کا جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔ جس طرح فرخ زاد بیہوشی کی حالت میں قتل ہوا تھا۔ اسی طرح زرتجت بھی بیہوشی کی حالت میں زخمی اور گرفتار ہوا تھا۔ وہ دونوں ایک ہی مٹکے کی شراب پی چکے تھے۔"

رستم نے اُٹھ کر کہا۔ "ملکہ عالم! اگر وہ میرے باپ کے قتل کی سازش میں شریک نہیں تھا تو بھی اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ یہ رعایت کی جا سکتی ہے کہ اسے پھانسی کی سزا نہ دی جائے لیکن اُسے اپنی غفلت اور کوتاہی کی سزا ضرور ملنی چاہیئے۔ اس کے متعلق ہمیں صرف اتنا سوچنا پڑے گا کہ اس کے لئے قید اور کون سا قید خانہ موزوں ہو گا لیکن اس وقت آپ کے سامنے ایک ایسے مجرم کا مسئلہ ہے جس کے لئے کوئی سزا بڑی نہیں ہو سکتی۔"

پوران دخت نے کہا۔ "اسے لے جاؤ!"

آذرمیدخت بولی۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم میری موت کا فیصلہ کر چکی ہو۔ لیکن میں تمہاری زبان سے سننا چاہتی ہوں۔"

"اسے لے جاؤ!" پوران دخت نے جھنجھلا کر کہا۔

دو سپاہی آگے بڑھے لیکن آذران کے ہاتھ جھٹک کر چلائی۔ "پوران میں جانتی ہوں کہ میں تمہیں دوبارہ نہیں دیکھوں گی لیکن میں موت سے نہیں ڈرتی۔ میں تمہیں صرف ایک نصیحت کرنا چاہتی ہوں۔ بھیڑیئے بھیڑوں کے چرواہے نہیں بنتے۔ تم ایران کا مستقبل ایک خطرناک آدمی کے ہاتھ میں دے رہی ہو۔ فرخ زاد کے بیٹے کو اپنی کرسی سے اُٹھ کر تمہارے تخت پر بیٹھنے اور تمہیں اپنے تخت سے اُتر کر تختۂ دار پر چڑھنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

رستم غصے کی حالت میں اُٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن پوران دخت کے ہاتھ کے اشارے نے اس کے ہونٹوں پر مُہر لگا دی۔

پوران دخت نے آذر سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم زندہ رہو گی آذر! لیکن تم مجھے دوبارہ نہیں دیکھ

سکو گی۔ آج غروب آفتاب سے قبل تمہاری دونوں آنکھیں نکال دی جائیں گی۔"

آذرمیدخت کچھ دیر بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ پھر وہ چلائی "نہیں نہیں پوران دخت! مجھے جلاوطن کردو۔ مجھے قتل کردو۔ میں تختہ دار پر لٹکنے کو تیار ہوں لیکن مجھ پر یہ ظلم نہ کرو۔"

"ایران کے مستقبل کے لئے سب سے بڑا خطرہ تمہاری آنکھیں ہیں۔" پوران دخت یہ کہہ کر اٹھی اور عقب کے دروازے کی طرف چل پڑی۔

"پوران ٹھہرو! مجھ پر رحم کرو۔"

لیکن پوران دخت بھاری پردے کے پیچھے چھپ کر اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔

رستم کے اشارے سے سپاہیوں نے آذرمیدخت کو بازوؤں سے پکڑ لیا۔ لیکن اُس نے کوئی مزاحمت نہ کی۔

باب ۲۲

شاہ پور کی موت کے بعد ایران میں جو حالات پیدا ہوئے تھے وہ لشکرِ اسلام کی پیش قدمی کے لئے انتہائی سازگار تھے۔ چنانچہ مثنیٰ ابن حارثہ نے کمک کے لئے ایک وفد حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں روانہ کیا اور اس کے بعد مدائن کی طرف پیشقدمی شروع کردی۔ ایرانیوں کے لئے ان کا یہ حملہ غیر متوقع تھا۔ مثنیٰ ابن حارثہ کو مدینہ سے کسی بڑے پیمانے پر کمک ملنے کی اُمید نہ تھی۔ وہ آشنا جانتے تھے کہ مدائن کے حالات جس قدر سازگار ہیں اسی قدر اُن کے اپنے حالات ناسازگار ہیں۔ لیکن اُن کا فیصلہ اس اولوالعزم انسان کا فیصلہ تھا جس نے اپنی سپاہیانہ زندگی میں انتہائی نامساعد حالات سے بہترین نتائج پیدا کئے تھے۔ انہیں یہ معلوم تھا کہ ایران میں اس گئی گزری حالت میں بھی لاکھوں سپاہی میدان میں لا سکتا ہے اور اس کے ساتھ فیصلہ کُن جنگ لڑنے کے لئے جن وسائل کی ضرورت ہے ان عشرِ عشیر بھی ان کے پاس نہیں۔ لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ایران کے مفتوحہ علاقوں پر قابض ہونے کے لئے دشمن کو ہر وقت یہ احساس دلانے کی ضرورت ہے۔ کہ حالات کی تبدیلی کے باوجود مسلمانوں کے عزم و ہمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ انہوں نے بحرین کے مٹھی بھر رضاکاروں کے ساتھ جس جنگ کی ابتدا کی تھی اس کا پہلا اصُول یہی تھا کہ دشمن کو حملہ کا موقع دینے کی بجائے مدافعت پر مجبور کر دیا جائے۔

چنانچہ ایک طوفانی حملے کے چند دن بعد مدائن کے راستے واپس ہوتے وقت انہیں جس قدر اس بات کا افسوس تھا کہ وہ فوج کی قلت کے باعث ایک منزل اور آگے نہیں جا سکے اسی قدر

اِس بات کا اطمینان تھا کہ اب اہلِ فارس کو کچھ عرصہ کے لئے حیرہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کی بجائے اپنے دارالسلطنت کو بچانے کی فکر ہوگی۔

حیرہ واپس آنے کے بعد مثنیٰ بن حارثہ مدینہ سے کمک کا انتظام کر رہے تھے۔ اُنہوں نے اپنی درخواست میں یہ بھی لکھا تھا کہ مجھے ان مرتد قبائل کو فوج میں بھرتی کرنے کی اجازت دی جائے۔ جو مسلمانوں سے جنگ لڑنے کے بعد تائب ہو چکے ہیں۔ لیکن ابھی صدیقِ اکبرؓ کا جواب نہیں آیا تھا کہ مدائن میں ایک اور انقلاب آگیا اور انہیں یہ اطلاع ملی کہ ایران کی نئی ملکہ نے ملک کے سیاسی اور فوجی معاملات کی باگ ڈور ایک ایسے نوجوان کے ہاتھ میں سونپ دی ہے جو عوام اور خواص میں یکساں مقبُول ہے۔ پھر رستم کی کارگزاری کے متعلق چند اور اطلاعات موصول ہوئیں۔ اور مثنیٰ بن حارثہ کی بے چینی میں اضافہ ہونے لگا۔

"اب وقت ہمارے خلاف جا رہا ہے"۔ اُنہوں نے ایک شام اپنے ساتھیوں سے کہا اور اگلی صبح وہ صدیق اکبرؓ کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کرنے کے ارادہ سے مدینے کا رُخ کر رہے تھے۔

بحرین کا اولوالعزم مجاہد اس نحیف و لاغر انسان کے ساتھ ہمکلام تھا جس کی نگاہوں میں عزم و یقین اور خلوص کے سمندر موجزن تھے اور جس کے ضمیر کی روشنی نے قافلہ حجاز کو عجم کی وسعتوں میں نئے راستے اور نئی منازل دکھائی تھیں۔

مثنیٰ ابن حارثہ اس وقت مدینے پہنچے تھے جب کہ صدیق اکبرؓ اپنا سفرِ حیات ختم کرنے والے تھے اور اپنے بعد عمر فاروقؓ کو خلیفہ مقرر کر چکے تھے۔ ان حالات میں حضرت مثنیٰ کو یہ اُمید نہ تھی کہ وہ حضرت ابوبکرؓ صدیق سے کوئی بات کر سکیں گے' یا مدینے میں اُن کی آمد کو کوئی اہمیت دی جائے گی۔ راستے میں اُنہوں نے جن لوگوں سے گفتگو سُنی تھی' وہ صرف خلیفہ اوّل کی بیماری' اُن کے جانشین کی شخصیت اور شام کی عظیم فتوحات کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ چنانچہ ابوبکر صدیقؓ کے گھر کے دروازے میں قدم رکھتے ہوئے مثنیٰ بن حارثہ کے دل میں

انہیں دیکھ لینے کے سوا اور کوئی خواہش نہ تھی۔ لیکن صدیق اکبرؓ ان کی طرف دیکھتے ہی اُٹھ کر بیٹھ گئے اور مثنیٰ کو اچانک یہ محسوس ہونے لگا کہ اُس کے دل کی کوئی بات اُن سے پوشیدہ نہیں۔

اُنہوں نے مثنیٰ کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد اُسے اپنے پاس بٹھا لیا اور پھر اطمینان سے تکیے پر سر رکھتے ہوئے فرمایا "تمہیں میری علالت سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ میں تمہاری باتیں سُننا چاہتا ہوں۔"

مثنیٰ نے جھجکتے ہوئے گفتگو شروع کی اور انتہائی اختصار کے ساتھ ایران کے حالات بیان کرنے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ کے سوالات نے اس کی حوصلہ افزائی کی اور وہ پوری تفصیل کے ساتھ ایران کی صورت حال پر تبصرہ کرنے لگے۔ پھر جب اُنہوں نے ایران کے محاذ کا پورا نقشہ پیش کر دیا تو خلیفہ اپنے تیمارداروں کی طرف متوجہ ہوئے۔ "عمر بن الخطاب کو بلاؤ!"

تھوڑی دیر بعد حضرت عمرؓ ملتِ اسلام کے عظیم رہنما کی آخری نصیحت سُن رہے تھے اور وہ یہ تھی کہ اگر آج شام سے پہلے میرا سفرِ حیات ختم ہو جائے تو تمہیں کل تک مثنیٰ کو روانہ کر دینا چاہیئے۔

اور پھر صدیق اکبرؓ کی نگاہوں کے سامنے موت نے اپنے ہاتھ تان دیئے اور اس مردِ حق آگاہ کے دل کی دھڑکنیں خاموش ہو گئیں جس کی خلافت کے ستائیس مہینوں کا ایک ایک دن اور ایک ایک لمحہ انسانیت کے عروج کی اَن گنت داستانوں سے لبریز تھا۔ امیر المومنین عمر بن الخطابؓ کے سامنے اولین مسئلہ اپنے پیش رَو کی آخری خواہش پُورا کرنا تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے مسجد نبوی کے صحن میں پرچم نصب کروا دیا اور مجاہدین کو وہاں جمع ہونے کی دعوت دی۔ لیکن مدینے کے بیشتر مجاہد شام کے محاذ پر جا چکے تھے اور جو لوگ مسجد میں جمع ہوئے تھے اُن کی زیادہ تعداد ان معمر صحابیوں پر مشتمل تھی جن کا مدینے میں رہنا ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ اہلِ مدینہ نے امیر المومنین کو یہ مشورہ دینے کی کوشش کی کہ ہمیں ایک نیا محاذ کھولنے سے پہلے پُورا شام فتح کر لینا چاہیئے۔ جب ہماری افواج اس محاذ سے فارغ ہو جائیں گی تو انہیں ایران کا رُخ کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ لیکن عمر فاروقؓ کو اپنے جلیل القدر پیشرو کے حکم کی تعمیل میں معمولی تاخیر بھی گوارا نہ تھی۔ ماضی کا وہ نقشہ اُن کی نگاہوں کے سامنے تھا۔

جبکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوچکا تھا اور اہلِ مدینہ کو ہر آن دشمنانِ دین کی یلغار کا خطرہ تھا۔ لیکن خلیفۂ اوّل نے تمام خطرات سے بے پرواہ ہوکر مسلمانوں کا لشکر شام کی طرف روانہ کردیا تھا اور اس اقدام کے جواز میں اُن کی پہلی اور آخری دلیل یہی تھی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور کوئی بڑے سے بڑا خطرہ مجھے اس حکم کی تعمیل سے نہیں روک سکتا۔ چنانچہ اب وہ بھی اسی عزم و یقین کے ساتھ اہلِ مدینہ کو جہاد کی دعوت دے رہے تھے جس کا مظاہرہ خلیفہ اول نے انتہائی مخدوش حالات میں کیا تھا اور عراق کے مجاہدوں کو کمک بھیجنے کے حق میں اُن کی سب سے بڑی دلیل یہی تھی کہ یہ صدیق اکبرؓ کی آخری خواہش ہے۔

امیر المومنین نے اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد مثنیٰ بن حارثہ کی طرف دیکھا اور فرمایا "مثنیٰ! تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

مثنیٰ بن حارثہ اُٹھے۔ انہوں نے حاضرین پر نگاہ دوڑائی اور پھر مسجد نبوی میں اس نقیب کی آواز گونجنے لگی جو کاروانِ ملت کو منزل کا راستہ دکھانے کے لئے آیا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "میں اسلام کا ایک ادنیٰ خادم ہوں اور یہاں آقائے دو جہاں کے وہ نامور صحابی موجود ہیں جو بدر و حنین کے معرکوں میں حصّہ لے چکے ہیں۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ مجھے ان بزرگوں کے سامنے جہاد کی اہمیت بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ میں صرف ایران کے تازہ حالات بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔ اور اس بات کا فیصلہ ان بزرگوں پر چھوڑوں گا کہ ہمارے لئے فوری پیش قدمی زیادہ سود مند ہے یا کچھ عرصہ انتظار کرنا زیادہ مناسب ہے۔ پھر اگر آپ میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہوجائیں تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔ بصورتِ دیگر میں تنہا یہاں سے روانہ ہوجاؤں گا اور اپنی ہمت اور وسائل کے مطابق اپنا فرض پورا کرتا رہوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو ایران کی مہم کی اہمیت محسوس کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

مثنیٰ یہاں تک کہہ کر رک گئے۔ پھر انہوں نے ایران کی سابقہ جنگوں اور تازہ حالات پر تبصرہ شروع کردیا۔ وہ ان لوگوں سے ہمکلام تھے جو فنِ خطابت کے ماہر تھے اور جو عام گفتگو

دوران بھی فصاحت اور بلاغت کے دریا بہا دیا کرتے تھے۔ اس جری انسان کی نگاہیں جن کی ہیبت سے عجم کے کجکلاہ لرز اُٹھتے تھے اصحاب رسولؐ کی عظمت کے احساس سے جھکی جا رہی تھیں۔ کچھ دیر حضرت مثنیٰؓ کی زبان پر ہچکچاہٹ غالب رہی۔ پھر آہستہ آہستہ اُن کی آواز بلند ہونے لگی اور سامعین کو ایسا محسوس ہونے لگا کہ ایک پُرسکون ندی اچانک اپنے کناروں سے باہر نکل کر دریا بن گئی ہے اور دریا میں ایک سمندر کا تلاطم پیدا ہو رہا ہے۔ مثنیٰ بن حارثہ اس ملک کا نقشہ کھینچ رہے تھے، جس کے میدان، صحرا، پہاڑ اور دریا انہیں اپنے ہاتھ کی لکیروں کی طرح یاد تھے۔ وہ ان بغاوتوں اور محلاتی سازشوں کا ذکر کر رہے تھے جن کے باعث اُن کی سلطنت اندر سے کھوکھلی ہو چکی تھی اور پھر وہ مستقبل کے ان خطرات کی نشاندہی کر رہے تھے جو ایران کی جنگ کو ملتوی کرنے اور مدائن کی نئی حکومت کو مستحکم ہونے کا موقع دینے کی صورت میں پیش آ سکتے تھے۔

"حضرات!" اُنہوں نے اختتام پر کہا: "مجھے معلوم نہیں کہ آپ مجھے کتنے رضاکار فراہم کر سکتے ہیں لیکن آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے جس جنگ کی ابتدا کی ہے جاری رہے گی۔ اور مدائن کے راستے میں وہ مجاہد آپ کا انتظار کریں گے جنہوں نے پہلے ہی حملے میں ایرانی سلطنت کی بنیادیں ہلا دی تھیں۔ میں دشمن کو یہ موقع نہیں دوں گا کہ وہ مدافعانہ جنگ کے سوا کچھ اور سوچ سکے۔ میں آپ کو یہ بتلانے آیا تھا کہ رستم کے برسرِ اقتدار آجانے کے بعد ایران کی حالت بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہی ہے۔ ملک کی تمام فعال قوتیں اُس کے گرد جمع ہو رہی ہیں۔ قبائل کے سرداروں، مرزبانوں اور مجوسی کاہنوں کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد اُسے لشکر کو منظم کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ اور جب ایران کا لشکر منظم ہو جائے گا تو وہ مجاہد جو عراق میں اسلام کا پرچم تھامے ہوئے ہیں اس کا پہلا ہدف ہوں گے۔ ان حالات میں یہ ممکن ہے کہ چند ماہ یا چند سال بعد جو قافلہ یہاں سے روانہ ہو اُسے دجلہ اور فرات کی دلدلوں میں آپ کا انتظار کرنے والوں کی بجائے صرف ان کی قبریں یہ بتا سکیں کہ یہ راستہ مدائن کی طرف جاتا ہے۔"

مثنیٰؓ کی تقریر کے اختتام پر طائف کے رئیس ابوعبیدہؓ بن مسعود ثقفی اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور

انہوں نے کہا: "امیرالمومنین! میں اپنے آپ کو جہاد کے لئے پیش کرتا ہوں اور میرے قبیلے کا ہر آدمی میرا ساتھ دے گا۔"

پھر چاروں طرف سے مثنیٰ بن حارثہ کی تائید و حمایت میں آوازیں اُٹھنے لگیں اور سینکڑوں رضاکار اُن کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس کے بعد لشکر کی قیادت کا مسئلہ پیش ہوا۔ اہلِ مدینہ کی خواہش تھی کہ یہ ذمہ داری انصار یا مہاجرین میں سے کسی معتمد صحابی کو سونپی جائے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا: "ابوعبید جہاد کی دعوت پر لبیک کہنے میں سبقت کر چکا ہے۔ اس لئے میں لشکر کی قیادت بھی اسی کو سونپتا ہوں۔"

امیرالمومنین کے اس اعلان کے بعد حاضرین کی نگاہیں مثنیٰ بن حارثہ پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ شاید ابوعبید کے تقرر کو اپنی حق تلفی خیال کریں گے لیکن ان کے چہرے پر ذرا سا ملال نہ تھا۔ وہ مسکرا رہے تھے اور ان کی مسکراہٹ اس مردِ حق آگاہ کی ذہنی آسودگی کی آئینہ دار تھی جو اپنے مقصدِ قیادت کو اپنی ذات سے بلند سمجھتا تھا۔

حضرت عمرؓ نے کہا: "مثنیٰ! اب تمہیں یہاں رُکنے کی ضرورت نہیں۔ تم آج ہی روانہ ہو جاؤ۔ ابوعبید بہت جلد تم سے آملے گا۔"

ایک ساعت بعد مثنیٰ بن حارثہ مدینہ سے حیرہ کا رُخ کر رہے تھے اور غروبِ آفتاب سے قبل امیرالمومنین کی طرف سے قبائل کے سرداروں کے نام یہ فرمان جاری ہو چکا تھا کہ جو لوگ ارتداد سے تائب ہو کر جہاد میں حصّہ لینا چاہتے ہیں اُنہیں سابقہ پابندیوں سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ مثنیٰ الحیرہ پہنچے تو اُنہیں یہ اطلاع ملی کہ ایران کا ایک لشکر نرسی کی قیادت میں دجلہ اور فرات کے درمیان کسکر کے قریب پہنچ چکا ہے اور دوسرا جابان کی کمان میں فرات کے ساتھ ساتھ حیرہ کا رُخ کر رہا ہے۔ وہ ابوعبید کی آمد تک اپنا عقب محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے حیرہ سے کوچ کیا اور صحرا کی جانب خفان کے مقام پر پڑاؤ ڈال کر ابوعبید کا انتظار کرنے لگے۔

ابوعبیدؓ چار ہزار مجاہدوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے لیکن راستے کی منازل میں قبائلی رضاکار

ان کا ساتھ دینے کے لئے موجود تھے۔ چنانچہ جب یہ لشکر خفان پہنچا تو اس کی تعداد دس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

اہلِ مدائن اس بات پر خوشیاں منا رہے تھے کہ مسلمان حیرہ خالی کر کے صحرا کی طرف ہٹ گئے ہیں۔ اور انہیں یقین تھا کہ جابان اور نرسی کی افواج عراق کی حدود سے ان کے مکمل انخلا تک اپنی پیش قدمی جاری رکھیں گی۔

زربخت مدائن کے قید خانے میں پڑا ہوا تھا۔ ایک ناقابلِ برداشت کرب و اضطراب نے اس کے ذہنی اور جسمانی قویٰ مضمحل کر دئے تھے۔ اس نے قید کے ابتدائی ایام ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں گزارے تھے۔ اب اسے نسبتاً کشادہ کمرے میں منتقل کر دیا گیا تھا جہاں دریا کی سمت کھلنے والے تنگ دریچے کی آہنی سلاخیں تھام کر وہ تازہ ہوا میں سانس لے سکتا تھا۔ اس کمرے میں منتقل ہونے کے بعد اس کے خورد و نوش کا انتظام بھی عام قیدیوں سے بہتر تھا۔

اب تک اس نے کسی پہریدار سے باہر کے حالات معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی مظلومیت اور بے بسی کے احساس کی شدت نے اس کے ہونٹوں پر مُہر لگا رکھی تھی۔ اسے رات کے وقت نئے کمرے میں منتقل کیا گیا تھا۔ اور تازہ ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے محسوس کرنے کے بعد اس نے دریچے کے سامنے کھڑے ہو کر پہلی بار ستاروں کی مسکراہٹیں دیکھی تھیں۔ اس رات اسے دیر تک نیند نہ آئی۔

پھر جب وہ بیدار ہوا تو دو پہریدار اس کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ایک پہریدار نے اس کے سامنے کھانے کا طشت رکھتے ہوئے کہا۔ "آج آپ بہت دیر سوئے ہیں"۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پہریدار چلے گئے اور انہوں نے بھاری دروازہ بند کر دیا۔ زربخت کچھ دیر پُرتکلف کھانوں سے بھرے ہوئے طشت کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اس کا سارا وجود

کپکپا اُٹھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اس قسم کی مراعات صرف اُن قیدیوں کو دی جاتی ہیں جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہو۔ "یہ میری آخری ضیافت ہے۔" اُس نے اپنے دل میں کہا اور اُس کی نگاہوں کے سامنے موت کی تاریکیاں چھا گئیں۔ وہ لرزتا ہوا اُٹھا۔ اُس نے دریچے کی آہنی سلاخیں تھام لیں "یہ نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی مظلومیت، بے بسی، ذلت اور رسوائی کے باوجود زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ میں بے گناہ ہوں، وہ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔"

پھر وہ دریچے سے ہٹ کر دروازے کے سامنے چلا رہا تھا۔ جب اس کی چیخیں سسکیوں میں تبدیل ہونے لگیں اور دروازہ توڑنے کی کوشش میں اُس کے ہاتھ شل ہو گئے تو باہر بھاگتے ہوئے پہریداروں کی چیخ پکار سنائی دی۔ پھر کمرے کا دروازہ کھُلا اور قید خانے کا داروغہ چار مسلح پہریداروں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا ہوا ہے؟" داروغہ نے سوال کیا۔

زربخت نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میں کتنی دیر زندہ رہوں گا۔ اور تم نے تختۂ دار پر لٹکانے کے لئے کونسی جگہ منتخب کی ہے؟"

داروغہ نے پہریداروں کی طرف دیکھا اور کہا "تم باہر نکل جاؤ اور دروازہ بند کر دو۔" انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر داروغہ زربخت سے مخاطب ہوا۔ "جب تم ایک تاریک کوٹھری میں پڑے ہوئے تھے تو مجھے تمہارے صبر اور حوصلے پر حیرت ہوتی تھی اور اب جب کہ ہم تمہارے ساتھ ایک شاہی مہمان کا سا سلوک کر رہے ہیں تو تم ایک زخمی بچے کی طرح چیخ رہے ہو۔ تمہارے دل میں یہ خیال کیسے آیا کہ تمہیں پھانسی دی جا رہی ہے؟"

زربخت نے طشت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ میری آخری ضیافت نہیں؟"

"نہیں۔ اور اگر پہرے داروں نے تمہارے ساتھ مذاق کیا ہے تو میں تمہارے سامنے اُن کی کھالیں اُتروا دوں گا۔"

زربخت نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اُس کے بازو پکڑ لئے اور کہا۔ "پہریداروں نے

مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ لیکن اگر میری قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے تو میں سننے کے لئے تیار ہوں۔"

داروغہ نے کہا۔ "میں تمہیں یہ بتا سکتا ہوں کہ تمہیں موت کی سزا نہیں دی جائے گی۔ اور آئندہ تمہارے ساتھ عام قیدیوں کا سا سلوک بھی نہیں کیا جائے۔ رستم کو یقین ہو چکا ہے کہ تم اس کے باپ کے قتل کی سازش میں شریک نہیں تھے۔ شاہی محل کے ملازم اور خواجہ سرا تمہارے متعلق آذرمیدخت کے بیان کی تصدیق کر چکے ہیں۔"

زربخت کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ اُس نے پوچھا۔ "آذرمیدخت نے میرے حق میں بیان دیا تھا؟"

"ہاں"

"وہ زندہ ہے؟"

"ہاں وہ زندہ ہے۔ لیکن اُس کی زندگی موت سے بدتر ہے۔ اُس کی آنکھیں نکلوا دی گئی ہیں۔"

"وہ قید میں ہے؟" زربخت نے گھٹی ہوئی آواز میں سوال کیا۔

"نہیں آنکھوں سے محروم ہونے کے بعد اُس کی دماغی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ اسے قید میں رکھنے کی ضرورت محسوس کرتے۔ ملکہ پوران دخت نے اُسے اُس کے پرانے مکان میں منتقل کر دیا ہے اور میں نے سُنا ہے کہ وہ تمہیں بھی رہا کرنا چاہتی تھی لیکن رستم تمہیں قید میں رکھنے پر مُصر تھا۔ کل ہی صبح ملکہ کی طرف سے یہ حکم ملا تھا کہ قید خانے میں تمہارے آرام کا خیال رکھا جائے۔ اب تم یہ کھانا اطمینان سے کھا سکتے ہو۔ مجھے افسوس ہے میں رات کے وقت تمہارے پاس نہ آ سکا۔ آج اگر تم شور نہ مچاتے تو بھی دوپہر تک میں تمہارے پاس ضرور آتا۔"

"میں کب تک یہاں رہوں گا؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ اب حکومت کی باگ ڈور رستم کے ہاتھ میں ہے۔ وہ تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا لیکن پوران دخت کی مداخلت کے باعث تمہاری جان بچ گئی ہے۔ تاہم وہ یہ بھولنے کے لئے

تیار نہیں کہ تمہاری غفلت کے باعث اس کا باپ قتل ہو چکا ہے "۔

"تم مجھے رستم کے نام ایک درخواست لکھنے کی اجازت دو گے؟"

"میں یہ اجازت دے سکتا ہوں لیکن ابھی اس کی ضرورت نہیں، تم زیادہ سے زیادہ یہی لکھ سکتے ہو کہ تم سیاوخش اور آذر مہ بخت کی سازش میں شریک نہیں تھے۔ لیکن یہ بات پہلے ہی صاف ہو چکی ہے۔ تمہاری صفائی میں صرف محل کے ملازم اور سیاوخش کے ملازم ہی نہیں بلکہ وہ زمیندار بھی گواہی دے چکا ہے جس نے سیاوخش کے حکم سے تمہیں چند دن اپنے پاس قید رکھا تھا"۔

"وہ گرفتار ہو چکا ہے؟"

"اُسے گرفتار کیا گیا تھا لیکن اس کا بیان سننے کے بعد رستم نے اُسے رہا کر دیا تھا اور مجھے یقین ہے کہ رستم تمہیں بھی زیادہ عرصہ قید میں رکھنا پسند نہیں کرے گا۔ قید خانے سے باہر ایران کی ملکہ کے علاوہ کئی اور لوگ موجود ہیں جنہیں تمہارے ساتھ ہمدردی ہے اور وہ تمہیں فراموش نہیں کریں گے اور وہ کسی وقت بھی رستم کو متاثر کر سکتے ہیں لیکن سر دست تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم خاموش رہو!"

زربخت نے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر ملکہ کو میرے بے گناہ ہونے کا یقین ہے تو تم ان کی مرضی کے خلاف مجھے کس طرح قید میں رکھ سکتے ہو؟"

داروغہ نے جواب دیا۔ "ملکہ کو یہ معلوم ہے کہ اُس کے تخت کا سارا بوجھ رستم کے کندھوں پر ہے اور وہ اُسے کوئی ایسا حکم نہیں دے سکتی جو اس کی خواہش کے خلاف ہو"۔

"تم نے کہا تھا کہ ملکہ کے علاوہ کئی اور لوگ بھی ہیں جنہیں میرے ساتھ ہمدردی ہے وہ کون ہیں؟"

"وہ تمہارے دوست ہیں اور میں اُن میں سے صرف ایک نوجوان کو جانتا ہوں لیکن ابھی اس کا نام ظاہر نہیں کر سکتا جب وہ آئے گا تو خود تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ سرِ دست میں تم سے یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ جب تک تم یہاں رہو گے میں تمہیں یہ محسوس نہیں ہونے دوں گا کہ تم ایک قیدی ہو اور تمہاری کوئی خواہش جسے پورا کرنا میرے اختیار میں ہو رد نہیں کی جائے گی"۔

"زربخت نے پُرامید ہو کر کہا۔ "اس وقت میری ایک ہی خواہش ہے لیکن کاش تم اُسے پُورا

سکو۔ میں اپنی بہن کا حال معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اُس کا نام ماہ بانو ہے اور وہ کہیں رُوپوش ہو چکی ہے۔ اگر وہ مدائن میں نہیں ہے تو ممکن ہے کہ فریبرز کے داماد کے پاس اصفہان پہنچ گئی ہو۔ اگر تم اس کا پتہ کر سکو تو یہ مجھ پر ایک بہت بڑا احسان ہوگا۔"

"میں سروش کو جانتا ہوں اور یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہاری بہن کو تلاش کروں گا۔ لیکن میری ایک شرط ہے۔"

"اگر ایک قیدی تمہاری کوئی شرط پُوری کر سکتا ہے تو میں انکار نہیں کروں گا۔"

داروغہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "میری شرط یہ ہے کہ تم آئندہ اس دریچے کی سلاخیں توڑنے کی کوشش نہیں کرو گے اور جب تم آزاد ہو جاؤ گے تو مجھے اس بات کی سزا نہیں دو گے کہ میں نے تمہیں ایک ہفتہ زمین دوز کوٹھری میں رکھا تھا۔ اب اطمینان سے کھانا کھاؤ۔"

داروغہ دروازے کی طرف بڑھا پھر اُس نے مُڑ کر زر بخت کی طرف دیکھا اور کہا۔ "زر بخت! میں تم سے مذاق نہیں کرتا۔ کبھی کبھی قید خانے کا داروغہ ایک قیدی اور قیدی ایک وزیر یا سپہ سالار بن جاتا ہے، اگر ایران کی ملکہ تمہیں بھُول نہ گئی تو ممکن ہے کہ تم ایک دن اس قید خانے سے باہر نکلو اور اگلے دن کسی لشکر کے پڑاؤ میں تمہارے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہوں۔"

اس مُلاقات کے بعد زر بخت کے دل سے آلام و مصائب کا بوجھ ہلکا ہو چکا تھا۔ اگلے روز جب قید خانے کے داروغہ نے اُسے یہ بتایا کہ مدائن میں تمہاری بہن کی تلاش شروع ہو چکی ہے اور قابلِ اعتماد آدمی اصفہان بھی جا چکا ہے تو اُس کی تاریک دنیا میں اُمیدوں کے نئے چراغ روشن ہونے لگے۔

داروغہ ہر روز اُس کے پاس آیا کرتا تھا اور اُس کی بدولت باہر کے حالات کے متعلق زر بخت کی معلومات مدائن کے عام لوگوں کی نسبت کہیں زیادہ تھیں۔

بیس دن بعد داروغہ نے اُسے یہ خوشخبری سُنائی کہ اصفہان میں ماہ بانو کا سُراغ مل گیا ہے۔ وہ مدائن سے فرار ہونے کے بعد سروش کے گھر پہنچ گئی تھی۔

زربخت نے پوچھا "اُنہیں معلوم ہے کہ میں قید میں ہُوں؟"

"نہیں میں نے اپنے ایلچی کو صرف تمہاری بہن کا سُراغ لگانے کی ہدایت کی تھی اور اُسے تمہارے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ میں نے اُسے ہدایت بھی کی تھی کہ وہ بذاتِ خود سروش کے پاس جانے کی بجائے کسی اور ذریعے سے تمہاری بہن کا پتہ کرے۔ چنانچہ اُس نے اصفہان پہنچ کر ایک عورت کی خدمات حاصل کی تھیں۔ اگر ایلچی تمہارے متعلق کوئی اطلاع دیتا تو یہ ممکن تھا کہ سروش سب سے پہلے اسی کے متعلق تحقیقات شروع کر دیتا اور وہ یہ بتانے پر مجبُور ہو جاتا کہ اُسے میں نے مدائن بھیجا ہے۔ پھر سروش کی طرف سے ذرا سی بے احتیاطی میرے لئے مصیبت کا باعث بن جاتی۔ لیکن تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ جب مناسب وقت آئے گا تو اُنہیں تمہارے متعلق اطلاع بھیج دی جائے گی۔ شاید کچھ عرصہ تک وہ خود بھی مدائن پہنچ جائیں۔ مدائن میں مسلمانوں کے خلاف پیشقدمی کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور رستم ملک کے تمام رؤسا کے نام یہ فرمان جاری کر چکا ہے کہ وہ اپنے لشکر تیار رکھیں۔ اگر سروش یہاں آ گیا تو تمہارے حالات اس سے پوشیدہ نہیں رہیں گے۔"

ایک ماہ بعد جاپان اور نرسی کی قیادت میں ایران کی افواج کی پیشقدمی شروع ہو چکی تھی۔ قید خانے کے داروغے کا معمول تھا کہ اُسے جب کوئی نئی خبر ملتی تھی وہ سارے کام چھوڑ کر زربخت کے پاس پہنچ جاتا اور اُسے پیشقدمی کرنے والی افواج کی رفتار کا حال سُنانے کے بعد یہ سوال کرتا "بتاؤ اب بھی تمہارا یہی خیال ہے کہ مسلمان جوابی حملہ کریں گے؟"

اور زربخت جواب دیتا "ہاں! میرا یہی خیال ہے۔"

ایک شام داروغہ ہانپتا ہوُا کمرے میں داخل ہوُا اور بولا "زربخت! تمہارا خیال غلط تھا۔ مسلمان مقابلہ نہیں کریں گے۔ وہ صحرا کے کنارے اپنے آخری پڑاؤ کے سوا سارا عراق خالی کر چکے ہیں جاپان نے کسی مزاحمت کا سامنا کئے بغیر دریا عبُور کر کے نمارق میں ڈیرے ڈال دئیے ہیں۔ نرسی کا لشکر کسکر پہنچ چکا ہے اور تم چند دن کے اندر یہ خبر سنو گے کہ یہ دونوں لشکر صحرا کی وسعتوں میں پہنچ کر دشمن

کہ شکست خوردہ دستوں کا پیچھا کر رہے ہیں۔"

زربخت نے جواب دیا۔"اگر جاپان نے نرسی کے لشکر کا انتظار کئے بغیر دریا عبور کر لیا ہے تو ہمیں ایک المناک خبر سننے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔"

داروغہ نے بگڑ کر کہا۔"تمہارا اب بھی یہی خیال ہے کہ مسلمان ہمارا مقابلہ کریں گے؟"

"اگر مثنیٰ بن حارثہ زندہ ہے تو میں پورے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اب وہ کسی تاخیر کے بغیر جوابی حملہ کریں گے اور جاپان کے لئے یہ حملہ جس قدر غیر متوقع ہوگا اُسی قدر شدید ہوگا۔ وہ ہماری دونوں فوجوں کو ایک محاذ پر جمع ہونے کا موقع نہیں دیں گے۔ تم اس بات پر خوش ہو کہ وہ عراق خالی کر چکے ہیں اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی پوری قوت ایک مقام پر جمع کر لی ہے۔ جاپان اس خطرناک مقام کے قریب پہنچ چکا ہے۔"

○

زربخت کے یہ خدشات درست ثابت ہوئے۔ داروغہ کے ساتھ اُس کی گفتگو ہوئے ایک ساعت نہیں گزری تھی کہ سرپٹ سواروں کا ایک دستہ مدائن میں داخل ہوا۔ اور تھوڑی دیر بعد اس دستے کا سالار رستم کو یہ خبر سنا رہا تھا کہ ابو عبیدہ کا لشکر جاپان کو شکست دینے کے بعد کسکر کی طرف بڑھ رہا ہے۔

رستم کچھ دیر سکتے کے عالم میں کھڑا رہا۔ پھر اُس نے کہا"اگر جاپان بذاتِ خود یہ خبر لے کر میرے پاس آتے تو میں اُس کی کھال کھنچوا دیتا۔"

"جناب دشمن کا حملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ ہمیں سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔ ہمیں صرف چند گھنٹے قبل یہ اطلاع ملی تھی کہ دشمن نے غروبِ آفتاب کے بعد خفان کا پڑاؤ خالی کر دیا ہے اور ان کا رُخ صحرا کی طرف ہے۔ سپہ سالار کو یقین ہو چکا تھا کہ وہ عراق میں پسپا ہو رہے ہیں لیکن یہ اُن کی چال تھی۔ ہمیں اُس وقت پتہ چلا جب کہ وہ ہمارے پڑاؤ سے دو کوس دُور تھے۔"

رستم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔"تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ دشمن کی پسپائی کی خبر سن کر تم نے

ساری رات جشن منایا تھا اور جب وہ تمہارے پڑاؤ میں داخل ہو رہا تھا تو تم شراب سے مدہوش پڑے ہوئے تھے۔"

"جناب ہمارے سپہ سالار کا حکم یہ تھا کہ تم علی الصباح پیشقدمی کے لئے تیار رہو۔ انہوں نے یہ کہا تھا کہ رات کے وقت ہمیں بھاگتے ہوئے دشمن کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر اُس نے عراق کی حدود میں کسی اور جگہ پڑاؤ ڈالنے کی کوشش کی تو ہم دن کی روشنی میں اُن کا صفایا کر سکیں گے۔ لیکن جب ہم کوچ کی تیاری کر رہے تھے تو وہ ہمارے سر پر آ چکے تھے۔"

"اور پھر اُنہیں دیکھتے ہی تم بھاگ اُٹھے اور تمہارا سپہ سالار سب سے آگے تھا۔"

"جناب میں شکست کی جگہ کوئی اور لفظ استعمال نہیں کروں گا لیکن جس دشمن کے ساتھ ہم نے جنگ کی ہے وہ ہمیں بزدلی کا طعنہ نہیں دے گا۔"

رستم نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے بتاؤ کیا دشمن کی تعداد تم سے زیادہ تھی؟"

"نہیں۔" افسر نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا اُس کا اسلحہ تم سے بہتر تھا؟"

"نہیں بلکہ ان میں سے بیشتر زرہوں کے بغیر تھے۔"

"تو پھر تمہاری شکست کی وجہ تمہارے سپہ سالار کی حماقت اور بزدلی کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔"

"جناب ہمیں ایک ایسے دشمن سے واسطہ پڑا ہے جس نے جنگ کے تمام قواعد اور فتح اور شکست کے متعلق سارے نظریات بدل دئیے ہیں۔ ہم صرف فتح کی اُمید پر لڑ سکتے ہیں لیکن ان کے نزدیک صرف فتح ہی نہیں بلکہ موت بھی ایک انعام ہے۔ پانی کے سیلاب کا رُخ ہمیشہ نشیب کی طرف ہوتا ہے اور اُس کے راستے میں بند کھڑے کئے جا سکتے ہیں لیکن تند و تیز آندھیوں کو پہاڑ بھی نہیں روک سکتے۔"

رستم نے تلملا کر کہا۔ "تم مجھے مرعوب کرنا چاہتے ہو؟"

افسر نے اطمینان سے جواب دیا "مجھے افسوس ہے کہ میں کوئی اچھی خبر نہیں لایا۔ لیکن مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ میں ایک دُور اندیش اور حقیقت پسند انسان کے پاس جا رہا ہوں اور مجھے ایک تلخ حقیقت کو حسین الفاظ کے لبادوں میں چھپانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔"

رستم نے قدرے نرم ہو کر کہا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"جناب میرا نام آدمان ہے" اُس نے جواب دیا۔

"تم مزید سفر کر سکو گے؟"

"مجھے صرف تازہ دم گھوڑے کی ضرورت ہوگی۔"

رستم مسکرا دیا "تمہیں میرے ذاتی اصطبل سے بہترین گھوڑا مل جائے گا اور یہ تمہارا انعام ہوگا۔ تم اسی وقت کسکر روانہ ہو جاؤ اور نرسی کو پیغام دو کہ وہ کسی صورت بھی دشمن کو آگے بڑھنے کا موقع نہ دے۔ میں اُس کی مدد کے لئے جالینوس کی کمان میں دس ہزار سپاہی بھیج رہا ہوں۔"

○

چند دن بعد مدائن میں یہ اطلاع پہنچی کہ نرسی کی قیادت میں جو لشکر کسکر کے قریب ایک نخلستان میں جمع ہو رہا تھا وہ مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا چکا ہے اور جالینوس کی کمان میں دس ہزار سپاہی بارسمائیں رُک گئے ہیں اور نرسی کے شکست خوردہ دستے بھی وہاں جمع ہو رہے ہیں۔ پھر اس ناقابلِ یقین اطلاع کے تین دن بعد اہلِ مدائن دم بخود ہو کر یہ سُن رہے تھے کہ ابو عبیدؓ نرسی کی طرح جالینوس کو بھی شکست دے چکا ہے اور وہ اپنے بقیۃ السیف لشکر کے ساتھ واپس مدائن کا رُخ کر رہا ہے۔

پھر ایک ہفتہ بعد پوران دخت کے دربار میں رستم کی آواز گونج رہی تھی "ہم شکست کھا چکے ہیں۔ دشمن کی طاقت کے متعلق ہمارے اندازے غلط تھے۔ وہ حیرہ پر دوبارہ قابض ہو چکے ہیں اُنہوں نے دریائے فرات سے آگے ہمارے زرخیز میدانوں کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہے۔ وہ قبائل جو چند ہفتے قبل عربوں کی پسپائی سے بددل ہو کر ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ تھے اب ہم سے مایوس ہو کر ان

کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ آج سے دو برس قبل کوئی ایرانی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بحرین سے ایک گمنام آدمی ہم پر حملہ کر دے گا۔ لیکن اب یہ جنگ جسے ابتدا میں تم ایک مذاق سمجھتے تھے ہمارے لئے اس دَور کا عظیم ترین مسئلہ بن چکی ہے۔ ہمیں اس دشمن کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے جس نے شام میں رومیوں کے پرچم سرنگوں کر دئے ہیں۔ میں اس قلیل فوج کو جس کے ہاتھوں ہمارے بہترین آزمودہ کار سالار شکست کھا چکے ہیں اس عظیم لشکر کا ہراول دستہ سمجھتا ہوں جس نے بیک وقت روم اور ایران کی سلطنتوں کے ساتھ اُلجھنے کی جرأت کی ہے۔ تم شام میں اُن کی فتوحات کے متعلق حیرت انگیز خبریں سُن چکے ہو۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ رومی کون سے میدان میں مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کُن جنگ لڑنے کا فیصلہ کریں گے۔ لیکن میں تم کو یہ بتا سکتا ہوں کہ میں اس وقت کا انتظار نہیں کروں گا کہ عرب شام کے محاذ سے فارغ ہو کر اپنی ساری قوت عراق کے محاذ پر لے آئیں۔ ہماری طرف سے جوابی کارروائی کا بہترین وقت یہی ہے۔ تمہارے سپہ سالاروں کی سب سے بڑی غلطی یہی تھی کہ اُنہوں نے صرف مدافعانہ جنگیں لڑنے پر اکتفا کی ہے اور وہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہے ہیں کہ چند معمولی معرکوں کے بعد ایران کے جنگی وسائل کی برتری کا احساس اُنہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دے گا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ عربوں کے دلوں سے تمہارا رعب اُٹھ گیا ہے۔ تم نے اُنہیں عرب کے ریگزاروں کی طرف ہانکنے کی بجائے اپنے زرخیز میدانوں اور پُر رونق شہروں کا راستہ دکھا دیا ہے۔ تمہاری خود غرضیوں، تمہاری سازشوں اور تمہاری بُزدلی کے باعث ایران کی ہزار سالہ سطوت خاک میں مل چکی ہے۔ ہمارا اوّلین فرض یہ ہے کہ عربوں کو ایران کی حدود سے باہر ہانک دیا جائے اور میں یہ فرض پُورا کروں گا۔ میں تمام صوبوں کے مرزبانوں، قبائل کے سرداروں اور زمینداروں کو یہ پیغام بھیج چکا ہوں کہ وہ اپنی افواج کو بلا تاخیر روانہ کر دیں اور میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ اس حکم کی تعمیل میں ذرّہ بھر غفلت یا کوتاہی برداشت نہیں کی جائے گی۔ مجھے اُمید ہے کہ چند دن تک مدائن میں ایک عظیم لشکر جمع ہو جائے گا اور اُس کی کمان کسی ایسے آدمی کے ہاتھ میں ہو گی جس کی فوجی قابلیت، جرأت اور شجاعت پر فرزندانِ وطن اعتماد کر سکیں۔ یہاں فوج

کے آزمودہ کار سالار موجود ہیں اور میں اس بات کا فیصلہ اُن پر چھوڑتا ہوں کہ اس عظیم ذمہ داری کا اہل کون ہے۔"

فوج کے سردار ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر ان کی نگاہیں ایک قوی ہیکل انسان پر مرکوز ہونے لگیں جس کے چہرے پر بڑھاپے کی سنجیدگی اور جوانی کی توانائی مترشح تھی۔

ایک سردار نے کہا: "اس ذمہ داری کا اہل بہمن کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔" اور پھر وسیع ہال کے ہر گوشے سے بہمن کی حمایت میں آوازیں اُٹھنے لگیں۔

رستم نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور ہال کے اندر خاموشی چھا گئی۔ پھر اُس نے بہمن سے مخاطب ہو کر کہا: "بہمن! تمہاری قابلیت اور تمہارا شاندار ماضی میری نگاہوں سے پوشیدہ نہ تھا۔ اگر میں تمہارے ساتھیوں سے مشورہ نہ لیتا تو بھی میری نگاہیں تمہارے سوا کسی اور کو تلاش نہ کرتیں۔ میں یہ مہم تمہیں سونپتا ہوں۔"

ایک دوپہر قید خانے کا داروغہ زرنجت کی کوٹھری میں داخل ہوا اور اُس نے کہا: "میں ہرمز سے مل چکا ہوں۔ تمہارا حال سُننے کے بعد وہ کافی فکرمند دکھائی دیتے تھے لیکن انہوں نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ تمہاری رہائی کے متعلق اُنہوں نے کیا سوچا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کسی مناسب وقت پر یہ مسئلہ ضرور اُٹھائیں گے۔ لیکن سردست وہ رستم کو یہ تاثر دینا پسند نہیں کرتے کہ اُنہیں کسی ایسے آدمی کے ساتھ ہمدردی ہے جس کی غفلت کے باعث فرخ زاد قتل ہو چکا ہے تمہاری بہن کے متعلق اُنہوں نے یہ کہا تھا کہ وہ بخیریت ہے اور میں اُسے اپنی بیٹی سمجھتا ہوں۔ مجھے اُن کے ساتھ زیادہ دیر باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا۔ وہاں چند آدمی آ گئے تھے اور وہ دیر تک فریبرز کی موت کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ جب وہ اُٹھے تو اُنہیں فوج کے پڑاؤ میں جانے کی جلدی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ مجھے کوئی جاسوس سمجھتے ہیں اور مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔ لیکن تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ہماری آخری مُلاقات نہیں ہوگی۔ مجھے اُن کی

باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ مدائن آتے رہیں گے۔ حکومت نے فریبرز کا محل اُن کے سپرد کر دیا ہے
زرنجت نے سوال کیا" وہ وہاں ٹھہرے ہوئے ہیں ؟"
" ہاں وہ اپنے سپاہیوں کو پڑاؤ میں چھوڑ کر وہاں آگئے تھے۔ پرسوں ہمارا لشکر عراق کی طرف روانہ ہو جائے گا اور وہ اپنے دستوں کو رخصت کرنے کے بعد اصفہان روانہ ہو جائیں گے رستم نے انہیں یہ حکم دیا ہے کہ تمہیں اس عمر میں محاذ پر جانے کی بجائے اصفہان سے نیا لشکر بھرتی کرنا چاہیئے۔"
زرنجت نے سوال کیا" تم نے وہاں کوئی عرب لڑکا دیکھا تھا ؟"
جب ہم باتیں کر رہے تھے تو پندرہ سولہ برس کا ایک چاق و چوبند لڑکا وہاں آیا تھا۔ لیکن مجھے وہ ایک عرب کی بجائے ایک ایرانی امیرزادہ معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اُس کی گفتگو سے بھی یہ محسوس کیا تھا وہ سرورش کا کوئی رشتہ دار ہے۔ ہاں ایک بات میں نے اُس کے متعلق خاص طور پر محسوس کی تھی۔ وہ چہرے سے ایک نوعمر لڑکا اور قد و قامت کے اعتبار سے اچھا خاصا جوان معلوم ہوتا تھا۔"
" اُس کی پیشانی پر زخم کا نشان بھی تھا ؟"
" ہاں، لیکن وہ کون ہے ؟"
" وہ ۔۔۔۔ وہ میرا ایک چھوٹا سا دوست ہے۔"
" تم کوئی پیغام دینا چاہتے ہو تو میں اُسے تلاش کر سکتا ہوں۔"
" نہیں" زرنجت نے کرب انگیز لہجے میں کہا" اُسے میری مظلومیت اور بے بسی کا علم نہیں ہونا چاہیئے۔"

باب ۲۳

بہمن تیس ہزار سوار اور تین سو ہاتھیوں کے ساتھ مدائن سے نکلا۔ اس عظیم لشکر کے آگے درفشِ کاویانی لہرا رہا تھا جسے اہلِ فارس اپنی فتح کی ضمانت خیال کرتے تھے۔

چند دن بعد عرب و عجم کے لشکر بابل کے قریب دریائے فرات کے کناروں پر ایک دوسرے کے سامنے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ بہمن نے ابو عبید کو پیغام بھیجا کہ تم ہمیں دریا عبور کرنے کا موقع دو گے یا خود ہماری طرف آؤ گے۔ لشکرِ اسلام کے آزمودہ کار سالاروں نے ابو عبید کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ ہمیں بذاتِ خود دریا عبور کرنے کی بجائے دشمن کو اس طرف آنے کا موقع دینا چاہیئے۔ فوج کی قلت کے پیشِ نظر وہ اپنا عقب محفوظ رکھنا چاہتے تھے لیکن ابو عبیدؓ کی غیرت نے انہیں دشمن کے سامنے کمزوری کا مظاہرہ کرنے کی اجازت نہ دی۔ اُنہوں نے اپنے مشیروں کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا" کیا تمہیں ان کی نسبت موت کا زیادہ خوف ہے ؟"

پھر جب کشتیوں کا پُل تیار ہو گیا تو وہ آزمودہ کار جنہیں امیرِ لشکر کی رائے سے اختلاف تھا دریا عبور کرنے میں سب سے آگے تھے لیکن ابھی اُنہوں نے دریا کے پار قدم نہیں جمائے تھے کہ ایرانیوں نے پیشقدمی شروع کر دی اور وہ میدان جو پہلے ہی ناکافی تھا آن کی آن میں اس قدر تنگ ہو گیا کہ مسلمانوں کی اگلی صفیں دشمن کے تیروں کی زد میں تھیں اور ان کے بازوؤں پر بھی دشمن کے دباؤ کی یہ حالت تھی کہ سواروں کے لئے اِدھر اُدھر ہٹنے کی کوئی گنجائش نہ تھی اور پھر ابھی اُن کے آخری دستے نے پُل عبور نہیں کیا تھا کہ ایرانیوں نے پوری شدت کے ساتھ حملہ کر دیا۔

تین سو ہاتھی جن کی بھاری گھنٹیوں سے ایک مہیب شور پیدا ہو رہا تھا، چنگھاڑتے ہوئے آگے بڑھے اور اس کے ساتھ ہی اَن گنت نقاروں، نرسنگوں اور باجوں کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ مسلمانوں نے ابھی تک ہاتھیوں کی اتنی بڑی تعداد کا سامنا نہیں کیا تھا۔ ہودوں پر بیٹھے ہوئے تیرانداز اُن پر تیروں کی بارش کر رہے تھے۔ مُسلمانوں کے گھوڑے بدک رہے تھے۔ قلب میں اُن کی صفیں ٹوٹ رہی تھیں اور اس کے ساتھ ہی میمنہ اور میسرہ پر ایرانی سواروں کے حملوں کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ اس قدر سمٹ چکے تھے کہ اُن کے لئے صرف کھڑا ہونے کی جگہ باقی رہ گئی تھی۔ ابوعبیدؓ نے بلند آواز میں کہا: "مُسلمانو! میرا ساتھ دو۔" اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے گھوڑے سے کود کر ایک ہاتھی پر حملہ کیا اور ہودے کی رسیاں کاٹ کر ایک طرف لڑھکا دیا۔ مُسلمانوں نے اپنے جری رہنما کی تقلید کی اور کئی ہاتھیوں کو زخمی کرنے اور ان کے ہودے گرانے کے بعد اُن کا رُخ دشمن کی طرف پھیر دیا۔ پھر وہ دشمن کے میمنہ اور میسرہ پر ٹوٹ پڑے اور اگلی صفیں توڑ کر رکھ دیں لیکن اُن کی یہ کامیابی جنگ کا پانسہ نہ پلٹ سکی۔ ایرانیوں کو اگر کسی جگہ اُن کے حملے کی شدت کے باعث پیچھے ہٹنا پڑتا تھا تو اُن کے عقب میں کشادہ میدان تھا اور اپنی تعداد کی برتری کے باعث انہیں صفیں درست کرنے اور جوابی حملہ کرنے میں دیر نہیں لگتی تھی لیکن مُسلمان ایک تنگ گھیرے میں آ چکے تھے اور ایرانیوں کے ہاتھی جس طرف رُخ کرتے تھے وہاں تباہی مچ جاتی تھی۔

سفید رنگ کا ایک کوہ پیکر ہاتھی چنگھاڑتا اور سونڈ گھماتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور اُس کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ دوسرا ہاتھی بھی اُس کے قریب نہیں آتا تھا۔ ابوعبیدؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور آگے بڑھ کر اس پر حملہ کر دیا۔ اُن کی تلوار کی ایک ہی ضرب سے ہاتھی کی سُونڈ مستک سے الگ ہو گئی۔ پھر آنکھ جھپکنے کی دیر میں مہیب جانور اُنہیں پاؤں تلے کُچل رہا تھا۔

ابوعبیدؓ آغازِ جنگ سے قبل ہی یہ وصیت کر چکے تھے کہ میری شہادت کے بعد میرے قبیلے کے فلاں فلاں آدمی کو بالترتیب لشکر کی امارت سپرد کی جائے۔ چنانچہ اُن کے گرتے ہی

اُن کے قبیلے کے ایک نوجوان نے پرچم اُٹھالیالیکن وہ بھی جلد ہی زخموں سے نڈھال ہوکر گر پڑا اور پرچم دوسرے مجاہد نے اُٹھالیا۔ اسی طرح بنی ثقیف کے وہ ساتوں جانباز جنہیں ابوعبیدؓ نے اپنے بعد لشکر کے امیر نامزد کیا تھا باری باری شہید ہوگئے۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کا لشکر ایک قیامت کا سامنا کر رہا تھا جب ابوعبیدؓ کا ساتواں جانشین گر پڑا تو وہ مایوسی کی حالت میں پُل کی طرف ہٹنے لگے۔ اب اُن کی اگلی صفیں پچھلی صفوں کو پُل عبور کرنے کا موقع دینے کے لئے دشمن کا سیلاب رد کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ پھر کسی نے نعرہ بلند کیا "مجاہدو! اپنے رہنماؤں کی طرح جان دے دو یا فتح حاصل کرو۔ تمہارے لئے فتح یا شہادت کے سوا اور کوئی راستہ نہیں"۔ اور اس کے ساتھ ہی اُس نے بھاگ کر پُل کی پہلی کشتی کے رسّے کاٹ دیئے۔ آن کی آن میں پُل کے ٹوٹ جانے کی خبر لشکر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئی اور وہ دستے جو پُل کے قریب پہنچ چکے تھے سراسیمگی کی حالت میں دریا میں کودنے لگے۔ پھر جب زندگی کے ہر اُفق پر موت کے سائے نمودار ہو رہے تھے، مثنیٰ بن حارثہ جو دشمن کے میمنہ و میسرہ سے برسرِپیکار تھے اچانک قلب لشکر میں پہنچ گئے اور اُنہوں نے پرچم اُٹھا کر بلند آواز میں کہا "مسلمانو! اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، پُل کی مرمّت کرو اور منظّم طریقے سے دریا عبور کر لو۔ میں اُس وقت تک تمہاری حفاظت کروں گا جب تک کہ لشکر کا آخری سپاہی دریا کے پار نہیں پہنچ جاتا۔" اس کے بعد بحرین کا شیر مٹھی بھر جانبازوں کے درمیان جن میں بنوطے کے عیسائی نوجوان بھی شامل تھے، ایک پہاڑ کی طرح کھڑا تھا اور اُس کے حوصلے اس وقت بھی قائم تھے جبکہ سینکڑوں مسلمان افراتفری کی حالت میں دریا کی تند و تیز لہروں کی نذر ہو رہے تھے۔ وہ اس وقت بھی اسلام کا پرچم تھامے ہوئے تھا جبکہ اُس کے گرد ہاتھی چنگھاڑ رہے تھے اور دشمن کے نیزے کی ضرب سے زرہ کی کڑی اُس کے سینے میں دھنس گئی تھی اور اُس کا لباس خون سے تر ہو رہا تھا۔ پھر وہ لوگ جو کچھ دیر قبل چاروں طرف سے مایوس ہوکر دریا کی طرف بھاگ رہے تھے اُس کے دائیں بائیں صفیں باندھ کر دشمن پر حملے کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد پُل مرمّت ہوگیا اور مجاہدین ایک منظّم طریقے سے دریا عبور کرنے لگے۔

حسان ان گیارہ جانبازوں میں سے ایک تھا جو امیر لشکر کے ساتھ سب سے آخر میں پُل عبور کر رہے تھے۔ اس کے بعد پُل کے رسّے کاٹ دیئے گئے اور شکست خوردہ لشکر کے سپاہی دریا کے دوسرے کنارے اپنے راہنما کے گرد جمع ہونے لگے۔ اُن کی زبانوں پر ان شہیدوں کے تذکرے تھے جن کی لاشیں جسر کے میدان میں بکھری ہوئی تھیں اور اُن کی آنکھیں ان ساتھیوں کے لئے پُرنم تھیں جنہیں فرات کی تند لہریں اپنی آغوش میں لے چکی تھیں۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا نقصان عراق کی تمام گذشتہ جنگوں سے زیادہ تھا۔ شہدا کی مجموعی تعداد چار ہزار سے زیادہ تھی جو مجاہد ابو عبیدؓ کے ساتھ آئے تھے ان میں سے[1] تقریباً دو ہزار لڑائی کے نقصان سے بددل ہو کر واپس جا رہے تھے۔

غروبِ آفتاب سے قبل ایک قاصد امیر المومنین کے نام مثنیٰ کا خط لے کر مدینہ کی سمت روانہ ہو چکا تھا اور چند ایلچی عراق کی سرحد کے ساتھ ان قبائل کے شیوخ کی طرف جا رہے تھے جن سے فوری

---

[1] معرکہ جسر کے بعد بھاگنے والوں میں سے جو لوگ مدینہ پہنچے تو اُن کی یہ حالت تھی کہ وہ شرم و ندامت کے باعث لوگوں کی نگاہوں سے چھپتے پھرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو اُن کی حالت پر رحم آیا۔ آپ نے اہلِ مدینہ کو اُن کی ملامت کرنے سے منع کیا اور اُنہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

"مسلمانو! میں تمہارا ذمہ دار ہوں۔ تم میں سے جس کسی نے دشمن کا مقابلہ کیا اور تکلیف اُٹھائی اُس کی تلافی میرا ذمہ ہے۔ اللہ ابو عبیدؓ پر رحم فرمائے۔ اگر وہ زندہ ہوتے اور اُنہوں نے ریت کے کسی ٹیلے پر پناہ لی ہوتی تو میں اُنہیں بھی اپنی حفاظت میں لے لیتا۔ بنو نجار کے مشہور قاری معاذ بھی اُن لوگوں کے ساتھ تھے۔ ایک دن لوگوں کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے جب وہ اس آیت پر پہنچے "جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری اِلّا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جا ملنے کے لئے۔ تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا۔ اُس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ بہت بری جائے بازگشت ہے۔" تو اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب پھوٹ نکلا۔ امیر المومنین نے اُنہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

"معاذ روؤ نہیں، تم بھاگ کر دوسروں کے پاس نہیں گئے بلکہ میرے پاس آئے ہو اور میں تمہارا ذمہ دار ہوں۔"

اعانت کی اُمید ہو سکتی تھی اور غروب آفتاب سے ایک ساعت بعد وہ اپنی رہی سہی فوج کے ساتھ مردمہ کے سرحدی مستقر کا رُخ کر رہے تھے۔ اپنے پیچھے دشمن کے لشکر کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے اُنہوں نے جو جاسوس مقرر کئے تھے وہ اُنہیں یہ اطلاع دے چکے تھے کہ بہمن آگے بڑھنے کی بجائے واپس جا رہا ہے اور اُس کے لشکر کا ایک حصہ جابان اور مردان شاہ کی راہنمائی میں ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مثنیٰ کو الیس کے قبائل کی طرف سے اپنے پیغامات کے حوصلہ افزا جواب موصول ہوئے اور وہ مردمہ سے کوچ کر کے الیس پہنچ گئے وہاں پہلی بار انہیں بہمن کے اچانک مدائن پہنچ جانے کی وجہ معلوم ہوئی۔ اور وہ یہ تھی کہ مدائن کے امراء کے ایک بااثر گروہ نے فیروزان کی قیادت میں رستم کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا تھا اور رستم کا ایلچی عین اس وقت بہمن کے پاس پہنچا تھا جبکہ جسر کی جنگ ایک فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی۔

مدائن کے ایک نئے انقلاب کے آثار دیکھ کر وہ مذبذب قبائل بھی مسلمانوں کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے جو اس سے قبل ایرانیوں کا پلّہ بھاری دیکھ کر مُسلمانوں سے منہ پھیر چکے تھے۔ چند دن بعد مثنیٰ بن حارثہ جابان اور مردان شاہ کے مقابلے کے لئے نکلے تو الیس والوں کی ایک خاصی جمعیت اِس کے ساتھ تھی۔ چنانچہ انہوں نے جابان اور مردان شاہ کی افواج کو ایک عبرتناک شکست دی۔

مثنیٰ نے اس جنگ سے فارغ ہوتے ہی حسان کو بُلایا اور کہا کہ حسان میں تمہیں ایک اہم مہم پر بھیج رہا ہوں۔ ہمارے لئے ایران کے اندرُونی حالات سے باخبر رہنا ضروری ہے۔ اس لئے تم آج رات یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور بلاتاخیر حیرہ پہنچنے کی کوشش کرو۔ وہاں ایسے لوگ موجود ہیں جن کی وفاداری پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ تعاون کریں گے اور اُن کی بدولت تم مدائن کے حالات کے متعلق تازہ ترین اطلاعات حاصل کر سکو گے۔ اگر تمہیں کسی بڑے پیمانے پر دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاع ملے تو فوراً واپس آجاؤ۔ تمہارے لئے ایک ایرانی افسر کے بھیس میں سفر کرنا زیادہ مناسب ہوگا جس دن تم حیرہ تک یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور میرا اگلا مستقر خفان کی سمت کسی ایسی

جگہ ہوگا جو الیس کی نسبت صحرا سے زیادہ قریب ہو۔"

غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل کاؤس حسان کے خیمے میں داخل ہوا اور حیرت زدہ ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگا پھر اُس نے شکایت کے لہجے میں کہا "آپ نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا کہ آپ مدائن جا رہے ہیں اور آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ وہاں پہنچ کر آپ میری مدد کے بغیر اُنہیں تلاش کر سکیں گے۔"

حسان مسکرایا "اگر میں مدائن جاتا تو تم یقیناً میرے ساتھ ہوتے۔ لیکن ابھی وہاں جانے کا وقت نہیں آیا۔"

"لیکن یہ لباس؟"

"ایرانی صرف مدائن ہی میں نہیں بستے، اُن کا ملک بہت وسیع ہے۔"

"لیکن آپ کو اس وسیع ملک کے ہر شہر میں میری ضرورت پڑے گی۔ وہ آپ کو اس لباس میں دیکھ کر بھی شک کر سکتے ہیں۔ لیکن مجھ پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔"

حسان نے جواب دیا "اگر تمہاری ضرورت ہوتی تو میں یقیناً تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا۔"

"آپ کس خطرناک مہم پر جا رہے ہیں؟"

"نہیں یہ مہم خطرناک نہیں، میں بہت جلد واپس آجاؤں گا اور اگر مجھے کسی وجہ سے دیر ہوگئی تو ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں اپنے پاس بُلا لوں۔"

حسان خیمے سے باہر نکلا۔ دروازے پر ایک سپاہی اُس کے گھوڑے کی باگ تھامے کھڑا تھا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہوگیا۔

○

مثنیٰ بن حارثہ کا لشکر قادسیہ اور خفان کے درمیان سارخ کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا صحرائی قبائل جوق در جوق اُس کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے تھے اور بنو نمر اور بنو تغلب کے عیسائی سردار بھی اپنے اپنے قبیلے کے رضاکاروں کے ساتھ وہاں پہنچ رہے تھے۔ پھر انہیں امیر المومنین کی طرف سے بھی

یہ حوصلہ افزا پیغام وصول ہو چکا تھا کہ جریر بن عبداللہ کی قیادت میں بنو بجیلہ کا لشکر ان کی اعانت کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ وہ رضاکار بھی اس لشکر کے ساتھ آرہے ہیں جو جسر کی جنگ کے بعد واپس جا چکے تھے۔ مثنیٰ بن حارثہ نے جسر کے میدان میں جو زخم کھایا تھا وہ ابھی مندمل نہیں ہوا تھا لیکن اُن کا عزم اور حوصلہ جسمانی تکلیف کے احساس پر غالب آچکا تھا۔

ایک دن طبیب اُن کے زخم کی مرہم پٹی کر رہا تھا اور وہ اطمینان سے اپنے گرد جمع ہونے والے سالاروں کو ہدایات دے رہے تھے۔ اچانک باہر گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور پھر تھوڑی دیر بعد حسان خیمے میں داخل ہوا اور پریشانی کی حالت میں ان کی طرف دیکھنے لگا۔

مثنیٰ نے کہا: "میں بالکل ٹھیک ہوں۔ حسان! کہو کیا خبر لائے ہو؟"

حسان نے جواب دیا: "رستم اور فیروزان کے درمیان مصالحت ہو چکی ہے اور انہوں نے حکومت کے اختیارات آپس میں تقسیم کر لئے ہیں۔ حیرہ میں یہ خبر مشہور ہے کہ ایران کا لشکر بہمن کی بجائے مہران کی قیادت میں مدائن سے پیشقدمی کے لئے تیار ہو رہا ہے۔"

مثنیٰ بن حارثہ نے ایک نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا: "تم ابھی روانہ ہو جاؤ۔ جریر کا لشکر تمہیں مدینے کے راستے میں ملے گا۔ اُسے میرا پیغام دو کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر پہنچ جائیں ہم بویب میں اُن کا انتظار کریں گے۔" پھر وہ دوسرے سالار سے متوجہ ہوئے۔ "تم مردجہ کا رُخ کرو اور وہاں سے تمام عورتوں اور بچوں کو نکال کر تین منازل دُور لے جاؤ۔ وہ جس قدر عراق کی سرحد سے دُور ہوں گے اسی قدر محفوظ ہوں گے۔"

طبیب نے پٹی کو آخری گرہ دیتے ہوئے کہا: "آپ کا زخم بگڑ رہا ہے۔ میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ کم از کم دو ہفتے گھوڑے پر سواری نہ کریں۔"

"اگر تم دشمن کی پیشقدمی روکنے کا ذمہ لے سکو تو میں تمہارے مشورہ پر عمل کر سکوں گا۔" مثنیٰ بن حارثہ یہ کہہ کر اپنے سالاروں کی طرف متوجہ ہوئے۔ "ہماری منزل بویب ہے اور میں ایک ساعت کے اندر پورے لشکر کو کوچ کے لئے تیار دیکھنا چاہتا ہوں۔"

چند دن بعد مثنیٰ ابن حارثہ بویب کے میدان میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ جریر بن عبداللہ کے لشکر سمیت اس کے سپاہیوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ چکی تھی اور فرات کے دوسرے کنارے ایران کی افواج جمع ہو رہی تھیں۔

ایک دن مہران کا ایلچی مثنیٰ ابن حارثہ کے پاس یہ پیغام لے کر پہنچا کہ تم ہمیں دریا عبور کرنے کا موقع دو گے یا خود ہماری طرف آنا پسند کرو گے؟

حضرت مثنیٰ نے جواب دیا "تم اپنے سپہ سالار کو میری طرف سے یہ پیغام دو کہ میں دریا کے اس پار تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

جب ایلچی واپس جانے لگا تو مثنیٰ ابن حارثہ نے کہا "ٹھہرو! تم مہران کو میری طرف سے یہ تسلی بھی دو کہ ہم اپنے دشمنوں کو نیکی کا راستہ دکھاتے ہیں۔ برائی میں اُن کی تقلید نہیں کرتے۔ جب وہ دریا عبور کرے گا تو ہماری فوج پُل سے ایک میل دُور رہے گی اور اس وقت تک حرکت نہیں کرے گی جب تک کہ ایران کا آخری سپاہی دریا کے پار نہیں پہنچ جاتا اور وہ صفیں باندھ کر جنگ کے لئے تیار نہیں ہو جاتے۔"

مہران کے لشکر نے دریا عبور کرنے کے بعد تین حصوں میں تقسیم ہو کر پیشقدمی شروع کی اور فریقین کے درمیان ایک میل کا فاصلہ بتدریج کم ہونے لگا۔ ایرانیوں کی صفیں حدِ نگاہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کے نقاروں، باجوں اور چنگھاڑتے ہوئے ہاتھیوں کی گھنٹیوں کے شور سے زمین دہل رہی تھی۔ یہ ایک اور دس کا مقابلہ تھا۔ اپنے ظاہری اسباب کے پیشِ نظر کوئی سپہ سالار اپنی فتح کے متعلق مہران سے زیادہ پُرامید نہیں ہو سکتا تھا۔ ایران کے لاتعداد سپاہی اس بات پر حیران تھے کہ مسلمانوں نے انہیں کسی مزاحمت کے بغیر دریا کے پار اپنی صفیں دُرست کرنے کا موقع کیوں دیا ہے۔ پھر جب مسلمان اُن کے سامنے ایک ناقابلِ یقین سکون اور اطمینان کا مظاہرہ کر رہے تھے تو اُن کی حیرت، پریشانی اور اضطراب میں تبدیل ہو رہی تھی

مثنیٰ ابن حارثہ اپنے برق رفتار گھوڑے پر لشکر کی صفوں کا معائنہ کر رہے تھے۔ وہ اُنہیں یہ حکم دے چکے تھے کہ جب میں تین مرتبہ تکبیر کہوں تو تم لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ اور چوتھی تکبیر پر حملہ کر دو۔ اور وہ سیسہ پلائی ہوئی دیواروں کی طرح کھڑے تھے۔ اُن کا سکون اور اطمینان اس وقت بھی قابل دید تھا جب کہ دشمن کا سیلاب اُن کے سر پر پہنچ چکا تھا۔

مثنیٰ ابن حارثہ نے ابھی پہلی تکبیر کہی تھی کہ ایرانی فوج کا ایک حصہ حیرہ میں بنو عجل کی صفوں پر ٹوٹ پڑا اور وہاں کھلبلی مچ گئی۔ پھر ایک سوار مثنیٰ کا حکم لے کر وہاں پہنچا اور اس نے بلند آواز میں بنو عجل کے سرداروں سے کہا۔" امیر لشکر تمہیں سلام کہتے ہیں اور یہ درخواست کرتے ہیں کہ آج کے دن مسلمانوں کو رُسوا نہ کرو۔"

جواب میں ایک ساتھ کئی آوازیں بلند ہوئیں۔" نہیں ہم ایسا نہیں کریں گے!" اور پھر وہ حملہ آوروں کے سامنے ایک چٹان کی طرح کھڑے ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد عام لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ ایرانی بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ مسلمان ایک محاذ پر دشمن کو پیچھے دھکیلتے لیکن دُوسرے محاذ پر اُن کے شدید دباؤ کے باعث اُنہیں پیچھے ہٹنا پڑتا۔ وہ ایک دستے کو پسپا کرتے لیکن دوسرا آگے بڑھ کر اُس کی جگہ لے لیتا۔ تاہم بویب کا میدان جسر کے میدان سے مختلف تھا۔ یہاں عرب سوار دشمن کے ہاتھیوں کی زد سے بچنے کے لئے بآسانی نقل و حرکت کر سکتے تھے۔ جب ہاتھیوں کے دستے آگے بڑھتے تو وہ ان کے راستے سے کترا کر ادھر اُدھر پھیل جاتے اور اچانک دائیں یا بائیں جانب سے ہاتھیوں کی قطار کے پیچھے دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑتے۔ پھر جو ہاتھی ایرانی لشکر سے کٹ کر آگے نکلتے تو اُنہیں عرب سواروں کے نیزے کھلے میدان کی طرف ہانک دیتے جو زخمی ہونے کے بعد واپس مُڑتے۔ اُن کے فیلبانوں کے لئے گرد و غبار کے تاریک بادلوں میں دوست دشمن کا امتیاز مشکل ہو جاتا۔ کئی ہاتھی جن کے ہودے گرائے جا چکے تھے اور جن کی پچھلی ٹانگوں میں تیر اور نیزے پیوست تھے کھلے میدان میں بھاگ رہے تھے اور کئی ایرانیوں کی اپنی صفوں میں تباہی مچا رہے تھے۔

جب نصف النہار کا سورج گرد کے بادلوں میں چھپ چکا تھا اور فریقین یکساں اضطراب کی حالت میں ایک غیر یقینی صورتِ حال کا سامنا کر رہے تھے تو مسلمانوں کے مقدمۃ الجیش میں مثنیٰ بن حارثہ کی آواز سنائی دی "مجاہدو میرے پیچھے آؤ!" اور جن جانثاروں نے امیر لشکر کی دعوت پر لبیک کہنے میں سبقت کی اُن میں نمر اور تغلب کے عیسائی سردار بھی شامل تھے۔ وہ اپنے اولوالعزم راہنما کی قیادت میں دشمن کی صفیں توڑتے، روندتے اور منتشر کرتے ہوئے آگے بڑھے اور اس کے قلب میں جا گھسے۔ مثنیٰ کا چھوٹا بھائی مسعود، بکر بن وائل کے جانبازوں کی راہنمائی کر رہا تھا۔ وہ دشمن کی صفیں چیرتا ہوا باقی لشکر سے آگے نکل گیا اور جب زخموں سے چُور ہونے کے بعد اُس کی طاقت جواب دے چکی تھی تو ایک مجاہد نے اُسے اپنے گھوڑے کی زین پر ڈال لیا اور اُس کے ساتھی اُس کے گرد حصار بن کر کھڑے ہو گئے۔ وہ جاں کنی کی حالت میں چلایا:

"فرزندانِ بکر! اپنا پرچم بلند کرو، اللہ تمہیں بلند کرے گا۔"

امیر لشکر نے اپنے جانثار بھائی کو موت سے بغلگیر ہوتے دیکھا اور اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون کہہ کر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا: "مجاہدو! آگے بڑھو، اللہ کی نصرت تمہاری راہ دیکھ رہی ہے۔" وہ نئے حوصلے کے ساتھ دشمن کے قلب کو چیرتے ہوئے عقب میں جا نکلے۔ پھر ایک سوار مثنیٰ کے قریب آ کر چلایا "ہم بہت دُور آ چکے ہیں۔ دشمن کے میمنہ اور میسرہ کے دستے ہمیں باقی لشکر سے کاٹنے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹ کر اپنے پرچم کی حفاظت کرنی چاہیئے۔"

"نہیں" عزم و یقین کے اس پیکرِ مجسم نے جواب دیا "میرا کام پرچم کو آگے لے جانا ہے۔"

مسلمانوں نے پے در پے حملوں کے بعد دشمن کے عقب کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ مثنیٰ کے حکم سے ایک دستہ دریا کی طرف بڑھا اور اُس نے کشتیوں کا پُل توڑ دیا۔ اس عرصہ میں مہران کے محافظ دستے جو کچھ دیر قبل مسلمانوں کی یلغار کے سامنے دائیں طرف سمٹ گئے تھے۔ اپنے میمنہ اور میسرہ کی مدد سے قلب کے خلا کو پُر کر چکے تھے۔ تاہم پُل کٹ جانے کے باعث ان کی سراسیمگی کا یہ عالم تھا کہ جب

مثنیٰ کے دستوں نے پلٹ کر دوبارہ حملہ کیا تو ایک بار پھر اُن کی صفیں منتشر ہونے لگیں۔ پھر دوسری سمت سے مسلمانوں کے باقی لشکر نے ایک زوردار حملہ کیا اور لاشوں کے انبار لگاتا ہُوا مثنیٰ کے طوفانی دستوں سے آملا۔ اِس کے ساتھ ہی نمر اور تغلب قبائل کے رضا کاروں نے مہران کے محافظ دستوں پر حملہ کیا اور وہ دائیں جانب سمٹنے لگے۔

پھر جب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور گرد و غبار کی تاریکی میں فریقین کے لئے دوست اور دشمن کی تمیز مشکل تھی، ایک عیسائی نوجوان جس کی عقابی نگاہیں دیر سے مہران کی متلاشی تھیں، اپنے گھوڑے سے کُود کر آگے بڑھا اور آن کی آن میں ایرانی سپہ سالار کے سر پر پہنچ گیا۔ پھر آنکھ جھپکنے کی دیر میں اُس کے نیزے کی ضرب کے ساتھ مہران کی لاش خاک میں تڑپ رہی تھی۔ یہ نوجوان اس کے گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا۔

"میری طرف دیکھو" وہ اُچھل اُچھل کر کہہ رہا تھا۔ "میں بنو تغلب کا وہ نوجوان ہوں جس نے ایران کے سپہ سالار کو قتل کیا ہے۔"

اب بویب کی جنگ ایک نئے دَور میں داخل ہو چکی تھی۔ ایرانیوں کا سپہ سالار مارا جا چکا تھا۔ انہوں نے اس یقین کے ساتھ جنگ کا آغاز کیا تھا کہ وہ کسی قابلِ ذکر نقصان کے بغیر مُٹھی بھر مسلمانوں کو پیس کر رکھ دیں گے۔ لیکن اب اُنہیں فتح سے زیادہ اپنی جان بچانے کی فکر تھی۔ وہ سمٹ کر صفیں باندھنے کی کوشش کرتے لیکن مسلمانوں کے پے در پے حملوں کی تاب نہ لا کر پھر منتشر ہو جاتے۔ وہ پھیل کر مسلمانوں کے گرد گھیرا ڈالنے کی کوشش کرتے لیکن مایوسی اور بددلی کی حالت میں اپنے مرکز سے کٹ جانے کا خوف اُنہیں دوبارہ پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتا۔

غروبِ آفتاب کے قریب بویب کا میدان ایرانیوں کی لاشوں سے پٹا پڑا تھا اور وہ ایک منظم فوج کی بجائے ایک ہجوم کی شکل اختیار کرنے کے بعد گروہوں اور ٹولیوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ اور ہر گروہ دوسرے گروہ کو ڈھال سمجھتا تھا۔ پھر جب ایک گروہ منتشر ہوتا تو اُس کی چیخ پکار سُن کر کئی ٹولیاں بھاگ نکلتیں۔ وہ انفرادی جنگ لڑ رہے تھے اور اُن کا ہر قدم اجتماعی ہلاکت کی طرف

اُٹھ رہا تھا۔

غروب آفتاب کے قریب وہ اس اُمید پر دریا کے کنارے پاؤں جمانے کی کوشش کر رہے تھے کہ اُنہیں رات کی تاریکی سے فائدہ اُٹھا کر میدان سے بھاگنے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن مثنیٰ نے آخری حملہ کیا اور اُن کی بے ترتیب صفوں میں کئی شگاف پیدا کر دئے۔ پھر وہ جنہیں دریا عبور کرنے کے سوا کوئی راستہ نظر نہ آیا پانی میں کودنے کے بعد مسلمانوں کے تیروں کی زد میں تھے اور وہ جنہیں اپنے سامنے تند و تیز لہروں اور پیچھے تیروں کی بارش کے خوف سے دریا میں کودنے کا حوصلہ نہ ہُوا کنارے کے ساتھ ساتھ دائیں اور بائیں جانب بھاگ نکلے لیکن عرب سواروں نے کئی میل تک اُن کا تعاقب جاری رکھا۔ جب رات کی تاریکی نے اپنا دامن پھیلا دیا تو وہ جنگی قیدیوں کے علاوہ دشمن کے آوارہ گھوڑوں اور ہاتھیوں کو ہانکتے ہوئے واپس آ رہے تھے۔

ایک سوار مثنیٰ کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے کود پڑا اور بولا "میں آپ کے لئے حسان کا پیغام لایا ہُوں"

"وہ کہاں ہے؟" مثنیٰ نے مضطرب ہو کر سوال کیا۔

"وہ دشمن کے پڑاؤ کا حال معلوم کرنے کے لئے دریا کے پار چلے گئے ہیں"

مثنیٰ نے قدرے مطمئن ہو کر کہا "اور ہم اُسے زخمیوں میں تلاش کر رہے تھے۔ اس نے کب دریا عبور کیا تھا؟"

سوار نے جواب دیا "غروب آفتاب سے ایک ساعت بعد ہم واپس آ رہے تھے اور پڑاؤ سے کوئی دو کوس دُور تھے کہ اُنہوں نے اچانک دریا کے پار جانے کا فیصلہ کیا۔ ہم اُن کے ساتھ جانا چاہتے تھے لیکن وہ یہ کہتے تھے کہ اس مہم کے لئے ایک اچھے تیراک کی ضرورت ہے۔ پھر وہ گھوڑے سے اُتر کر دریا میں کود پڑے"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ دریا کے پار پہنچ گیا ہو گا؟"

سوار نے جواب دیا "وہ بہترین تیراک مانے جاتے ہیں اور اگر دریا کے کنارے اُنہیں دشمن

کی طرف سے کسی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا تو ہمارے لئے اُن کے متعلق پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہم کئی کوس تک دشمن کا تعاقب کرنے کے بعد نڈھال ہو چکے تھے لیکن اُنہیں تھکاوٹ کا احساس تک نہیں تھا۔ ایک جگہ دشمن کے ایک دستے نے اچانک پلٹ کر ہم پر حملہ کیا اور آن کی آن میں ہمارے تین ساتھی شہید اور پانچ زخمی کر دئیے۔ جب ہم اُن پر قابو پا چکے تھے تو پاس ہی گھنی جھاڑیوں سے ایک ہاتھی جو غالباً زخمی تھا نمودار ہوا لیکن حسان نے اپنے نیزے کی پہلی ضرب کے ساتھ اس کا منہ پھیر دیا اور وہ چنگھاڑتا ہوا دریا میں کود پڑا۔"

"تمہیں اس وقت پوری داستان بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اُس کی ہمت اور شجاعت کے متعلق تم سے زیادہ جانتا ہوں۔" مثنیٰ بن حارثہ یہ کہہ کر دوسرے آدمیوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔

مجاہدین اسلام کو اس عظیم فتح کے بعد دن بھر کی تھکاوٹ کا کوئی احساس نہ تھا۔ وہ اپنے شہدا کی قبریں کھودنے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے میں مصروف تھے۔ مسلمانوں کی طرح ایرانی لشکر کے زخمیوں کو بھی مرہم پٹی کے لئے ایک جگہ جمع کیا جا رہا تھا۔ شہیدوں کی نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد مثنیٰ اور معنیٰ نے اپنے نوجوان بھائی مسعود بن حارثہ کو لحد میں اُتارا تو مجاہدین اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے اور جب قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی تو شیبانی قبیلہ کے ایک مجاہد نے مثنیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کا بھائی ایک بہادر انسان تھا۔ ہم سب آپ کے غم میں شریک ہیں۔"

مثنیٰ نے دوسرے مجاہدوں کی لاشوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ سب میرے بھائی تھے اور ان سب نے مسعود کی طرح بہادری سے جان دی ہے۔"

ایک نوجوان نے کہا۔ "جسر کے شہیدوں کا خون رائیگاں نہیں گیا۔ آج ہم ہر مسلمان کے بدلے میں کم از کم دس ایرانیوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکے ہیں۔"

دوسرے نوجوان نے جواب دیا۔ "میرا اندازہ اس سے زیادہ ہے اور اگر ہم ابتدا میں ہی پُل کاٹ دیتے تو یہ لڑائی دوپہر سے پہلے ختم ہو جاتی اور ہمیں دشمن کے قتل عام کے لئے چند ساعتیں اور مل جاتیں۔"

مثنیٰ نے جواب دیا: "پُل کاٹ دینا کوئی ایسا کارنامہ نہیں جس پر ہم فخر کر سکیں۔ ہمیں دشمن کو بھاگنے کا موقع دینا چاہیئے تھا اور پُل کٹ جانے کے باعث وہ میدان میں ٹھہرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ ہماری جنگ ایران کے عوام کے خلاف نہیں بلکہ اُن حکمرانوں کے خلاف ہے جنہوں نے اللہ کی زمین کو ظلم سے بھر دیا ہے۔ یاد رکھو! جب ایران میں کسریٰ کے اقتدار کے پرچم سرنگوں ہو جائیں گے تو یہی ایرانی اسلام کے لشکر کی اگلی صفوں میں دکھائی دیں گے اور تم ان پر فخر کر سکو گے۔ پھر ان کی آئندہ نسلیں بویب میں تمہاری عظیم فتح کو اپنی فتح خیال کریں گی۔"

مثنیٰ ابن حارثہ اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہے تھے کہ دریا کے کنارے گشت کرنے والے پہریداروں میں سے ایک سوار گھوڑا بھگاتا ہوا اُن کے قریب پہنچا اور اُس نے کہا: "جناب! حسان آ گیا ہے۔"

اور تھوڑی دیر بعد حسان امیرِ لشکر کے سامنے کھڑا یہ کہہ رہا تھا: "جناب دشمن کا پڑاؤ خالی ہے، معلوم ہوتا ہے میدان سے بھاگنے والے دستوں نے وہاں رُکنے کی کوشش نہیں کی اور پڑاؤ کے محافظ بھی ان کے پیچھے بھاگ گئے ہیں۔ ہم طلوعِ سحر سے قبل پُل مرمت کر کے دریا عبور کر سکتے ہیں۔"

مثنیٰ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اب سحری کا وقت قریب ہے۔ ہم انشاء اللہ روزہ رکھتے ہی دریا عبور کرنے کی کوشش کریں گے۔"

ایرانیوں نے بویب کی جنگ میں جس تباہی کا سامنا کیا تھا اُس کے پیشِ نظر مسلمانوں کو اُن کی طرف سے کسی فوری اقدام کا خدشہ نہ تھا۔ چنانچہ رمضان کے دنوں میں لشکرِ اسلام کی سرگرمیاں زیادہ تر دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقوں میں ایرانیوں کی چوکیوں پر حملے کرنے یا ان قبائل کا اعتماد بحال کرنے تک محدود رہیں، جنہیں جسر کی جنگ کے نتائج نے عراق میں اسلام کے مستقبل کے متعلق مایوس کر دیا تھا۔

ایک صبح مثنیٰ ابن حارثہ ایک کاتب کو خطوط اور احکام لکھوا رہے تھے اور اُن کے سامنے

چند نقشے پڑے ہوئے تھے۔

حسان خیمے کے اندر داخل ہُوا اور امیر لشکر کا اشارہ پا کر اُن کے قریب بیٹھ گیا۔ مثنیٰ نے جلدی جلدی خط لکھوانے کے بعد اپنے سامنے کھلا ہُوا نقشہ لپیٹ کر رکھ دیا اور حسان کی طرف متوجہ ہو کر کہا "حسان آج رمضان کا آخری دن ہے اور ہم پانچ دن کے اندر اندر یہاں سے کُوچ کر دیں گے۔ مجھے اہل جزیرہ کی طرف سے حوصلہ افزا پیغامات موصول ہوئے ہیں بعض قبائل نے اپنے علاقوں سے ایرانیوں کی بالادستی ختم کرنے کے لئے کُھلے بندوں ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ موجودہ حالات میں ایرانیوں کی طرف سے یہ خدشہ نہیں کہ وہ فی الفور کسی جوابی کارروائی کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ ایران کے شیر نے بویب کی جنگ میں جو زخم کھائے ہیں، انہیں مندمل ہونے میں کافی وقت لگے گا۔ تاہم میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ بویب کی جنگ ایران اور عرب کے درمیان ایک عظیم ترین معرکے کا پیش خیمہ ہے۔ اب ایرانی زیادہ تیاریوں کے ساتھ میدان میں آئیں گے۔ اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ تم مدائن پہنچ کر مجھے وہاں کے حالات سے باخبر کرو۔ میں امیرالمومنین کی خدمت میں یہ پیغام بھیج چکا ہُوں کہ مجھے ایران کے ساتھ فیصلہ کُن جنگ لڑنے کے لئے بھاری کمک کی ضرورت ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے مایوس نہیں کریں گے شام کی شاندار فتوحات کے بعد میں یہ توقع رکھ سکتا ہُوں کہ اگر ہمیں کسی فوری خطرے کا سامنا کرنا پڑا۔ تو امیرالمومنین شام کے فالتو لشکر کو اس محاذ پر منتقل کر دیں گے اور عراق کی سرحد کے آس پاس صحرا کے بدوی قبائل بھی اب زیادہ جوش و خروش کے ساتھ ہماری اعانت کریں گے۔ میں اب کسی میدان میں جسر کی جنگ کا اعادہ نہیں ہونے دُوں گا۔ تاہم میری پہلی ضرورت یہ ہے کہ جب دشمن مدائن سے پیشقدمی کرے تو مجھے اُس کی صحیح تعداد کا علم ہو۔ تاکہ میں ضرورت اور حالات کے مُطابق آئندہ جنگ کے نقشے تیار کر سکوں۔ اگر ایران میں بویب کی شکست کا ردِ عمل کسی نئے انتشار کی صورت میں ظاہر ہُوا تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہم عنقریب مدائن کے دروازوں پر دستک دے رہے ہوں۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ زیادہ متحد اور منظم ہو کر جوابی حملہ کریں اور ہمیں ایک بار پھر کسی

محفوظ مقام پر پڑاؤ ڈال کر کمک کا انتظار کرنا پڑے۔ اس لئے تم آج غروب آفتاب کے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں زادِ راہ کے لئے ایک معقول رقم مل جائے گی۔ تاہم تمہارے لئے ایک ایرانی افسر کی بجائے معمولی سپاہی کی حیثیت سے داخل ہونا زیادہ آسان ہو گا۔"

تھوڑی دیر بعد حسان اپنے خیمے میں کاؤس سے کہہ رہا تھا "کاؤس ہم مدائن جا رہے ہیں۔"

باب ۲۴

سردیوں کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ اُونچے پہاڑوں پر کہیں کہیں ہلکی ہلکی برف دکھائی دیتی تھی۔ اور شمال کی ہواؤں کے جھونکے وادیوں کے باغات میں انگور کی بیلوں اور سیب کے درختوں کے خشک پتے بکھیر رہے تھے۔

شام کے وقت ماہ بانو اور یاسمین اصفہان سے چند کوس دُور مرد وش کے قلعہ نما مکان کے ایک کمرے کے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں۔

ایک خادمہ نے دروازہ کھول کر اندر جھانکتے ہوئے کہا۔ "سہیل آگیا ہے"۔

یاسمین نے مضطرب ہو کر کرسی سے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "ابا جان نہیں آئے ؟"

"نہیں سہیل کہتا ہے کہ ابھی کچھ عرصہ وہ مدائن میں رہیں گے"۔

ماہ بانو نے کہا۔ "اُسے یہاں لے آؤ!"

خادمہ واپس چلی گئی اور یاسمین نے ماہ بانو کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "ابا جان وہاں کیوں رُک گئے ہیں ؟ اُنہوں نے پیغام بھیجا تھا کہ وہ بہت جلد آجائیں گے۔ میں اُن کی صحت کے متعلق پریشان ہوں"۔

ماہ بانو نے کہا۔ "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیوں نہیں آئے۔ بیٹھ جاؤ!"

یاسمین بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد سہیل کمرے میں داخل ہُوا، اور چند قدم دُور تذبذب کی حالت میں اُن کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بہت دُبلا ہو چکا تھا اور اُس کے چہرے کی اُداسی شکست اور ناکامی کے احساس کی ترجمانی کر رہی تھی۔ وہ اپنی جیب سے ایک خط نکالتے ہوئے آگے بڑھا اور یاسمین کو پیش کرتے ہوئے بولا: "آپ کے اباجان کی خواہش ہے کہ آپ مدائن پہنچ جائیں۔ یہ اُن کا خط ہے۔"

یاسمین خط کھول کر پڑھنے میں مصروف ہو گئی۔

ماہ بانو نے کہا: "سہیل تم کھڑے کیوں ہو بیٹھ جاؤ۔"

وہ جھجکتا ہُوا ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ یاسمین نے خط پڑھنے کے بعد ماہ بانو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "اباجان نے ہم دونوں کو مدائن بُلایا ہے۔ میرے خدشات بے بنیاد نہ تھے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ میں صحت کی خرابی کے باعث سفر نہیں کر سکتا۔" پھر وہ سہیل کی طرف متوجہ ہوئی: "سہیل! خدا کے لئے مجھے ٹھیک ٹھیک بتاؤ وہ کیسے ہیں؟ اُنہوں نے جسر کی جنگ کے بعد یہ لکھا تھا کہ مجھے معمولی زخم آیا ہے۔ پھر اُن کا پیغام آیا تھا کہ مدائن کے حالات ایسے ہیں کہ میں کچھ عرصہ گھر نہیں آ سکتا۔ اس کے بعد ہمیں یہ اطلاع ملی تھی کہ اُنہوں نے اپنا لشکر مہران کی افواج کے ساتھ بھیج دیا ہے لیکن وہ بذاتِ خود جنگ میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔ اور میں نے اس دن ماہ بانو سے کہا تھا کہ اُن کی طبیعت ٹھیک ہوتی تو وہ کسی حالت میں بھی جنگ کے میدان سے دُور رہنا پسند نہ کرتے۔ بویب کی جنگ سے واپس آنے والے سپاہیوں نے مجھے یہ تسلّی دینے کی کوشش کی تھی کہ اُن کا زخم ٹھیک ہو رہا ہے۔ لیکن مجھے اُن کی باتوں سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی بات چھپا رہے ہیں۔ سہیل! تم خاموش کیوں ہو۔ بتاؤ وہ کیسے ہیں؟"

سہیل نے جواب دیا: "یہ درست ہے کہ اُن کی صحت اچھی نہیں۔ لیکن بویب کی جنگ میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ مدائن کے اُمراء میدانِ جنگ کی بجائے مدائن میں اُن کی خدمات کی زیادہ ضرورت محسوس کرتے تھے۔ اگر وہ وہاں نہ ہوتے تو رستم اور فیروزان کے باہمی اختلافات کے باعث مدائن میں خانہ جنگی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ ان کی مصالحت میں اُن کی ذاتی کوششوں کو

بڑا دخل ہے۔ پھر یروشلم میں ہمارے لشکر کی تباہی کے بعد ایران کے لئے ایک نیا خطرہ پیدا ہو گیا ہے اور عوام اور اُمرا یہ نعرے لگا رہے ہیں کہ موجودہ حالات میں ایران کی حکومت ایک کمزور عورت کے ہاتھ میں نہیں ہونی چاہیئے۔ لہٰذا ایران میں یزدگرد کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور رستم اور فیروزان نے آپ کے ابا جان سے یہ کہا ہے کہ جب تک یزدگرد کی تاج پوشی نہیں ہو جاتی آپ کو مدائن میں ہی قیام کرنا چاہیئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں مدائن میں کوئی اہم ذمہ داری سونپ دی جائے۔"

یاسمین نے کہا۔ "سچ کہو اُن کی صحت زیادہ خراب تو نہیں۔ تم نے اُنہیں چلتے پھرتے دیکھا ہے؟"

سہیل نے جواب دیا۔ "مجھے صرف اُن سے یہ شکایت ہے کہ وہ آرام نہیں کرتے۔ وہ اگر صبح کے وقت رستم کے ساتھ ہوتے ہیں تو دوپہر کے وقت فیروزان کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ پھر آدھی رات تک مدائن کے دوسرے اُمرا کے ساتھ اُن کی ملاقاتیں جاری رہتی ہیں۔ طبیب یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ چند دن آرام سے گھر بیٹھ سکیں تو ان کی صحت ٹھیک ہو جائے گی لیکن ان کا جواب یہی ہوتا ہے کہ جب تک مجھے ایران کے مستقبل کے متعلق اطمینان نہیں ہوتا مجھے آرام نصیب نہیں ہو گا۔"

یاسمین نے کہا۔ "میں فوراً مدائن پہنچنا چاہتی ہوں۔ اگر مجھے تمہاری تھکاوٹ کا احساس نہ ہوتا تو میں اُسی وقت روانہ ہو جاتی۔"

سہیل نے جواب دیا۔ "میرے چند ساتھی اپنے اپنے گھر چلے گئے ہیں۔ وہ کل شام تک واپس آ جائیں گے اور ہم پرسوں علی الصباح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔" پھر وہ ماہ بانو کی طرف متوجہ ہوا۔ "میں آپ کے لئے بھی ایک اہم خبر لایا ہوں۔ آپ کے بھائی کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ قید میں ہیں۔"

"کہاں؟" ماہ بانو نے مضطرب ہو کر سوال کیا۔

"مدائن میں۔ اُنہیں رستم کے حکم سے قید کیا گیا تھا۔"

یاسمین نے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے پوچھا۔ "اور ابا جان نے اُس کی رہائی کی کوشش

نہیں کی؟"

وہ یہ کہتے ہیں کہ ابھی رستم کے سامنے اُن کی رہائی کا مطالبہ پیش کرنے کا وقت نہیں آیا۔ تاہم اُنہیں یقین ہے کہ ایران کے نئے شہنشاہ کا پہلا حکم زربخت کی رہائی کے متعلق ہوگا۔

ماہ بانو کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے۔ اُس نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے کہا "مجھے یقین تھا کہ میرا بھائی فرار نہیں ہوا۔ لیکن رستم نے اُسے کس جُرم میں قید کیا ہے؟"

سہیل نے جواب دیا "مجھے معلوم نہیں۔ یاسمین کے ابا جان نے اس وقت زربخت کا ذکر کیا تھا جب میں گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا اور جب میں نے اُن سے وجوہ دریافت کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے مجھے یہ کہہ کر خاموش کر دیا تھا کہ اب باتوں کا وقت نہیں۔ تم جاؤ اور اُس کی بہن کو تسلی دو کہ وہ بہت جلد رہا ہو جائے گا۔"

کمرے میں کچھ دیر خاموشی چھائی رہی۔ بالآخر یاسمین نے کہا "جب بویب کے میدان میں ہمارے لشکر کی شکست کی خبر آئی تھی تو مجھے یقین نہیں آتا تھا۔ ماہ بانو یہ کہا کرتی تھی کہ اگر مسلمانوں کا سپہ سالار مثنیٰ بن حارثہ ہے تو ہمیں بدترین خبریں سُننے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ لیکن بویب میں ایرانی لشکر کی تباہی کی خبریں اُسے بھی ناقابلِ یقین معلوم ہوتی تھیں۔

سہیل نے اپنے چہرے پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا "مجھے اب بھی یہ یقین نہیں آتا کہ ہم شکست کھا چکے ہیں اور ہماری بیشتر فوج تباہ ہو چکی ہے۔"

یاسمین نے پوچھا "کیا یہ درست ہے کہ دشمن کی تعداد بہت کم تھی؟"

سہیل نے جواب دیا "اگر میں بذاتِ خود وہاں نہ ہوتا اور کوئی دوسرا مجھے یہ اطلاع دیتا کہ اُن کی تعداد بارہ تیرہ ہزار سے کسی صورت زیادہ نہیں تھی اور ایران کے سپاہیوں کی جو لاشیں بویب کے میدان میں بکھری ہوئی ہیں اُن کی تعداد دشمن کی مجموعی تعداد سے کئی گُنا زیادہ ہے تو میں اُس کا منہ نوچ لیتا۔ لیکن میں یہ تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ وہ انسان نہیں تھے۔ انہوں نے ہمارے ہاتھیوں کو تتر بتر کر دیا تھا۔ وہ ہمارے تیروں اور تلواروں کی دیوار میں

تو مڑکر ہمارے عقب میں پہنچ گئے تھے۔ میں نے دجلہ اور فرات کی طغیانیاں دیکھی ہیں لیکن یہ سیلاب اُن سے کہیں زیادہ ہولناک تھا۔ مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ ہم شکست کھا چکے ہیں مجھے بویب کے میدان میں طلوعِ آفتاب سے لے کر غروبِ آفتاب تک کے تمام واقعات ایک بھیانک خواب معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارے لشکر کے جو پانچ سو سوار یہاں سے گئے تھے اُن میں سے صرف چونسٹھ آدمی زندہ واپس آئے ہیں اور اُن میں سے بھی بیس کے قریب زخمی ہیں۔ میرا زندہ بچ نکلنا بھی ایک معجزہ تھا۔ ہم میدان سے نکلے تو دشمن کا ایک گروہ ہمارے پیچھے تھا۔ ہم نے اچانک پلٹ کر حملہ کیا اور چند سوار گرا دئے۔ لیکن اس کے بعد دشمن کا جوابی حملہ اس قدر شدید تھا کہ آن کی آن میں میرے ساتھیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اُنہوں نے اپنی جانیں بچانے کے لئے دریا میں کودنے کی کوشش کی لیکن کئی سواروں کے گھوڑے دلدل میں پھنس گئے۔ میں نے اُنہیں کنارے کی دلدل سے دُور رہنے کا حکم دیا لیکن اچانک میرے گھوڑے کی اگلی ٹانگیں کیچڑ میں دھنس گئیں اور وہ اُلٹ گیا۔ میں قلابازی کھا کر گرا تو کچھ دیر مجھے اپنے گرد و پیش کی کوئی خبر نہ تھی۔ پھر جب ہوش آیا تو ایک سوار کا نیزہ میری گردن چھُو رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ کی ایک جنبش مجھے موت سے ہمکنار کر سکتی تھی۔ میں سوار کی بجائے نیزے کے پھل کی طرف دیکھ رہا تھا جو خون میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر نامعلوم اُس کے جی میں کیا آئی کہ اُس نے اچانک اپنا نیزہ ایک طرف کرتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟" میں نے نفرت سے ہونٹ بھینچ لئے۔

وہ اچانک نیزہ زمین میں گاڑ کر گھوڑے سے کود پڑا اور مجھ پر جھکتے ہوئے بولا "تم زخمی ہو؟ ڈرو نہیں ہم ہتھیار ڈالنے والوں کو قتل نہیں کرتے" اُس کی آواز میں غصے سے زیادہ گھبراہٹ تھی۔ گھوڑے سے گرتے وقت میں اپنے خود سے محروم ہو چکا تھا۔ اُس نے اپنے ہاتھ سے میری پیشانی پر بکھرے ہوئے بال ایک طرف ہٹا دئے۔ معاً مجھے خیال آیا وہ یا تو مجھے قتل کرنے سے پہلے میرے دل میں زندگی کی اُمید پیدا کرنا چاہتا ہے اور یا یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اگر مجھے غلام بنا لیا جائے تو میں کتنا کارآمد ثابت ہو سکتا ہوں۔ میں نے اپنا خنجر نکالنے کی کوشش کی لیکن اچانک

میری نگاہیں اُس کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں اور میری ہمت جواب دے گئی۔

اُس نے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟"

لیکن پیشتر اس کے کہ میں اُسے کوئی جواب دے سکتا، قریب ہی گھنی جھاڑیوں کی اوٹ سے ایک ہاتھی نکلا اور چنگھاڑتا ہوا ہماری طرف بڑھا۔ ایک آنکھ جھپکنے میں وہ آدمی اپنے گھوڑے سے کود پڑا اور اپنا نیزہ اُٹھا کر ہاتھی پر حملہ کر دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس کا نیزہ ہاتھی کی سونڈ میں پیوست ہو چکا ہے اور اُس کا برق رفتار گھوڑا کترا کر ایک طرف نکل گیا ہے ہاتھی نے مڑ کر اس کا پیچھا کیا اور وہ کھلے میدان کی طرف نکل گئے۔ میں اُٹھ کر بھاگا۔ دریا کے کنارے جھاڑیوں میں چھپ کر اپنی زرہ اُتاری اور دریا میں کود پڑا۔ منجدھار کے قریب پہنچ کر میں نے دیکھا کہ دشمن کے جو سوار میرے ساتھیوں کے تعاقب میں آگے نکل گئے تھے واپس آرہے تھے اور کنارے پر میری تلاش شروع ہو چکی تھی۔ پھر جب میں دریا کے دوسرے کنارے پہنچا تو فضا میں شام کی سیاہی پھیل رہی تھی۔

یاسمین نے سوال کیا: "تمہارا مطلب ہے کہ اس سوار نے تمہاری جان بچانے کی کوشش کی تھی؟"

سہیل نے جواب دیا: "مجھے یقین ہے کہ اگر وہ ہاتھی پر حملہ نہ کرتا تو میری ہلاکت یقینی تھی۔"

"اور جب تم نے خنجر نکالنے کا ارادہ کیا تھا تو اس کا چہرہ دیکھ کر تمہاری ہمت جواب دے گئی تھی؟"

"ہاں اور اس کی آواز نے بھی مجھے بہت متاثر کیا تھا۔"

یاسمین نے پوچھا: "لیکن اس کی وجہ؟"

سہیل نے جواب دیا: "اگر میں اپنے دل کو یہ فریب دے سکتا کہ میرا بھائی مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے تو اس آدمی کی صورت دیکھنے اور اس آدمی کی آواز سننے کے بعد مجھے بے اختیار اُس کے ساتھ لپٹ جانا چاہیے تھا۔"

ماہ بانو خاموشی سے اُن کی گفتگو سُن رہی تھی اور اُس کے چہرے پر کئی رنگ آ چکے تھے اور جب سہیل اُس کی طرف متوجہ ہُوا تو وہ اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھُپا کر سسکیاں لینے لگی۔

سہیل نے کہا: "بہن آپ کو حوصلے سے کام لینا چاہیئے۔ بویب کی جنگ ہماری آخری جنگ نہیں۔ ہم نے ایک خطرناک دشمن کو حقیر سمجھنے کی سزا پائی ہے۔ لیکن اب پُورا ایران دشمن کے مقابلے کو اُٹھ کھڑا ہو گا اور ہم اس شکست کا انتقام لے سکیں گے۔"

ماہ بانو نے اپنی گردن اُٹھائی۔ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی نگاہوں سے سہیل کی طرف دیکھا اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا: "اس کا نیزہ تمہاری گردن کے قریب پہنچ کر رُک گیا تھا۔ اُس کی شکل اور آواز تمہارے بھائی سے ملتی تھی۔ اُس نے تمہاری پیشانی پر پُرانے زخم کا نشان دیکھنے کی کوشش کی تھی اور اُس نے تمہیں بچانے کے لئے ہاتھی پر حملہ کر دیا تھا اور اس کے باوجود تم یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ کون تھا؟"

"کاش مجھے معلوم ہو سکتا کہ وہ کون ہے۔ اُس کے چہرے پر نگاہ ڈالتے ہی میرے حواس گم ہو گئے تھے اور اُس کی آواز بھی میرے بھائی کی آواز سے مختلف نہ تھی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ میرا وہم تھا۔ لیکن اس کے باوجود مجھے بار بار خیال آتا ہے کہ کاش ہاتھی اچانک حملہ نہ کرتا اور میں اُسے اچھی طرح دیکھ لیتا۔ اب مجھے وہ لمحہ ایک خواب محسوس ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ گھوڑے سے گرنے کے بعد مجھے پُوری طرح ہوش نہ آیا ہو۔ لیکن میرے پاس اِس سوال کا کوئی جواب نہیں کہ ایک مسلمان نے مجھے قتل کرنے کی بجائے میری جان بچانے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

ماہ بانو کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا اور اُس نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔

"وہ تمہارا بھائی تھا سہیل۔ لیکن اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ تم زندہ ہو۔"

سہیل دیر تک پھٹی پھٹی آنکھوں سے ماہ بانو کی طرف دیکھتا رہا۔

بالآخر یاسمین نے کہا: "تمہارا مطلب ہے کہ سہیل کا بھائی زندہ ہے اور وہ مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو چکا ہے؟"

"ہاں"۔ ماہ بانو نے آنسو پونچھتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ زندہ ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ زرنجت کو بھی یہ معلوم تھا۔ لیکن کاش اُس کی دشمنی جنگ کے میدان تک محدود رہ سکتی"۔

سہیل اور یاسمین دم بخود ہو کر ماہ بانو کی طرف دیکھ رہے تھے اور کچھ دیر کمرے میں اُس کی دبی دبی سسکیوں کے سوا اور کوئی آواز نہ تھی۔ پھر وہ سہیل کی طرف متوجہ ہوئی۔ "سہیل! میرے بھائی کو مُعاف کر دو۔ اب حالات نے اُسے مظلوم بنا دیا ہے اور میں بھی تم سے معافی مانگتی ہوں"۔

سہیل کے نزدیک ماہ بانو اور زرنجت اُن لوگوں میں سے تھے جو کوئی بُرائی یا غلطی نہیں کر سکتے تھے۔ اُس نے بڑی مشکل سے کہا۔ "آپ نے مجھے بتایا تھا کہ جب آپ دریا عبور کر رہی تھیں تو کسی مُسلمان نے آپ کا پیچھا کیا تھا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ میر ابھائی ہو۔ اگر یہ بات تھی تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔ اب میری زبان سے آپ اپنے باپ کے قاتل کا ذکر نہیں سُنیں گی"۔

"وہ میرے باپ کا قاتل نہیں تھا سہیل"!

"لیکن اُس نے آپ کا تعاقب کیا تھا اور میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ اُس وقت اُن کی کیا حالت ہوگی۔ آپ مجھ سے یہ بات اس لئے چُھپاتی رہی ہیں کہ مجھے صدمہ ہوگا لیکن میرے لئے آپ کے آنسوؤں سے زیادہ اور کوئی بات تکلیف دہ نہیں ہو سکتی"۔

ماہ بانو نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "میرے آنسو اُس انسان کے لئے ہیں جو بہت رحم دل اور بہت نیک تھا۔ سہیل! تم اپنے بھائی پر فخر کر سکتے ہو اور میں بھی اس بات پر نادم نہیں ہوں کہ کبھی میں بھی اُسے جانتی تھی۔ وہ میرے باپ اور بھائی کا دشمن بن کر نہیں آیا تھا"۔

سہیل کے چہرے سے اچانک حزن و ملال کے بادل چھٹ گئے اور اُس نے ملتجی ہو کر کہا۔ "بہن خدا کے لئے مجھے سارے واقعات سُنا دیجیے"۔

ماہ بانو نے یاسمین کی طرف دیکھا اور بولی۔ "اب میں تم سے بھی کوئی بات نہیں چُھپا سکتی لیکن یہ وعدہ کرو کہ تم مجھ سے نفرت نہیں کرو گی"۔

اور یاسمین نے پیار سے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "میری بہن! اس دنیا میں اس سے زیادہ بدقسمت کون ہو سکتا ہے جو تم سے نفرت کر سکے۔"

ماہ بانو نے مختصراً گاؤں سے فرار ہونے کے واقعات سُنائے۔ پھر جب سہیل اُٹھ کر مہمان خانے میں چلا گیا تو ماہ بانو، یاسمین کے ان گنت سوالات کے جواب میں اپنی سرگزشت کی تفصیلات بیان کر رہی تھی۔

○

چند دن بعد سہ پہر کے وقت سہیل اور اس کے ساتھی دجلہ کا پُل عبور کرنے کے بعد مدائن کے بالمقابل بہر شیر میں داخل ہوئے۔ راستے میں انہیں یہ اطلاع مل چکی تھی یزدگرد مدائن پہنچ چکا ہے اور اُمرائے سلطنت نے ملکہ پوران کا تاج اُس کے سر پر رکھ دیا ہے۔ یاسمین کو اپنے باپ کے متعلق تشویش تھی۔ اس لئے اُس نے راستے کی چار منازل دو دن میں طے کی تھیں۔

جب وہ پُر رونق سڑکوں اور بازاروں سے گزرتے ہوئے فریبرز کے محل کے قریب پہنچے تو ڈیوڑھی کا دروازہ بند دیکھ کر یاسمین کا دل بیٹھ گیا۔ وہ گھوڑے سے اُتر پڑے اور سہیل نے آگے بڑھ کر بھاری دروازے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "دروازہ کھولو!" اندر سے زنجیر کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔ دروازہ کھلا اور پہریدار مغموم نگاہوں سے اُن کی طرف دیکھنے لگے۔

سہیل نے پوچھا "کیا بات ہے؟ تم نے دروازہ کیوں بند کر رکھا ہے؟ آقا کہاں ہیں؟"

عمر رسیدہ نوکر نے گھُٹی ہوئی آواز میں کہا۔ "تمہیں اطلاع نہیں ملی؟ ہم نے اُسی دن دو آدمی روانہ کر دئے تھے۔"

"کون سے آدمی؟"

نوکر نے سہیل کو جواب دینے کی بجائے آبدیدہ ہو کر یاسمین کی طرف دیکھا اور کہا۔ "آپ کے ابّا جان فوت ہو چکے ہیں۔"

ماہ بانو نے جلدی سے آگے بڑھ کر یاسمین کا بازو تھام لیا۔ وہ چند ثانیے سکتے کے عالم

میں کھڑی رہی اور پھر چیخیں مارتی ہوئی ماہ بانو سے لپٹ گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ مکان کے کشادہ کمرے میں بیٹھی سسکیاں لے رہی تھی اور سرداش کا بوڑھا نوکر سہیل کے ساتھ دروازے کے قریب کھڑا انہیں بتا رہا تھا: "سہیل کو آپ کی طرف روانہ کرنے کے بعد اُن کی طبیعت ٹھیک ہو رہی تھی۔ طبیب بھی یہی کہتے تھے کہ اب انہیں کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن پانچ دنوں بعد انہوں نے آدھی رات کے وقت آواز دی۔ میں بھاگتا ہوا اُن کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ میں نے ایک آدمی طبیب کی طرف دوڑا دیا لیکن وہ اُس کی آمد سے پہلے ٹھنڈے ہو چکے تھے۔ میں نے اُسی وقت دو آدمی اصفہان روانہ کر دیئے تھے۔ لیکن آپ شاید اُن کے پہنچنے سے پہلے روانہ ہو چکی تھیں۔ ہمیں یہ اُمید نہ تھی کہ آپ اتنی جلدی یہاں پہنچ جائیں گی۔"

سہیل بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ ماہ بانو نے اُس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "سہیل! بیٹھ جاؤ۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ یاسمین کی یہ حالت تھی کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو جاتی لیکن پھر اچانک اس کی سسکیاں دبی دبی چیخوں میں تبدیل ہو جاتیں اور اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک نیا سیلاب بہہ نکلتا۔

سہیل کا دل پسیجا جا رہا تھا۔ وہ اُسے تسلی دینا چاہتا تھا لیکن کوشش کے باوجود بھی الفاظ اُس کی زبان پر نہ آسکے۔

ماہ بانو نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: "میری بیٹی! اب ہمارے لئے صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

اور اس نے دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے جواب دیا: "ماہ بانو اب دنیا میں میرا کوئی نہیں رہا۔ اب میں کہاں جاؤں گی۔ میں کیا کروں گی۔"

سہیل کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: "یاسمین! میں آپ کا بھائی ہوں۔"

بوڑھے نوکر نے یاسمین سے مخاطب ہو کر کہا: "بیٹی آقا کی موت کی خبر سُن کر رستم اور فیروزان بھی یہاں آئے تھے اور انہوں نے مجھے تسلی دی تھی کہ تمہارا خیال رکھیں گے۔"

باب ۲۵

ایک دوپہر رستم فوج کے مستقر کا معائنہ کرنے کے بعد واپس آرہا تھا۔ چار مسلح سوار اُس کے ساتھ تھے۔ جب وہ اپنی قیام گاہ کے دروازے پر پہنچا تو ماہ بانو نے اچانک آگے بڑھ کر اُس کا راستہ روک لیا اور اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔ "فرخ زاد کے بیٹے! تم میری فریاد سُنے بغیر آگے نہیں جا سکتے۔" رستم نے اپنا کوڑا بلند کیا لیکن لڑکی کے چہرے پر نگاہ ڈالتے ہی اُس نے اپنا ہاتھ نیچے کر لیا۔ دروازے سے دو پہریدار بھاگ کر آگے بڑھے اور اُنہوں نے ماہ بانو کو پکڑ کر رستم کے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن اُس نے گھوڑے کی باگ نہ چھوڑی۔

رستم نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا "ٹھہرو!"

پہرے دار سہم کر ایک طرف ہٹ گئے۔

"تم کون ہو؟" رستم نے ماہ بانو سے پوچھا۔

"میں زربخت کی بہن ہوں۔ میں تین بار آپ کے دروازے پر دستک دے چکی ہوں لیکن آپ کے نوکروں نے مجھے اندر جانے کی اجازت نہیں دی۔"

"میرے نوکروں کو معلوم ہے کہ میرے پاس گمنام عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے کے لئے وقت نہیں۔ زربخت کون ہے؟"

"وہ ایک بے گناہ قیدی ہے۔"

رستم نے قدرے نرم ہوکر کہا: "ہر قیدی کی بہن اپنے بھائی کو بے گناہ سمجھتی ہے!"

ماہ بانو نے کہا: "میرا بھائی آپ کے باپ کا محافظ تھا۔"

رستم نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوکر کہا: "اسے اندر لے آؤ!"

تھوڑی دیر بعد ماہ بانو محل کے ایک کشادہ اور بیش قیمت ساز و سامان سے آراستہ کمرے میں رستم کے سامنے کھڑی تھی۔

رستم نے کہا: "میں تمہارے بھائی کے متعلق بعد میں گفتگو کروں گا۔ پہلے یہ بتاؤ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ قید میں ہے؟"

"ایک بہن اپنے بھائی کی مصیبت سے بے خبر نہیں رہ سکتی۔ مجھے سوش نے یہ پیغام بھیجا تھا کہ اُسے آپ کے حکم سے قید کیا گیا ہے۔"

"سوش کو کس نے بتایا تھا؟"

"اگر وہ زندہ ہوتا تو آپ اُس سے پوچھ سکتے تھے۔"

"تم سروش کو کیسے جانتی ہو؟"

"وہ فریبرز کا داماد تھا، فریبرز میرے باپ کا دوست تھا اور مجھے اپنی بیٹی سمجھتا تھا۔"

رستم نے کہا: "تمہارے بھائی کا جرم صرف یہی نہیں کہ اس کی وجہ سے میرا باپ قتل ہوا تھا بلکہ اُس کی غفلت اور کوتاہی نے پورے ایران کے لئے تباہ کن حالات پیدا کر دئے تھے۔ اگر وہ فرض شناسی کا ثبوت دیتا تو آذرمیدخت اپنی سازش میں کامیاب نہ ہوتی۔ یہ اُس کی خوش قسمتی ہے کہ اُس کے لئے صرف قید کی سزا کافی سمجھ لی گئی ہے ورنہ اُسے موت کی سزا ملنی چاہیئے تھی۔ میں ایک خوبصورت عورت کی آنکھوں میں آنسو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن تمہیں یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ تمہارے آنسوؤں سے تمہارے بھائی کے جرم کی تلافی ہو سکتی ہے۔"

ماہ بانو کا چہرہ غصے سے تمتما اُٹھا اور اُس نے کہا: "میرا بھائی آپ کے باپ سے زیادہ ہوشیار یا تجربہ کار نہیں تھا۔ اگر آذرمیدخت انہیں فریب دے سکتی تھی تو میرے بھائی کو بھی بے وقوف بنا

سکتی تھی۔ اگر کسی کی بیوی قاتلوں کے ساتھ شامل ہو جائے تو اُس کو کون بچا سکتا ہے۔ مجھے سارے حالات معلوم نہیں تاہم میں پُورے یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ میرا بھائی بے گناہ تھا۔"

رستم نے جواب دیا۔ "تم ایک بہن کے ذہن سے سوچتی ہو اور میری بدقسمتی یہ ہے کہ میں صرف ایران کے سپہ سالار کے ذہن سے سوچ سکتا ہوں۔ تم اُس کے ہزاروں جرائم پر پردے ڈال سکتی ہو۔ لیکن میں اس کی معمولی لغزش بھی معاف نہیں کر سکتا۔"

"آپ اُسے اس لئے معاف نہیں کر سکتے کہ وہ آپ کے باپ کو قتل ہونے نہ بچا سکا۔ لیکن آپ مدائن کے اُن اُمراء اور کاہنوں کو کیا سزا دیں گے جو اُسے ایک مغرور اور خود پسند شہزادی کے ساتھ شادی کرنے نہ روک سکے"

"اگر ان میں سے کسی نے میرے باپ کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کی ہوتی اور پھر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ وہ حملے کے وقت تمہارے بھائی کی طرح شراب سے مدہوش تھا تو میں اُس کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتا۔ اور تم نے شاید ابھی تک یہ سوچنے کی کوشش نہیں کی کہ فرخ زاد صرف میرا باپ ہی نہیں تھا بلکہ ایران کی سلطنت کا وزیر بھی تھا۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "کیا اس سلطنت پر اس خاندان کا کوئی حق نہیں جس کی نسلیں اس کے لئے قربانیاں دے چکی ہیں؟"

رستم نے جواب دیا "اگر تم کسی ایسی قربانی کا ذکر کرنا چاہتی ہو جس کا صلہ تمہارے خاندان کو نہیں دیا گیا تو میں سُننے کے لئے تیار ہوں۔"

ماہ بانو نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "میرا دادا ان سپاہیوں کے ساتھ تھا جو ایران کا پرچم انطاکیہ کے دروازے تک لے گئے تھے۔ میرا باپ اس لشکر کے ہراول میں تھا جو بحیرہ روم کے ساحل تک پہنچ گیا تھا اور میرا بھائی ان جانبازوں کا ہم رکاب تھا جو ارمیاہ کے میدان میں رومیوں کے سامنے سینہ سپر ہوئے تھے۔ کاش آج ایران کی مٹی کو قوتِ گویائی عطا ہو سکتی اور وہ آپ کو یہ بتا سکتی کہ آپ جس خاندان کا آخری چراغ بجھانے پر تُلے ہوئے ہیں اس کی قربانیاں کیا ہیں؟"

"تم کچھ اور کہنا چاہتی ہو؟"

ماہ بانو کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اُس نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے جواب دیا "میں بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں لیکن ابھی وقت نہیں آیا۔"

رستم نے کہا "میں تمہارے بھائی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے علاوہ اگر کوئی اور خواہش ہو تو وہ پوری ہو سکتی ہے۔"

"میں اپنے بھائی کا معاملہ اُس اَن دیکھی قوت کو سونپتی ہوں جو مایوسی کی تاریکیوں کو اُمید کی روشنی عطا کرتی ہے۔ میں اس دن کا انتظار کروں گی جب دخترانِ پارس وطن کی خاک سے اپنے آنسوؤں کا حساب مانگ سکیں گی اور جب عدل و انصاف کے دروازوں پر ننگی تلواروں کے پہرے نہیں ہوں گے۔"

رستم نے تملا کر پوچھا "یہ باتیں تم نے کہاں سے سیکھی ہیں؟"

"مجھے معلوم نہیں، لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی مجھ سے زیادہ مظلوم ہو اور اُس نے زیادہ تاریکیوں میں بھٹکنے کے بعد زیادہ روشنی کی تمنا کی ہو اور میں نے آپ کے سامنے اُس کے الفاظ دُہرا دئے ہوں۔"

"تمہارا نام؟" رستم نے سوال کیا۔

"ایران کے سپہ سالار کو ایک مظلوم اور بے بس عورت کے نام سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟"

"ہو سکتا ہے کہ میں مظلومیت کا احساس کم کرنے میں تمہاری مدد کر سکوں۔"

"جب تک میرا بھائی قید میں ہے میرا احساس کم نہیں ہو گا۔"

"مَیں تمہیں کسی خوش فہمی میں مبتلا کرنا پسند نہیں کرتا۔ اُسے بھول جاؤ۔ اس کے بعد مَیں سوچوں گا کہ تمہارے لئے اور کیا کر سکتا ہوں۔"

ماہ بانو نے گردن اُٹھا کر رستم کی طرف دیکھا اور کہا "آپ مجھ پر صرف ایک احسان کر سکتے ہیں۔"

"کہو"!

"آپ کسی کو یہ نہ بتائیں کہ زرجت کی بہن آپ کو اپنی مظلومیت کی داستان سنانے آئی تھی۔" یہ کہہ کر ماہ بانو دروازے کی طرف مڑی۔

"ٹھہرو!" رستم نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔

ماہ بانو مڑ کر دیکھنے لگی۔

"تم کہاں رہتی ہو؟"

"آپ کو یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر آپ ایران کے لئے میری طرف سے کوئی خطرہ محسوس کرتے ہیں تو میں یہیں سے قید خانے میں جانے کے لئے تیار ہوں۔ آپ کے سپاہیوں کو میرا پیچھا کرنے کی ضرورت نہیں۔"

رستم کی قوت برداشت اچانک جواب دے گئی۔ "بیوقوف لڑکی تم مجھے کیا سمجھتی ہو؟"

"یہ جگہ اس سوال کا جواب دینے کے لئے موزوں نہیں۔" ماہ بانو یہ کہہ کر باہر نکل گئی اور رستم نڈھال سا ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے تالی بجائی۔ ایک افسر کمرے میں داخل ہوا۔

رستم نے کہا۔ "تم اس لڑکی کے پیچھے جاؤ اور معلوم کرو کہ وہ کہاں رہتی ہے۔ اس کے بعد قید خانے کے داروغہ اور شہر کے کوتوال کو حاضر کرو۔ اور دیکھو! لڑکی کو یہ شک نہیں ہونا چاہیئے کہ تم اس کا پیچھا کر رہے ہو۔"

افسر سلام کر کے باہر نکل گیا۔

ماہ بانو آنسو بہاتی ہوئی محل سے باہر نکلی تو باہر کوئی دو سو قدم دور سڑک کے موڑ پر سہیل اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے مغموم لہجے میں سوال کیا۔ "رستم کیا کہتا ہے؟"

ماہ بانو نے آہ بھر کر جواب دیا۔ "کچھ نہیں، کاش میں اس کے پاس نہ آتی۔"

سہیل نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ یزدگرد رستم کی نسبت زیادہ رحم دل ثابت ہوگا۔"

ماہ بانو نے جواب دیا: "اگر یامین کا باپ زندہ ہوتا تو ممکن تھا کہ میں یزدگرد کے دربار تک رسائی حاصل کر سکتی لیکن اب مجھے کوئی صورت نظر نہیں آتی۔"

وہ کچھ دیر خاموشی سے چلتے رہے۔ پھر سہیل نے مڑ کر دیکھا اور کہا: "ایک آدمی رستم کے محل سے ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔ آپ ذرا تیز چلنے کی کوشش کریں۔ ہمیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

ماہ بانو نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ تھوڑی دیر بعد سہیل نے دوبارہ مڑ کر دیکھا۔ اب اس کی رفتار بھی تیز ہو چکی تھی۔

ماہ بانو نے کہا: "تم میرے آگے چلو اور اگلے چوک سے دائیں ہاتھ مڑ کر رک جاؤ۔"

سہیل نے اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ چوک سے دائیں ہاتھ مڑنے کے بعد سڑک کے کنارے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ پھر اُن کا پیچھا کرنے والا افسر آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا آگے نکل گیا تو ماہ بانو نے سہیل سے کہا: "اب واپس چلو۔"

وہ دوبارہ چوراہے میں پہنچے تو فوجی افسر بھی واپس مڑ کر اُن کا پیچھا کرنے لگا۔ ماہ بانو اچانک رک گئی اور جب وہ قریب آگیا تو اُس نے اچانک مڑ کر اُس کے چہرے پر قہر آلود نگاہ ڈالتے ہوئے کہا: "تمہیں ہمارے پیچھے خوار ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم واپس جا کر رستم کو یہ بتا سکتے ہو کہ زربخت کی بہن فریبرز کے مکان میں رہتی ہے۔"

چند ثانیے نوجوان کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ وہ بائیں ہاتھ مڑا اور بھاگتا ہوا انسانوں کی بھیڑ میں غائب ہو گیا۔

ماہ بانو دوپہر کے وقت اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ سہیل بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا: "کاؤس آگیا ہے۔"

ماہ بانو اُٹھ کر بیٹھ گئی: "کون؟ ہمارا نوکر؟"

"جی ہاں، میں دریا کے پُل سے گزر رہا تھا کہ اُس نے مجھے آواز دی لیکن میں پہچان نہ سکا۔ پھر

اُس نے میرا نام پُوچھا تو مجھے ایسا محسُوس ہُوا کہ میں اُسے جانتا ہوں۔ وہ کئی دنوں سے ہمیں تلاش کر رہا تھا۔"

"وہ کہاں ہے ؟" ماہ بانو نے مضطرب ہوکر پُوچھا۔

"وہ برآمدے میں کھڑا ہے۔"

ماہ بانو اُٹھ کر بھاگتی ہوئی باہر نکلی۔ چند ثانیے بعد وہ آنسوؤں اور مسکراہٹوں کے ساتھ اس عمر رسیدہ نوکر کی طرف دیکھ رہی تھی جسے وہ چچا کہہ کر پکارا کرتی تھی۔ اُس نے کہا: "مجھے اُمید نہ تھی کہ میں تمہیں دوبارہ دیکھ سکوں گی۔ تم کب آئے ہو؟"

"بیٹی! میں کئی دنوں سے تمہیں تلاش کر رہا تھا۔ ایک دن میں نے سہیل کو پُل پر سے گزرتے ہوئے دیکھا، لیکن یہ گھوڑے پر سوار تھا اور میں اس کا راستہ نہ روک سکا۔ پھر کئی روز مدائن اور بہرشیر کی گلیوں کی خاک چھاننے کے بعد میں نے یہ سوچا دریا کا پُل ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں میں کسی جان پہچان کو تلاش کر سکتا ہوں۔ آج میری خوش قسمتی تھی کہ سہیل کے ساتھ مُلاقات ہوگئی۔ ورنہ میں واپس جانے کا ارادہ کر رہا تھا۔"

"اب تم کہیں نہیں جاؤ گے۔"

کاؤس نے کہا: "بیٹی! سہیل نے مجھے زربخت کے متعلق جو خبر سُنائی ہے وہ بہت اَلمناک ہے۔ کاش میں یہاں رہ کر اُس کی کوئی مدد کر سکتا۔"

"آؤ ہم اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

وہ ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوئے اور کاؤس، ماہ بانو اور سہیل کے اصرار پر اُن کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ماہ بانو نے اپنی سرگزشت سُنانے کے بعد کاؤس سے اپنی بستی کا حال پُوچھا۔ تو اُس نے جواب دیا: "میں چند مہینوں سے وہاں نہیں جا سکا اور میری غیر حاضری کے دوران وہاں کئی انقلاب آچکے ہیں۔ ایک مرتبہ مسلمانوں نے ہمارا علاقہ خالی کر دیا تھا اور ایرانی لشکر نے ان عربوں پر بہت سختی کی تھی جنہوں نے سابقہ جنگوں میں مسلمانوں کے ساتھ تعاون کیا تھا۔ اس

کے بعد مسلمانوں نے دوبارہ وہاں قبضہ جمالیا تھا۔ لیکن میں وہاں جا نہیں سکا۔"

"تم کہاں رہے ہو؟"

کاؤس نے جواب دینے کی بجائے سہیل کی طرف دیکھا اور کہا۔ "بیٹا اگر تم بُرا نہ مانو تو تھوڑی دیر کے لئے باہر چلے جاؤ۔ چند باتیں ایسی ہیں جو میں صرف ماہ بانو سے کہہ سکتا ہوں۔"

سہیل پریشان سا ہو کر اُٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

کاؤس نے کہا۔ "میں تمہیں حسان کے متعلق بتانا چاہتا ہوں۔ وہ تمہارا دشمن نہیں تھا۔ اُس نے مجھے زربخت کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا تھا کہ اگر تم واپس آجاؤ تو تمہارا علاقہ تمہیں واپس مل جائے گا۔ لیکن بدقسمتی سے زربخت کا دل اس کے متعلق صاف نہ ہو سکا۔ میں نے بڑی مشکل سے اُسے ایک پہاڑ میں تلاش کیا تھا۔ اب میں یہ بتانے آیا ہوں کہ جب تم اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ دریا عبور کر رہی تھیں تو اُس نے کسی بُرے ارادے سے تمہارا پیچھا نہیں کیا تھا۔ وہ تمہارے باپ کے لئے اپنے لشکر کے امیر کی طرف سے سارے علاقے کی سرداری کی پیش کش لے کر آیا تھا۔ لیکن زربخت کو شاید یہ غلط فہمی ہو گئی تھی کہ وہ اُسے گرفتار کرنے کے لئے آیا ہے۔"

ماہ بانو نے آبدیدہ ہو کر کہا "تمہیں حسان کی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتی ہوں کہ وہ ہمارا دشمن نہیں تھا اور وہ دُنیا میں کسی کے ساتھ بھی بُرائی نہیں کر سکتا۔"

کاؤس نے کہا۔ "بیٹی اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ میں اپنا گاؤں چھوڑنے کے بعد اس کے پاس چلا گیا تھا تو تم کیا خیال کرو گی؟"

"میں یہ خیال کروں گی کہ تم ہم سے زیادہ خوش نصیب ہو۔"

"اور اگر میں یہ کہوں کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو؟"

"تو بھی میں یہی خیال کروں گی کہ شاید تم نے وہ روشنی دیکھ لی ہے جس کی تلاش میں قبیلوں اور قوموں کے قافلے بھٹک رہے ہیں۔ لیکن تم یہ باتیں سہیل کی موجودگی میں بھی کہہ سکتے تھے۔ اُسے معلوم ہے کہ اُس کا بھائی مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے۔ اُس کی ملاقات نویبہ کے میدان

میں ہوئی تھی۔"

کاؤس نے کہا "حسان نے مجھے بتایا تھا لیکن اُسے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ سہیل نے بھی اُسے پہچان لیا ہے۔"

ماہ بانو بولی "اگر تم سہیل کے لئے آئے ہو تو میں اُسے روکنے کی کوشش نہیں کروں گی۔"

کاؤس نے کچھ دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد ماہ بانو کی طرف دیکھا اور کہا "بیٹی فرض کرو اگر حسان بذاتِ خود یہاں آجائے تو تم اُس کے ساتھ کیا سلوک کرو گی؟"

ماہ بانو کی سانس اچانک تیز ہوگئی۔ اُس نے کہا "اگر وہ بیمار ہو تو میں اُس کی تیمارداری کروں گی اور اگر وہ زخمی ہو کر میرے پاس آئے تو اُسے پناہ دیتے وقت مجھے اس بات کی پروا نہیں ہوگی کہ رُوئے زمین کے تمام درندے اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔ لیکن ایک فاتح کی حیثیت سے اُس کا خیر مقدم کرنا شاید میرے بس کی بات نہ ہو۔"

"فرض کرو اگر اس وقت میری جگہ وہ تمہارے سامنے موجود ہوتا تو تم کیا محسوس کرتیں؟"

ماہ بانو کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں، اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں یہ محسوس کرتی کہ میں ایک خواب دیکھ رہی ہوں۔ لیکن تم بار بار کیوں پوچھتے ہو؟ تمہیں معلوم ہے کہ میں اُس سے نفرت نہیں کر سکتی۔"

کاؤس نے کہا "تم اُسے دیکھنا چاہتی ہو؟"

ماہ بانو کی رگوں کا سارا خون سمٹ کر اُس کے چہرے پر آگیا۔ اُس نے لرزتے، کانپتے اور ہچکچاتے ہوئے سوال کیا "وہ کہاں ہے؟"

"وہ یہیں ہے بیٹی! وہ میرے ساتھ آیا تھا۔ اگر تم اُسے دیکھنا چاہتی ہو تو آج شام یا پھر کل علی الصباح دریا کے کنارے پہنچ جاؤ۔ میں پُل کے قریب تمہارا انتظار کروں گا۔ لیکن تمہارا لباس ایسا ہونا چاہیئے کہ لوگ تمہاری طرف متوجہ نہ ہوں۔"

ماہ بانو نے خوفزدہ ہو کر کہا "لیکن اسے میری خاطر مدائن آنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہیئے

تھا۔ تمہیں معلوم نہیں اگر وہ پکڑا گیا تو اُس کے ساتھ کیا سلوک ہو گا؟"

"مجھے معلوم ہے، لیکن وہ تمہارے لئے یہاں نہیں آیا۔ اُس نے مجھے یہ بھی نہیں کہا کہ میں تمہیں اس کا پتہ دوں۔ وہ صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم بخیریت ہو اور میں نے اس یقین اور اطمینان کے ساتھ تمہیں اس کے پاس لے جانے کی ذمہ داری قبول کی ہے کہ تم ہمیں گرفتار نہیں کرو گی۔ اب مجھے اجازت دو۔ وہ میرا انتظار کر رہا ہو گا۔"

"لیکن تم نے کہا تھا کہ تم کئی دنوں سے ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ وہ اتنے دن کہاں رہا ہے؟"

"مجھے اس سوال کا جواب دینے کی اجازت نہیں۔ سرِدست تمہارے لئے یہ جاننا کافی ہے کہ وہ مدائن میں بے کار نہیں تھا۔ اب اُس کا کام ختم ہو چکا ہے اور کل غروبِ آفتاب کے بعد وہ یہاں سے روانہ ہو جائے گا۔"

"اس کا مطلب ہے، اگر آج سہیل سے تمہاری ملاقات نہ ہوتی تو وہ ہمارا پتہ کئے بغیر واپس چلا جاتا؟"

"ہاں بیٹی! یہ ایک مجبوری ہے۔ وہ یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ وہ تمہارے متعلق کس قدر پریشان ہے۔ اگر آج سہیل نہ ملتا تو تمہاری تلاش کے لئے مجھے یہاں رُکنا پڑتا۔ میں نے کئی دن مدائن کی خاک چھاننے کے بعد دریا کے کنارے زرنجت کے مکان کا پتہ کیا تھا لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ پڑوس کے لوگوں سے مجھے صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ شاہ پور اور اُس کے وزیر کے قتل کے بعد زرنجت کہیں روپوش ہو گیا تھا۔ اور اُس کے بعد تم بھی وہاں سے غائب ہو گئی تھیں۔"

"اگر ہم وہاں ہوتے تو کیا وہ ہمارے پاس آجاتا؟"

"نہیں، اُسے معلوم ہے کہ زرنجت اُسے دیکھنا پسند نہیں کرے گا۔ وہ صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم بخیریت ہو۔"

"اب تم میرے پاس نہیں ٹھہرو گے؟"

"اگر حسان نے اجازت دی تو میں یہاں رُک جاؤں گا۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "میں آج غروبِ آفتاب کے وقت دریا کے کنارے پہنچ جاؤں گی اور سہیل

میرے ساتھ ہوگا۔ لیکن مجھے سچ بتاؤ اُسے مدائن میں کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟"

کاؤس نے جواب دیا۔ "وہ ایک سپاہی ہے اور ایک سپاہی کی کوئی مہم خطرے سے خالی نہیں ہوتی۔ لیکن تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ جس قدر بہادر ہے اسی قدر محتاط ہے۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔"

ماہ بانو اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکلی۔ سہیل برآمدے میں ٹہل رہا تھا۔

ماہ بانو نے کہا "سہیل اُسے ڈیوڑھی سے باہر چھوڑ آؤ!"

"یہ ہمارے پاس نہیں رہیں گے؟"

"نہیں، انہیں شہر میں کوئی کام ہے۔"

○

غروب آفتاب کے وقت ماہ بانو سہیل کے ساتھ دریا کے پُل کے قریب پہنچی تو وہاں لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ وہ پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی کہ ایک ماہی گیر سر پر مچھلیوں کی ٹوکری اُٹھائے آگے بڑھا۔ اور کہا۔ "آپ مچھلی لیں گی؟"

یہ کاؤس کی آواز تھی اور ماہ بانو بدحواس سی ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگی۔ اُس نے ٹوکری اُتار کر ماہ بانو کو دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ مچھلیاں ذرا چھوٹی ہیں لیکن میں آپ کو بڑی مچھلی بھی دے سکتا ہوں۔ آپ کو ہماری کشتی تک جانا پڑے گا۔"

"ماہ بانو نے کہا۔ "چلو!"

کاؤس سر پر ٹوکری رکھ کر اُن کے آگے ہو لیا۔ لوگوں کی بھیڑ سے ذرا دُور جا کر ماہ بانو نے پوچھا "وہ کہاں ہے؟"

کاؤس نے سامنے چند کشتیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہماری کشتی ان کشتیوں سے تھوڑی دُور آگے کھڑی ہے۔"

"تمہاری کشتی؟"

"ہاں ہم نے مدائن پہنچتے ہی ایک کشتی اور چند جال خرید لئے تھے اور اب اچھے خاصے ماہی گیر بن چکے ہیں۔ ہم نے ماہی گیروں کی بستی میں ایک جھونپڑی بھی کرائے پر لے لی تھی۔ لیکن وہاں صرف ہمارے نوکر رہتے ہیں۔ حسان عام طور پر کشتی میں رہنا پسند کرتا ہے۔"

"وہ کوئی اور نوکر بھی ساتھ لایا تھا؟"

"نہیں، ہم نے یہیں سے چار تجربہ کار شکاریوں کو ملازم رکھ لیا تھا۔"

قریباً ایک میل دُور چلنے کے بعد انہیں شام کے دُھندلکے میں ایک کشتی دکھائی دی۔ حسان جو اس کشتی کے قریب کھڑا تھا تیزی سے قدم اُٹھاتا ہوا آگے بڑھا اور اُس نے سہیل کو گلے لگا لیا۔ پھر وہ ماہ بانو کی طرف متوجہ ہوا۔ "آپ کشتی پر سوار ہو جائیں۔"

وہ کشتی پر سوار ہو گئے اور حسان اور کاؤس بانس اُٹھا کر کشتی کو کھیتے ہوئے کنارے سے تھوڑی دُور لے گئے۔ پھر حسان نے لنگر پھینک دیا۔ اور وہ کشتی کے درمیان چھپر کے نیچے بیٹھ گئے جو سرکنڈوں اور کھجور کے پتوں سے بنایا گیا تھا۔ کچھ دیر وہ چراغ کی دُھندلی روشنی میں خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر حسان نے کہا "اب ہم کنارے کی نسبت زیادہ محفوظ ہیں اور آپ اطمینان سے باتیں کر سکتی ہیں۔ جب کاؤس نے مجھے یہ خبر دی تھی کہ زربخت کا گھر خالی ہے تو مجھے مایوسی ہوئی تھی۔ تاہم مجھے یہ اُمید نہ تھی کہ آپ اتنے مصائب دیکھ چکی ہیں۔ میں زربخت کی گرفتاری کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

ماہ بانو نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ "میں آپ کو ساری داستان سُناؤں گی لیکن اس سے پہلے میں یہ پُوچھنا چاہتی ہُوں کہ کیا آپ میرے بھائی کو معاف کر سکتے ہیں؟"

حسان نے جواب دیا۔ "میں یہ کیسے بھُول سکتا ہوں کہ جب میں زخمی تھا اور دشمن میرا پیچھا کر رہے تھے تو مجھے آپ کے گھر میں پناہ مِلی تھی۔"

"لیکن اُس نے آپ کو سہیل کے متعلق غلط خبر دی تھی۔ گرفتار ہونے سے کچھ عرصہ قبل اس نے کاؤس کے ساتھ اپنی مُلاقات کا ذکر کیا تھا۔"

"لیکن اس کی وجہ یہ بھی تو ہو سکتی ہے کہ اُس نے سہیل سے جُدا ہونا پسند نہ کیا ہو۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر وہ اس وقت یہاں موجود ہوتا تو میں اُس کا شکریہ ادا کرتا کہ اُس نے سہیل کے ساتھ ایک بھائی کا سا سلوک کیا ہے۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میں فی الحال اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ تاہم مجھے اُمید ہے کہ جب ہم دوبارہ ملیں گے تو میں آپ کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھوں گا۔ آج مجھے آپ کے پاس آنا چاہیئے تھا لیکن مجھے اندیشہ تھا کہ اگر کسی کو شک ہو گیا اور میں پکڑا گیا تو آپ کو ایک نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

ماہ بانو نے جواب دیا "وہ میرے باپ کے بہترین دوست اور زربخت کے محسن کا گھر ہے اور اُس کی نواسی مجھے اپنی بہن سمجھتی ہے۔ اگر اُس کے نوکروں کو بھی آپ کے متعلق معلوم ہو جائے تو وہ بھی یہ ظاہر نہیں کریں گے۔"

"میں کل واپس جا رہا ہوں۔ تاہم جانے سے پہلے میں اس مکان کا راستہ دیکھ لوں گا۔ اب مجھے زربخت کے متعلق بتائیے۔"

ماہ بانو نے مختصراً آذرمیدخت کی تخت نشینی اور زربخت کے رُوپوش ہو جانے کی داستان بیان کر دی اور جب وہ خاموش ہو گئی تو حسان نے کہا "ایسے واقعات صرف اس معاشرے میں جنم لیتے ہیں جہاں ایک انسان دوسرے انسانوں پر خدائی کا دعویدار ہو۔ لیکن قدرت کے قانون میں ہر رات کے لئے ایک صبح ہوتی ہے اور میں آپ کو اس صبح کی بشارت دے سکتا ہوں جس کی روشنی میں ستم رسیدہ انسان نجات کا راستہ دیکھ سکیں گے۔ جب میں دوبارہ یہاں آؤں گا تو ان انسانوں کا قافلہ میرے ساتھ ہو گا جنہیں اللہ نے اپنی زمین پر عدل و انصاف کے پرچم نصب کرنے کے لئے منتخب کیا ہے۔ پھر ظلم و استبداد کے محل پیوندِ زمین ہو جائیں گے اور قید خانوں کے دروازے کھل جائیں گے۔"

"آپ کو بویب کی فتح کے بعد اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے کہ ایران کا راستہ صاف ہو گیا ہے۔"

"ہمیں ایران کی قوت کا احساس ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ ہم اپنے مقصد کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں۔"

"آپ کو معلوم ہے کہ یزدگرد کے جھنڈے تلے پورا ایران جمع ہو رہا ہے؟"

"میری معلومات اس سے بہت زیادہ ہیں۔"

"آپ کل جا رہے ہیں؟"

"ہاں"

"اور سہیل کے متعلق آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"سہیل میرا بھائی ہے لیکن کیا یہ بہتر نہیں کہ یہ اپنے متعلق خود فیصلہ کرے۔" اُن کی نگاہیں سہیل کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں اور وہ کبھی ماہ بانو اور کبھی حسان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ماہ بانو نے کہا۔ "سہیل! تم اپنے بھائی کے ساتھ جانا چاہو تو میں تمہیں روکنا پسند نہیں کروں گی۔"

"لیکن آپ؟" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اگر مجھے کوئی خطرہ ہے تو یہاں رہ کر تم میری کوئی مدد نہیں کر سکو گے۔ موجودہ حالات میں شاید زرنجت بھی یہ پسند نہیں کرے گا کہ آئندہ کسی جنگ کے میدان میں تم ایک دشمن کی حیثیت سے اپنے بھائی کا سامنا کرو۔"

سہیل نے حسان سے مخاطب ہو کر کہا۔ "مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ مسلمان ہو چکے ہیں۔ بویب کے میدان میں مجھے شک ہوا تھا۔ شاید آپ نے مجھے پہچان کر زندہ چھوڑ دیا تھا۔ مجھے یقین نہ آ سکا۔ ورنہ میں بھاگنے کی کوشش نہ کرتا۔ اب آپ مجھے ساتھ لے چلیں گے؟"

"ہاں" حسان نے اُسے پکڑ کر گلے لگاتے ہوئے کہا۔

ماہ بانو نے حسان سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اب میں آپ سے صرف ایک درخواست کرتی ہوں۔ اگر مدائن میں آپ کا کام ختم ہو چکا ہے تو آپ کو ایک لمحہ کے لئے بھی یہاں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔"

حسان نے جواب دیا "میں ایک نیک مشورہ رد نہیں کر سکتا۔ ہم صبح سے پہلے روانہ ہو جائیں گے۔ کاؤس اب تم ان کے پاس رہو گے۔ مجھے ایک جوان ساتھی مل گیا ہے۔ ہم آبادی سے باہر اس کشتی کو چھوڑ دیں گے۔ صبح ماہی گیروں سے کہہ دینا کہ کسی نے رات کے وقت کشتی کا رسہ کاٹ دیا تھا۔ اگر وہ تلاش کر لیں تو فروخت کر کے کچھ رقم ان میں تقسیم کر دینا۔ میرے پاس جو رقم بچ گئی ہے وہ بھی تمہارے پاس رہے گی۔"

ماہ بانو نے کہا "اگر آپ کے پاس گھوڑے نہیں ہیں تو میں دے سکتی ہوں۔"

"نہیں، ہمارے لئے غریب آدمیوں کی طرح پیدل سفر کرنا زیادہ آسان ہوگا۔ اب چلئے، آپ کو گھر چھوڑ آئیں۔"

حسان اور کاؤس کشتی کو کھیتے ہوئے دوبارہ کنارے پر لے آئے اور حسان نے کہا "کاؤس تم یہیں ٹھہرو، ہم انہیں گھر پہنچا کر واپس آجائیں گے۔"

ایک ساعت بعد ماہ بانو کو حسان اور سہیل فریبرز کے مکان سے تھوڑی دور الوداع کہہ رہے تھے۔

سہیل نے ماہ بانو سے کہا "معلوم نہیں یاسمین میرے متعلق کیا خیال کرے گی!"

ماہ بانو نے جواب دیا "تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں اسے سمجھا دوں گی۔"

حسان نے کہا "مجھے یقین ہے کہ ہم بہت جلد دوبارہ ملیں گے۔"

"میں آپ کا انتظار کروں گی اور اگر مجھے کسی وجہ سے بھاگنا پڑا تو اصفہان کے قریب سرداشی کا گھر میری آخری جائے پناہ ہوگا۔ اب آپ دیر نہ کریں۔"

حسان نے کہا "آپ اندر تشریف لے جائیں۔"

ماہ بانو خدا حافظ کہہ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی اور ایک ثانیہ مڑ کر دیکھنے کے بعد ڈیوڑھی میں غائب ہوگئی۔

"چلو سہیل!" حسان نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

سہیل نے اُس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا: "بھائی جان اگر مجھے گھر سے نکلتے وقت یہ معلوم ہوتا کہ میں دوبارہ واپس نہیں جا سکوں گا تو میں اپنی تلوار اور زرہ ضرور اٹھا لیتا۔"

حسان نے جواب دیا: "جب ہم اپنے مستقر پر پہنچیں گے تو تم تلواروں اور زرہوں کی کمی محسوس نہیں کرو گے۔ ہم ایران سے کافی اسلحہ حاصل کر چکے ہیں لیکن اس وقت ہمارے لئے ہتھیاروں کے بغیر سفر کرنا زیادہ محفوظ ہو گا۔"

باب ۲۶

ایک رات حسان اور سہیل حیرہ اور ذی قار کے درمیان، اسلامی لشکر کے پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ حسان نے اپنے بھائی کو ایک سالار کے پاس چھوڑنے کے بعد مثنیٰ ابن حارثہ کی قیام گاہ کا رُخ کیا لیکن خیمے سے باہر ایک پہریدار نے اُسے بتایا کہ امیرِ لشکر سو گئے ہیں اور طبیب کی یہ ہدایت ہے کہ اُنہیں بے آرام نہ کیا جائے۔ اگر کوئی اہم بات ہو تو آپ اُن کے بھائی سے مل لیجئے۔ وہ ساتھ والے خیمے میں ہیں۔ حسان دوسرے خیمے کی طرف بڑھا اور پھر دو منٹ بعد وہ معنیٰ ابن حارثہ کے سامنے کھڑا تھا۔

معنیٰ نے اُٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے پُوچھا "تم کب آئے ہو؟"

"میں ابھی پہنچا ہوں۔ اور امیرِ لشکر کو اپنی آمد کی اطلاع دینا چاہتا تھا"

"اُن کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ وہ دوا کھانے کے بعد سو گئے ہیں۔ اگر تم کوئی اہم خبر لے کر نہیں آئے تو اُنہیں جگانا ٹھیک نہیں ہوگا۔"

حسان نے فکرمند ہو کر سوال کیا "وہ بیمار ہیں؟"

معنیٰ نے جواب دیا "گزشتہ کئی ہفتوں کی بھاگ دوڑ کے باعث اُن کے زخم کی تکلیف بڑھ گئی ہے۔ طبیب ہمیشہ یہ کہتا تھا کہ اگر وہ چند دن آرام کر لیں تو اُن کا زخم ٹھیک ہو سکتا ہے لیکن جزیرہ کی مہم کے دوران اُنہیں آرام کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اب زخم کی ٹیس کے ساتھ اُنہیں بخار بھی ہو جاتا ہے۔ آج طبیب کی نئی دوا کا یہ اثر ہوا ہے کہ وہ عشاء کی نماز

پڑھتے ہی سو گئے ہیں۔ اگر تم مدائن کی صورت حال کے پیش نظر کسی فوری اقدام کا مشورہ دینا چاہتے ہو تو اُنہیں جگا دیا جائے۔"

"نہیں اُنہیں جگانے کی ضرورت نہیں۔ ابھی کچھ عرصہ دشمن کی طرف سے کسی فوری اقدام کا اندیشہ نہیں۔ میں صرف سپہ سالار کی خدمت میں حاضری دینا چاہتا تھا۔"

"بیٹھ جاؤ!" معنیٰ نے کہا۔

حسان اُس کے قریب چٹائی پر بیٹھ گیا اور وہ دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہے۔

اگلی صبح طلوع آفتاب کے وقت حسان مثنیٰ بن حارثہ کے سامنے پیش ہوا تو وہ تکیے کا سہارا لئے بیٹھا تھا۔ حسان اُس کے ہاتھ کا اشارہ پاکر اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔

مثنیٰ نے سوال کیا "تم کب پہنچے؟"

"میں رات کے وقت پہنچ گیا تھا لیکن آپ کو بے آرام کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ تم مدائن کے حالات سناؤ۔"

حسان نے جواب دیا "مدائن میں بڑے زور شور کے ساتھ نئی جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور میں اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ رومیوں کے خلاف کسریٰ پرویز کی فتوحات کے ابتدائی دَور کے سوا اہلِ ایران کبھی اس قدر متحد نہیں ہوئے تھے۔ مدائن میں یہ خبر گرم ہے کہ آئندہ جنگ میں رستم بذاتِ خود ایران کے لشکر کی راہنمائی کرے گا۔ اگرچہ اس سے قبل ایران کے حالات ایسے نہیں تھے کہ وہ ہمارے خلاف اپنی پوری قوت کو متحد اور منظم کر سکتے۔ لیکن یزدگرد نے ایک بہت بڑے خلا کو پُر کر دیا ہے۔ اب تخت کا کوئی دعویدار اُس کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرے گا اور اگر یزدگرد نے فوج کی قیادت رستم کو سونپ دی تو رستم کی پہلی کوشش ہوگی کہ ایران کا ایک سپاہی بھی جنگ کے میدان میں پیچھے نہ رہے۔ تاہم مجھے دشمن کی طرف سے کسی فوری اقدام کا خدشہ نہیں۔ رستم کو مکمل تیاریوں کے لئے وقت کی ضرورت ہے۔"

مثنیٰ نے کہا "ہم دجلہ کے کنارے تک پہنچ کر واپس آئے ہیں۔ اگر میرے پاس تھوڑی سی فوج اور ہوتی تو آج میں مدائن میں ہوتا۔"

حسان نے کہا "میں نے سنا ہے کہ امیرالمومنین نے آپ کو حوصلہ افزا پیغام بھیجا ہے؟"

"ہاں اُنہوں نے میری معروضات کے جواب میں کہلا بھیجا ہے کہ وہ بہت جلد کمک بھیج رہے ہیں۔ لیکن کاش میں مدینے کے لشکر کا انتظار کر سکتا۔ کل میں نے امیرالمومنین کی خدمت میں ایک اور ایلچی بھیج دیا تھا اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم بھی آج ہی روانہ ہو جاؤ اور اُس کے ساتھ جا ملو۔ اگر مدینے سے کوئی لشکر ابھی تک روانہ نہیں ہوا تو امیرالمومنین کی خدمت میں میری طرف سے یہ عرض کرو کہ میں انتہائی بے چینی کے ساتھ اُس کی راہ دیکھ رہا ہوں۔ اگر لشکر تمہیں راستے میں مل جائے تو اُس کے ساتھ واپس آجاؤ۔ ہم ذی قار پہنچ کر تمہارا انتظار کریں گے۔ میں تمہیں اس لئے امیرالمومنین کی خدمت میں روانہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم اُن کے سامنے ایران کی تازہ ترین صورتِ حالات بیان کر سکو گے۔ اب جا کر تیاری کرو۔"

حسان کے دل میں کئی باتیں تھیں۔ وہ اپنے اولوالعزم راہنما کی صحت کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔ وہ اُنہیں آرام کا مشورہ دینا چاہتا تھا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ ایران کی فتح کے متعلق آپ نے جو خواب دیکھے تھے اُن کی تعبیر کا وقت آگیا ہے اور سب سے زیادہ وہ کچھ دیر ان کی صحبت میں بیٹھتا اور اُن کی باتیں سننا چاہتا تھا لیکن مضطرب نگاہیں اُسے یہ کہہ رہی تھیں "میرے دوست! مجھے معلوم ہے تم کیا کہنا چاہتے ہو لیکن میرے پاس باتوں کے لئے وقت نہیں۔"

حسان اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا، رُکا اور مُڑ کر دیکھنے لگا۔

مثنیٰ نے سوال کیا۔ "تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"نہیں" اُس نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

مثنیٰ اُٹھ کر آگے بڑھا اور اپنا ہاتھ حسان کے کندھے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "میرے دوست! تمہیں میرے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر ذی قار پہنچ کر مجھے آرام کا وقت مل گیا تو میں طبیب کی

ہدایات پر عمل کر سکوں گا۔ لیکن ایک انسان کی زندگی میں وہ وقت ضرور آتا ہے جب اُسے اپنے کام دوسروں کے سپرد کرنے پڑتے ہیں۔ ہمیں یہ کبھی نہیں سوچنا چاہیئے کہ ہمارے بعد شاہراہِ حیات کے قافلے رُک جائیں گے۔ میں اس قافلے کا نقیب ہوں جو دا ئن کا راستہ دیکھ چکا ہے اور اگر میں آخری منزل تک تمہارا ساتھ نہ دے سکا تو بھی میری رُوح کو یہ اطمینان ضرور ہو گا کہ وہ جو میرے بعد تمہاری راہنمائی کریں گے مجھ سے زیادہ اِس ذمہ داری کے اہل ثابت ہوں گے اور اُن کی نگاہیں مدائن سے آگے دیکھ سکیں گی۔ اور پھر نئے میدانوں کی وسعتوں میں اُن کے قدموں کے نشان پیچھے آنے والے مسافروں کے لئے روشنی کے مینار بن جائیں گے۔ اب تم جاؤ اور میری فکر نہ کرو۔"

حسان نے دونوں ہاتھوں سے اُس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "آپ کا ہاتھ گرم ہے۔ آپ کو زیادہ تکلیف تو نہیں؟"

مثنیٰ نے جواب دیا: "مجھے صرف اس بات سے تکلیف ہے کہ میرے بعض ساتھی کبھی کبھی یہ احساس دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ میری ذات میری زندگی کے مقصد سے زیادہ اہم ہے۔ دیکھو حسان! عراق کا کوئی میدان ایسا نہ تھا جس میں قدم رکھتے وقت میں نے شہادت کی تمنا نہیں کی تھی۔"

حسان نے ایک ثانیہ کے لئے انسانی عظمتوں کے اِس پہاڑ کی طرف دیکھا اور پھر اس کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو گئے۔ وہ اپنے خیمے سے باہر نکل کر اپنے دل میں یہ الفاظ دُہرا رہا تھا "میرے دوست، میرے بھائی، میرے قائد! اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔"

سہیل کچھ فاصلے پر مجاہدوں کو تیر اندازی کی مشق کرتے دیکھ رہا تھا۔ حسان نے قریب جا کر اُسے آواز دی اور وہ بھاگتا ہوا اُس کے پاس آگیا۔ حسان نے کہا: "سہیل! میں مدینے جا رہا ہوں۔"

"کب؟"

"میں ابھی روانہ ہو جاؤں گا لیکن اگر لشکر راستے میں مل گیا تو میں آگے جانے کی بجائے

اس کے ساتھ واپس آجاؤں گا "

" اور مجھے ساتھ نہیں لے جائیں گے ؟"

" نہیں "

سہیل کے چہرے پر اداسی چھاگئی۔ حسان نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا "تم میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں ایک دوست کے سپرد کرتا ہوں "

سہیل اُس کے ساتھ چل دیا۔ راستے میں اُس نے پوچھا " وہ کون ہے ؟"

" اُس کا نام عاصم بن عمر تمیمی ہے اور تم اُس سے بہت کچھ سیکھ سکو گے "

تھوڑی دیر بعد وہ نیزہ بازی کے میدان میں عاصم بن عمر تمیمی کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔

حسان نے مختصراً ایران کی تازہ صورتِ حال کے متعلق اُس کے سوالات کا جواب دینے کے بعد کہا " عاصم! میں مدینے جارہا ہوں۔ یہ میرا بھائی ہے۔ اگر آپ اسے ایک سپاہی بنا سکیں تو مجھ پر احسان ہوگا۔ اس نے مدائن میں فوجی تربیت حاصل کی ہے اور مجھے اُمید ہے کہ یہ ایران کے تازہ حالات کے متعلق آپ کے ہر سوال کا تسلی بخش جواب دے گا "

" یہ مدائن میں تھا ؟"

" ہاں لیکن میرے پاس اس کی سرگزشت سُنانے کے لئے وقت نہیں۔ سپہ سالار کا حکم ہے کہ میں فوراً روانہ ہو جاؤں "

" بہت اچھا آپ جائیں۔ لیکن میں صرف ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہمیں دشمن کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کی تیاری کے لئے کتنا وقت لگے گا ؟"

" اگر میرے اندازے غلط ثابت نہ ہوئے تو دشمن کی پیشقدمی سے پہلے مدینے کا لشکر ہماری مدد کے لئے پہنچ جائے گا " حسان یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر پڑاؤ سے نکل رہا تھا تو سہیل نیزہ بازی میں مصروف ہو چکا تھا ۔

مثنیٰ ابن حارثہ ذی قار کے مقام پر شدید بخار کی حالت میں خیمے کے اندر لیٹے ہوئے تھے۔ اور فوج کے چند سالار اُن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ خیمے سے باہر گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی تھوڑی دیر بعد حسان اندر داخل ہُوا۔ مثنیٰ ابن حارثہ کے مرجھائے ہوئے چہرے پر اچانک تازگی آگئی اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔

حسان نے کہا" جناب مدینے کا لشکر آرہا ہے اور اس کے امیر آپ کو سلام کہتے ہیں اور یہ پیغام دیتے ہیں کہ وہ بہت جلد پہنچ جائیں گے۔"

"امیر کون ہیں؟"

" سعد بن ابی وقاص - امیر المومنین بذاتِ خود لشکر کی راہنمائی کرنا چاہتے تھے لیکن صحابہ نے انہیں مشورہ دیا کہ موجودہ حالات میں آپ کا مدینہ سے باہر جانا مناسب نہیں۔ سعد بن ابی وقاص اُن معزز صحابیوں میں سے ہیں جنہیں کفر و اسلام کی ان جنگوں میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہے جو عہدِ رسالت میں لڑی گئی تھیں۔ اُن کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اسلام کے لئے پہلا تیر اُن کی کمان سے نکلا تھا۔"

مثنیٰ نے دوبارہ تکیے پر سر رکھتے ہوئے کہا" میں ان کے متعلق سُن چکا ہوں لیکن کاش میں انہیں دیکھ سکتا۔ اُن کے ساتھ کتنی فوج ہے؟"

حسان نے جواب دیا۔ وہ چار ہزار سواروں کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے تھے لیکن اُن کا خیال ہے کہ عراق پہنچنے سے پہلے اُن کے لشکر کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہو جائے گی امیر المومنین نے راستے کے تمام قبائل کو اُن کے ساتھ شامل ہونے کے احکام بھیج دئیے ہیں اور مدینے میں بھی مزید لشکر بھرتی کیا جا رہا ہے۔ سعد بن ابی وقاص سیراف پہنچ کر مزید افواج کا انتظار کریں گے انہیں توقع ہے کہ جنگ سے پہلے لشکرِ شام کا ایک حصّہ بھی اُن سے آ ملے گا۔"

مثنیٰ نے اپنے بھائی سے مخاطب ہو کر کہا" اب تم ان قبائل کو فتح کی بشارت دے سکتے ہو۔

جنہیں ایران کی جنگی تیاریوں نے پریشان کر رکھا ہے۔ تم اُنہیں یہ بتا سکتے ہو کہ میں صرف اسلام کے لشکر کے دستہ ہراول کی راہنمائی کر رہا تھا۔ تم سب سے پہلے بنو بکر کے پاس جاؤ اور اُنہیں میری طرف سے پیغام دو کہ اُنہیں ایران کے جاسوسوں کی باتیں سُن کر ہراساں نہیں ہونا چاہیئے۔"

عاصم بن عمر تمیمی نے کہا "اگر آپ اجازت دیں تو مثنیٰ کی جگہ میں قبائل کے پاس جانے کے لئے تیار ہوں۔"

"نہیں" مثنیٰ نے فیصلہ کُن لہجے میں جواب دیا۔ "بنو بکر تمہاری بات نہیں سنیں گے۔ ویسے بھی تمہارا مستقر میں رہنا ضروری ہے۔" پھر وہ ایک عمر رسیدہ سردار بشیر بن خصاصیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ "بشیر! مجھے معلوم نہیں کہ ایک گھڑی، ایک پہر یا ایک دن بعد میری کیا حالت ہوگی۔ اس لئے میں اپنے حصے کی ذمہ داریاں تمہیں سونپتا ہوں۔"

حاضرین دم بخود ہو کر کبھی مثنیٰ اور کبھی بشیر بن خصاصیہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اُس نے مغموم لہجے میں کہا "اگر میں آپ کے خیمے پر پہرا دے سکوں تو اُسے بھی اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھوں گا لیکن ڈر ہے کہ میں۔۔۔"

مثنیٰ نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "جب تک سعد بن ابی وقاص یہاں نہیں پہنچتے تمہیں ذی قار کے مستقر کی حفاظت کرنی پڑے گی اور میرا خیمہ اس مستقر سے باہر نہیں ہے۔ اب جاؤ اور مجاہدین سے کہو کہ وہ اپنی تلواریں تیز کر لیں۔ عاصم اپنے ساتھیوں کو سمجھاؤ کہ اُنہیں جنگ کی تیاری کے لئے جو وقت ملا ہے اُسے ضائع نہ کریں۔" وہ یکے بعد دیگرے خیمے سے نکل گئے لیکن حسان اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

مثنیٰ نے اُن کی طرف دیکھا اور کہا "حسان! تم تھک گئے ہو گے۔ جاؤ آرام کرو۔" حسان کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن مثنیٰ بن حارثہ نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ دبے پاؤں باہر نکل آیا۔

مثنیٰ بن حارثہ کی بیوی سلمیٰ پردہ اُٹھا کر خیمے کے عقب سے نمودار ہوئی اور اپنے شوہر کے قریب بیٹھ گئی۔

وہ کچھ دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر مثنیٰ نے کہا "سلمیٰ اب تمہیں یہ شکایت نہیں رہے گی کہ میں آرام نہیں کرتا۔ اب میں نے اپنے حصے کا بوجھ بشیر کو سونپ دیا ہے اور میں جی بھر کر سو سکوں گا۔ میرا خیال تھا کہ میں مدائن پہنچ کر آرام کروں گا۔ لیکن مدائن ابھی دُور ہے۔ تمہیں یاد ہے جب میں نے پہلی بار یہ اعلان کیا تھا کہ میں ایران کے خلاف جنگ شروع کرنے جا رہا ہوں تو تمہارے خاندان کے بزرگ ہنس پڑے تھے۔ لیکن اب میرے سارے خواب پورے ہو رہے ہیں۔ تم نے سُنا ہے امیرالمومنین بذات خود لشکر کی راہنمائی کرنا چاہتے تھے لیکن صحابہ کے اصرار پر انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے اور اپنی جگہ اس جیسی انسان کو بھیج دیا ہے جو ہر لحاظ سے اس منصب کا اہل ہے۔"

سلمیٰ نے کہا "میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میری زندگی میں کوئی ایسا لمحہ نہیں آیا جب آپ نے کوئی بات کہی ہو اور مجھے یقین نہ آیا ہو۔"

"سلمیٰ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کی۔"

"مجھے معلوم تھا کہ آپ کو اللہ کی راہ میں جہاد کے سوا اور کوئی راستہ پسند نہیں اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ آپ نے اس کٹھن راستے میں مجھے اپنی رفاقت کے قابل سمجھا ہے۔"

حضرت مثنیٰ کچھ دیر اپنی رفیقہ حیات سے باتیں کرتے رہے۔ پھر اچانک انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد طبیب خیمے میں داخل ہوا تو اُن کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے اور سانس تیز ہو رہا تھا۔ طبیب نے اُن کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "ان کا بخار زیادہ تیز ہو گیا ہے۔"

مثنیٰ نے بے چینی سے کروٹیں بدلنے کے بعد آنکھیں کھول دیں اور طبیب کے اصرار پر دوا کے چند گھونٹ پی لئے۔ لیکن اُن کا چہرہ یہ بتا رہا تھا کہ اُن کی زندگی کا آخری معرکہ شروع ہو چکا ہے۔ باقی دن اور اُس کے بعد رات کے پچھلے پہر تک وہ موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا رہے۔ پھر جب ذی قار کے پڑاؤ میں صبح کی اذان سُنائی دے رہی تھی۔ انہوں نے آخری بار آنکھیں کھولیں۔ چند بار کلمہ شہادت پڑھا اور پھر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔

سعد بن وقاص کو مدینے سے اٹھارہ منزل سفر کرنے کے بعد ثعلبہ کے مقام پر مثنیٰ بن حارثہ کی وفات کی اطلاع ملی تو انہوں نے بشیر بن خصاصیہ کو یہ حکم بھیجا کہ تم اپنے مجاہدوں اور مثنیٰ بن حارثہ کے اہل و عیال کو لے کر سیراف کے مقام پر ہم سے آملو۔ چند دن بعد ذی قار سے مجاہدین کا قافلہ سیراف پہنچا تو سعد بن ابی وقاص بذاتِ خود اپنے مستقر سے باہر ان کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ سعد بن ابی وقاص نے شہداء کی بیواؤں اور یتیم بچوں کو خیموں میں پہنچانے کا حکم دیا اور اس کے بعد مثنیٰ کے نامور رفقا کے ساتھ اپنے خیمے کے سامنے ایک کشادہ شامیانے کے نیچے بیٹھ گئے۔ اور ماضی کے واقعات اور مستقبل کے خدشات کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔

عاصم بن عمر، بشیر بن خصاصیہ اور مثنیٰ کے دوسرے نامور ساتھیوں سے باتیں کرنے کے بعد وہ معنیٰ بن حارثہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ "معنیٰ تم ہر معرکے میں اپنے جلیل القدر بھائی کے ساتھ تھے۔ اور میرے اس سوال کا جواب شاید تم سے بہتر کوئی اور نہ دے سکے کہ ہمارے لئے مدائن پہنچنے کا بہترین راستہ کونسا ہے؟ اور اگر آج تمہارا بھائی بھائی زندہ ہوتا تو وہ مجھے کیا مشورہ دیتا؟"

معنیٰ بن حارثہ نے جواب دیا "اس سوال کے جواب کے لئے مجھے قیاس آرائی کی ضرورت نہیں۔ اپنی علالت کے ایام میں انہوں نے مجھے جو ہدایات دی تھیں وہ میرے ذہن میں محفوظ ہیں وہ بار بار یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارا مقصد ایران کے کسی علاقے پر یلغار کرنا ہو تو یہ مشکل نہیں۔ میں ایک مٹھی بھر فوج کے ساتھ مدائن تک پہنچ سکتا ہوں۔ لیکن ہمارا اصل مقصد ایران پر مستقل غلبہ حاصل کرنا ہے اور یہ مقصد ایران کی عسکری قوت کو تباہ کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہمیں جلد یا بدیر ایران کے ساتھ ایک فیصلہ کُن جنگ لڑنی پڑے گی۔ بویب کی جنگ کے بعد میرا خیال تھا کہ ہم ایران پر فتح حاصل کر چکے ہیں لیکن وہ یہ کہتے تھے کہ اگر رستم کی قیادت نے ایران کا انتشار ختم نہ کر دیا ہوتا تو بویب کی جنگ فیصلہ کُن ثابت ہو سکتی تھی اور ہمارے لئے مدائن فتح کر لینا مشکل نہ ہوتا۔ لیکن اب ایران کے حالات یکسر بدل گئے ہیں۔ یزدگرد کی تخت نشینی کے بعد وہ بڑی تیزی کے

ساتھ متحد اور منظم ہو رہے ہیں اور ہمارے جنگی وسائل ایسے نہیں کہ ہم بویب کی فتح سے پورا فائدہ اُٹھا سکیں۔ ایک وقت ایسا تھا کہ مدائن فتح کرنے کے لئے مجھے صرف دس ہزار مزید جانبازوں کی ضرورت تھی۔ لیکن اب ہم ایرانیوں کو مکمل شکست دئے بغیر آگے بڑھنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ ہمیں کسی صورت میں بھی اس غلطی کا اعادہ نہیں کرنا چاہیئے جس کے باعث ہم نے جسر کے میدان میں شکست کھائی تھی۔ ایرانیوں سے فیصلہ کن معرکہ کے لئے ہمیں کوئی ایسا میدان تلاش کرنا پڑے گا جہاں ہمارے پیچھے صحرا یا پہاڑ ہوں۔ اگر دشمن کی قوت منتشر ہو تو ہم اُسے ہراساں کرنے کے لئے ہر وقت دریا عبور کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ متحد اور منظم ہو کر میدان میں آجائے تو ہمیں فرات کے اُس پار اس کا انتظار کرنا چاہیئے۔"

سعد نے کہا۔" مجھے اس رائے سے ذرہ بھر اختلاف نہیں۔ لیکن میں گرد و پیش کے تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہی یہ فیصلہ کر سکتا ہوں کہ ایران کے ساتھ فیصلہ کن معرکے کے لئے کونسا مقام موزوں ہو گا۔ تم مثنیٰ کی بیوہ کو میری طرف سے یہ پیغام دو کہ ہم اُنہیں اسی عزت کا مستحق سمجھتے ہیں جو اُنہیں اپنے نامور شوہر کی زندگی میں حاصل تھی۔"

دو ہفتے بعد ایک صبح امیر المومنین عمرؓ بن خطاب کا قاصد پہنچا اور حضرت سعد بن ابی وقاص اس کے ساتھ ملاقات کے فوراً بعد سردارانِ لشکر کو بتا رہے تھے کہ امیر المومنین نے ہمیں قادسیہ پہنچ کر دشمن کا انتظار کرنے کا حکم دیا ہے اور پھر جب امیر لشکر کے استفسار پر معنیٰ بن حارثہ قادسیہ کا محل وقوع بیان کر رہا تھا تو سننے والے یہ محسوس کر رہے تھے کہ عراق کا سارا نشیب و فراز امیر المومنین کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ اور اگر مثنیٰ بن حارثہ زندہ ہوتے تو شاید وہ حق و باطل کے عظیم معرکے کے لئے قادسیہ کے سوا کوئی اور مقام منتخب نہ کرتے۔

باب ۲۷

مدائن سے لے کر دجلہ اور فرات کے درمیان ایران کا ہر شہر اور گاؤں فوجی مستقر میں تبدیل ہو چکا تھا۔ تاہم رستم مختلف حیلوں اور بہانوں سے جنگ کو ٹالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ستاروں کا علم جانتا تھا اور اُس کی نگاہ میں ستاروں کی گردش ایران کے خلاف تھی ایران کے دوسرے نجومی بھی اُسے آنے والے خطرات سے آگاہ کر چکے تھے۔

جب مدائن کے اُمرا لشکر کی پیشقدمی کا مطالبہ کرتے تو وہ اُنہیں یہ کہہ کر خاموش کر دیتا "ہمارا فائدہ اسی میں ہے کہ ہم اطمینان سے تیاریاں جاری رکھیں اور مسلمانوں کو اس بات پر مجبور کر دیں کہ وہ یا تو دریا عبور کر کے بڑھیں یا پھر سامانِ رسد کی تنگی سے پریشان ہو کر واپس چلے جائیں۔ ان دونوں صورتوں میں ہمارا فائدہ ہے۔ اگر وہ ہماری جنگی تیاریوں سے مرعوب ہو کر قادسیہ سے واپس چلے جائیں تو فرات کے پار عرب قبائل اُن کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے اور اُنہیں دوبارہ ایران کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ ہو گی اور اگر وہ دریا عبور کرنے کی حماقت کر بیٹھے تو ہماری کوشش یہ ہو گی کہ اُن کا ایک سپاہی بھی جان بچا کر واپس نہ جا سکے۔"

فوج کے سرداروں کو یہ منطق پسند تھی اور وہ اپنے سالار کی تائید میں یہ کہتے تھے کہ آئندہ جنگ جس قدر مدائن سے قریب لڑی جائے گی اسی قدر مسلمانوں کے لئے تباہ کُن ثابت ہو گی۔ دجلہ اور فرات کا درمیانی علاقہ ایران کے شیروں کے کچھار ہیں اور شکار بذاتِ خود کچھار میں آجائے تو ہمیں باہر نکل کر پیچھا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یزدگرد کو بھی انتہائی ضرورت کے بغیر کوئی خطرہ مول لینا پسند

نہ تھا۔ چنانچہ وہ اطمینان سے قادسیہ میں جمع ہونے والے دشمن کے آئندہ اقدام کا انتظار کر رہا تھا۔

یہ صورتِ حال سعد بن ابی وقاص کے لئے غیر متوقع تھی۔ وہ موسمِ بہار میں مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد اُنہوں نے چند ماہ سیراف میں قیام کیا۔ پھر عزیب کے مقام پر ایرانیوں کی ایک اہم چوکی فتح کی۔ چند دن وہاں رُکے اور بالآخر قادسیہ میں ڈیرے ڈال دیئے۔

جب قریباً ایک ماہ تک دشمن کی نقل و حرکت کی کوئی اطلاع نہ ملی اور مسلمانوں کو رسد کی کمی محسوس ہونے لگی تو سعد نے ان مجاہدوں کو چھاپے مارنے کا حکم دیا جو مثنیٰ بن حارثہ کی رفاقت میں عراق کا ایک ایک گوشہ دیکھ چکے تھے۔ چنانچہ یہ مجاہد چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں پڑاؤ سے نکلتے اور دشمن سے مویشی اور غلہ چھین لاتے۔ اس کے بعد یہ کارروائی جس کا ابتدائی مقصد لشکر کے لئے خوراک حاصل کرنا تھا باقاعدہ حملوں کی صورت اختیار کرنے لگی اور چند دن بعد حیرہ کی کوئی بستی اور کوئی شہر مسلمانوں کی دسترس سے محفوظ نہ تھا۔ پھر یہ طوفانی دستے حیرہ سے آگے دریا عبور کر کے جزیرہ کے علاقوں میں داخل ہو گئے اور ایرانیوں کی چوکیوں کو تباہ و برباد کرتے ہوئے فراض تک جا پہنچے۔ مقامی باشندوں کے وفود مدائن پہنچے اور اُنہوں نے یزدگرد سے فریاد کی کہ اگر ایران کی افواج میں حرکت میں نہ آئیں تو پورے عراق پر مسلمانوں کی ہیبت چھا جائے گی اور لوگ ایران سے مایوس ہو کر اُن کا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ مرزبانوں، زمینداروں اور فوجی چوکیوں کے محافظوں کی طرف سے بھی یزدگرد کو فوری اعانت کی درخواستیں موصول ہو رہی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی مدائن کی بے چینی میں بھی اضافہ ہو رہا تھا اور اُمراء اور مذہبی پیشواؤں کا یہ مطالبہ زور پکڑ رہا تھا کہ رستم کو بلا تاخیر پیشقدمی کا حکم دیا جائے۔ چنانچہ ایک دن یزدگرد نے رستم کو طلب کیا اور کہا "ہم کل غروبِ آفتاب سے پہلے یہ سُننا چاہتے ہیں کہ ہماری فوج قادسیہ کے راستے کی پہلی منزل طے کر چکی ہے۔"

رستم کا چہرہ اُتر گیا۔ اُس نے کہا "عالم پناہ! مجھے آپ کے حکم سے انکار کی مجال نہیں مدائن کا لشکر آج ہی روانہ ہو جائے گا۔ لیکن۔۔۔۔"

"لیکن کیا؟" یزدگرد نے برہم ہو کر پُوچھا۔

رستم نے ملتجی ہو کر جواب دیا" عالی جاہ! میرا پایہ تخت سے قریب رہنا ضروری ہے۔ مجھے اس بات کی اجازت دیجئے کہ میں لشکر کو ساباط پہنچانے کے بعد واپس آجاؤں۔ میدانِ جنگ میں ہماری افواج کی راہنمائی کے لئے کئی اور تجربہ کار اور قابلِ اعتماد سردار موجود ہیں۔ میں جالینوس ہرمزان، فیروزان اور بہمن میں سے کسی ایک کو یہ مہم سونپ سکتا ہوں۔"

یزدگرد نے زیادہ تلخ ہو کر کہا" اور تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ تمہاری نسبت یہ لوگ دشمن کے تیروں کے سامنے سینہ سپر ہونا زیادہ پسند کرتے ہیں؟"

رستم نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا" عالیجاہ! میں بزدل نہیں ہوں لیکن فوج کے حوصلے بلند کرنے کے لئے میرا پیچھا رہنا ضروری ہے۔ قادسیہ کی طرف پیشقدمی کرنے والے سپاہیوں کے دل میں یہ اطمینان ضرور ہونا چاہیئے کہ ایران کا دارالسلطنت محفوظ ہے اور اُنہیں ضرورت کے وقت مدد مل سکتی ہے۔ میں مدائن میں بیکار نہیں بیٹھوں گا بلکہ میری کوشش یہ ہوگی کہ اگر کسی دن مجھے ایک ہزار سوار بھیجنے کی ضرورت پیش آئے تو ملکے دن ان کی جگہ چار ہزار تازہ سپاہی بھرتی ہونے کے لئے موجود ہوں۔ میں دشمن پر یہ دبدبہ رکھنا چاہتا ہوں کہ میں نے جتنی فوج آگے بھیجی ہے اس سے زیادہ مدائن کے مستقر میں تربیت حاصل کر رہی ہے۔"

یزدگرد نے ایک حقارت آمیز تبسم کے رستم کی طرف دیکھا اور کہا" ہم نے کسی ایسے سپہ سالار کے متعلق نہیں سُنا جس نے میدانِ جنگ سے دُور رہ کر دشمن کو مرعوب کرنے کی کوشش کی ہو۔ تم نے یہ کہا تھا کہ اگر ہم کچھ عرصہ آرام سے بیٹھے رہیں تو دشمن اپنے جنگی وسائل کی کمی کے باعث خود بخود پیچھے ہٹ جائے گا۔ تم نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر دشمن نے پیشقدمی کی تو تم اُسے دریا عبور کرتے ہی پیس کر رکھ دو گے۔ لیکن اب صورتِ حال یہ ہے کہ دشمن قادسیہ میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہے اور اس کے سوار بلا خوف و خطر ہمارے زرخیز علاقوں میں تباہی مچا رہے ہیں۔ اُن کے پاس رسد کی کوئی کمی نہیں اُنہوں نے کئی مہینوں کی ضرورت کے لئے ذخائر جمع کر لئے ہیں۔ اور اگر تمہارے تدبّر کے باعث اُنہیں کچھ وقت اور مل گیا تو اُنہیں ملک حاصل کرتے میں بھی کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ شام

کے محاذ پر رومیوں کو کچلنے کے بعد اُنہیں ایران کا رُخ کرنے میں دیر نہیں لگے اور پھر شاید تم ایران کی پُوری آبادی مدائن کے مستقر پر جمع کرنے کے بعد بھی اُنہیں مرعُوب نہ کر سکو۔ تمہاری اپنی اطلاع کے مُطابق قادسیہ کے میدان میں دشمن کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ نہیں۔ تم ساٹھ ہزار سواروں کو مدائن کے مستقر میں جمع کر چکے ہو۔ ساٹھ ہزار سپاہی ساباط میں اور اسی قدر راستے کی دوسری چوکیوں میں تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم کئی مہینوں سے دشمن کا سامنا کرنے سے پس و پیش کر رہے ہو؟ ہم نے سُنا ہے کہ تم ستاروں کا علم جانتے ہو۔ لیکن ایران کو ایک منجم سے زیادہ سپاہی کی ضرورت ہے۔"

رستم خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اُس نے کہا "عالیجاہ! ستاروں کا علم جاننا کوئی جُرم نہیں۔ لیکن اگر آپ کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ ستارہ شناسی نے مجھے بُزدل بنا دیا ہے یا اپنی جان کے خوف سے میری اطاعت اور وفاداری میں کوئی فرق آ گیا ہے تو میں یہ ثابت کر دوں گا کہ آپ نے اپنے غلام کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ میں آج ہی روانہ ہو جاؤں گا۔"

یزدگرد نے قدرے متاثر ہو کر کہا "مجھے تم پر کوئی شبہ نہیں اور تمہیں اس قدر جلد بازی سے کام لینے کی ضرورت نہیں۔ ایک دن سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم کل علی الصباح تمہیں مستقر سے رخصت کریں گے۔"

رستم ساٹھ ہزار سواروں کے ساتھ مدائن سے نکلا۔ اُس کے آگے آگے جنگی ہاتھی اور پیچھے اُن اُونٹوں اور خچروں کی قطاریں تھیں جن پر خزانہ، رسد کا سامان اور خیمے لدے ہوئے تھے۔ جب وہ ساباط پہنچا تو ایران کے وہ آزمُودہ کار جرنیل جنہوں نے چند برس قبل رومیوں اور اُس کے بعد مُسلمانوں کے کئی معرکوں میں حصہ لیا تھا۔ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ اُس کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔

ساباط میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد وہ بظاہر پیشقدمی کی تیاریوں میں مصرُوف تھا لیکن اس کے تساہل کی اصل وجہ یہ تھی کہ مشہُور و معرُوف منجم جنہیں وہ مدائن سے اپنے ساتھ لایا تھا ابھی تک

یہی کہہ رہے تھے کہ ستاروں کی گردش اس کے خلاف ہے۔ پھر جب ایک دن اُسے یہ اطلاع ملی کہ مسلمانوں کا ایک وفد کسریٰ سے گفتگو کرنے کے لئے مدائن کا رُخ کر رہا ہے تو اُس نے پہلی بار اپنے دل میں یہ اطمینان محسوس کیا کہ اہرمزد نے اُس کی دُعائیں سُن لی ہیں۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اُس کے رُفقا اُسے یہ مشورہ دے رہے تھے کہ ایران کو ایک جواں سال اور تندمزاج حکمران کی حماقتوں کے نتائج سے بچانے کے لئے آپ کا مدائن پہنچنا ضروری ہے۔

یزدگرد اپنے دربار میں ان جسُور و غیوُر انسانوں کو دیکھ رہا تھا جن کی نگاہوں میں اپنے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ تھا۔ ان کے سروں پر جواہرات سے مزین ٹوپیاں اور جسم پر حریر و اطلس کی قبائیں نہ تھیں، تاہم ایران کی عظیم سلطنت کا حکمران اُن کے چہروں پر وہ آسُودگی اور بے نیازی دیکھ رہا تھا جو اُس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ مغرور نہ تھے لیکن اُنہیں انتہائی سادہ لباس میں چھپے ہوئے بازوؤں کی قوت کا پُورا احساس تھا اور اُن کی بیباک نگاہیں اس ملّت کے عزم و یقین کی ترجمانی کر رہی تھیں جسے اللہ کی زمین پر انسانوں کی بادشاہت گوارا نہ تھی۔ داعیانِ اسلام کا یہ وفد چودہ ارکان پر مشتمل تھا۔ ان میں سے سات وہ تھے[1] جنہیں جسمانی وجاہت اور رعب داب کے لحاظ سے جفاکش صحرا نشینوں کی بہترین خصوصیات کا نمائندہ سمجھا جاتا تھا اور سات[2] ایسے تھے جن کے چہرے قبائلِ عرب کی ذہانت اور سیاسی بصیرت کے آئینہ دار تھے۔

---

[1] عاصم بن عمر، معنیٰ بن حارثہ، عطارد بن حاجب، اشعث بن قیس، حارث بن حسان، مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن معدی کرب جسمانی توانائی اور قد و قامت کے لحاظ سے پُورے عرب میں مشہور تھے۔

[2] سفارت کے باقی سات ارکان جنہیں دانائی اور سیاسی بصیرت کے اعتبار سے غیر معمولی شہرت حاصل تھی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ نعمان بن مقرن، فرات بن حیان العجلی، بسر بن ابی رہم، حنظلہ بن الربیع، عدی بن سہیل اور مغیرہ بن زرارہ۔ بعض مؤرخین نے آخری نام "مغیرہ بن زرارہ" کی بجائے "قیس بن زرارہ" بیان کیا ہے۔

توہم پرست ایرانی ہر بات سے فال لینے کے عادی تھے۔ یزدگرد نے کچھ دیر حیرت اور اضطراب کے عالم میں اُن لوگوں کی طرف دیکھا اور پھر اُس نے مترجم کی وساطت سے سوال کیا۔ "چادر کو تمہاری زبان میں کیا کہتے ہیں؟"

نعمان بن مقرن نے جو اس وفد کے سرکردہ تھے آگے بڑھ کر جواب دیا "برد"

یزدگرد کی زبان سے بے اختیار "جہاں برد" کے الفاظ نکل گئے اور حاضرینِ دربار زہر کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔

"تم کوڑے کو کیا کہتے ہو؟" یزدگرد نے بلا توقف دوسرا سوال کر دیا۔

"سوط" نعمان بن مقرن نے جواب دیا۔ لیکن یزدگرد "سوط" کو "سوخت" سمجھ کر چلا اُٹھا۔ "پارس را سوختند"

مدائن کے اُمراء اور مجوسی کاہنوں کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ لیکن جوان سال اور مغرور شہنشاہ کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔

شہنشاہ نے پوچھا "تم ہمارے ملک میں کیوں آئے ہو؟"

نعمان بن مقرن نے ایک مختصر اور جامع تقریر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دینِ اسلام کی تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا "ہم اس دین کے داعی ہیں جس نے ہمیں جہالت اور گمراہی کی تاریکیوں سے نجات کا راستہ دکھایا ہے۔ اگر تم ہماری دعوت قبول کر لو تو ہم واپس چلے جائیں گے اور تمہاری راہنمائی کے لئے اللہ کی کتاب چھوڑ جائیں گے۔ جب تک تم اس پر عمل کرو گے ہم تمہاری حکومت سے کوئی تعرض نہیں کریں گے۔ اگر تمہیں اسلام کی دعوت قبول نہیں تو دوسری صورت یہ ہے کہ تم جزیہ دو۔ ورنہ ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔"

یزدگرد کا چہرہ غصے سے تمتما اُٹھا۔ اُس نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا "میں نے تم سے زیادہ بدبخت اور خستہ حال قوم نہیں دیکھی۔ تم جب کبھی ہم سے سرکشی کرتے تھے تو یہاں سے سرحد کے زمینداروں کو حکم بھیج دیا جاتا تھا۔ وہ تمہارا سارا کس بل نکال دیتے تھے۔ ایران میں عربوں کو دو ہی کاموں

سے یاد کیا جاتا ہے ایک تاجر دوسرے بھکاری۔ تمہاری خوراک سبز رنگ کے سانڈے تھے۔ تم کھاری پانی پیتے تھے اور تم اُونٹ کے سخت بالوں کے لباس پہنتے ہو۔ اب تم ایران کا میٹھا پانی پی چکے ہو اور تمہیں اس زمین کی خوراک بھی پسند آگئی ہے۔ اگر تم قحط اور افلاس سے مجبور ہو کر یہاں آگئے ہو تو ہم تمہیں صرف معاف ہی نہیں کرتے بلکہ تمہارے اُونٹوں پر غلّہ اور کھجوریں لادنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم تمہارے سرداروں کی عزت کریں گے۔ تمہیں کھانا اور کپڑا دیں گے اور پھر تم پر کسی ایسے بادشاہ کو مقرر کریں گے جو تمہارے ساتھ لُطف و مروت سے پیش آئے۔ لیکن یاد رکھو اگر تم نے ہماری فیاضی کی قدر نہ کی تو کوئی طاقت تمہیں ہمارے غضب اور انتقام سے نہیں بچا سکے گی:

دربار میں تھوڑی دیر کے لئے سناٹا چھا گیا اور یزدگرد داد طلب نگاہوں سے اپنے اُمرا کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اچانک مغیرہ بن شعبہ اُٹھے اور اُنہوں نے کہا "اے بادشاہ! یہ شرفائے عرب ہیں اور شرفا ایسی باتوں کا جواب دینا پسند نہیں کرتے لیکن میں تمہاری ہر بات کا جواب دے سکتا ہوں اور یہ میری تصدیق کریں گے۔ تم نے ہمارے ماضی کے متعلق جو کچھ کہا ہے درست ہے۔ ہم واقعی بدبخت اور گمراہ تھے۔ ہمیں نیکی اور بدی کی کوئی تمیز نہ تھی۔ ہم ایک دوسرے کا خون پیتے تھے۔ ہم اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ لیکن اللہ کو ہماری بے چارگی پر رحم آیا اور اُس نے ہماری ہدایت کے لئے نبیؐ بھیجا جس نے ہمیں دینِ حق سے آشنا کیا۔ وہ جو کچھ کہتا تھا اور جو کچھ کرتا تھا خدا کے حکم سے کرتا تھا۔ اُس نے ہمیں حکم دیا کہ اللہ کے دین کو ساری دُنیا کے سامنے پیش کرو۔ جو اس دین کو قبول کر لیں وہ تمہارے بھائی ہیں اور اُن کے حقوق تمہارے برابر ہوں گے۔ جن کو اسلام سے انکار ہو اور جزیہ دینے پر راضی ہوں وہ تمہاری پناہ میں ہوں گے اور جو ان دونوں باتوں سے انکار کرے گا اُس کے لئے تمہاری تلوار ہو گی۔"

یزدگرد نے غصّے سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "اگر قاصدوں کا قتل جائز ہوتا تو ہم تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتے۔"

مغیرہ نے جواب دیا "اگر ہمیں موت کا خوف ہوتا تو یہاں نہ آتے۔"

حاضرینِ دربار دم بخود ہو کر یزدگرد کے چہرے کا اُتار چڑھاؤ دیکھ رہے تھے۔ اُس نے مسند کے قریب مسلح پہرداروں میں سے ایک قوی ہیکل نوجوان کو ہاتھ کے اشارے سے اپنے قریب بُلا کر دبی زبان سے کچھ کہا اور وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔ پھر تھوڑے سے توقف کے بعد وہ ارکانِ وفد کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم بہت گستاخ ہو۔ لیکن ہمیں تمہاری مفلسی اور ناداری پر ترس آتا ہے۔ اس لئے ہم تمہیں ایک ایسا تحفہ دینا چاہتے ہیں جو تمہاری شان کے شایان ہو۔"

سعد بن ابی وقاص کے ایلچی تذبذب کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد دو غلاموں نے مٹی بھرا ہوا ایک ٹوکرا لا کر اُن کے سامنے رکھ دیا۔

یزدگرد نے حکم دیا۔ "یہ مٹی اُس آدمی کے سر پہ لا ... جو اپنے آپ کو زیادہ عزت کا مستحق سمجھتا ہے اور پھر انہیں ہانکتے ہوئے مدائن سے باہر چھوڑ آؤ۔" حاضرینِ دربار کے چہروں پر مسکراہٹیں کھیلنے لگیں۔ اچانک عاصم بن عمر آگے بڑھا اور اُس نے مٹی کا ٹوکرا اُٹھا کر اپنے کندھے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "میں ان سب سے معزز ہوں۔"

حاضرین کی مسکراہٹیں اچانک قہقہوں میں تبدیل ہو گئیں۔ عاصم بن عمر رفقا کے ساتھ چل دیا اور دیکھنے والوں کو یہ محسوس ہوا کہ وہ مٹی کو پھول سمجھتا ہے۔ کسریٰ کے دربار سے نکلنے کے بعد وہ چلنے کی بجائے بھاگ رہا تھا۔ باہر دروازے پر اُن کے گھوڑے کھڑے تھے۔ عاصم نے مٹی کا ٹوکرا اپنے گھوڑے پر لاد دیا اور پھر اُس پر سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "یزدگرد ہمیں ایران کی مٹی دے چکا ہے۔ سعد کے لئے اس سے بہتر تحفہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ اب ہمیں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔" تھوڑی دیر بعد مدائن کی سڑکوں پر اُن کے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دے رہی تھی۔

ایک ساعت بعد یزدگرد محل کے ایک اور کمرے میں ان مصاحبوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا جو ہر شہنشاہ کی ہر بات کی تائید میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیا کرتے تھے اور آج اس حکمران کی دانشمندی اور مدبران لوگوں کا موضوعِ کلام تھا جس کے دربار سے سعد بن ابی وقاص کا ایک ایلچی مٹی کا ٹوکرا اُٹھا کر نکلا تھا۔ رستم کمرے میں داخل ہوا اور ان خوشا مدیوں، درباری حضوریوں کے قہقہے اچانک

خاموش ہو گئے۔

"عالیجاہ!" رستم نے تین بار فرشی سلام کرنے کے بعد کہا۔ "میں آپ کی اجازت کے بغیر یہاں حاضر ہونے کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔ مجھے مسلمانوں کی سفارت کے متعلق اطلاع ملی تھی اور مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں بروقت حاضر نہ ہو سکا۔"

یزدگرد نے جواب دیا۔ "تمہیں یہاں آنے کی ضرورت نہ تھی۔"

"عالیجاہ! میں آج ہی واپس چلا جاؤں گا۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے ان بھکاریوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟"

"نہیں عالیجاہ! لیکن میں اس بات پر حیران ہوں کہ وہ اتنی جلدی واپس چلے گئے ہیں۔"

"تم اس بات سے زیادہ حیران ہو گے کہ جب وہ ہمارے دربار سے نکلے تھے تو اُن کے ایک معزز ساتھی کے کندھے پر مٹی کا ایک ٹوکرا تھا۔"

"مٹی کا ٹوکرا؟"

"ہاں یہ بدوی ایران کی مٹی کو بھی ایک تحفہ سمجھتے تھے۔ ہمیں یہ افسوس ہے کہ ہم ان سب کو مٹی کا ایک ایک ٹوکرا نہ دے سکے۔" یزدگرد نے ہنسنے کی کوشش کی اور کچھ دیر کمرے میں حاضرین کے قہقہے گونجتے رہے۔ لیکن رستم کے چہرے پر اچانک زردی چھا گئی۔ وہ چلایا: "عالیجاہ! آپ ہمارے دشمنوں کو مٹی دے چکے ہیں؟"

"تمہارا خیال ہے کہ ہم مذاق کر رہے ہیں؟"

"عالیجاہ! یہ بدشگونی ہے۔" رستم یہ کہہ کر مڑا اور بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ محل سے باہر اپنے محافظ سواروں سے کہہ رہا تھا: "دشمن کے ایلچی یہاں سے مٹی کا ٹوکرا اٹھا کر لے گئے ہیں۔ تم ان کا پیچھا کرو اور یہ مٹی چھین لو۔"

"مٹی کا ٹوکرا؟" محافظ دستے کے ایک سالار نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

رستم تلملا اٹھا۔ "بیوقوف! وقت ضائع نہ کرو۔ وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔ میں اپنے

مکان پر تمہارا انتظار کروں گا۔"

سواروں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا دی۔ لیکن سہ پہر کے وقت وہ رستم کو بتا رہے تھے کہ سعد کے ایلچی اُن کے ہاتھ نہیں آئے۔

شام کے وقت ماہ بانو اور یاسمین پائین باغ میں ٹہل رہی تھیں۔ ایک نوکر ڈیوڑھی کی طرف بھاگتا ہوا اُن کے قریب پہنچا اور اُس نے ماہ بانو سے کہا: "سپہ سالار رستم اندر آنا چاہتا ہے اُس کا رتھ ڈیوڑھی سے باہر کھڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں زرنجبت کی بہن سے ملنا چاہتا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو دروازہ کھول دوں۔"

ماہ بانو کے چہرے پر زردی چھا گئی۔ اُس نے سوال کیا: "تم نے اُسے بتا دیا ہے کہ میں یہاں ہوں؟"

"اُسے بتانے کی ضرورت نہ تھی۔ اُسے معلوم ہے کہ آپ یہاں رہتی ہیں۔ اُس کے ایک ساتھی نے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے یہ کہا تھا کہ زرنجبت کی بہن کو یہ اطلاع دو کہ سپہ سالار اس سے ملنا چاہتے ہیں اور میں اُس کے ساتھ بات کرنے کی بجائے اس طرف بھاگ آیا ہوں۔ اب اگر آپ کی اجازت ہو تو دروازہ کھول دیا جائے۔"

"اس نے بذاتِ خود تمہارے ساتھ کوئی بات نہیں کی؟"

"نہیں اُس کا رتھ دروازے سے چند قدم دُور کھڑا ہے۔ لیکن میں نے اُسے سوراخ سے دیکھ لیا تھا۔"

یاسمین نے پوچھا: "تمہیں یقین ہے کہ وہ رستم ہے؟"

"ہاں میں اسے پہچانتا ہوں۔"

ماہ بانو نے سوال کیا: "اس کے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟"

"اس کے ساتھ صرف دو سوار آئے ہیں۔"

ماہ بانو نے یاسمین کی طرف دیکھا اور ملتجی ہو کر کہا "یاسمین میں اس سے بات نہیں کروں گی۔"

"لیکن وہ ایران کا سپہ سالار ہے۔"

"تم اس سے یہ کہہ دو کہ میں بیمار ہوں۔ نہیں بلکہ تم یہ کہو کہ میں اپنے کسی رشتہ دار کے گھر چلی گئی ہوں۔ وہ تمہارے ساتھ گستاخی سے پیش آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ وہ تمہارے نانا اور تمہارے والد کو جانتا ہے۔"

یاسمین نے کہا "ممکن ہے کہ وہ تمہارے بھائی کے متعلق کچھ بتانا چاہتا ہو۔"

"اگر اسے اتنے دنوں کے بعد اچانک مجھ پر رحم آگیا ہے تو میرے بھائی کو اس کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا۔ میں دوسری مرتبہ اُس کے سامنے رحم اور انصاف کے لئے ہاتھ نہیں پھیلاؤں گی۔ میں چھپ جاتی ہوں۔ تم اُسے اندر بلا لو۔" ماہ بانو یہ کہہ کر نوکر کی طرف متوجہ ہوئی "تم کیا دیکھ رہے ہو۔ جاؤ اُسے یاسمین کے پاس لے آؤ اور اگر وہ میرے متعلق پُوچھے تو صرف یہ کہہ دو کہ میں یہاں نہیں ہوں۔"

نوکر چلا گیا تو یاسمین نے کہا "ماہ بانو وہ ایران کا سپہ سالار ہے۔ اگر اُس نے ہمارے گھر کی تلاشی لینے کی کوشش کی تو میں اُسے منع نہیں کر سکوں گی۔"

"اگر اُس نے مکان کی تلاشی لینے کی کوشش کی تو تمہیں منع کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اندر نہیں جاؤں گی۔"

ماہ بانو بھاگ کر دیوار کے ساتھ انار کے درختوں کے پیچھے چھُپ گئی۔ تھوڑی دیر بعد رستم یاسمین کے سامنے کھڑا تھا۔ "آپ سروش کی بیٹی ہیں؟" اُس نے پُوچھا۔

"جی ہاں۔"

"مُعاف کیجئے آپ کا نوکر بہت بدتمیز ہے۔"

یاسمین نے جواب دیا "اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ ایران کے سپہ سالار یہاں قدم رنجہ فرمائیں گے تو میں کسی مہذب آدمی کو دروازے پر بٹھا دیتی۔ ہمارے جو نوکر تھوڑی بہت سمجھ رکھتے تھے

وہ بازار چلے گئے ہیں اور شاید ڈیوڑھی کے پہریدار کو دروازہ بند رکھنے کی تاکید کر گئے ہیں۔"

رستم نے پوچھا: "بدبخت کی بہن کہاں ہے؟"

"وہ چند دن قبل مدائن میں اپنے بھائی کے کسی دوست یا رشتہ دار کے ہاں چلی گئی تھی۔ چلئے اندر تشریف رکھیئے۔"

رستم نے کچھ سوچ کر جواب دیا: "نہیں اس وقت میں بہت مصروف ہوں۔ لیکن آپ کو یقین ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے؟"

"اگر آپ کو یقین نہیں تو آپ ہمارے گھر کی تلاشی لے سکتے ہیں۔"

رستم نے جواب دیا: "میں کسی مجرم کی تلاش میں نہیں آیا۔"

یاسمین نے کہا: "اگر آپ اُسے کوئی پیغام دینا چاہتے ہوں تو میں اُسے تلاش کرنے کی کوشش کروں گی۔ ممکن ہے کہ چند دن تک وہ خود ہی یہاں پہنچ جائے۔"

رستم نے کہا: "آپ اُسے یہ پیغام دے سکتی ہیں کہ میں جنگ پر جا رہا ہوں۔ مجھے پچھلے دنوں اُس کے بھائی کے متعلق سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن جب میں فتح کے بعد مدائن واپس آؤں گا تو شاید میری پہلی خواہش یہی ہو کہ بعض قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔"

یاسمین کا چہرہ مسرت سے چمک اُٹھا اور پھر یکایک اُس کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ اُس نے بڑی مشکل سے کہا: "ماہ بانو کا بھائی بے قصور ہے اور آپ کو ایک اچھے سپاہی کی ضرورت ہے۔ کیا آپ اُسے میدانِ جنگ میں اپنی وفاداری کا ثبوت دینے کا موقع نہیں دے سکتے؟"

رستم نے جواب دیا: "یہ ہو سکتا ہے کہ میں فتح کی خوشی میں اُس کا جرم بھول جاؤں اور اُس کی باقی سزا معاف کر دوں لیکن یہ ممکن نہیں کہ میں اُسے قید سے نکال کر کوئی ذمہ داری سونپ دوں۔"

یاسمین کا دل بیٹھ گیا۔

رستم نے قدرے توقف کے بعد کہا: "اگر زربخت کو رہا کیا گیا تو اُس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ اس لڑکی کا بھائی ہے جس کی آنکھوں میں آنسو دیکھنا مجھے پسند نہیں۔ تم اُسے یہ پیغام بھی دے سکتی ہو کہ جنگ سے فارغ ہو کر میں سیدھا اُس کے پاس آؤں گا اور کوشش کروں گا کہ ہمارے درمیان نفرت کی دیوار باقی نہ رہے۔"

یاسمین نے پُر اُمید ہو کر کہا: "کیا میں اُسے یہ خوشخبری دے سکتی ہوں کہ آپ فتح کی خوشی میں اس کے بھائی کو رہا کر دیں گے؟"

"ہاں اگر میں نے یہ محسوس کیا کہ زربخت کو رہا کئے بغیر میں اُس کی نفرت دُور نہیں کر سکتا تو ممکن ہے میں اپنی زندگی کا ایک اہم اصول بدلنے پر آمادہ ہو جاؤں۔ آپ ماہ بانو سے یہ کہہ سکتی ہیں کہ مستقبل کے حالات خواہ کچھ ہوں اُسے میری نگاہوں سے چھپنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ میں بند دروازوں پر دستک دینا پسند نہیں کروں گا۔ آپ کا چہرہ بتا رہا ہے کہ وہ یہیں ہے۔"

رستم یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔

"ٹھہریئے!" یاسمین نے اچانک آگے بڑھ کر کہا۔

وہ رُکا اور مُڑ کر دیکھنے لگا۔ یاسمین نے سراپا التماس بن کر کہا: "ماہ بانو کو معاف کر دیجئے۔ جب وہ آپ کے پاس گئی تھی تو اس کا اضطراب ایک بہن کا اضطراب تھا۔ ممکن ہے کہ اس کی زبان پر کوئی ایسا لفظ آگیا ہو جو آپ کو ناگوار گزرا ہو۔ لیکن اگر آپ اس کے بھائی پر احسان کر سکیں تو اُسے ناشکر گزار نہیں پائیں گے۔"

"تم اُسے یہ پیغام دے سکتی ہو کہ جنگ سے واپسی پر مجھے اُس کے آنسوؤں کی بجائے اُس کی مسکراہٹیں زیادہ پسند ہوں گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ التجا کرنے کی بجائے مجھے حکم دے سکے۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"یاسمین!" اُس نے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے جواب دیا۔

"تم رو رہی ہو۔ کیا تمہاری تسلی کے لئے میرا یہاں آنا کافی نہیں؟ جاؤ ماہ بانو سے کہو کہ اُس

کا بھائی جنگ کے میدان کی بجائے قید خانے میں زیادہ محفوظ ہے۔ وہاں اُسے کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جب میں جنگ سے واپسی پر اس گھر کا رُخ کروں گا تو وہ میرے ساتھ ہوگا۔"

یاسمین نے کہا "آپ میدانِ جنگ کا رُخ کرنے سے پہلے بھی اُس کی رہائی کا حکم دے سکتے ہیں۔"

رستم نے جواب دیا "یہ اُس صورت میں ہوسکتا ہے کہ میں اُسے دوبارہ فوج میں شامل کرلوں اور اپنے ساتھ لے جاؤں۔ لیکن اگر تمہارے آنسو اُس کے لئے ہیں تو میرا خیال ہے کہ تم اس کے انتظار میں میدانِ جنگ کی بجائے قید خانے کی طرف دیکھنا زیادہ پسند کروگی۔ مجھے آج ہی ساباط واپس پہنچنا ہے اور وہاں سے جو لوگ میرے ساتھ قادسیہ روانہ ہوں گے اُن میں سے سینکڑوں یا ہزاروں ایسے ہوں گے جو واپس نہیں آئیں گے۔ اگر تمہاری یا اُس کی بہن کی خواہش ہے کہ وہ قید خانے سے نکل کر میدانِ جنگ میں پہنچ جائے تو ہوسکتا ہے کہ میں اس کے لئے بھی آمادہ ہوجاؤں۔"

یاسمین نے مضطرب ہوکر کہا "میں آپ کو مجبور نہیں کروں گی۔ اگر آپ جنگ کے بعد اُس کی رہائی کا وعدہ کرتے ہیں تو ہم اس کا انتظار کرسکیں گی۔"

رستم نے کہا "مجھے معلوم نہ تھا کہ سروش کی بیٹی اور فریبرز کی نواسی کو ایک غیر ذمہ دار آدمی کی زندگی اس قدر عزیز ہے۔"

یاسمین کو اچانک یہ محسوس ہوا کہ اُس نے ایران کے سپہ سالار سے گفتگو کرتے وقت احتیاط سے کام نہیں لیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن رستم مسکراتا ہوا ڈیوڑھی کی طرف چل دیا۔ وہ چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑی رہی اور پھر بھاگتی ہوئی انار کے پودوں کی طرف بڑھی۔

"ماہ بانو! ماہ بانو! تمہیں چھپنے کی ضرورت نہ تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ تم یہیں ہو۔ رستم نے وعدہ کیا ہے کہ وہ جنگ سے واپس آتے ہی تمہارے بھائی کو رہا کردے گا۔" اور اس کے ساتھ ہی اُس کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ بہے۔

باب ۲۸

قادسیہ کی جنگ کفر و اسلام کا ایک عظیم ترین معرکہ تھی۔ اور اس جنگ میں حصہ لینے والے عرب و عجم کی بہترین خصوصیات کے نمائندہ تھے۔ اور اُنہیں اپنی فتح اور شکست کی اہمیت کا پورا احساس تھا۔ یہ وہ نازک موڑ تھا جہاں سے صدیوں کے لئے انسانی تاریخ کا رُخ بدلنے والا تھا۔

سعد بن ابی وقاص کی قیادت میں قریباً تیس ہزار مجاہدوں کا جو لشکر قادسیہ پہنچا تھا اُس کے ساتھ ستر وہ جلیل القدر صحابی تھے جنہیں بدر کے میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب ہونے کا شرف حاصل تھا۔ تین سو وہ تھے جو بیعت رضوان میں حاضر تھے اور اسی قدر وُہ بزرگ تھے جنہیں فتح مکہ میں حصہ لینے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ یہ وہ غازی تھے جن کے دلوں میں اسلام کے لئے فتح اور اپنے لئے شہادت سے زیادہ کوئی اور آرزو نہ تھی اور یہ شاہراہِ حیات کا وہ قافلہ تھا جس پر اللہ کا ہاتھ تھا۔

اس جنگ کے ساتھ امیر المومنین کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ اُنہوں نے اپنے لشکر کے لئے مدینہ سے لے کر قادسیہ تک راستے کی اہم منازل بذاتِ خود متعین کی تھیں اور امیر لشکر ہر منزل پر مقامی قبائل کے مجاہدوں کو اپنا منتظر پاتے تھے۔ عراق کی حدود میں داخل ہونے کے بعد سعد بن ابی وقاص کے ایلچی آئے دن دربارِ خلافت کو اپنے گرد و پیش کے حالات سے پوری طرح باخبر رکھتے تھے اور ان حالات کے پیشِ نظر لشکر کی پیشقدمی، سامانِ رسد کی فراہمی، دستوں کی ترتیب، سالاروں، نقیبوں اور علم برداروں کے تقرر اور میدانِ جنگ کے انتخاب کے متعلق امیر المومنین کے احکام

سُننے والوں کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اُن کے ساتھ ہیں۔

یہ لشکر پُورے عرب کی تڑپ اور حوصلوں کا امین تھا۔ اس کے ساتھ وہ جادو بیان خطیب اور شعلہ نوا شاعر تھے جن کا کلام مردانِ کار کی رگوں میں خوُن کی گردش کو تیز کر دیا کرتا تھا۔ غرض یہ تیس ہزار انسان اس ملّت کی ذہنی، جسمانی اور روحانی توانائی کا جوہر تھے جسے قدرت نے آقاؤں اور غلاموں، ظالموں اور مظلوموں کی دنیا میں عدل و مساوات کے پرچم بلند کرنے کے لئے منتخب کیا تھا۔ اُن کے ماضی کے راستے بدر و حنین کی منازل سے گزرتے تھے اور وہ اپنے عزم و یقین کی روشنی میں دجلہ اور فرات کے آگے عجم کی وسعتوں میں ان منازل کی نشان دہی کر سکتے تھے۔ جہاں مستقبل کی فتوحات ان کا انتظار کر رہی تھیں۔ قادسیہ اس راستے کا دروازہ تھا اور اُس کی حفاظت اہلِ عجم کے نزدیک موت و حیات کا مسئلہ بن چکی تھی۔

○

رستم شاہی دربار کے ساتھیوں اور جی حضوُریوں کو کوستا ہوُا واپس ساباط پہنچا۔ اب اس کا یہ وہم یقین کی حد کو پہنچ چکا تھا کہ ستاروں کی گردش ایران کے خلاف ہے۔ اس کے منجم اس اطلاع سے کم پریشان نہیں تھے کہ یزدگرد نے مسلمانوں کے سپہ سالار کو ایران کی خاک بھیج دی ہے۔ چنانچہ اُس نے مختلف حیلوں اور بہانوں سے قادسیہ کی طرف پیشقدمی ملتوی کرنے کی کوشش کی۔

لہ بعض روایات کے مُطابق رستم نے کوئی ایسا خواب دیکھا تھا جس کے باعث وہ جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا۔ اور بعض روایات کے مُطابق اس کے تذبذب کی وجہ چند بدشگونیاں تھیں۔ بہرحال وجہ خواہ کچھ ہو، اس نے اپنی زبردست تیاریوں اور بے پناہ جنگی وسائل کے باوجود قادسیہ کی جنگ کو کئی مہینے ٹالنے کی کوشش کی تھی۔ مجوسیوں کی توہم پرستی کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ قادسیہ کی جنگ سے کئی صدیاں قبل جب سکندر اعظم نے ایران پر حملہ کیا تھا تو دارا کی عظیم فوج نے چاند گرہن کو دیکھ کر حوصلہ ہار دیا تھا۔ اصنام پرست یونانی بھی اگرچہ توہم پرست تھے اور چاند گرہن کے باعث سکندر کے لشکر میں بھی سراسیگی پھیل گئی تھی۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

ایک غیر معین عرصہ کے لئے ساباط میں ساٹھ ہزار سواروں اور ایک سو جنگی ہاتھیوں کا اجتماع کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ اس لشکر نے گردونواح کے علاقوں میں تباہی مچا رکھی تھی۔ ہاتھی اور گھوڑے میلوں تک لہلہاتی کھیتیاں چٹ کر چکے تھے اور سپاہیوں کی لوٹ مار سے آس پاس کی کوئی بستی یا کوئی گھر محفوظ نہ تھا۔ اور یہی حال قادسیہ کے راستے کی ان چوکیوں کا تھا جہاں کسریٰ کی دوسری افواج رستم کی آمد کا انتظار کر رہی تھیں۔

غریب اور بے بس کسان اپنے زمینداروں سے فریاد کر رہے تھے اور زمیندار اپنے گھر بار چھوڑ کر مدائن کی گلیوں میں دُہائی مچا رہے تھے۔ یزدگرد اس صورت حال کو زیادہ دن برداشت نہ کر سکا۔ چنانچہ اُس نے سختی سے رستم کو پیشقدمی کا حکم دیا۔

(بقیہ نوٹ) لیکن سکندر اعظم نے اپنے لشکر کے حوصلے قائم رکھنے کے لئے یہ تشریح کی تھی کہ ایران کے چاند پر یونان کا گہن چھا گیا ہے۔ یعنی یونانی ایرانیوں پر غالب آئیں گے۔ پھر اُس نے اپنے لشکر کو فتح کے نقارے بجانے کا حکم دیا اور چند جاسوس ایرانیوں کے بھیس میں دارا کے لشکر میں بھیج دیئے جنھوں نے یہ مشہور کر دیا کہ اب ایران کی شکست یقینی ہے۔ ایرانیوں کو دشمن کے کیمپ میں مسرت کے نعرے سنائی دیئے تو اُن کے حوصلے ٹوٹ گئے اور اُنہیں ایک عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن قادسیہ کی جنگ کے واقعات اس سے قدرے مختلف ہیں۔ اس جنگ میں رستم نے اپنی توہم پرستی کے باوجود پوری جرأت اور ہمت کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور کوئی مؤرخ اُسے بزدلی کا طعنہ نہیں دے سکا۔ وہ یزدگرد سے زیادہ حقیقت پسند تھا۔ اُس کی سپاہیانہ بصیرت نے مستقبل کے خطرات دیکھ لئے تھے۔ خالدؓ بن ولید اور مثنیٰ ابن حارثہ کی فتوحات کے باعث اُسے اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ ایرانی اپنے ظاہری اسباب کی برتری کے باوجود مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آگے چل کر جب ہم اسلامی لشکر کے نمائندوں کے ساتھ رستم کے مذاکرات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اس رائے کی تائید میں کافی مواد ملتا ہے کہ رستم اپنی بے پناہ قوت کے باوجود مسلمانوں سے مرعوب تھا۔

رستم نے بادلِ ناخواستہ ساباطست کوچ کیا۔ رستے کی منازل میں دوسرے جرنیل اُس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس عظیم لشکر[1] کے قلب میں ساٹھ ہزار سپاہی براہ راست رستم کی کمان میں تھے اور اُن کے آگے ایک سو جنگی ہاتھی تھے۔ مقدمۃ الجیش کی کمان جالینوس کے ہاتھ میں تھی اور یہ چالیس ہزار سپاہیوں اور بیس ہاتھیوں پر مشتمل تھا۔ میسرہ میں تیس ہزار اور ۷۵ ہاتھی تھے اور اس کی قیادت مہران[2] بن بہرام رازی کو سونپی گئی تھی۔ میمنہ پر ہرمزان متعین تھا اور قریباً اسی قدر سوار اور جنگی ہاتھی اس کے ساتھ تھے۔ ساقہ میں بیس ہزار سپاہی اور تیس ہاتھی تھے۔ لشکر کے پیچھے ان خچروں اور اونٹوں کی قطاریں تھیں جن پر رسد اور جنگ کے دوسرے سازوسامان کے علاوہ خزانہ لدا ہوا تھا۔ یہ ٹڈی دل افواج اپنے پیچھے ویران کھیتیاں اور اُجڑی ہوئی بستیاں چھوڑتی ہوئی آگے بڑھیں۔ بابل سے چند کوس دُور انہوں نے دریا عبور کیا۔ حیرہ میں تباہی مچائی اور بالآخر نہر عتیق کے کنارے قادسیہ کے سامنے ڈیرے ڈال دئے۔

اسلامی لشکر کے عقب میں شاہ پور کی خندق تھی جس کا ایک سرا مغرب کی جانب حیرہ سے آگے دریائے فرات سے جا ملتا تھا اور اس خندق کے پیچھے وہ صحرا اور پہاڑیاں تھیں جو جنوب کی سمت عرب کی وسعتوں میں گم ہو جاتی تھیں۔ دائیں ہاتھ کوسوں تک ناقابلِ گزر جھیلیں اور دلدلیں پھیلی ہوئی تھیں اور سامنے وہ گہری اور چوڑی نہر تھی جس کے دوسرے کنارے کچھ فاصلے پر رستم کا پڑاؤ تھا اور اس کے آگے دریائے فرات بہہ رہا تھا۔

اپنے محل و قوع کے اعتبار سے فریقین کے کیمپ یکساں محفوظ تھے۔ مسلمان اس لئے پہل کرنے کے تیار نہ تھے کہ نہر اور خندق کے درمیان ایک وسیع میدان کو اپنی نقل و حرکت کے

---

[1] ایرانی لشکر کی مجموعی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے لے کر ایک لاکھ اسی ہزار تک بیان کی گئی ہے۔

[2] مہران دو تھے، ایک جس کا پورا نام مہران بن مہرویہ ہمدانی تھا، بویب کی جنگ میں ایرانی لشکر کا سپہ سالار تھا اور اسی جنگ میں مارا گیا تھا۔

لئے محفوظ رکھنا چاہتے تھے اور رستم کو حملہ کرنے کی اس لئے جلدی نہ تھی کہ وہ سرے سے ہی اس جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا۔ اُسے اب بھی اُمید تھی کہ چند دنوں یا ہفتوں کے بعد سامانِ رسد کی تنگی مسلمانوں کو قادسیہ کا میدان چھوڑنے پر مجبور کر دے گی۔ لیکن سعد بن ابی وقاص نے اُسے نہر عبور کرنے پر مجبور کرنے کے لئے پھر انہی حربوں سے کام لیا جن کے باعث رستم مدائن اور ساباط سے پیشقدمی کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کے طوفانی دستے کبھی مار دھاڑ کرتے ہوئے عراق کے ڈیلٹائی علاقوں میں پہنچ جاتے تھے اور کبھی نہر عبور کر کے دشمن کے پڑاؤ میں جا گھستے تھے۔ نہر کا پُل مسلمانوں کے قبضے میں تھا اور وہ اس سے پورا فائدہ اُٹھا رہے تھے۔ ان کارروائیوں نے رستم کے لئے دن کا آرام اور رات کی نیند حرام کر دی تھی۔ اس کے علاوہ جنگ شروع کرنے کے متعلق جو احکام موصول ہو رہے تھے اُنہیں ٹالنا اُس کے بس کی بات نہ تھی۔ بالآخر اُس نے فوج کو حملے کے لئے تیاری کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ہی سعد بن ابی وقاص کو پیغام بھیجا کہ میں مصالحت کی گفتگو کے لئے آپ کے کسی معتمد سے مُلاقات کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت سعد نے اس کی دعوت قبول کر لی اور یہ خدمت ربعی بن عامر کو سونپ دی۔

اگلے دن ربعی بن عامر گھوڑا دوڑاتے ہوئے ایرانیوں کے پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ رستم اپنے لشکر کو قوت اور شان و شوکت کا مظاہرہ کرنے کا حکم دے چکا تھا۔ چنانچہ ربعی کے راستے میں اُس کے ہاتھیوں، سواروں اور پیادہ سپاہیوں کی صفیں کھڑی تھیں۔ پڑاؤ کے درمیان ایک کشادہ شامیانے کو حریر و اطلس کے پردوں سے اور موتیوں کی جھالروں سے سجایا گیا تھا۔ شامیانے کے درمیان رستم کا سنہری تخت تھا جس کے اُوپر سونے کے چھتر میں ہیروں اور موتیوں کی جھالریں لٹک رہی تھیں۔ فرش پر بیش قیمت قالین بچھے ہوئے تھے اور اُن کے اُوپر گاؤ تکیوں پر زربفت کے غلاف چڑھے ہوئے تھے۔ رستم کے تخت کے گرد دو قد آور اور باہمت جوان کھڑے تھے۔ جنہیں پورے لشکر سے منتخب کیا گیا تھا۔ ان کے خود، زرہیں چمک رہی تھیں۔ یہ ایک عظیم سلطنت

کے ظاہری ساز و سامان کی نمائش تھی۔ لیکن ربعی بن عامر جنہیں رستم مرعوب کرنا چاہتا تھا اس شان سے آئے کہ دیکھنے والے دم بخود رہ گئے۔ اُن کا لباس موٹا اور کھردرا تھا۔ اُن کی زرہ ایران کے ایک ادنیٰ سپاہی کے قابل بھی نہ تھی۔ تلوار کے بوسیدہ نیام پر چیتھڑے بندھے ہوئے تھے۔ وہ ایرانی لشکر کی صفوں کے درمیان گھوڑا دوڑاتے ہوئے شامیانے کے قریب پہنچ کر اُترے۔ پھر انہوں نے نیزہ مار کر ایک قالین کے سرے میں سوراخ کر دیا۔ اپنے گھوڑے کی باگ وہاں اٹکانے کے بعد نیزے کی اَنی ٹیکتے اور بیش قیمت قالینوں میں چھید کرتے ہوئے آگے بڑھے اور تخت کے سامنے نیزہ گاڑنے کے بعد رستم کے برابر بیٹھ گئے۔ دربار میں تھوڑی دیر کے لئے سناٹا چھا گیا پھر رستم کے محافظوں نے ربعی کو پکڑ کر تخت سے اُتارنے اور اُن کے ہتھیار چھیننے کی کوشش کی تو اُس نے کہا: "میں اپنی مرضی سے نہیں بلکہ تمہاری دعوت پر یہاں آیا ہوں۔ ہمارے مذہب میں کسی کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ خدا بن کر بیٹھے اور دوسرے بندوں کی طرح ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑے ہو جائیں۔ اگر تمہیں میرا یہاں بیٹھنا گوارا نہیں تو میں واپس چلا جاؤں گا۔"

رستم نے اپنے آدمیوں کو منع کیا اور وہ ربعی کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے۔ پھر ربعی کے دل میں کوئی خیال آیا۔ وہ رستم کے تخت سے اُترے اور اپنے خنجر سے قالین کا کچھ حصہ چاک کیا۔ اور خالی زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا: "میں خدا کے فرش کو اس مصنوعی فرش پر ترجیح دیتا ہوں۔"

حاضرین خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔ لیکن رستم کی موجودگی میں کسی کو زبان ہلانے کی جرأت نہ ہوئی۔

رستم نے سوال کیا: "تم ہمارے ملک میں کیوں آئے ہو؟"

ربعی نے جواب دیا: "یہ خدا کی زمین ہے اور ہمارا مقصد یہ ہے کہ یہاں مخلوق کی بجائے خالق کی اطاعت کی جائے۔ اگر تم اللہ کا دین قبول کر لو تو ہم تمہارے ملک اور مال و دولت سے تعرض نہیں کریں گے۔ اگر تم اسلام کی دعوت رد کرتے ہو تو تمہیں جزیہ دینا پڑے گا۔ اگر تمہیں اس پر بھی اعتراض ہے تو ہم تمہارے ساتھ اُس وقت تک لڑیں گے جب تک کہ ہمیں فتح

حاصل نہیں ہوتی یا ہم جنت میں نہیں پہنچ جاتے ۔"

رستم نے کہا: "ہمارا خیال تھا کہ ایران کا لشکر دیکھنے کے بعد تمہاری خوش فہمیاں دُور ہو جائیں گی ۔"

ربعی نے جواب دیا: "ایران کا لشکر دیکھنے کے بعد میرا شوقِ جہاد زیادہ ہو گیا ہے ۔"

کچھ دیر ربعی اور رستم کی نوک جھونک جاری رہی ۔ بالآخر رستم نے کہا: "ہم تمہاری شرائط کے متعلق ارکانِ سلطنت سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں ۔"

"تم مشورہ کر سکتے ہو لیکن یہ شرائط تبدیل نہیں ہوں گی ۔" ربعی یہ کہہ کر اُٹھے اور فرش پر گڑھا ہوا نیزہ اُٹھا لیا ۔ جب وہ شامیانے سے باہر نکل رہے تھے تو ایک افسر نے کہا: "تم ان تلواروں کے ساتھ ایران فتح کرنے کے خواب دیکھ رہے ہو ؟"

"تم نے صرف نیام دیکھا ہے تلوار نہیں دیکھی ۔" ربعی نے یہ کہہ کر اچانک تلوار نیام سے باہر کی اور دیکھنے والوں کی نگاہوں میں بجلی کوند گئی ۔ ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر اپنی ڈھال پیش کرتے ہوئے کہا: "جنگ کے میدان میں تلواروں کی چمک کی بجائے اُن کے جوہر دیکھے جاتے ہیں ۔ تم اس ڈھال کو کاٹ سکتے ہو ؟"

ربعی مسکرایا ۔ پھر اُس کی چمکتی ہوئی تلوار ہوا میں لہرائی اور ڈھال کا ایک حصّہ کٹ کر فرش پر جا گرا ۔

دو اور جوانوں نے یکے بعد دیگرے اپنی ڈھالیں پیش کیں لیکن ربعی کی تلوار کی ضربوں نے اُن کے پرخچے اڑا دیئے ۔ پھر اُس نے آگے بڑھ کر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑی اور اس کی پیٹھ پر کودتے ہوئے کہا: "ہم جنگ کے میدان میں تمہیں مایوس نہیں کریں گے ۔"

اگلے دن رستم کی دعوت پر حضرت سعد نے ربعی کی بجائے حذیفہ بن محسن کو اپنا سفیر بنا کر بھیج دیا لیکن رستم کے دربار میں اُن کا اندازِ گفتگو بھی ربعی سے مختلف نہ تھا ۔ تیسرے دن رستم کی طرف سے ایک اور پیغام موصول ہونے پر سعد بن ابی وقاص نے مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا لیکن

رستم کو اس مرتبہ بھی مایوسی ہوئی۔ مغیرہ ایک فاتح کی شان سے رستم کے دربار میں داخل ہوئے۔ کچھ دیر ان کے درمیان نوک جھونک ہوتی رہی۔ بالآخر رستم کو ان کی جرأت اور بیباکی ناقابل برداشت محسوس ہونے لگی اور اُس نے اہل عرب کی مفلسی اور ناداری کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا "تمہیں ایران کے جنگی وسائل کا علم ہے۔ تم ہمارے لشکر کی تعداد دیکھ چکے ہو۔ ہم جب چاہیں تمہاری حقیر فوج فوج کو تباہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود میں اپنی قوت کی بجائے فیاضی اور رحم دلی کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تم ننگے اور بھوکے ہو اور ایران تمہیں تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا اور پیٹ بھرنے کے لئے اناج دے سکتا ہے۔ اگر تم واپس چلے جاؤ تو ہم ماضی کی تلخیاں بھول کر تمہاری اعانت کے لئے تیار ہیں۔"

مغیرہ نے جواب دیا "ہمارے واپس جانے کی یہی صورت ہے کہ تم اسلام قبول کر لو یا جسزیہ دو۔"

رستم نے تلملا کر جواب دیا "تمہیں یقین ہے کہ تم جنگ کے بعد زندہ رہو گے؟"

مغیرہ نے اطمینان سے جواب دیا "ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ ہم میں سے جو شہادت کا رتبہ پائیں گے اُن کے لئے جنت ہوگی۔ اور جو باقی رہ جائیں گے وہ فتح یاب اور غالب ہوں گے۔"

رستم کی قوتِ برداشت جواب دے گئی اور اُس نے غصے سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "تم موت کے طلب گار ہو اور میں تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ کل غروب آفتاب تک قادسیہ کے میدان میں تمہاری لاشوں کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔"

تھوڑی دیر بعد مغیرہ بن شعبہ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اسلامی لشکر کے پڑاؤ کا رُخ کر رہے تھے اور رستم اپنی فوج کے سرداروں سے کہہ رہا تھا "کاش تم میں سے کوئی میرے اس سوال کا جواب دے سکتا کہ ان لوگوں کو زندگی بجائے موت سے اتنی محبت کیوں ہے؟"

ایک سردار نے اُٹھ کر کہا "جناب آپ کو ایک حقیر دشمن کی احمقانہ باتوں سے متاثر

نہیں ہونا چاہیئے ۔ آپ کے سامنے اُن کی جسارت اور گستاخی کی وجہ صرف یہ تھی کہ ایلچی ہونے کے باعث اُنہیں کسی سزا کا خطرہ نہ تھا۔"

رستم نے جواب دیا "مجھے صرف یہ خطرہ ہے کہ تم ان سرپھروں کو حقیر یا کمزور سمجھنے کی حماقت نہ کر بیٹھو۔"

باب ۲۹

رستم نے فوج کو تیاری کا حکم دینے کے بعد سعد بن ابی وقاص کو پیغام بھیجا کہ تم اس طرف آؤ گے یا ہمیں نہر عبور کرنے کے لئے پُل پر سے گزرنے کا موقع دو گے۔ تھوڑی دیر بعد اس کا ایلچی یہ جواب لایا کہ مسلمان نہر عبور کرنے کیلئے تیار نہیں اور پُل کے متعلق وہ یہ کہتے ہیں کہ جس چیز پر ہم نے زبردستی قبضہ کیا ہے وہ تمہیں واپس نہیں کریں گے۔

رستم نے اپنے لشکر کو نہر پاٹنے کا حکم دیا۔ اور ہزاروں آدمیوں نے راتوں رات نہر میں مٹی ڈال کر ایک کشادہ راستہ تیار کر دیا۔

طلوعِ سحر کے ساتھ رستم کے لشکر نے پیشقدمی شروع کی اور دوپہر سے قبل وہ نہر کے دوسرے کنارے مسلمانوں کے سامنے صفیں باندھ رہا تھا۔

اس جنگ کے متعلق یزدگرد کے اضطراب کا یہ عالم تھا کہ خبر رسانی کے لئے مدائن کے محل سے لے کر قادسیہ کے میدان تک آدمیوں کی ایک قطار کھڑی کر دی گئی تھی۔ اُن کے درمیان صرف اس قدر فاصلہ رکھا گیا تھا کہ ایک آدمی کی آواز بآسانی دوسرے کے کانوں تک پہنچ سکے۔ چنانچہ میدانِ جنگ کے عینی شاہدوں کے مُنہ سے جو آواز نکلتی تھی وہ راستے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہونے آدمیوں کی وساطت سے کسریٰ کے کانوں تک پہنچ جاتی تھی۔

رستم نے دُہری زرہ پہنی، سر پر چمکتا ہوا خود رکھا، اپنے بہترین گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر کی صفوں میں ایک چکر لگایا اور پھر قلب لشکر میں اپنے زریں تخت کے سامنے، درفش کاویانی کے نیچے رُک کر کہا۔

آج ہم دشمن کو نیست و نابود کر دیں گے"۔

اس کے محافظ سپاہیوں میں سے ایک نوجوان نے کہا۔ "ہاں اگر خدا نے چاہا"۔ رستم نے تلملا کر کہا "اگر خدا نے نہ چاہا تو بھی"۔

حضرت سعد بن ابی وقاص جنہیں ہر میدان میں غازیانِ اسلام کی پہلی صف میں کھڑا ہونا پسند تھا، اپنی سپاہیانہ زندگی کی کٹھن آزمائش کے وقت عرق النسا کے مرض اور پھوڑوں کی تکلیف کے باعث چلنے پھرنے یا گھوڑے پر سواری کرنے کے قابل نہ تھے۔ جب قادسیہ کے میدان میں عرب و عجم کا فیصلہ کن معرکہ شروع ہونے والا تھا اُن کی یہ حالت تھی کہ سہارے کے بغیر اُٹھ کر کھڑے ہونا یا بیٹھنا بھی ممکن نہ تھا۔ وہ اسلامی لشکر کے پڑاؤ کے کنارے ایک پُرانے محل کی چھت پر گاؤ تکیے کے سہارے بیٹھ کر میدانِ جنگ کا نقشہ دیکھ رہے تھے۔

اُنہوں نے خالد بن عرفطہ کو میدان میں اپنا نائب مقرر کر دیا تھا اور اُنہیں اپنے احکامات پہنچانے کے لئے محل کے نیچے پیام رساں اور نقیب کھڑے کر دئیے تھے۔

غازیانِ اسلام نے انتہائی سکون اور اطمینان کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی اور امیر لشکر کی ہدایات کے مُطابق دشمن کے سامنے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر خوش الحان قاریوں نے قرآنِ پاک کی تلاوت کی، آتش نوا شاعروں نے رجز خوانی اور سحر بیان خطیبوں نے اپنی روح پرور تقریریں

---

[1] شعراء میں عمر معدی کرب، اوس بن مغرا، شماخ حطیئہ، عبدۃ بن الطبیب اور خطیبوں میں سے عاصم بن عمر تمیمی، بسر بن ابی رہم، ابن الہذیل الاسدی، قیس بن ہبیر غالب، ربیع سعدی اور ربعی بن عامر کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ عاصم بن عمرو کی تقریر کے چند جملے یہ ہیں: "تمہیں جنت کی آرزو ہے اور دشمن کو دنیا کی تمنا۔ دیکھنا کہیں دُنیا کے کتے آخرت کے شیروں پہ بازی نہ لے جائیں"۔ دوسرے نامور خطیب ابن الہذیل کے رُوح پرور الفاظ یہ تھے: "خاندانِ سعد! اپنی تلواروں کو قلعہ بنا لو اور دشمن کے مقابلے میں شیر بن کر جاؤ۔ گرد کی زرہ پہن لو اور نگاہیں نیچی کر لو۔ جب تلواریں تھک جائیں تو تیروں کی باگ چھوڑ دو۔ کیونکہ جہاں تیروں کو بار مل جاتی ہے وہاں تلواروں کو نہیں ملتی"۔

سے پورے لشکر میں ایک بے پناہ جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔

سعد بن ابی وقاص نے تین تکبیریں کہیں اور اگلی اور پچھلی صفوں کے نقیبوں نے ان کے نعرے دہرائے۔ پھر سپہ سالار نے چوتھی بار اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور جنگ شروع ہو گئی۔ سب سے پہلے فریقین کے مبارز خواہ میدان میں آئے۔ لشکرِ اسلام سے غالب بن عبداللہ الاسدی، عمر معدی کرب اور عاصم بن عمرو تمیمی نے سبقت کی۔ ان کے مقابلے میں ایران کے تین پہلوان نکلے۔ غالب کے ساتھ ایک ایرانی شہزادے ہرمز[1] نے قوت آزمائی کی۔ وہ پوری رفتار سے گھوڑے بھگاتے اور نیزے سیدھے کئے ایک دوسرے کی طرف بڑھے۔ ہرمز زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور ابھی وہ اُٹھنا ہی چاہتا تھا کہ غالب نے پلٹ کر اپنے نیزے کی نوک اُس کے سینے پر رکھ دی۔ ہرمز نے اُٹھ کر دونو ہاتھ بلند کر دئے۔ غالب اُسے قتل کرنے کی بجائے ہانکتے ہوئے اپنے لشکر میں لے آئے۔

عمرو معدی کرب کا مدِمقابل جسے ایرانی لشکر کا بہترین قدر انداز سمجھا جاتا تھا، ریشم کی قبا زیب تن کئے، زرّیں کمر بند لگائے اور ہاتھوں میں سونے کے کڑے پہنے میدان میں نکلا۔ اس کا پہلا تیر عمرو معدی کرب کی زرہ میں اٹک کر رہ گیا۔ پھر لشکرِ اسلام کا یہ شہسوار گرد کے بادل اُڑاتا اور اپنی ڈھال پر تیر روکتا ہوا آگے بڑھا۔ اُس نے ایرانی پہلوان کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُوپر اُٹھایا اور زمین پر دے مارا۔ پھر آنکھ جھپکنے میں تلوار کی ایک ہی ضرب کے ساتھ اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

عاصم بن عمرو تمیمی جن کے نام کی شہرت کسریٰ کے ایوانوں تک پہنچ چکی تھی، رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے تو اُن کا مدِمقابل دہشت زدہ ہو کر بھاگ نکلا۔ وہ دشمن کی اگلی صفوں تک اس کا پیچھا کرنے کے بعد مُڑنے لگے تو قریب ہی ایک ایرانی خچر لئے جا رہا تھا جس پر رستم کے خورد و نوش کا سامان لدا ہوا تھا۔ عاصم گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس کے قریب پہنچے تو ایرانی بھاگ گیا اور عاصم خچر کو ہانکتے ہوئے اپنے لشکر میں لے آئے۔

---

[1] اسی نام کا ایک اور ایرانی حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔

اس کے بعد فریقین کی صفوں سے یکے بعد دیگرے چند اور بہادر میدان میں نکلے لیکن انفرادی شجاعت کے اس کھیل میں مسلمانوں کا پلّہ بھاری دیکھ کر رستم کی قوتِ برداشت جواب دے گئی۔ اور اس نے اپنے لشکر کو عام حملے کا حکم دیا۔

○

حضرت سعد بن ابی وقاص انتہائی کرب و اضطراب کی حالت میں قدیس کے محل کی چھت سے جنگ کا نقشہ دیکھ رہے تھے۔ جسمانی تکلیف کے باعث وہ کبھی سینے کے نیچے تکیہ رکھ کر منہ کے بل بورئیے پر لیٹ جاتے اور کبھی تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے۔ جب کوئی تازہ حکم دینے کی ضرورت محسوس ہوتی وہ پرچہ لکھتے اور گولی بنا کر محل سے نیچے اُن لوگوں کی طرف پھینک دیتے جو لشکر اور اس کے امیر کے درمیان پیام رسانی کا فرض سرانجام دے رہے تھے۔ لشکر کے مختلف حصوں کے سرداروں کو ان کی زبانی ہدایات نقیبوں کے ذریعے پہنچ رہی تھیں۔

لڑائی کے ابتدائی دور میں بنو بجلیہ کے شہسوار اپنی امتیازی شان سے آگے بڑھے اور اُنہوں نے دشمن کی صفوں میں تباہی مچادی۔ لیکن تھوڑی دیر بعد ایرانیوں نے اُن کے سامنے اپنے ہاتھیوں کی دیوار کھڑی کردی اور اُنہوں نے آن کی آن میں جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ عربوں کے گھوڑے ان متحرک پہاڑوں سے خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ رہے تھے۔ بجلیہ کے سرفروشوں نے گھوڑوں سے اُتر کر ہاتھیوں کی یلغار روکنے کی کوشش کی لیکن اُن کی پیش نہ گئی۔ سعدؓ نے قبیلۂ اسد کے سواروں کو اُن کی اعانت کا حکم دیا اور وہ اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے ہاتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اُن کے تیروں اور برچھیوں نے یہ طوفان روک دیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد ہاتھیوں کا ایک اور دستہ اُن کے سامنے آچکا تھا اور بنو بجلیہ بنو اسد کے جانباز ایک خطرناک صورتِ حال کا سامنا کر رہے تھے۔ حضرت سعدؓ بنو تمیم کے مجاہدوں کو جو تیر اندازی اور نیزہ بازی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ بنو اسد کے جانبازوں کی اعانت کا حکم دینے کے بعد بے چینی سے کروٹیں بدل رہے تھے۔ مثنیٰ بن حارثہ کی بیوہ سلمیٰ جسے وہ اپنے عقد میں لاچکے تھے اُن کے قریب بیٹھی ہوئی تھیں۔ یہ

شیر دل بدویہ جو اپنے شوہر کی رفاقت میں کفر و اسلام کے کئی معرکے دیکھ چکی تھیں حضرت سعد کی نسبت کم بے چین اور مضطرب نہ تھیں۔ بنو اسد کے مجاہدوں پر دشمن کے ہاتھیوں کی یلغار دیکھ کر وہ بار بار یہ کہہ رہی تھیں: "افسوس آج مثنیٰ نہ ہوئے"

سعد بن ابی وقاص جنگ کی صورتِ حال اور اپنی تکلیف کے باعث پہلے ہی کم مضطرب نہ تھے۔ اُنہوں نے اچانک غصے میں آکر سلمیٰ کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ لیکن یہ جرأت مند خاتون مرعوب نہ ہوئی۔ اُس نے اپنے نامور شوہر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا: "یہ بزدلی اور یہ غیرت؟"

احساسِ ندامت سے حضرت سعد کی نگاہیں جھک گئیں اور اُن کی پیشانی پسینے سے تر ہو گئی۔ اُنہوں نے کہا: "بخدا اگر تم بھی مجھے معذور نہیں سمجھتیں تو دوسروں کو کیسے یقین آئے گا؟"[1]

پھر جب بنو تمیم کے سرفروش عاصم بن عمر کی راہنمائی میں اسد کی اعانت کے لئے پہنچ گئے اُنہوں نے اپنے تیروں کی بارش اور نیزوں کی ضربوں سے ہاتھیوں کا منہ پھیر دیا۔ ان کے ہودے اور عماریاں اُلٹ دیں تو حضرت سعد کا اضطراب اور سلمیٰ کا ملال دُور ہو چکا تھا۔ اُن کی زبان پر مجاہدین کے لئے تحسین و آفرین کے نعرے اور معبودِ حقیقی کی بارگاہ میں فتح اور نصرت کی دُعائیں تھیں۔

ہاتھیوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کا جوش اور ولولہ انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ ہر لشکر کا سالار اپنے پرچم کو دوسرے لشکر کے پرچم سے آگے اور ہر قبیلے کا رئیس اپنے جوانوں

(پچھلے صفحے کا حاشیہ) عرب میں یہ عام رواج تھا کہ ایک راہنما یا سردار کی موت کے بعد اُس کا جانشین اُس کے بال بچوں کی اعانت اور دلجوئی اپنا پہلا فرض سمجھتا تھا اور اُن کے نزدیک بڑے آدمی کی بیوہ کی دلجوئی اور عزت افزائی کی بہترین صورت یہی تھی کہ اُس کے شوہر کا جانشین اُس کے ساتھ نکاح کرے۔

[1] بعض روایات کے مطابق حضرت سعدؓ کو چند آدمیوں کے طعنوں کا علم ہوا تو اُنہوں نے حکم دیا کہ مجھے اُٹھا کر لوگوں کے سامنے لے جاؤ۔ تاکہ وہ میری حالت دیکھ سکیں۔ اور لشکر حضرت سعدؓ کے اس طرزِ عمل سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

کو دوسرے قبائل کے جوانوں سے آگے دیکھنا چاہتا تھا۔ اُن کے نقیب اور شاعر اُن کی غیرت اور حمیت کو آوازیں دے رہے تھے۔ وہ اپنے دائیں، بائیں اور سامنے بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ اور ایرانی اپنی تعداد کی برتری اور اپنے سازوسامان کی فراوانی کے باوجود مدافعانہ کارروائی پر اکتفا کر رہے تھے۔ اُنہیں یقین تھا کہ ان تیس ہزار انسانوں کے حوصلے زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکیں گے۔ اور جب ان پر آخری ضرب لگانے کا وقت آئے گا تو وہ اپنے تازہ دم دستے میدان میں لے آئیں گے۔ جنگ کی طوالت اُن کے لئے پریشانی کا باعث نہ تھی۔ جہاں اُن کی ایک صف منتشر ہوتی تھی وہاں دو نئی کھڑی ہو جاتی تھیں اور جہاں ایک سپاہی گرتا تھا وہاں چار تازہ دم پہنچ جاتے تھے۔

قادسیہ کی فضا میں گردوغبار کی تہوں پر شام کی تاریکی نے اپنی چادر تان دی۔ لیکن لڑائی کی تندی اور تیزی میں کوئی فرق نہ آیا۔ پھر ایک پہر رات گئے۔ لڑائی کا زور تھم گیا اور میدان میں آہستہ آہستہ خاموشی چھا گئی۔

سعد کے حکم سے شہداء کی لاشیں میدان جنگ کے قریب دفن کی گئیں اور زخمیوں کو مرہم پٹی کے لئے غدیب کے قریب عورتوں اور بچوں کے کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔

○

اگلی صبح نماز کے بعد سردارانِ لشکر قدیس کے محل کی چھت پر سعد بن ابی وقاص کے گرد جمع ہو رہے تھے۔

حسان زینے کے راستے چھت پر پہنچا اور معنیٰ بن حارثہ نے اُسے دیکھتے ہی سپہ سالار سے مخاطب ہو کر کہا۔ "یا امیر! حسان آگیا ہے۔ اب ہمیں دشمن کے متعلق زیادہ صحیح اطلاعات مل سکیں گی۔"

حسان آگے بڑھا اور وہ جو اس کے راستے میں کھڑے تھے اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔

سعد بن ابی وقاص نے اُسے دیکھتے ہی سوال کیا۔ "تم دشمن کے پڑاؤ میں گئے تھے؟"

"جی ہاں۔ رات کے وقت لڑائی ختم ہوتے میں وہاں پہنچ گیا تھا۔"

"واپس کب آئے ؟"

"ابھی۔ مجھے اپنے پہریداروں سے بچنے کے لئے صبح کی روشنی کا انتظار کرنا پڑا۔ ورنہ میں نماز سے پہلے یہاں پہنچ جاتا۔"

"تم ایک ایرانی کے بھیس میں وہاں گئے تھے ؟"

"جناب رات کے وقت میرے لئے ایک گرے ہوئے ایرانی کی قبا اور خود کافی تھا۔ پھر میں نے ایک زخمی کو اُٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا تھا۔ واپسی پر ایرانی لشکر کے پہریداروں نے مجھے روکنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں ان کے پڑاؤ سے اُنہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا تھا اور جب پہریداروں کو تیر چلانے کا خیال آیا تو میں اُن کی زد سے باہر آ چکا تھا۔"

"تم کیا اطلاع لائے ہو ؟"

"میری اطلاع یہ ہے کہ کل دشمن نے جس قدر نقصان اُٹھایا تھا اس سے زیادہ کمک اُن کے پاس پہنچ گئی ہے۔ تاہم اُن کے حوصلے کافی پست ہو چکے ہیں۔ اُنہیں زیادہ پریشانی اس بات کی ہے کہ آج وہ اپنے ہاتھی میدان میں نہیں لا سکیں گے۔ بیشتر ہاتھی ہودوں سے محروم ہو چکے ہیں اور اگر اُنہوں نے بہت زیادہ مستعدی سے کام لیا تو بھی وہ شام یا دوپہر سے پہلے نئے ہودے تیار نہیں کر سکیں گے۔"

"ہمیں اندیشہ تھا کہ وہ صبح کی اذان سنتے ہی حملہ کر دیں گے۔"

"نہیں میرا اندازہ ہے کہ وہ طلوع آفتاب سے دو یا کم از کم ایک ساعت بعد میدان میں آ سکیں گے۔ ابھی اُنہوں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔"

سعد بن ابی وقاص کے ذہن میں کئی سوال تھے۔ لیکن ایک نوجوان نے پڑاؤ کے عقب میں ٹیلوں اور پہاڑیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ادھر دیکھئے شاید شام یا مدینے سے کوئی ایلچی آ رہا ہے۔"

سرداران لشکر کی نگاہیں شاہ پور کی خندق سے آگے ٹیلوں پر مرکوز ہو کر رہ گئیں جن کا سلسلہ

بتدریج اُونچی پہاڑیوں سے جاملتا تھا۔ ایک سرپٹ سوار گرد کے بادل اُڑاتا ہوا آرہا تھا۔ اس کا خود ڈھال اور نئی زرہ دھوپ میں چمک رہے تھے۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے ایک وادی کے نشیب میں اوجھل ہو گیا۔ پھر خندق کے قریب آخری ٹیلے پر نمودار ہوا۔ نیچے اُترا۔ پُل عبور کرنے کے بعد چند ثانیے پہریداروں کے قریب رُکا اور پھر گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا محل کی طرف بڑھا۔

عاصم بن عمر چلایا۔ "وہ قعقاع کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

قعقاع بن عمر محل کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے کُود پڑا۔ بھاگتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ پھر آن کی آن میں وہ سعد بن ابی وقاص کے سامنے کھڑا تھا۔

"یا امیر! میں شام کے مجاہدین کی طرف سے آپ کے لئے نصرت کی دُعائیں لایا ہوں ابوعبیدہ بن جراح آپ کو سلام بھیجتے ہیں۔ ہاشم بن عتبہ کی قیادت میں شام کے چھ ہزار مجاہد کل تک یہاں پہنچ جائیں گے۔"

"لیکن ..... تم تنہا آئے ہو؟"

"نہیں ایک ہزار جانباز میرے پیچھے آرہے ہیں۔ وہ تھوڑی دیر تک پہنچ جائیں گے۔ آپ لڑائی شروع ہونے سے تھوڑی دیر بعد انہیں یکے بعد دیگرے ایک ایک سو کی ٹولیوں میں ان ٹیلوں سے نمودار ہوتا دیکھیں گے۔ باقی پانچ ہزار مجاہدین ہاشم بن عتبہ کی قیادت میں کل تک یہاں پہنچ جائیں گے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ایک دن قبل آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔"

سعد بن ابی وقاص نے کہا۔ "اگر تم ایک دن قبل یہاں پہنچ جاتے تو مجھے اپنی علالت اور معذوری اس قدر محسوس نہ ہوتی۔"

تھوڑی دیر بعد حضرت سعد بن وقاص میدانِ جنگ کا نقشہ سامنے رکھ کر مختلف دستوں کی ترتیب کے متعلق سردارانِ لشکر کو ہدایات دے رہے تھے۔

جب دشمن کے ہاتھیوں کا مسئلہ زیر بحث آیا تو سعدؓ نے عاصم بن عمرو کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "اگر حسان کی اطلاع درست ہے تو آج ہمیں ہاتھیوں کی جمعیت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

لیکن اگر اطلاع غلط ثابت ہوئی تو بھی مجھے یقین ہے کہ کل کی طرح آج بھی بنو تمیم کے نیزے اور تیر ان مہیب جانوروں کا منہ پھیر سکیں گے۔"

عاصم نے جواب دیا "بنو تمیم آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔"

قعقاع نے عاصم سے مخاطب ہو کر کہا "آج ایرانیوں کو ہمارے اُونٹ اپنے ہاتھیوں سے زیادہ خوفناک دکھائی دیں گے۔"

امیر لشکر نے سوال کیا "تم اُونٹوں کو میدان میں لانا چاہتے ہو؟"

"ہاں ہم ان پر جھولیں اور چادریں ڈال کر اُنہیں دشمن کے ہاتھیوں سے کہیں زیادہ خطرناک بنا سکتے ہیں۔"

○

فریقین نے صفیں آراستہ کیں۔ حسان کا اندازہ درست نکلا۔ آج ایرانیوں کے جنگی ہاتھی میدان میں نہیں تھے۔ تاہم رستم کا عظیم لشکر حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا تھا۔ وہ قلب میں اپنے زریں تخت پر رونق افروز تھا۔

لڑائی کی ابتدا آج بھی انفرادی شجاعت کے مظاہروں سے ہوئی۔ ایرانی لشکر سے جبر کی جنگ کا ہیرو بہمن نمودار ہوا۔ اُسے دیکھتے ہی قعقاع بن عمرو نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور گرد کے بادل اُڑاتا ہوا اُس کے قریب پہنچ گیا۔ یہ ان جری انسانوں کا مقابلہ تھا جن میں سے ایک کو مجسم اور دوسرے کو حرب کی سپاہیانہ خصوصیات کا بہترین نمونہ سمجھا جاتا تھا۔ وہ اپنی ڈھالوں پر نیزوں کے وار روکتے ہوئے ایک دوسرے سے آگے نکل گئے۔ قعقاع نے پلٹ کر اپنا نیزہ پھینک دیا۔ تلوار نکالی اور پھر ایک آنکھ جھپکنے میں بہمن کی لاش زمین پر تڑپ رہی تھی۔ لشکرِ اسلام کی صفوں سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوئیں اور ایرانیوں پر تھوڑی دیر کے لئے سکتہ طاری ہو گیا۔ قعقاع نے دشمن کی صفوں کے سامنے چکر لگایا اور بلند آواز میں کہا "تم میں سے اور کون ہے جسے موت کی تمنا ہے؟"

ایران کے چند اور نامی پہلوان یکے بعد دیگرے میدان میں آئے لیکن قعقاع بن عمر نے انہیں بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

پھر جنوب مغرب کے اُفق کی پہاڑیوں اور ٹیلوں سے شام کے اُن مجاہدوں کا پہلا دستہ نمودار ہوا جنہیں قعقاع نے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد میدانِ جنگ میں پہنچنے کا حکم دیا تھا مسلمانوں نے پُرجوش نعروں سے اُن کا استقبال کیا۔ یہ سو آدمی دائیں بازو سے چکر لگاتے ہوئے اگلی صف میں پہنچ گئے اور قعقاع نے اُن کے ساتھ دشمن کے مقدمۃ الجیش پر حملہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی دشمن کے میمنہ نے جوابی حملہ کیا اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ تھوڑی دیر بعد قعقاع کے لشکر کا دوسرا دستہ نمودار ہوا اور بائیں بازو سے چکر کاٹنے کے بعد پہلے دستے کے ساتھ آملا۔

رستم نے اپنے مقدمۃ الجیش کی صفوں میں سراسیمگی کے آثار دیکھے تو میسرہ کے سواروں کو حملے کا حکم دیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد وہ ایک غیر متوقع صورتِ حالات کا سامنا کر رہا تھا۔ قدیس کے محل کی طرف سے اچانک وہ اُونٹ نمودار ہوئے جن پر مسلمانوں نے جھولیں اور چادریں ڈال رکھی تھیں۔ دس دس اُونٹ ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح بندھے ہوئے تھے کہ وہ متحرک دیواریں معلوم ہوتی تھیں۔ اُن کے اُوپر تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے۔ آنکھوں کے سوا اُونٹوں کے جسم جھولوں، چادروں اور برقعوں میں چھپے ہوئے تھے۔

یہ متحرک دیواریں جنگ کے میدان میں اس طرح پھیلا دی گئی تھیں کہ جب ایرانی سوار حملے کرتے تھے تو انہیں سب سے پہلے اُونٹوں پر بیٹھے ہوئے قدر اندازوں کے تیروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ پھر اُن کے گھوڑے ان مصنوعی دیواروں کو دیکھ کر بدکتے اور آگے بڑھنے کی بجائے بے قابو ہو کر سواروں کو گراتے ہوئے واپس بھاگ جاتے۔ مسلمانوں کو

---

[1] یہ گھوڑے کی فطرت ہے کہ جب اُس کے سامنے کوئی آجائے تو وہ آگے (باقی اگلے صفحہ پر)

ان مصنوعی دیواروں کے درمیانی راستوں سے آگے بڑھنے یا بوقتِ ضرورت پیچھے ہٹنے کی پوری آزادی تھی اور دشمن کے حملے کا زور توڑنے کے لئے وہ اُونٹوں کی ترتیب میں بآسانی ردّو بدل کر سکتے تھے۔ لیکن ایرانی سواروں کو ان اُونٹوں کے درمیان مسلمانوں کی صفیں توڑنے کے لئے کئی حصّوں میں تقسیم ہونا پڑتا تھا اور اس تقسیم سے جو افراتفری پیدا ہوتی اس کے باعث اُن کی یلغار کا زور ٹوٹ جاتا تھا۔

رستم نے اس صورتِ حال سے عہدہ برا ہونے کے لئے پیادہ افواج آگے کر دیں یا افواج

(بقیہ حاشیہ) بڑھنے سے انکار کر دیتا ہے اور بے بس ہو کر واپس بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ عام مؤرخین نے قادسیہ کی جنگ کے دوسرے دن عربوں کے اُونٹ کی اہمیت کے متعلق صرف یہ لکھنے پر اکتفا کیا ہے کہ ایرانی گھوڑے اونٹوں سے مانوس نہ تھے اور جب ان پر جھولیں ڈال دی گئیں تو اُن کے لئے اور زیادہ ہیبت ناک بن گئے تھے لیکن علامہ ابن خلدون کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اونٹوں کو گھوڑوں یا ہاتھیوں کی طرح میدان میں نہیں لایا گیا تھا بلکہ دس دس اونٹ ایک ساتھ باندھ دیئے گئے تھے۔ اس صورت میں یہ متحرک دیواریں گھوڑوں کو خوفزدہ کرنے اور حملے کا زور توڑنے کے لئے زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتی تھیں۔ قادسیہ کی جنگ کے کئی صدیاں بعد جب فرانس کا عظیم فاتح نپولین بوناپارٹ شام میں ترک شہسواروں کے نرغے میں آ چکا تھا تو اُس نے میدانِ جنگ میں پیادہ دستوں کے جُدا جُدا بلاک کھڑے کر دیئے تھے اور جب ترک سوار حملہ کرتے تھے تو اُن کے گھوڑے انسانوں کے ان مربع نما ٹیلوں کے قریب آ کر رُک جاتے تھے اور بندوقوں سے مسلح فرانسیسی اُن کی تلواروں اور نیزوں کی زد سے محفوظ رہ کر گولیاں برسا سکتے تھے۔ قادسیہ کی جنگ کے دوسرے دن اُونٹوں کو میدان میں لانے کے متعلق قعقاع بن عمر کی تجویز اس لئے کامیاب تھی کہ اس دن ایرانی اپنے ہاتھیوں کو میدان میں نہیں لا سکے تھے۔ چنانچہ جب جنگ کے تیسرے دن ایرانی اپنے ہاتھیوں کو میدان میں لے آئے تھے تو مسلمانوں نے اُن کے مقابلے میں اُونٹ کھڑا کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

جم کر لڑیں لیکن عقب سے یکے بعد دیگرے قعقاع بن عمر کے ساتھیوں کے دوسرے گروہ نمودار ہونے لگے۔ چونکہ قادسیہ کا تدریجی ڈھلوان دریا کی سمت تھا اِس لئے ایران کا ہر سپاہی پہاڑیوں اور ٹیلوں سے اُترنے والے دستوں کو دیکھ سکتا تھا۔ جب ایک دستہ تھوڑی دیر کے لئے خندق کے قریب آخری وادی کے نشیب میں رُوپوش ہو جاتا تو اُنہیں حدِ نگاہ پر گرد و غبار کے نئے بادل کسی اور قافلے کی آمد کا پتہ دیتے۔ قعقاع بن عمر ہر تازہ گروہ کی آمد پر ایرانیوں کی سراسیمگی سے فائدہ اُٹھاتا اور ایک نئے جوش و خروش کے ساتھ اُن پر حملہ کر دیتا۔ اس جری انسان کی اپنی تلوار جن تیس آدمیوں کے خون میں ڈوب چکی تھی۔ ان میں سے اکثر ایرانی فوج کے نامور سردار تھے۔ لیکن جانبازی اور جان فروشی کی اس امتحان گاہ میں وہ تنہا نہ تھا۔ آج کارکنانِ قضا و قدر قادسیہ کے میدان کے ہر نمازی کی اداؤں میں ایک نیا بانکپن دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کے دل میں شہادت کی تمنا نہ تھی۔ اور کوئی ایسا نہ تھا جس کی پیشانی پر فتح کی روشنی نہ تھی۔ ملتِ اسلام کے سینے میں بدر و حنین کی دھڑکنیں بیدار ہو چکی تھیں۔ وہ اپنے گرد آلود چہروں اور خون میں ڈوبی ہوئی قباؤں کے ساتھ فتح اور نصرت کے مالک کی بارگاہ کی طرف دوڑ رہے تھے اور کسی کو کسی کے پیچھے رہنا گوارا نہ تھا۔ قادسیہ کے میدان میں اُن کے ایک ایک قدم کے ساتھ انسانی عظمتوں کی ناقابلِ فراموش داستانیں جنم لے رہی تھیں۔

○

بنو ثقیف کے نامور شاعر ابو محجن کو شراب نوشی کے جرم میں قید کر دیا گیا تھا۔ وہ پابہ زنجیر قدیس کے محل میں نچلی منزل کے ایک کمرے کی کھڑکی سے میدانِ جنگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر انتہائی کرب کی حالت میں پیچ و تاب کھانے کے بعد وہ گھسٹتا ہوا کمرے سے نکلا اور محل کی چھت پر پہنچ کر حضرت سعد کے سامنے گڑگڑایا۔ "یا امیر! میری زنجیریں کھلوا دیجئے۔ میرے لئے اس سے بڑی سزا کیا ہو سکتی ہے کہ میرے بھائیوں کی لاشیں خاک میں تڑپ رہی ہیں۔ اور میرے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے ہیں۔"

لیکن شراب نوشی کے متعلق اسلام کا ضابطہ اس قدر سخت تھا کہ سپہ سالار کے سامنے اس کی التجائیں بے اثر ثابت ہوئیں اور اُنہوں نے اُسے ڈانٹ کر پیچھے بھیج دیا۔

ابو محجن نے مایوس ہو کر سپہ سالار کی بیوی سلمیٰ سے التجا کی لیکن اُنہوں نے بھی اس کی طرف توجہ نہ دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر اپنے کمرے کے دریچے سے میدان جنگ کا نقشہ دیکھ رہا تھا۔ اور اُس کی زبان پر یہ اشعار تھے :۔

"اس سے بڑھ کر کیا غم ہو گیا کہ سوار نیزہ بازیاں کر رہے ہیں۔
اور میں زنجیروں میں جکڑا پڑا ہوں۔
جب کھڑا ہونا چاہتا ہوں تو زنجیر اُٹھنے نہیں دیتی۔
اور دروازے اس طرح بند کر دئیے جاتے ہیں کہ پکارنے والا پکارتے پکارتے تھک جاتا ہے۔

میرے پاس دولت بھی کثیر ہے اور میرے بھائی بھی بہت ہیں۔
لیکن اُنہوں نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے اور کسی کو میرا خیال نہیں۔
میں نے اللہ سے عہد کیا ہے اور اس عہد سے نہیں پھروں گا۔
کہ اگر میرے لئے شراب خانوں کے دروازے کھول دئیے جائیں تو بھی میں اُن کا رُخ نہیں کروں گا"۔

سلمیٰ جو باہر کھڑی یہ اشعار سُن رہی تھی ابو محجن کے کرب و اضطراب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اُس کی بیڑیاں کھلوا دیں۔

ابو محجن حضرت سعد کے ذاتی ہتھیاروں سے مسلح اور اُنہی کے گھوڑے بلقاء پر سوار ہو کر میدان میں نکلے اور میمنہ سے میسرہ تک اپنی صفوں میں چکّر لگانے کے بعد دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ اُن کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ جس طرف نکلتے تھے دُشمن کی صفیں اُلٹ دیتے تھے۔ وہ کبھی دُشمن کے میمنہ میں جا گھُستے اور کبھی میسرہ میں تباہی مچا دیتے۔ اُن کا چہرہ خود میں چھپا ہوا تھا اور مسلمان یہ

سمجھ رہے تھے کہ قعقاع بن عمر کی طرح شام کے لشکر سے ایک اور سرفروش اُن کی مدد کے لئے پہنچ گیا ہے اور سعد بن ابی وقاص محل کی چھت سے یہ منظر دیکھ کر کہہ رہے تھے "واللہ! اگر ابو محجن آج قید میں نہ ہوتا تو میں یہی کہتا کہ وہ گھوڑا میرا ہے اور سوار کے انداز ابو محجن کے سے ہیں۔"

شام کے وقت ابو محجن واپس آئے تو گھوڑا پسینے میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ اپنے قید خانے میں پہنچ کر بیڑیاں پہن رہے تھے کہ سعد بن ابی وقاص جن کی حالت گزشتہ دن سے کچھ بہتر تھی سلمیٰ کے ساتھ نیچے اترے اور اپنے گھوڑے کو ایک نظر دیکھنے کے بعد ابو محجن کے کمرے میں داخل ہوئے۔ اس نامور شاعر اور بہادر سپاہی نے گھبراہٹ کی حالت میں آنکھیں نیچی کر لیں۔ سعد رض نے سلمیٰ کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر کہا "ابو محجن! اب تمہیں بیڑیاں پہننے کی ضرورت نہیں، خدا کی قسم جو شخص مسلمانوں پر اس طرح نثار ہو میں اُسے سزا نہیں دے سکتا۔"

ابو محجن نے اپنی بیڑیاں اُتار کر پھینک دیں۔ اُٹھ کر سپہ سالار کی طرف دیکھا اور کہا "یا امیر! میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔" تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ میدانِ جنگ کا رُخ کر رہا تھا۔

رات ہو گئی لیکن جنگ کی شدت میں کوئی فرق نہ آیا۔ اہل فارس کے قلب لشکر کی صفیں ابھی تک محفوظ تھیں اور اگلی صفوں میں ہلاک اور زخمی ہونے والے سپاہیوں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے وہ عقب سے تازہ دم دستے میدان میں لا رہے تھے۔ مسلمان تھکاوٹ سے چور ہو چکے تھے۔ تاہم نصرتِ خداوندی پر ایک غیر متزلزل یقین کے باعث اُن کے حوصلے قائم تھے۔ پھر آدھی رات کے قریب فریقین اپنے اپنے پڑاؤ کی طرف ہٹنے لگے اور میدان میں آہستہ آہستہ خاموشی چھا گئی۔ اس لڑائی میں دو ہزار مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا اور ان کے مقابلے میں دشمن کے دس ہزار سپاہی ہلاک ہو چکے تھے۔

باقی رات فریقین اگلے دن کے لئے تیاریوں میں مصروف رہے۔ گزشتہ دو دن کی تھکاوٹ

کے پیشِ نظر انہیں اس بات کا پورا احساس تھا کہ اس جنگ کا تیسرا دن فیصلہ کُن ثابت ہوگا۔ اور فتح صرف اس فریق کا انعام ہوگی جس کے حوصلے آخری وقت تک قائم ہوں گے۔ اس لئے وہ اپنے تمام وسائل اور ساری قوتیں جمع کرنے میں مصروف تھے۔

یزدگرد کو مدائن کے محل میں ایک ایک پل کی خبر مل رہی تھی اور وہ رستم کی اعانت کے لئے مزید دستے روانہ کر رہا تھا۔

مسلمانوں کو اس بات کا یقین نہ تھا کہ صبح ہنگامہ کا زور شروع ہوتے ہی شام کا باقی لشکر ان سے آملے گا۔ اس لئے قعقاع بن عمر کی تجویز پر سواروں کے چند دستے پڑاؤ سے باہر بھیج دیئے گئے اور انہیں یہ ہدایت کی گئی کہ صبح جب لڑائی شروع ہو تو وہ یکے بعد دیگرے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ٹیلوں کی اوٹ سے نکل کر میدان میں پہنچتے رہیں اور اس عرصہ میں اگر ہاشم بن عتبہ شام کے لشکر کے ساتھ پہنچ جائیں تو وہ بھی اس تجویز پر عمل کریں۔

○

اگلی صبح جب فرزندانِ اسلام اور علمبردارانِ مجوسیت ایک دوسرے کے سامنے صفیں باندھ رہے تھے تو قعقاع کی ہدایت کے مطابق عقب کے ٹیلوں سے یکے بعد دیگرے سواروں کے گروہ نمودار ہونے لگے۔

تھوڑی دیر بعد ایک دیو قامت ایرانی میدان میں آیا لیکن وہ ایک معمولی قد و قامت کے مسلمان کے ہاتھوں مارا گیا۔

پھر جب عام لڑائی شروع ہونے والی تھی تو لشکرِ اسلام کے نقیب اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ ہاشم بن عتبہ کی آمد کا اعلان کرنے لگے اور مجاہدین کی نگاہیں عقب کے ٹیلوں اور پہاڑوں کی طرف مبذول ہو گئیں۔

ہاشم اپنے سواروں کے پہلے گروہ کے ساتھ گرد کے بادل اڑاتے ہوئے لشکر کے عقب میں نمودار ہوئے۔ پھر بلا توقف دشمن کے میسرہ کی طرف بڑھے اور اُن کی صفیں چیرتے ہوئے اپنے

مقدمتہ الجیش سے آملے۔ قادسیہ کا میدان اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا۔ اس کے بعد شام سے آنے والے لشکر کے باقی دستے یکے بعد دیگرے نمودار ہونے لگے۔ رستم قلب لشکر میں اپنے زرّیں تخت پر رونق افروز تھا اور اُس کی پریشان نگاہیں بار بار ان ٹیلوں کی طرف اُٹھ رہی تھیں جہاں اُٹھتا ہوا غبار ہر آن ایک نئے قافلے کی آمد کی اطلاع دے رہا تھا۔ اچانک وہ مضطرب ہو کر اُٹھا اور لشکر کو عام حملے کا حکم دیا۔ پھر اہل فارس کی صفوں سے نقاروں کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

آج ایرانی ہودے اور عماریاں مرمت کرنے کے بعد اپنے تمام ہاتھی میدان میں لا چکے تھے اور انہوں نے گذشتہ تجربات کے پیش نظر ہر ہاتھی کے ساتھ پیادہ سپاہیوں کی صفیں قائم کر دی تھیں۔ جن کا مقصد ایک طرف انہیں مسلمانوں کے نیزوں سے بچانا دوسری طرف اُنہیں اِدھر اُدھر ہٹنے یا پلٹ کر بھاگنے سے روکنا تھا۔

لیکن ایرانیوں کی یہ تدبیر بھی کارگر ثابت نہ ہوئی۔ غازیانِ اسلام اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور اپنے گھوڑوں سے کود کر پیادہ دستوں کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے۔ اب ہاتھیوں کے لئے اپنوں اور غیروں کی تمیز کرنا مشکل تھا اور فیل بان جنہیں پیادہ دستوں کے ساتھ رہنے کی ہدایت تھی اُنہیں آگے بڑھانے کا فیصلہ نہ کر سکے۔ عمرو بن معدی کرب اپنے گھوڑے سے کود کر ایک ہاتھی پر حملہ کر رہے تھے کہ ایرانیوں کا ایک دستہ اُن پر ٹوٹ پڑا۔ پھر مسلمانوں کا ایک گروہ آگے بڑھا اور دشمن کا گھیرا توڑ کر اُن سے آملا۔ اس عرصہ میں عمرو بن معدی کرب کئی زخم کھا چکے تھے۔ تاہم اُن کے جوش و خروش میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ کئی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد آگے بڑھے اور دشمن کے سواروں کی صفوں تک جا پہنچے۔ دشمن نے اُنہیں دوبارہ نرغے میں لینے کی کوشش کی۔ لیکن عمرو اور اُن کے ساتھی جس سمت کا رُخ کرتے تھے وہاں میدان خالی ہو جاتا تھا۔ اچانک ایک ایرانی سوار اُن کے برابر سے نکلا اور عمرو نے اُس کے گھوڑے کی دُم پکڑ لی۔ ایرانی نے بار بار ایڑ لگائی لیکن گھوڑا اپنی جگہ سے نہ ہل سکا۔ بالآخر ایرانی

اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا کر بھاگ نکلا عمرو کود کر اُس پر سوار ہو گئے اور لڑتے بھڑتے باقی لشکر سے آملے۔ میدان کے باقی حصوں میں بھی گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ رستم نے اپنے ہاتھیوں کے ساتھ پیدل سپاہیوں کی رفاقت نقصان دہ خیال کرتے ہوئے اُنہیں تنہا آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ پیادہ دستے پیچھے ہٹ گئے اور ہاتھیوں کی قطاریں آزادی کے ساتھ آگے بڑھنے لگیں۔

اب مسلمان اسی صورت حال کا سامنا کر رہے تھے جو اس جنگ کے پہلے روز پیش آئی تھی۔ اُن کے تیر اندازوں اور نیزہ بازوں نے کئی ہاتھیوں کو زخمی کیا۔ لیکن اُنہیں ان متحرک پہاڑوں کا رُخ بدلنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ پیادہ دستوں کو پیچھے ہٹانے کے بعد ایرانیوں نے اپنے دو مشہور ہاتھیوں کو آگے کر دیا تھا۔ ان میں سے ایک سفید اور دوسرا اجکبر اتھا۔ یہ ہاتھی جو ماضی کی کئی لڑائیوں میں حصہ لے چکے تھے آہنی بکتر کے علاوہ سونے کی زنجیروں سے آراستہ تھے اور باقی ہاتھیوں کی پوری فوج اُن کے پیچھے آ رہی تھی۔ سعد بن ابی وقاص قدیس کے بالاخانے سے یہ کرب انگیز منظر دیکھ رہے تھے۔ اُنہوں نے بنو اسد اور بنو تمیم کے جانبازوں کو پیغام بھیجا کہ تم ان دو ہاتھیوں کو میدان سے نکالنے کی کوشش کرو۔

چنانچہ بنو تمیم کے لشکر سے قعقاع اور عاصم بن عمرو آگے بڑھے اور اُنہوں نے اپنے گھوڑوں سے کود کر سفید ہاتھی پر حملہ کر دیا۔ ان کے نیزے بیک وقت کوہ پیکر ہاتھی کی آنکھوں میں پیوست ہو گئے اور وہ غضب ناک ہو کر فیل بان کو گرانے اور پاؤں تلے کچلنے کے بعد چنگھاڑتا اور سونڈ گھماتا ہوا ادھر اُدھر بھاگنے لگا۔ حضرت قعقاع نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور پھر آگے بڑھ کر تلوار کی ایک ہی ضرب سے ہاتھی کی سُونڈ مستک سے جدا کر دی۔ دوسرے ہاتھی پر بنی اسد کے دو جانبازوں صحال اور ربیل نے حملہ کیا اور آنکھیں پھوڑنے اور سُونڈ کاٹنے کے بعد اُس کا منہ پھیر دیا۔ اب یہ دونوں ہاتھی اپنے فیل بانوں کے بوجھ سے آزاد ہو کر بے تحاشا ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے اور ہاتھیوں کی پوری فوج ان کا پیچھا کر رہی تھی۔

وہ کبھی مسلمانوں اور کبھی ایرانیوں کی صفوں میں گھس کر تباہی مچا رہے تھے۔ بالآخر جکبر ا ہاتھی

ایرانیوں کی صفوں کو روندتا ہوا میدان سے نکلا اور نہر میں کود پڑا۔ باقی ہاتھیوں نے اُس کا پیچھا کیا اور اپنے راستے میں تباہی مچاتے ہوئے نہر کے پار نکل گئے۔ اُنہیں دوبارہ میدان میں لانے کے لئے ایرانیوں کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ مسلمانوں نے ہاتھیوں سے نجات حاصل کرتے ہی ہر محاذ پر پورے جوش و خروش کے ساتھ حملہ کر دیا اور قادسیہ کے میدان میں ہر سمت گرد و غبار کے بادل چھا گئے۔

دوپہر کے وقت جب مسلمانوں کے پے در پے حملوں کے باعث ایرانیوں کی اگلی صفیں ٹوٹ رہی تھیں اُن کی اعانت کے لئے مدائن سے تازہ دم کمک پہنچ گئی اور وہ دوبارہ جم کر لڑنے لگے۔

تین دن کی بے آرامی اور تھکاوٹ نے اُنہیں نڈھال کر دیا تھا۔ اُن کے بازو شل ہو چکے تھے۔ اُن کے گھوڑے جواب دے چکے تھے۔ تاہم کوئی فریق جنگ کے فیصلے کو اگلے دن پر ٹالنے کے لئے تیار نہ تھا۔

ایرانیوں کے مقدمۃ الجیش اور بازوؤں کی اگلی صفیں ٹوٹ رہی تھیں لیکن اُن کا قلب ابھی تک مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ تھا۔ تیس ہزار آزمودہ کار سپاہی جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے رستم کے تخت کے گرد صفیں باندھے کھڑے تھے جو تند و تیز لہریں مسلمانوں کے لشکر سے اُٹھتی تھیں اُن کا زور ان آہنی دیواروں تک پہنچتے پہنچتے ٹوٹ جاتا تھا۔

جب آفتاب گرد و غبار کے بادلوں سے جھانکتا ہوا مغرب کے اُفق میں چھپ گیا اور رات کی تاریکی نے اپنا دامن پھیلا دیا تو فریقین ایک دوسرے سے الگ ہو کر پیچھے ہٹنے لگے اور قادسیہ کے میدان میں آہستہ آہستہ خاموشی چھا گئی لیکن یہ عارضی سکوت ایک نئے طوفان کا پیش خیمہ تھا۔ تھکے ہوئے سپاہی جس قدر آرام کی ضرورت محسوس کرتے تھے اسی قدر اُنہیں اس بات کا احساس تھا کہ جو معرکہ اُنہیں اگلے دن پیش آنے والا ہے وہ پچھلے تین دنوں سے زیادہ سخت ہوگا۔ اُنہوں نے ابھی اپنی صفیں درست کیں لیکن میدان سے نہ ہٹے۔ ایرانیوں کی یہ خواہش تھی کہ پہلے مسلمان اپنے

پڑاؤ میں چلے جائیں اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ پہل ایرانیوں کی طرف سے ہو۔ دن بھر کے تھکے ہوئے سپاہیوں کی آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں اور بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کچھ دیر اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کے بعد دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ کی طرف لوٹ آئیں گے اور یہ لڑائی اگلے دن پر ملتوی ہو جائے گی۔

لیکن فتح اور نصرت کے مالک نے غازیانِ اسلام پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دئیے اور چند سرپھروں کی جلد بازی نے ایسے حالات پیدا کر دئیے جن کے باعث فریقین ایک نئے جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ سعد بن ابی وقاص کو معلوم تھا کہ ایرانیوں کو مدائن سے لگاتار کمک پہنچ رہی ہے۔ اس لئے اُنہوں نے عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ کی قیادت میں فوج کا ایک دستہ میدانِ جنگ سے کچھ دُور اُس گھاٹ کی نگرانی پر متعین کر دیا جہاں سے نہر عبُور کرنے کے بعد دشمن کے دستے مُسلمانوں کے عقب کے لئے خطرہ پیدا کر سکتے تھے۔ باقی لشکر کو سعدؓ نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ چوکس رہیں لیکن حملے کے لئے اُن کی تیسری تکبیر کا انتظار کریں۔

طلیحہ اور عمرو میدان کے بائیں ہاتھ چکر لگانے کے بعد گھاٹ کے قریب پہنچے تو انہیں آس پاس دشمن کی نقل و حرکت کے کوئی آثار نظر نہ آئے۔ امیرِ لشکر کی ہدایت کے مُطابق اُنہیں باقی رات گھاٹ کے قریب چھُپ کر پہرہ دینا چاہیئے تھا۔ لیکن طلیحہ کی جرأت تمام مصلحتوں پر غالب آ گئی اور وہ چند جانبازوں کے ساتھ نہر عبُور کر کے ایرانی لشکر کے پڑاؤ کے عقب میں پہنچ گئے اور رستم کے محفوظ دستوں پر حملہ کر دیا۔ جب عمرو بن معدی کرب نے اپنے ساتھیوں کے نعرے سُنے تو انہوں نے بھی دشمن کی اس فوج پر حملہ کر دیا جو گھاٹ سے کچھ فاصلے پر نہر کے دوسرے کنارے سستا رہی تھی۔ اب نہر کے آر پار ایران کی پُوری فوج حرکت میں آ چکی تھی۔ ایرانی لشکر کی اگلی صف میں قعقاع بن عمرو کو ایرانیوں کی چیخ پکار کے ساتھ اللہ اکبر کے نعرے سُنائی دیئے تو وہ یہ سمجھے کہ عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ کے ساتھی دشمن کے نرغے میں آ چکے ہیں۔ اُنہوں نے چند لمحے امیرِ لشکر کی تکبیرِ دوم کا انتظار کیا لیکن جب دشمن کی طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی تو اُنہوں نے بنو تمیم کے جانبازوں

کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور ان کی دیکھا دیکھی غازیانِ اسلام کا پورا لشکر دشمن پر ٹوٹ پڑا۔

سعد بن ابی وقاص اس صورتِ حال سے باخبر ہوئے تو وہ بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور دعا کی "یا اللہ! قعقاع کو معاف کر دے اور اس کی اعانت فرما"۔

قادسیہ کے میدان میں گرد اور تاریکی کے بھاری پردوں سے گھوڑوں کی ٹاپ، تیروں کی سنسناہٹ، تلواروں کی جھنکار، لڑنے والوں کے نعرے اور زخمیوں کی چیخ پکار سنائی دے رہی تھی۔

غازیانِ اسلام ہر آن ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ آگے بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ اور کسریٰ کے تخت و تاج کے محافظ جنہیں اپنی شکست کا خطرہ اور موت کا خوف تھا اپنی صفیں سمیٹ کر رستم کے گرد انسانوں کے حصار کھڑے کر رہے تھے۔

شہسوارانِ اسلام کبھی دائیں کبھی بائیں اور کبھی سامنے سے حملے کرتے تھے لیکن انہیں انسانوں کا یہ حصار توڑنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ پھر وہ گھوڑوں سے اتر کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور رات بھر دست بدست لڑائی جاری رہی۔

سعد بن ابی وقاص کو یہ معلوم نہ تھا کہ رات کی سیاہی اور گرد و غبار کے پردوں کے پیچھے کیا ہو رہا ہے۔ وہ فتح اور نصرت کے مالک کی بارگاہ میں سربسجود تھے اور ان کے لبوں پر لشکرِ اسلام کی کامیابی کے لئے دعائیں تھیں۔

پھر جب قادسیہ کی فضا پر صبح کا نور بکھرنے لگا تو انہیں قعقاع بن عمر کی آواز سنائی دی۔ "مجاہدو! فتح اور کامرانی صرف ان کا ساتھ دے گی جو آخری دم تک ثابت قدم رہیں گے۔ اپنی صفیں درست کر لو اور حملے کے لئے تیار ہو جاؤ"۔

سعد نے سر اٹھا کر میدان کی طرف دیکھا۔ وہ رات کے ہنگامے سرد ہو چکے تھے۔ گرد بیٹھ رہی تھی اور غازیانِ اسلام ایک نئے حملے کے لئے صفیں درست کر رہے تھے۔ سردارانِ لشکر اپنے اپنے دستوں کے سامنے رجز خوانی کر رہے تھے۔

دہ بھیانک رات[1] جسے مؤرخ لیلۃ الھریر کے نام سے پکارتے ہیں گزر چکی تھی اور وہ سحر نمودار ہو چکی تھی جس کی روشنی میں راہِ حق کے مسافر اللہ کی نصرت کا عظیم معجزہ دیکھنے والے تھے۔

طلوعِ آفتاب سے ایک ساعت بعد لڑائی دوبارہ شروع ہوئی اور مسلمان پے در پے حملوں کے بعد اپنے دائیں بائیں اور سامنے ایرانی لشکر کی صفیں توڑتے ہوئے اُس کے قلب تک جا پہنچے اور اُن آہن پوش دستوں کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے جنہیں اہلِ فارس اپنی فتح کی کنجی ضمانت سمجھتے تھے۔

رستم نہر کے قریب اپنے تخت پر بیٹھا لشکر کے سرداروں کو ہدایت دے رہا تھا۔

قعقاع نے بلند آواز میں کہا "مجاہدو! رستم کی طرف بڑھو!" اور پھر ہر سردار اپنے قبیلے کے مجاہدوں کو آوازیں دیتا ہوا دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ دوپہر تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ اس کے بعد ایرانیوں کی صفیں ٹوٹنے لگیں اور وہ اپنے بازوؤں کے دستوں کو قلب کی طرف سمیٹنے پر مجبور ہو گئے۔

پھر جب غازیوں کا ایک گروہ رستم کی محافظ فوج کی صفیں چیرتا ہوا اُس کے قریب پہنچا تو جنوب کے اُفق سے ایک طوفان اُٹھا اور تند ہوا کے پہلے جھونکے نے رستم کا خیمہ اور اُس کے تخت کے اُوپر سنہری چتر اُڑا کر نہر میں پھینک دیا۔

مسلمانوں نے اس آندھی کو تائیدِ غیبی سمجھ کر اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے اور وہ دوڑتے ہوئے تخت کی طرف بڑھے۔ ایران کے لشکر میں افراتفری پھیل گئی۔ رستم نے تخت سے اُتر کر کچھ دیر تک حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ پھر زخموں سے چور ہو کر بھاگا اور گرد و غبار کی تاریکی میں مسلمانوں کی نگاہوں سے بچتا ہوا نہر کے قریب خزانے سے لدے ہوئے خچروں کے پیچھے جا چھپا۔ اُس نے ابھی دم

---

[1] اس رات کے متعلق بشر بن ربیعہ کے مشہور اشعار کا مفہوم یہ ہے: "اللہ تجھے نیکی دے تو قدیس کے دروازے پر ہماری تلواروں کی کاٹ یاد کر جب شدتِ ہجوم کے باعث پلٹنے کی گنجائش نہ تھی۔ وہ رات ایسی تھی جس میں لوگ چاہتے تھے کہ طائر کے پر مستعار مل جائیں تو اُڑ جائیں۔"

نہیں لیا تھا کہ ایک مجاہد بلال بن علقمہ اس طرف آ نکلے۔ رستم اُنہیں دیکھ کر خچر کے پیچھے دبک گیا جس پر خزانے کی بوری لدی ہوئی تھی۔ بلال نے تلوار کی ضرب سے رسیاں کاٹ کر بوری اُلٹ دی اور اس کا سارا بوجھ رستم پر آگرا۔ رستم نے وہاں سے نکل کر نہر میں چھلانگ لگادی لیکن بلال نے اُسے پہچان لیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی اُس کے پیچھے نہر میں کود پڑے اور اُس کی ٹانگیں پکڑ کر باہر کھینچ لائے۔ پھر انہوں نے تلوار کی ایک ہی ضرب سے رستم کا کام تمام کردیا اور سنہری تخت پر چڑھ کر اپنے ساتھیوں کو آوازیں دینے لگے۔ "رب کعبہ کی قسم! میں نے ایران کے سپہ سالار کو قتل کر دیا ہے۔" جواب میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوئیں۔ آن کی آن میں میدان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک رستم کے قتل کی خبر پھیل گئی۔ ایرانی لشکر میں بھاگڑ مچ گئی۔

وہ نہر عبور کرنے کے لئے بند کی طرف بھاگے لیکن مٹی کا بند بیٹھ گیا اور ہزاروں آدمی اپنی زرہوں کے بوجھ سے پانی میں غرق ہو گئے۔ مسلمانوں نے دیر تک بھاگنے والوں کا تعاقب جاری رکھا۔ ایرانیوں کے احساس شکست یہ عالم تھا کہ ایک ایک مسلمان بیس بیس جنگی قیدیوں کو بھیڑوں کے ریوڑ کی طرح ہانک کر واپس لا رہا تھا۔ قادسیہ کے میدان میں رستم کی موت کے ساتھ ایران کی ایک ہزار سالہ سطوت دفن ہو چکی تھی۔ درفش کاویانی جسے ضرار بن الخطاب اُٹھا لائے تھے سعد بن ابی وقاص کے قدموں میں پڑا ہوا تھا۔

لڑائی کے اختتام پر تھکے ہوئے غازی شہیدوں کی لاشیں اُٹھانے اور زخمیوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئے اور پچھلے کیمپ سے عورتیں اور بچے بھی اس کام میں حصہ لینے کے لئے وہاں پہنچ گئے۔

○

آندھی تھم چکی تھی۔ گرد کے بادل چھٹ رہے تھے اور مجاہدین قادسیہ کے میدان میں اپنے بھائیوں عزیزوں اور دوستوں کو تلاش کر رہے تھے۔ حسان کو دوپہر کے بعد اپنے بھائی کی کوئی خبر نہ تھی۔ اُس نے زخمی ہونے کے باوجود بنی بکر کے مجاہدین کے ساتھ دُور تک بھاگتے ہوئے دشمن کا

پیچھا کیا تھا۔ غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل یہ مجاہد پانچ سو قیدی ہانکتے ہوئے پہنچے تو معنیٰ ابن حارثہ نے اُس کی خون آلود زرہ اُتروا کر اپنے ہاتھوں سے اُس کے بازو اور سینے کے زخموں پر پٹیاں باندھیں اور اُسے قدیس کے محل کے قریب دوسرے زخمیوں کے ساتھ لٹاتے ہوئے کہا۔" اب تم اطمینان سے پڑے رہو۔ ہم تمہارے بھائی کو تلاش کرتے ہی تمہارے پاس پہنچا دیں گے۔"

"نہیں، سہیل کو تلاش کئے بغیر مجھے چین نہیں آئے گا۔ میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔" حسان نے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن نقاہت کے باعث اُس کے سر میں چکر آگیا اور وہ دوبارہ لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اُس پر تھکاوٹ اور نیند غالب آچکی تھی۔ جب اُس کی آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی اور وہ کھلی فضا کی بجائے ایک کشادہ خیمے میں پڑا ہوا تھا اور اُس کے آس پاس زخمی کراہ رہے تھے۔ چند خواتین اور بچے اُن کی تیمارداری کر رہے تھے۔

"میں کہاں ہوں؟" اُس نے گھبراہٹ کی حالت میں ایک عورت سے سوال کیا۔

اُس نے جواب دیا۔" باہر دھوپ آگئی تھی اور وہ آپ کو اُٹھا کر اندر ڈال گئے تھے۔ جراح پٹیاں کھلوا کر آپ کے زخم دیکھ گئے تھے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ آپ بہت جلد تندرست ہو جائیں گے نماز کے بعد معنیٰ، قعقاع اور عاصم آپ کو دیکھنے آئے تھے۔ اُن کے ساتھ فوج کے چند سردار بھی تھے وہ یہ کہتے تھے کہ آپ ایرانیوں کے خلاف کئی جنگوں میں حصہ لے چکے ہیں۔ میں آپ کے لئے کھانا لاتی ہوں۔"

"لیکن میرا بھائی؟ معنیٰ نے اُس کے متعلق کچھ نہیں کہا تھا؟"

"اِدھر دیکھیئے؟" عورت نے اُس کے پاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

حسان نے گردن اُٹھا کر دیکھا۔ سہیل مُنہ کے بل اُس کے پاؤں کے قریب لیٹا ہوا تھا۔ وہ سہیل! سہیل! کہتا ہوا اُٹھ کر گھٹنوں کے بل آگے بڑھا اور اُسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑنے لگا۔

عورت نے کہا۔" نہیں نہیں! اسے بے آرام نہ کیجئے۔ یہ بہت تھکا ہوا ہے۔"

لیکن سہیل نے کروٹ بدل کر آنکھیں کھول دیں اور اُٹھ کر اپنے بھائی کے ساتھ لپٹ گیا۔

"سہیل تم ٹھیک ہو؟ تم زخمی تو نہیں ہو؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں بھائی جان!"

"لیکن تم کہاں تھے؟"

سہیل نے جواب دیا "بھائی جان! میرے گھوڑے نے دریا کے قریب پہنچتے ہی دم توڑ دیا تھا۔ اور آپ آگے نکل گئے تھے۔ پھر مجھے پیاس محسوس ہوئی اور میں دریا کی طرف چل پڑا۔ وہاں جھاڑیوں میں دو ایرانی چھپے ہوئے تھے۔ میں نے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے نے بھاگ کر دریا میں چھلانگ لگا دی۔ پھر میں نے پانی پیا اور تھوڑی دیر سستانے کی نیت سے جھاڑیوں میں لیٹ گیا لیکن مجھے نیند نے آ دبوچا۔ رات کے پچھلے پہر میری آنکھ کھلی اور واپس چل پڑا۔ پھر مثنیٰ بن حارثہ مل گئے اور اُنہوں نے مجھے آپ کے پاس پہنچا دیا۔ میں صبح تک باہر آپ کے پاس بیٹھا رہا جب دھوپ آگئی تو آپ کے دوست آپ کو اُٹھا کر یہاں لے آئے۔"

○

چند دن بعد قادسیہ کا ایک مجاہد سعد بن عمیلہ جسے امیر لشکر نے فتح کا مژدہ سنانے کے لئے امیرالمومنین کی خدمت میں بھیجا تھا ایک اُونٹ پر اپنے طویل راستے کی آخری منزل طے کر رہا تھا طلوعِ آفتاب کے ساتھ اُسے وادیٔ یثرب کے نخلستان دکھائی دینے لگے تو اُس کا دل مسرت سے اُچھلنے لگا۔

سعد بن عمیلہ اپنے اندازے سے دو دن قبل اپنا سفر پورا کر چکا تھا اور اب وہ اس مقدس شہر میں داخل ہونے والا تھا۔ جس کے باشندوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور اُسے جس قدر قادسیہ کی عظیم فتح کی خوشی تھی اسی قدر اس بات کی خوشی تھی کہ اُسے اپنی زندگی میں پہلی بار اس عظیم انسان کو دیکھنے اور اُس کے ساتھ ہمکلام ہونے کی سعادت نصیب ہو گی جس نے مشرق و مغرب کے کج کلاہوں کا غرور خاک میں ملا دیا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شکل و صورت، اور دربارِ خلافت کی شان و شوکت کی اَن گنت تصویریں

اس کے ذہن میں تھیں اور اس نے سارا راستہ اپنے دماغ کی بہترین صلاحیتیں ان کے ساتھ گفتگو کے لیے موزوں الفاظ تلاش کرنے میں صرف کی تھیں، اور اب مدینے کی پہلی جھلک دیکھنے کے بعد وہ اپنے دل میں یہ الفاظ دہرا رہا تھا۔

پھر اسے راستے کے قریب ایک ٹیلے کی چوٹی پر ایک تنہا انسان دکھائی دیا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے سعد بن عمیلہ کو روکنے کی کوشش کی لیکن سعد کو ایک ثانیہ کی تاخیر بھی گوارا نہ تھی۔

اجنبی بھاگتا ہوا ٹیلے سے اترا اور اس نے شتر سوار کا راستہ روکتے ہوئے پوچھا "تم کہاں سے آئے ہو؟"

اس نے بے پروائی سے جواب دیا "قادسیہ سے" اور پھر کسی توقف کے بغیر اونٹ کو چابک رسید کر دی۔

اجنبی نے اس کے ساتھ بھاگتے ہوئے پوچھا "اللہ کے بندے وہاں سے کیا خبر لائے ہو؟"

"اللہ نے مشرکین کو شکست دی ہے۔"

"تمہیں سعد بن وقاص نے بھیجا ہے؟"

"ہاں"

"اللہ تمہیں جزائے خیر دے میں کئی دنوں سے تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں۔ مجھے جنگ کے حالات سناؤ!"

قاصد نے رکے بغیر اجنبی کی طرف دیکھا اور ایک انتہائی سادہ لباس کے باوجود اس کے بارعب چہرے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے قدرے توقف کے بعد قادسیہ کی داستان شروع کر دی۔ اجنبی کی مسرت کا یہ عالم تھا کہ وہ شہر کی گلیوں تک اس کے ساتھ دوڑتا رہا، کبھی کبھی جنگ کی تفصیلات کے متعلق اس کے پے در پے سوالات شتر سوار کو پریشان کر دیتے اور وہ اپنے دل سے پوچھتا "یہ کون ہو سکتا ہے؟"

پھر اہلِ مدینہ، انسانی عظمتوں کے اس پیکر کو "امیر المومنین" کہہ کر سلام کرنے لگے تو ابن عمیلہ نے احساسِ ندامت سے مضطرب ہو کر کہا۔ "امیر المومنین مجھے معاف کیجئے۔ آپ نے اپنا نام نہیں بتایا تھا۔ ورنہ مجھ سے یہ گستاخی نہ ہوتی۔"

اور امیر المومنین نے اطمینان سے جواب دیا۔ "میرے بھائی! کوئی بات نہیں، تم اپنا کلام جاری رکھو۔" ابن عمیلہ نے اُونٹ سے اُترنے کی کوشش کی۔ لیکن آپ نے اُسے منع فرما دیا اور اسی طرح باتیں کرتے ہوئے اپنی جائے قیام تک لے گئے۔ پھر سعد بن ابی وقاص کا مکتوب پڑھنے اور اپنے گرد جمع ہونے والوں کو فتح کی خوشخبری سنانے کے بعد آپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"مسلمانو! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تمہیں غلام بنانے کی خواہش کروں۔ میں خود اللہ کا غلام ہوں اگر میں تمہارا کام کروں اور تمہیں چین کی نیند نصیب ہو تو یہ میری سعادت ہے اور اگر میری یہ خواہش ہو کہ تم میرے دروازے پر حاضری دو تو یہ میری بدبختی ہے۔ میں تمہیں باتوں سے نہیں بلکہ عمل سے تعلیم دینا چاہتا ہوں۔"

باب ۳۰

قادسیہ کی جنگ کے ہفتے بعد جان کے زخم مندمل ہو چکے تھے۔ ماہ رہا کے دو مہینے قادسیہ میں قیام کے بعد سعد بن ابی وقاص کی صحت بھی ٹھیک ہو چکی تھی۔ چنانچہ کلدیہ کی طرف پیشقدمی کی اور راستے کے اہم مقامات پر قبضہ کرنے کے بعد حیرہ میں ڈیرے ڈال دیئے۔ اس عرصہ میں ایران شکست خوردہ افواج بابل میں جمع ہو رہی تھیں۔ سعد بن ابی وقاص نے حیرہ سے کوچ کیا اور راستے میں چند مقامات پر ایرانی افواج کی مزاحمت کچلنے کے بعد بابل پہنچ گئے۔ اس کے بعد ایرانیوں نے کوثی کے مقام پر قدم جمانے کی کوشش کی۔ لیکن زہرہ کی قیادت میں ایرانی لشکر کے ہراول دستوں نے انہیں شکست دی اور کوثی پر قبضہ کر لیا۔ اب حیرہ اور بابل سے لے کر مدائن کے مضافات تک ایک وسیع علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آ چکا تھا اور عرب قبائل جن کے دلوں سے کسریٰ کی طاقت کا خوف اُٹھ چکا تھا اسلام کے دامن میں پناہ لے رہے تھے۔ کئی صدیاں مجوسی حکمرانوں کے ظلم اور استبداد کی چکی میں پسنے کے بعد اُن کا ایک ایسے دین کی طرف مائل ہونا فطری امر تھا جسے قبول کرنے کے بعد شکست خوردہ قوم کا ایک ادنیٰ فرد فاتح لشکر کے بڑے سے بڑے سردار کے دوش بدوش کھڑا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص کے جھنڈے تلے ان رضاکاروں کا ایک نیا لشکر جمع ہو رہا تھا جو مفتوحہ علاقوں میں اسلامی عدل و انصاف کے عملی مظاہرے دیکھ چکے تھے۔

قادسیہ کی جنگ سے قبل جب کبھی ایرانی رئیسوں اور مرزبانوں کو مسلمانوں کی پیشقدمی اور فتوحات سے کوئی خطرہ محسوس ہوتا تھا تو وہ عام طور پر مدائن یا شمال کے دوسرے شہروں کی طرف

بھاگ نکلتے تھے اور جب مسلمان ایرانیوں کے جوابی حملے کے باعث مفتوحہ علاقوں میں بکھری ہوئی افواج سمیٹنے پر مجبور ہو جاتے تو یہ لوگ اپنے شہروں اور بستیوں میں واپس آجاتے۔ مقامی کاشتکاروں کو چند ہفتوں یا مہینوں کے لئے ان کے مظالم سے نجات حاصل کرنے کے بعد پہلے کی نسبت کہیں زیادہ آلام و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس لئے مقامی باشندوں کو جس قدر اپنے آقاؤں کے بھاگ جانے کی خوشی ہوتی تھی اس سے کہیں زیادہ وہ اُن کے واپس آجانے کے امکانات سے خوفزدہ رہتے تھے لیکن قادسیہ کے میدان میں عبرتناک شکست اور حیرہ اور بابل کے میدانوں میں مسلمانوں کی پیشقدمی کے بعد ان کا یہ خوف بہت حد تک دُور ہو چکا تھا۔

اب ان مرزبانوں اور جاگیرداروں کے اندازِ فکر میں بھی تبدیلی آچکی تھی جو مسلمانوں کی پیشقدمی کے وقت اس اُمید پر اپنے گھروں سے بھاگ نکلتے تھے کہ جب کسریٰ کی نئی فوج جوابی حملے کے لئے مدائن سے روانہ ہو گی تو اُن کی واپسی کے راستے خود بخود صاف ہو جائیں گے۔ اب ان میں سے کئی ایسے تھے جو جزیہ دینے اور ذمیوں کی حیثیت قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے اور کئی ایسے تھے جنہیں اپنے آبائی مذہب کے مقابلے میں دینِ اسلام کی برتری کا احساس ہو رہا تھا اور شہنشاہیت کے قلعوں کی حفاظت کی بجائے اللہ کے دین کا پرچم بلند کرنے میں انسانیت کی بھلائی نظر آتی تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے اسلام کے مبلغین کے لئے اپنے گھروں کے دروازے کھول دئیے تھے۔

فرزندانِ اسلام کا لشکر جس شہر اور بستی سے گزرتا تھا وہاں مقامی باشندوں کے دل میں یہ احساس چھوڑ جاتا تھا کہ اب ایرانی واپس نہیں آئیں گے۔ چنانچہ کوثیٰ میں چند دن قیام کے بعد جب سعد بن ابی وقاص نے مدائن کا رُخ کیا تو اُس کے لشکر کو پہلی بار اس بات کا پورا اطمینان تھا کہ ان کا عقب محفوظ ہے۔

○

یزدگرد مدائن کے محل کے ایک کشادہ کمرے میں رونق افروز تھا چند فوجی سردار اُس کی

سنہری مسند کے سامنے کھڑے تھے۔ ایک زرہ پوش کمرے میں داخل ہوا اور فرشی سلام کرنے کے بعد مؤدب کھڑا ہو گیا۔

یزدگرد بے حد بے چین سا ہو کر پوچھا "تم ساباط کی جنگ میں موجود تھے؟"

"ہاں عالم پناہ!"

"تم کون سی فوج کے ساتھ تھے؟"

"عالیجاہ! میں شہزادی پوران کے ہراول کا سالار ہوں"

"اور شہزادی پوران نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ جس فوج کے ساتھ بہرۂ شیر کا شاہی رسالہ ہو اُسے شکست نہیں ہو سکتی۔ اُنھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ شاہی رسالے کے جانباز مرتے دم تک میدان سے نہیں ہلیں گے۔"

زرہ پوش نے جواب دیا "عالیجاہ! سپہ سالار نے ہمیں میمنہ اور میسرہ کی حفاظت کا حکم دیا تھا اور ہمارے سالار دشمن کے پہلے حملے میں ہی ہلاک ہو گئے تھے۔ اس کے بعد سپہ سالار گر پڑے اور ہمارے قلب میں افراتفری پھیل گئی۔"

"تم اس خبر کی تصدیق کرتے ہو کہ ہمارے چالیس ہزار سپاہی پانچ ہزار آدمیوں کو میدان میں چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔"

"عالیجاہ! ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم نہر عبور کر کے دشمن کو روکنے کی کوشش کریں اور ساباط کے میدان میں ہمارا نقصان پانچ ہزار آدمیوں سے زیادہ نہیں۔ ان میں سے کم از کم دو ہزار سپاہیوں کو دشمن نے قید کر لیا ہے۔"

"تم یہ بتا سکتے ہو کہ باقی فوج دشمن کو نہر کے پار کتنے دن روک سکے گی؟"

"عالیجاہ! ہم نے تمام پُل توڑ دیے ہیں اور مجھے نئے سپہ سالار کی ہدایات معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اگر انھوں نے دشمن کو نہر کے پار روکنے کا حکم دیا تو مجھے یقین ہے کہ ہماری رگوں کا خون جب تک ختم نہیں ہو جاتا ہم دشمن کو نہر عبور کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

یزدگرد کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن پوران دخت اچانک کمرے میں داخل ہوئی اور وہ غضب ناک ہوکر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

پوران دخت آگے بڑھ کر شہنشاہ کی مسند سے نیچے دائیں جانب ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور اُس نے قدرے توقف کے بعد کہا "عالم پناہ! مجھے یقین نہیں آتا کہ ہمیں شکست ہو چکی ہے۔"

یزدگرد نے جواب دیا "ہماری آئندہ نسلیں بھی جب ان شکستوں کے متعلق سنا کریں گی تو انہیں بھی یقین نہیں آئے گا۔"

"عالیجاہ! ہمارے سپہ سالار اور شاہی رسالے کے سالار اعلیٰ کی موت ایک بہت بڑا حادثہ تھی۔ اگر لشکر میں اُن کی جگہ لینے والے موجود ہوتے تو ساباط کی لڑائی کا نتیجہ بہت مختلف ہوتا۔"

یزدگرد نے قدرے تلخ ہو کر کہا "آپ نے بلاوجہ یہاں آنے کی تکلیف کی۔ میں لڑائی کے تمام واقعات سُن چکا ہوں۔"

پوران نے کہا "عالم پناہ! میں اس لئے یہاں حاضر ہوئی ہوں کہ مجھے ابھی شاہی رسالے کے بیس عہدہ داروں کی طرف سے ایک درخواست موصول ہوئی ہے۔"

یزدگرد نے کہا "اُنہوں نے یہ درخواست بھیجی ہو گی کہ ہم بہرہ شیر کی فصیل کے اندر زیادہ محفوظ رہ سکتے ہیں۔"

"یہ بات نہیں عالیجاہ! اُنہوں نے لکھا ہے کہ محافظ فوج کے سالارِ اعلیٰ کی جگہ لینے کے لئے کسی موزوں آدمی کو بھیج دیا جائے۔"

"اِس سلسلے میں آپ کو میرے مشورہ کی ضرورت نہ تھی۔ میں شاہی رسالے پر آپ کو پورا اختیار دے چکا ہوں اور میرا خیال ہے کہ سالارِ اعلیٰ کا نائب زندہ ہے اور اُس نے خود بخود لشکر کی کمان سنبھال لی ہو گی۔"

"عالیجاہ! میرے پاس جو درخواست آئی ہے اس پر سب سے پہلے نائب سالارِ اعلیٰ نے دستخط کئے ہیں میں اس لئے حاضر ہوئی ہوں کہ دوسرے آدمی کی تقرری کے لئے مجھے آپ کی اجازت کی

ضرورت ہے۔"

"وہ کون ہے؟"

پوران نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔ عالیجاہ! میں اس کے متعلق پہلے بھی عرض کر چکی ہوں وہ قید میں ہے اور آپ کے حکم کے بغیر اُس کی رہائی ممکن نہیں۔ اس کا نام زربخت ہے اور شاہی رسالہ کے جو افسر اُسے جانتے ہیں ان سب کی یہ خواہش ہے کہ لشکر کی کمان اُسے سونپ دی جائے۔"

یزدگرد نے کہا: "مجھے یاد ہے جب آپ نے اُس کی سفارش کی تھی تو میں نے رستم سے مشورہ کیا تھا اور اُس نے مجھے تمام واقعات سُنائے تھے۔ اور میرا خیال ہے کہ ابھی ایران کی بدنصیبی کا وہ دَور شروع نہیں ہوا کہ ہم سلطنت کے مجرموں کو قید خانوں سے نکال کر لشکر کی کمان سونپ دیں۔"

پوران نے کہا۔ عالیجاہ! میں پھر ایک بار آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ زربخت، فرخ زاد کے قتل کی سازش میں شریک نہیں تھا۔ یہ بات رستم کو بھی معلوم ہو گئی تھی۔ لیکن وہ اُسے سزا دینے پر بضد تھا۔"

"آپ اس کی سزا کے فیصلے میں شریک نہیں تھیں؟"

"عالیجاہ! ایران کے حالات ایسے تھے کہ میں رستم کی ناراضگی کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی اور جب میں نے آپ کے سامنے اس کا مسئلہ پیش کیا تھا تو آپ نے بھی یہ کہا تھا کہ ان معاملات کے متعلق رستم بہتر رائے دے سکتا ہے۔ میں نے قادسیہ کی جنگ کے بعد بھی اس کی رہائی کا مسئلہ پیش کیا تھا لیکن آپ کو یہ خدشہ تھا کہ خراسان کے سپاہیوں کے دل پر رستم کی موت کے زخم ابھی تازہ ہیں اور ایسے آدمی کو رہا کرنا کسی طرح مناسب نہیں جو اُس کے باپ کے قتل میں ملوث ہو چکا ہے۔"

یزدگرد نے سوچ کر کہا: "اگر سالاروں اور سپاہیوں کو اس پر اعتماد ہے تو میں اُس کی رہائی کا حکم دیتا ہوں لیکن آپ کو اس بات کی ذمہ داری لینا پڑے گی کہ اُسے شاہی رسالے کی

کمان سونپنے کے بعد ایک رات اچانک ہم یہ نہیں سُنیں گے کہ دشمن بہرہ شیر کے شاہی محل میں داخل ہو چکا ہے۔ اور زربخت کسی کونے میں شراب کے نشہ میں مدہوش پڑا ہوا ہے "

میں اس کے متعلق ہر ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار ہوں اور یہ نوجوان " اُس نے زرہ پوش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا " میرے اس دعوے کی تائید کرے گا کہ زربخت مدائن کے اصطبل خانے کی بہترین تلوار ہے "

یزدگرد نے زرہ پوش کی طرف دیکھا۔ اُس نے کہا " عالیجاہ! بہرہ شیر کے شاہی رسالے کے افسروں نے شہزادی آذرمیدخت کو جو درخواست بھیجی تھی اس پر میرے دستخط بھی موجود ہیں۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے اس سے قبل ہم میں سے کسی کو یہ مسئلہ آپ کے سامنے پیش کرنے کی جرأت نہ ہوئی "

تھوڑی دیر بعد یزدگرد کا ایک خاص ایلچی بہرہ شیر کے قید خانے کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

○

سہ پہر کے وقت ماہ بانو ایک ساعت آرام کرنے کے بعد اپنے بستر سے اُٹھی اور پائیں باغ کی طرف کھلنے والے دریچے کے سامنے بیٹھ گئی۔ یاسمین بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے کہا " ماہ بانو! نوکر شہر سے خبر لائے ہیں کہ ہمارا لشکر واپس آرہا ہے۔ اُسے مسلمانوں کی پیشقدمی روکنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ اس طرف بڑھ رہے ہیں۔ اب کیا ہوگا؟"

ماہ بانو نے کسی پریشانی یا اضطراب کا اظہار کرنے کی بجائے اطمینان سے سوال کیا " کاؤس نہیں آیا؟"

" نہیں، لیکن نوکر کہتے ہیں کہ بعض لوگ اپنے بال بچوں کو بہرہ شیر سے مدائن بھیجنے کی تیاریاں[1]

---

[1] ایران کی دارالسلطنت کے دو حصے تھے ایک دجلہ کے دائیں یعنی مشرقی کنارے جسے طیسفون کہا جاتا ہے دوسرا اسلوقیہ جو دریا کے مغربی یعنی بائیں کنارے یونانیوں نے آباد کیا تھا (باقی نوٹ اگلے صفحے پر)

کر رہے ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اگر دشمن بہرہ شیر کا محاصرہ کرے تو حکومت قیدیوں کو رہا کر دے اور تمہارا بھائی" یاسمین کی آواز اچانک بیٹھ گئی اور اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔

ماہ بانو نے اُسے بازو سے پکڑ کر اپنے قریب بٹھا لیا اور اُس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیر کر کہا۔ "یاسمین! جب قدرت کو میرے بھائی کی رہائی منظور ہو گی تو اُسے قید خانے کے دروازے کھولنے میں دیر نہیں لگے گی۔ ہر رات کے بعد ایک صبح ہوتی ہے اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ہمارے مصائب کی رات ختم ہونے والی ہے۔"

یاسمین نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ "میں سوچ رہی تھی کہ کسی دن ایران کا لشکر ان کی ضرورت محسوس کرے اور شہنشاہ اُنہیں بُلا کر یہ کہے گا کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"اور میں یہ دُعا کرتی ہوں کہ خدا میرے بھائی کو گرتی ہوئی دیواروں سے دُور رکھے۔ یاسمین تم بھی یہی دُعا کرو کہ وہ قید خانے سے نکلنے کے لئے شہنشاہ کی غلامی کی زنجیریں پہننے پر آمادہ نہ ہو۔ میں آج تک اس بات پر شرمسار ہوں کہ میں نے رستم سے اس کے لئے رحم کی درخواست کی تھی۔ رستم سے مایوس ہونے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ میں یزدگرد اور پوران دخت کے پاس جاؤں گی لیکن قدرت نے میری رہنمائی کی اور ایک غلط راستے کی طرف میرے ڈگمگاتے ہوئے قدم رُک گئے۔ یاسمین! تم یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ قدرت کو قید خانے میں بھی میرے بھائی کی بہتری مقصود ہے۔"

یاسمین نے کچھ سوچ کر کہا۔ "ماہ بانو تمہیں یقین ہے کہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گی اور وہ تمہارے بھائی کو آزاد کر دیں گے؟"

(بقیہ نوٹ) عرب مؤرخ عام طور پر دونوں حصوں کو مدائن کا نام دیتے ہیں اور یونانیوں کے بعد ایران کے ساسانی حکمرانوں کے دَور میں مدائن کے ساتھ جس دوسرے شہر کا ذکر آتا ہے اُسے سلوقیہ کی بجائے بہرہ شیر کہا جاتا ہے۔ مدائن یا طیسیفون کی طرح یہاں بھی شاہی محلات تھے اور ساسانی حکمران کبھی کبھی یہاں قیام

"میری بہن! یہ یقین میری زندگی کا آخری سہارا ہے اور اب میں یہ دیکھ رہی ہوں کہ انتہائی مایوسی اور بے بسی کے ایام میں مَیں نے جو دُعائیں مانگی تھیں وہ قبول ہونے والی ہیں۔ تم جس طوفان سے خوفزدہ تھیں مجھے اس کے گرد و غبار میں رحمت کی گھٹائیں دکھائی دے رہی ہیں۔ مجھے صرف اس بات کا خوف ہے کہ میرا بھائی ظلم سے نجات حاصل کرنے کے بعد پھر ایک بار ظالموں کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ ہو جائے اور اگر تم بھی اس کی بھلائی چاہتی ہو تو تمہیں بھی اس کے لئے یہ دُعائیں نہیں کرنی چاہئیں کہ وہ گمراہی اور مصیبت کے ایک چکر سے نکلنے کے بعد دوسرے چکر میں پھنس جائے۔ اگر صرف اُسے قید سے آزاد کروانے کا مسئلہ ہوتا تو رستم کی موت کے بعد میرے راستے کی بہت سی مشکلات دُور ہو چکی تھیں۔ میں فوج کے سرداروں اور حکومت کے عہدداروں اور شاید کسریٰ کو بھی یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو جاتی کہ تمہیں زرنجت کی خدمات کی ضرورت ہے۔ اور بظاہر کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ میری باتوں پر توجہ نہ دیتے لیکن جب میں نے انسانوں کی بجائے خدا سے مدد مانگی تو میرے دل کو یہ اطمینان محسوس ہونے لگا کہ وہ ہمارے حال سے غافل نہیں۔"

یاسمین کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن باہر پاؤں کی چاپ سُنائی دی اور وہ دروازے کی طرف دیکھنے لگیں۔ کاؤس نے نیم وا دروازے سے جھانک کر دیکھا اور ماہ بانو کے ہاتھ کا اشارہ پاکر اندر داخل ہُوا۔

ماہ بانو نے پوچھا۔ "چچا کاؤس! تم اتنی دیر کہاں تھے؟"

"میں بازار میں گھومنے کے بعد مدائن چلا گیا تھا۔"

"کیا یہ درست ہے کہ وہ ساباط سے آگے بڑھ رہے ہیں؟"

"ہاں سپہ سالار اور شاہی رسالے کا سالارِ اعلیٰ ہلاک ہو چکے ہیں اور ایران کا لشکر نہر سے پیچھے ہٹ آیا ہے۔ ابھی تک مدائن کے پڑاؤ سے تازہ لشکر بھیجنے کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایران کا لشکر اب کھلے میدان میں لڑنے کی بجائے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرے گا۔ اگر مسلمانوں نے نہر شیر عبور کر لی تو ممکن ہے بہرہ شیر کو شہری آبادی سے خالی کرا

دیا جائے۔ پُل پر سے گزرتے ہوئے میں نے دیکھا ہے کہ بعض اُمرا نے ابھی سے اپنے بچوں کو دریا کے پار پہنچانا شروع کر دیا ہے“۔

کاؤس کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد باہر نکل کر پائیں باغ میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد یاسمین نے کہا: ”ماہ بانو! اب شام ہونے والی ہے۔ چلو باہر بیٹھیں مجھے حبس محسوس ہوتا ہے“۔

ماہ بانو نے کہا: ”تم جاؤ! میں نہا کر آتی ہوں“۔

یاسمین باہر نکل اور برآمدے میں ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد اُسے اُکتاہٹ محسوس ہوئی۔ اور وہ اُٹھ کر پائیں باغ میں سنگِ مرمر کے چھوٹے سے حوض کے کنارے بیٹھ گئی۔ پھر اُس نے اُٹھ کر چنبیلی کے پودوں سے چند پھول توڑے اور اُنہیں سُونگھتی ہوئی آگے چل پڑی۔ اندرونی ڈیوڑھی کے قریب پہنچ کر وہ واپس مُڑنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ اُسے چند آدمی دکھائی دئیے اور اس کے پاؤں زمین سے پیوست ہو کر رہ گئے۔ ایک نوجوان جو اپنے لباس سے فوج کا افسر معلوم ہوتا تھا، ایک نحیف و لاغر آدمی کو سہارا دئیے ہوئے تھا۔ تین اور آدمی جن میں سے دو عام سپاہی اور ایک یاسمین کا نوکر تھا اُن کے ساتھ آ رہے تھے۔ وہ یاسمین سے کوئی تیس قدم دُور رُک گئے۔ فوجی افسر اور سپاہیوں نے چند ثانیے نحیف آدمی کے ساتھ کوئی باتیں کیں۔ پھر ادب سے سلام کیا اور واپس چل پڑے۔ یاسمین کے نوکر نے اجنبی کو سہارا دینے کی کوشش کی لیکن اُس نے اُس کا ہاتھ جھٹک دیا اور نوکر کو دوبارہ آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اجنبی آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا آگے بڑھا اور یاسمین سکتے کے عالم میں اُس کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اُس کے سینے سے ایک غبار اُٹھا اور آنکھوں پر چھا گیا۔ اُس کا دل دھڑک رہا تھا اور اُس کی سانس تیز ہو رہی تھی۔ وہ بولنا چاہتی تھی لیکن اُس کے حلق میں آواز نہ تھی۔ ماضی کے سارے غم اور حال اور مستقبل کی تمام مسرتیں بیک وقت اُس کے احساس و شعور کی دُنیا پر یلغار کر رہی تھیں۔ وہ اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب رہی تھی۔ وہ بلند فضاؤں میں پرواز کر رہی تھی۔ اُس کے لاتعداد سپنوں اور اَن گنت دُعاؤں کا جواب اس کے سامنے تھا۔

اور اُس کی لرزتی ہوئی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو رہے تھے۔ وہ چند قدم کے فاصلے پر رُک گیا۔ یاسمین کی آنکھیں جھک گئیں۔

"یاسمین" اُس نے نحیف آواز میں کہا۔ "تم نے مجھے نہیں پہچانا؟ میں زربخت ہوں۔"

یاسمین نے گردن اُٹھائی اور اُس کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ نکلے۔ پھر اچانک وہ مڑی اور لرزتی اور ڈوبتی ہوئی آواز میں ماہ بانو کو آوازیں دیتی ہوئی مکان کی طرف بھاگنے لگی۔

ماہ بانو برآمدے سے باہر کھڑی اپنے بال نچوڑ رہی تھی۔ یاسمین بے اختیار اس سے لپٹ گئی اور اُس نے ایک بچے کی طرح سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ "ماہ بانو! ماہ بانو! تمہارا بھائی! تمہارا بھائی!"

ماہ بانو چند ثانیے حیرت اور اضطراب کے عالم میں کھڑی رہی۔ پھر اچانک درختوں کی اوٹ سے زربخت نمودار ہوا۔ وہ یاسمین کو ایک طرف ہٹا کر آگے بڑھی اور "بھائی جان! بھائی جان!" کہتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔

زربخت چند ثانیے اُسے سینے سے چمٹائے کھڑا رہا۔ پھر نحیف آواز میں کہا "مجھے اندر لے چلو۔ میں تھک گیا ہوں۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔"

ماہ بانو اُسے سہارا دے کر آگے بڑھی اور اُس زربخت کا بایاں بازو پکڑ کر اپنی گردن میں ڈال لیا۔

اتنی دیر میں کاؤس اور دوسرے نوکر وہاں جمع ہو گئے اور وہ زربخت کو چارپائی پر ڈال کر اندر لے گئے۔

زربخت نے ہوش میں آکر آنکھیں کھولیں اور چراغ کی روشنی میں اپنے تیمارداروں کی طرف دیکھتے ہی سوال کیا۔ "میں کہاں ہوں؟"

ماہ بانو نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "بھائی جان! یہ یاسمین کے نانا کا گھر ہے۔ آپ

یہاں پہنچتے ہی بے ہوش ہو گئے تھے۔ میں نے طبیب کی طرف آدمی بھیج دیا ہے۔ اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

زربخت کی نگاہیں یاسمین کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ پھر اُس نے پانی مانگا۔ ایک نوکر بھاگ کر کٹورا لے آیا۔ ماہ بانو اُسے سہارا دے کر اُٹھانے لگی تو اُس نے اُس کا ہاتھ ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔ "میں اتنا بیمار نہیں ہوں ماہ بانو! میں تھک گیا تھا۔" پھر اُس نے پانی کے چند گھونٹ پیئے اور اطمینان سے تکیے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔ "کسی اور طبیب کو بلانے کی ضرورت نہ تھی۔ آج مجھے شاہی طبیب نے دیکھا تھا۔ وہ یہ کہتا تھا کہ مجھے چند دن آرام کی ضرورت ہے۔ اس کی دوا سے میری طبیعت ٹھیک ہو گئی تھی۔ لیکن شہنشاہ اور پوران سے ملاقات کے بعد مجھے پھر چکر آنے شروع ہو گئے تھے۔ وہ مجھے پالکی پر ڈال کر لائے تھے اور یہ میری غلطی تھی کہ میں نے ڈیوڑھی پر پالکی چھوڑ دی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ تم پریشان ہو گی۔ یاسمین مجھے دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ اُس نے مجھے شاید بھوت سمجھ لیا تھا۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ آپ بیمار تھے؟"

"ایک قیدی کے لئے بے گناہ ہونے کا احساس تمام بیماریوں سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ میرے ساتھ پہلے داروغہ کا سلوک بہت اچھا تھا اور اُس کی بدولت مجھے باہر کی خبریں مل جایا کرتی تھیں۔ مجھے یہ بھی توقع تھی کہ اُس کی کوششوں سے کسی دن مجھے رہائی مل جائے گی۔ لیکن وُہ اچانک تبدیل ہو کر کہیں چلا گیا اور نئے داروغہ نے آتے ہی مجھ پر سخت ترین پابندیاں عائد کر دیں۔ کچھ عرصہ سے مجھے کھانے سے نفرت ہو گئی تھی اور میں صرف زندہ رہنے کے لئے چند نوالے کھا لیا کرتا تھا۔ سہیل کہاں ہے؟"

"وہ ...... یہاں نہیں ہے۔" ماہ بانو نے پریشان ہو کر کاؤس کی طرف دیکھا۔

کاؤس سرہانے کی طرف کھڑا اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُس نے جلدی سے کہا۔ "چند ماہ قبل وہ کسی مہم پر گیا تھا اور ابھی تک وہ لاپتہ ہے۔"

زربخت اُس کی آواز پہچان کر اُٹھ بیٹھا اور مُڑ کر دیکھتے ہوئے بولا۔ "کاؤس! تم یہاں ہو؟"

اُس نے آبدیدہ ہو کر جواب دیا۔ "میں آپ کے حکم کے خلاف یہاں آ گیا تھا اور پھر جب یہ معلوم ہُوا کہ آپ قید میں ہیں تو میں ماہ بانو کو اس حال میں چھوڑ کر نہ جا سکا۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہُوں۔"

یاسمین نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "آپ کچھ کھائیں گے؟"

زربخت نے جواب دیا۔ "مجھے طبیب نے مشورہ دیا ہے کہ میں چند دن صرف دودھ پر گزارا کروں۔"

کاؤس نے پنکھا دوسرے نوکر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "میں دُودھ لاتا ہُوں۔"

زربخت نے کہا۔ "دیکھو کاؤس! شہنشاہ نے شاہی طبیب کو میرے علاج کا حکم دیا تھا۔ وہ ہر صبح یہاں آیا کرے گا۔ اب اگر نوکر کسی دوسرے طبیب کو لے آئے تو واپس بھیج دو۔"

باب ۳۱

زربخت کی صحت بتدریج بہتر ہو رہی تھی اور دو ہفتے بعد وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو چکا تھا۔ تاہم طبیب کی ہدایت تھی کہ اُسے کئی دن اور آرام کی ضرورت ہے۔ فوج میں اس کی رہائی کی خبر مشہور ہو چکی تھی اور اُس کے پُرانے دوست اور ساتھی صبح و شام اُسے دیکھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ ابتدا میں وہ جنگ کے متعلق گفتگو کرنے سے اجتناب کرتا تھا۔ لیکن رُوبصحت ہونے کے بعد بہرہ شیر اور مدائن کے تازہ حالات کے متعلق اُس کی دلچسپی میں اضافہ ہونے لگا۔ آدمان اُن نوجوان افسروں میں سے تھا جنہیں زربخت کے ساتھ والہانہ عقیدت تھی اور جن کی خاموش کوششوں کے باعث زربخت کو قید سے رہائی نصیب ہوئی تھی۔ وہ ہر روز زربخت کی مزاج پُرسی کے لئے آیا کرتا تھا۔ اُسے اِس بات کا احساس تھا کہ بہرہ شیر کے محاصرے کے متعلق تشویشناک خبریں زربخت کو پریشان کرتی ہیں اس لئے جب کوئی دوسرا افسر محاصرے کے متعلق اضطراب کا اظہار کرتا تو وہ فوراً اُسے ٹوک دیتا اور زربخت کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا۔

ایک دن زربخت نے محاصرہ کی طوالت کے متعلق پریشانی کا اظہار کیا تو اُس نے کہا۔ میں ابتدا سے ہی یہ محسوس کرتا تھا کہ عربوں سے ہماری فیصلہ کُن جنگ دجلہ کے کنارے لڑی جائے گی اگر یزدگرد اور مدائن کے رؤسا رستم کی بات مانتے تو قادسیہ میں ہمیں تباہی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ اب آئے دن ہمارے لشکر کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر مسلمانوں نے بہرہ شیر پر یلغار کرنے کی کوشش کی تو ہم فصیل کے نیچے اُن کی لاشوں کے انبار لگا دیں گے۔ اگر اُنہوں نے محاصرہ

کو طول دینے کی کوشش کی تو کچھ عرصہ تک وہ یہ دیکھیں گے کہ ایران کا ہر جوان جو تلوار اُٹھا سکتا ہے مدائن اور بہرہ شیر میں پہنچ چکا ہے۔"

زرنجت مضطرب سا ہو کر بولا۔" آدمان! جو لشکر کھلے میدان میں دشمن کا سامنا کرنے سے ڈرتا ہو اُسے آہنی قلعوں میں بھی پناہ نہیں ملتی۔"

" لیکن ہم کھلے میدان سے کافی سبق حاصل کر چکے ہیں۔"

" تمہارا مطلب ہے کہ اب ہمارے شہنشاہ نے دشمن کو فصیلیں توڑنے کی تربیت دینے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ اگر دشمن نے بہرہ شیر کو فتح کر لیا تو اُس کے بعد مدائن کی باری آئے گی اور مدائن کے بعد ایران کے کسی اور شہر کی فصیل مسلمانوں کی پیشقدمی نہیں روک سکے گی۔ کیا یہ درست نہیں ہمارے اُمراء اور فوج کے بعض عہدہ دار بھی اپنے بچوں کو بہرہ شیر سے نکال رہے ہیں؟"

آدمان نے جواب دیا۔" میں آپ کو یہ بتا چکا ہوں کہ مسلمانوں نے فصیل سے باہر منجنیق نصب کر دیے ہیں۔ اس لئے فصیل کے آس پاس صرف وہ مکانات خالی کئے جا رہے ہیں، جنہیں پتھراؤ سے خطرہ تھا۔"

زرنجت نے کہا۔" میں صرف یہ جانتا ہوں کہ جنگ کا فیصلہ صرف وہ سپاہی کرتے ہیں جن کی تلواریں آپس میں ٹکراتی ہیں۔ اگر ہم شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کو پسپائی پر مجبور نہ کر سکے تو یہ بعید از قیاس نہیں کہ وہ شہر کے اندر داخل ہو کر ہمیں پسپائی پر مجبور کر دیں۔"

" میں بہرہ شیر اور مدائن سے پسپائی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

" چند برس قبل میں بھی یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ یہ عرب جو ہمارے سامنے سے بھاگتے تھے ہمیں بویب اور قادسیہ کے میدانوں میں روندتے ہوئے بہرہ شیر تک پہنچ جائیں گے۔ آدمان! مجھے قید خانے سے نکلتے وقت جنگ کے حالات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ میں صرف کھلی ہواؤں میں سانس لینے کے لئے زندہ رہنا چاہتا تھا لیکن اب مجھے یہ خوف محسوس ہوتا ہے کہ کسی دن یزدگرد

اچانک یہ فیصلہ کرے گا کہ اس کے لئے مدائن یا بہرہ شیر کی بجائے کسی اور شہر یا قلعے کی فصیل زیادہ محفوظ ہے اور ہمیں بھاگنے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ میں نے اپنی بہن کو مشورہ دیا ہے کہ وہ یامین کے ساتھ اصفہان چلی جائے لیکن وہ مجھے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔"

آدمان نے کہا: "میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ آپ ان حالات میں یہاں سے کوچ کرنا پسند کریں گے۔"

زربخت نے جواب دیا: "ایران کے لئے کسریٰ کے سوا کسی اور کی پسند یا ناپسند کوئی معنی نہیں رکھتی۔ ہماری جنگ صرف ایک فرد کے لئے ہے اور وہ کسی وقت بھی کوئی غلط یا صحیح فیصلہ کر سکتا ہے اور ہم اس کے اشاروں پر جان دے سکتے ہیں۔ اس کے فیصلے تبدیل نہیں کر سکتے۔"

آدمان نے پریشان ہو کر کہا: "آپ کو یزدگرد سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اُس کی ذاتی خواہش یہی ہے کہ ہم دیواروں سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں لیکن موجودہ حالات میں سردارانِ فوج کے ایک با اثر گروہ کو اِس تجویز سے اتفاق نہیں اور شہنشاہ پر اپنا فیصلہ ٹھونسنا پسند نہیں کرتے۔ مجھے یقین ہے کہ جب آپ کو فوج کے اکابر سے گفتگو کا موقع ملے گا تو آپ کی رائے کو بہت اہمیت دی جائے گی۔"

کیا وہ یہ بھول چکے ہیں کہ مَیں ایک بدترین مجرم کی حیثیت میں قید بھگت چکا ہوں۔"

آدمان نے جواب دیا: "جہاں تک مجھے علم ہے وہ سب اس بات کے منتظر ہیں کہ آپ صحت یاب ہو کر کوئی اہم ذمہ داری سنبھال لیں۔ کل شہزادی پوران دخت نے میرے سامنے شاہی طبیب سے یہ کہا تھا کہ شہنشاہ بڑی شدت کے ساتھ لشکر میں زربخت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے آپ کا جلد از جلد صحت یاب ہونا ضروری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جنگ کے متعلق آپ کی ہر تجویز کو شہزادی پوران دخت کی حمایت حاصل ہو گی اور اگر لشکر نے شہر سے باہر نکل کر دشمن کے ساتھ قوت آزمائی کی تو اُس کی کمان آپ کے ہاتھ میں ہو گی۔"

زرنجت نے اچانک ایسا محسوس کیا کہ اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی ہے۔ ماہ بانو اور یاسمین جو اب تک خاموشی سے اُن کی گفتگو سُن رہی تھیں اضطراب کی حالت میں ایک دوسری کی طرف دیکھنے لگیں۔ پھر ماہ بانو نے آدمان کی طرف دیکھا اور کہا" آدمان! بھائی جان کو آرام کی ضرورت ہے۔ ابھی ان کے لئے جنگ کے متعلق سوچنے کا وقت نہیں آیا۔"

آدمان نے اُٹھتے ہوئے کہا" معاف کیجئے مجھے یہ خیال ہی نہیں آیا کہ میں انہیں بلاوجہ پریشان کر رہا ہوں۔"

آدمان چلا گیا تو زرنجت نے کسی قدر تلخ ہو کر کہا" ماہ بانو! آدمان میرا دوست ہے اور اس کا مقصد میری بھلائی کے سوا کچھ نہ تھا۔"

"بھائی جان!" ماہ بانو نے جھجکتے ہوئے کہا" مجھے معلوم ہے کہ وہ آپ کا دوست ہے اور میرا مقصد اُس کی دلآزاری نہ تھا لیکن اگر میں آپ کی بہن ہوں اور آپ کے لئے میری التجاؤں اور آنسوؤں کے کوئی معنی ہو سکتے ہیں تو آپ دوبارہ جنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔ جب آپ سفر کے قابل ہوں گے تو میں ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کو یہاں ٹھہرنے کا مشورہ نہیں دُونگی۔"

زرنجت نے کہا" اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ مسلمان بہرہ شیر پر قبضہ کر لیں گے تو تم نے میری باتوں سے غلط تاثر لیا ہے۔ میں نے تمہیں دشمن کے خوف سے اصفہان جانے کا مشورہ نہیں دیا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں دوبارہ فوج میں شامل ہونے سے تمہارے متعلق زیادہ سے زیادہ اطمینان چاہتا تھا۔ میں اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتا کہ کسی دن میں دشمن کے مقابلے کے لئے جاؤں اور پھر واپس نہ آؤں۔ ایسی صورت میں تمہارے لئے بہرہ شیر یا مدائن کی بجائے اصفہان میں رہنا بہتر ہوگا۔ کم از کم اس عرصہ کے لئے جب تک کہ اس جنگ کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔"

ماہ بانو نے کہا" بھائی جان آپ بُرا نہ مانیں۔ یہ میرا خیال ہی نہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ مسلمان بہرہ شیر پر قابض ہو جائیں گے لیکن اگر مجھے ایران کی فتح کا یقین ہو تو میں آپ کا راستہ روکنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔"

زربخت نے تلخ ہو کر کہا۔ "تم کیا کہہ رہی ہو ؟"

"میں یہ کہہ رہی ہوں کہ میری زندگی میں میرا بھائی دوسری مرتبہ تباہی کا راستہ اختیار نہیں کرے گا۔"

"اور تمہارے نزدیک میرے لئے سلامتی کا راستہ کیا ہے ؟"

ماہ بانو نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ "ابھی آپ نہیں سمجھ سکیں گے۔ جب وقت آئے گا تو میں آپ کو بتا سکوں گی۔"

زربخت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ماہ بانو آنسو پونچھتی ہوئی اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ اُس نے یاسمین کی طرف دیکھا اور کہا۔ "یاسمین! ماہ بانو کو کیا ہو گیا ہے! میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میری بہن مجھے بزدلوں کی صف میں دیکھنا پسند کرے گی۔"

یاسمین نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔ "کاش ماہ بانو کی باتیں آپ کی سمجھ میں آسکتیں۔"

زربخت نے کہا۔ "میں صرف اتنا سمجھ سکا ہوں کہ ماہ بانو کو ایران کی شکست اور تباہی سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

یاسمین نے جواب دیا۔ "نہیں اُسے ایران کی سلامتی کسی سے کم عزیز نہیں۔ لیکن اُسے یقین ہے کہ کسریٰ کے غلام خدا کے بندوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔"

"مجھے اپنی بہن سے یہ توقع نہ تھی۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اُسے کاؤس نے گمراہ کر دیا ہو۔ وہ کہاں ہے ؟" زربخت بلند آواز میں کاؤس کو آوازیں دینے لگا۔

یاسمین نے ملتجی ہو کر کہا۔ "آپ کاؤس کو کچھ نہ کہیں۔ وہ آپ کا خیر خواہ ہے۔ جب آپ قید میں تھے تو وہ ہر سانس کے ساتھ آپ کی سلامتی کے لئے دُعا کیا کرتا تھا۔"

کاؤس کمرے میں داخل ہوا۔

زربخت نے کہا۔ "کاؤس تمہیں معلوم ہے کہ مسلمانوں کے جاسوس کو کیا سزا دی جاتی ہے ؟"

کاؤس نے اطمینان سے جواب دیا۔ "یہاں سزا پانے کے لئے کسی کا مجرم ہونا ضروری نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ بہرہ شیر کا قید خانہ ان لوگوں سے بھرا ہوا ہے جن کے باپ دادا ایران

کے لئے اَن گنت قربانیاں دے چکے ہیں۔"

"تم نے اس گھر میں حکومت کے خلاف نفرت پھیلانے کی کوشش کی ہے۔"

ماہ بانو کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے آگے بڑھ کر کہا۔ "کاؤس کو اس حکومت کے خلاف نفرت پھیلانے کی ضرورت نہ تھی جس کی بنیاد ظلم پر رکھی گئی ہے۔ یہ ہمارا حال معلوم کرنے کے لئے یہاں آیا تھا اور ہماری بے بسی پر ترس کھا کر یہاں رُک گیا تھا۔ اگر یہ یہاں نہ آتا تو بھی میرے احساسات یہی ہوتے۔ میں اس حکومت کی باغی ہوں جس نے ہمیں بے بسی کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں دیا اور اگر اس جرم کی سزا کوئی ہے تو میں یہ سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن خدا کے لئے اس بوڑھے آدمی کو کچھ نہ کہئے جس کے بال ہمارے خاندان کی خدمت میں سفید ہوئے ہیں۔"

یاسمین نے کہا۔ "اگر آپ کاؤس کو بھی اپنا دشمن سمجھتے ہیں تو پھر اس دنیا میں کوئی بھی آپ کا دوست نہیں۔"

زربخت نے شکست خوردہ ہو کر یاسمین کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے۔ کچھ دیر اُس کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ پھر وہ کاؤس کی طرف متوجہ ہوا۔ "کاؤس! اگر تمہاری خدمت کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ایک ثانیہ توقف کے بغیر تمہیں حکومت کے سپرد کر دیتا۔ اب تم اگر ہمارے خاندان کی مکمل تباہی نہیں چاہتے تو وعدہ کرو کہ جب تک تم یہاں ہو، مسلمانوں کی حمایت میں زبان نہیں کھولو گے۔"

کاؤس نے اطمینان سے جواب دیا۔ "میں آپ سے صرف یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ یہاں رہتے ہوئے میری زبان سے آپ کی بھلائی اور سلامتی کے سوا کسی اور خواہش کا اظہار نہیں ہوگا اور جب میں یہ محسوس کروں گا کہ اپنی نیک خواہشات کے باوجود میں آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا تو میں ایک دن بھی یہاں رہنا پسند نہیں کروں گا۔"

پھر وہ دروازے کی طرف بڑھا، رُکا اور مڑ کر دیکھتے ہوئے بولا۔ "قباد کے بیٹے! میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔"

تین ہفتے اور گزر گئے اور اس عرصہ میں زرنجت جنگ کے متعلق ماہ بانو اور یاسمین کے سامنے گفتگو کرنے سے اجتناب کرتا رہا۔ اُس کی صحت بدستور بہتر ہو رہی تھی اور اب وہ صبح و شام گھر کی چار دیواری کے گھومنے کی بجائے کبھی پیدل اور کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کے لئے باہر نکل جاتا تھا۔ رہا ہونے سے سات ہفتے بعد وہ پہلی بار دریا کے پار مدائن کے فوجی مستقر میں تیزہ بازی کی مشق کر رہا تھا۔ اس کے بعد دن کا زیادہ وقت گھر سے باہر گزرتا تھا۔

ایک روز صبح ہوتے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر گھر سے نکلا اور شام تک واپس نہ آیا۔ ماہ بانو اور یاسمین صحن میں بیٹھی اُس کا انتظار کر رہی تھیں۔ غروب آفتاب سے تھوڑی دیر بعد انہیں ڈیوڑھی کی طرف گھوڑے کی ٹاپ سنائی۔ پھر ایک نوکر بھاگتا ہوا آیا اور اُس نے کہا "آدمان آ رہا ہے۔"

ماہ بانو اور یاسمین نے اضطراب کی حالت میں ایک دوسری کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد آدمان کاؤس کے ساتھ نمودار ہوا اور اُس نے آگے بڑھ کر ماہ بانو سے کہا "مجھے آپ کے بھائی نے بھیجا ہے۔ وہ آج رات گھر نہیں آسکیں گے۔"

"وہ کہاں ہیں؟" ماہ بانو نے سوال کیا۔

"وہ بہر شیر کے قلعے میں ہیں۔ شہنشاہ بھی وہاں تشریف لا چکے ہیں۔ سپہ سالار نے آپ کے بھائی کو دربار میں شرکت کے لئے روک لیا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ شہنشاہ ایک دو دن بہر شیر میں قیام کریں اور آپ کے بھائی کو گھر آنے کا موقع نہ ملے۔"

ماہ بانو نے کہا "آپ بھائی جان کے دوست ہیں اور میں بھی آپ کو اپنا بھائی خیال کرتی ہوں۔ کیا میں آپ سے توقع رکھ سکتی ہوں کہ آپ مجھ سے کوئی بات چھپانے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"آپ کیا پوچھنا چاہتی ہیں؟"

"کیا یہ درست نہیں کہ بھائی جان فوج میں شامل ہو چکے ہیں؟"

"آدمان نے جواب دیا "میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ قید سے رہا ہوتے ہی فوج میں شامل ہو

گئے تھے اور اگر اُنہیں فوری طور پر کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی تو اس کی وجہ اُن کی علالت کے سوا کچھ اور نہ تھی۔"

"اور اب اُنہیں کوئی ذمہ داری سونپی جا چکی ہے؟"

"نہیں ابھی انہیں کسی لشکر کی کمان نہیں دی گئی۔ سپہ سالار کی خواہش تھی کہ اُنہیں نئے رضاکاروں کی تربیت کا کام سونپ دیا جائے لیکن شاہی رسالے کے افسر اُنہیں اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں اور شہزادی پوران بھی یہی چاہتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے بھائی بھی اپنے پرانے ساتھیوں سے جُدا ہونا پسند نہیں کریں گے۔ گزشتہ دس دن سے وہ بہرہ شیر میں سپہ سالار کے مشیر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ایک دو دن میں اُنہیں کوئی اہم ذمہ داری سونپ دی جائے گی۔ آپ ایران کے لشکر میں اپنے بھائی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتی ہیں کہ پرسوں اُن کی سفارش پر شہنشاہ کی محافظ فوج کے وہ عہدہ دار رہا کر دیئے گئے تھے جنہیں رستم کے حکم سے قید کیا گیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ بہرہ شیر اور مدائن کی معزز خواتین عنقریب آپ کو مبارکباد دینے کے لئے یہاں آئیں گی۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔"

آدبان وہاں سے چل دیا اور ماہ بانو ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کاؤس کی طرف متوجہ ہوئی۔ "چچا کاؤس! مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میں کیا کر سکتی ہوں؟"

اُس نے جواب دیا۔ "بیٹی! تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ جاؤ اپنے بھائی کے لئے دُعا کرو!"

ماہ بانو مکان کے اندر چلی گئی۔

یاسمین کچھ دیر بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ پھر اُس نے کاؤس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "چچا کاؤس! آپ نے مجھے دُعا کرنے کے لئے نہیں کہا۔"

کاؤس پریشان سا ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ "ہاں بیٹی! تم بھی جا کر دُعا کرو۔ شاید زرنجت کو ہماری نسبت تمہاری دُعاؤں کی زیادہ ضرورت ہو۔"

"لیکن وہ دُعا جو آپ نے ماہ بانو کو سکھائی ہے مجھے کیوں نہیں سکھائی۔ کیا آپ مجھے اپنی بیٹی نہیں سمجھتے ؟"

"بیٹی! مجھے معلوم نہ تھا کہ تم مجھ سے کوئی بات سیکھنا پسند کرو گی ۔"

"نہیں آپ کو یہ خطرہ تھا کہ میں آپ کا راز دوسروں پر ظاہر کر دوں گی۔ لیکن ماہ بانو کی کوئی بات مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ مسلمان ہو چکی ہے ۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا ؟"

"مجھے اُس نے خود بتایا تھا ۔"

"کب ؟"

"اُس روز جب اُس کے بھائی نے آپ کو ڈانٹا تھا۔ اُس کی تمام باتیں میری سمجھ میں نہیں آسکیں لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ماہ بانو نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ کہتی تھی کہ مسلمان جس خدا پر ایمان رکھتے ہیں وہ بہت مہربان ہے اور اس سے مدد مانگنے والے مایوس نہیں ہوتے اور جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اُنہیں سہارا دیتا ہے اور میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ اب صرف ماہ بانو کو ہی نہیں مجھے بھی اُس کے سہارے کی ضرورت ہے ۔"

"بیٹی! اس دنیا کے ہر انسان کو اُس کے سہارے کی ضرورت ہے ۔"

"میں زرنجت کی سلامتی چاہتی ہوں۔ اگر وہ واپس نہ آیا تو میں زندہ نہیں رہوں گی ۔" یامین رو رہی تھی ۔

کاؤس نے کہا ۔ "بیٹی! میں تم سے یہ وعدہ نہیں کر سکتا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمہارے اور زرنجت کی زندگی کے راستے یقیناً ایک ہو جائیں گے ۔ لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں اللہ پر ایمان لانے کے بعد تم یہ محسوس نہیں کرو گی کہ تم تنہا اور بے سہارا ہو۔ ہم اپنے پروردگار کی اطاعت کر سکتے ہیں۔ اس سے مدد مانگ سکتے ہیں اُس کے سامنے شرائط پیش نہیں کر سکتے ۔ اگر تم سہارے کی ضرورت محسوس کرتی ہو تو ماہ بانو تمہیں بتا سکے گی کہ زندگی کے آلام و مصائب سے پناہ مانگنے

والوں کا سب سے بڑا سہارا وہی ہے۔ بیٹھ جاؤ بیٹی! میں اطمینان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے۔ کاؤس نے دین اسلام کی صداقت کے متعلق تقریر شروع کر دی۔

پھر ایک ساعت بعد ماہ بانو اپنے کمرے سے باہر نکلی تو یاسمین نے کہا "ماہ بانو! ماہ بانو! یہاں آؤ، چچا کاؤس تمہیں ایک خوشخبری سُنانا چاہتے ہیں۔"

ماہ بانو آگے بڑھ کر جواب طلب نگاہوں سے کاؤس کی طرف دیکھنے لگی "کیا بات ہے چچا جان!" اُس نے قدرے توقف کے بعد سوال کیا۔

وہ مسکرایا "بیٹی! میں تمہیں یہ خوشخبری دینا چاہتا ہوں کہ اب تمہیں اس گھر میں بند دروازوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ یاسمین نے اللہ کا دین قبول کر لیا ہے۔"

ماہ بانو نے یاسمین کی طرف دیکھا اور وہ اُٹھ کر اُس سے لپٹ گئی۔

○

اگلی شام زربخت گھر آیا تو وہ فوجی لباس پہنے ہوئے تھا۔ وہ صحن میں ماہ بانو اور یاسمین کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ کچھ دیر خاموشی سے اُس کی طرف دیکھتی رہیں۔ بالآخر ماہ بانو نے کہا "بھائی جان! آپ لباس تبدیل نہیں کریں گے؟"

"نہیں" اُس نے جواب دیا۔ "میں ابھی واپس چلا جاؤں گا۔ تمہیں تسلی دینے آیا ہوں۔"

"آپ کھانا تو کھائیں گے نا؟"

"نہیں مجھے ایک دعوت پر جانا ہے اور اُس کے بعد میں قلعے میں چلا جاؤں گا اور رات وُہیں رہوں گا۔ چند دن میں سخت مصروف ہوں۔"

یاسمین نے کہا۔ "آدمان کہتا تھا کہ آپ کو کوئی اہم ذمہ داری سونپی جا رہی ہے۔"

زربخت نے جواب دیا "مجھے شہنشاہ نے بہرہ شیر کی حفاظت کے لئے ایک نیا

لشکر تیار کرنے کا حکم دیا ہے اور اختیار دیا ہے کہ میں تمام افواج کے بہترین عناصر کو اس لشکر میں بھرتی کر لوں۔"

ماہ بانو نے مغموم لہجے میں کہا۔" اور جب یہ لشکر تیار ہو جائے گا تو آپ کو اس کمان دے کر ایک ایسی مہم پر بھیج دیا جائے گا جسے قبول کرنے کے لئے کوئی دوسرا سالار آمادہ نہیں ہوا۔"

زربخت نے کہا۔" ماہ بانو! تمہیں دوبارہ ایک ناخوشگوار بحث نہیں چھیڑنی چاہئے۔ اگر شہنشاہ اور فوج کے آزمودہ کار مجھے کسی ذمہ داری کا اہل سمجھتے ہیں تو یہ میری خوش قسمتی ہے اور میں انہیں مایوس نہیں کروں گا۔ میں رستم کی طرح شگون کا قائل نہیں۔ تاہم میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میری بہن مجھے بہادروں کی طرح مرنے کی بجائے بزدلوں کی طرح جینے کا سبق دے۔ اگر تمہیں ہماری شکست کا خوف ہے تو میں تمہیں آج ہی اصفہان بھیجنے کے لئے تیار ہوں۔"

ماہ بانو کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن زربخت اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

" آپ جا رہے ہیں ؟" یاسمین نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

" ہاں مجھے بہت کام ہے۔"

" آپ ماہ بانو سے خفا ہیں ؟"

زربخت نے آگے بڑھ کر ماہ بانو کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔" ماہ بانو کو معلوم ہے کہ میں اُس سے خفا نہیں ہو سکتا۔ کیوں ماہ بانو! یہ بات درست ہے نا ؟"

ماہ بانو نے گردن اُٹھا کر ایک مغموم مسکراہٹ کے ساتھ اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور پھر اُس کی آنکھوں سے آنسو اُمڈ پڑے۔

" یاسمین!" زربخت نے متاثر ہو کر کہا۔" ماضی کے حادثات نے میری بہن کا دل بہت کمزور کر دیا ہے۔ اُسے تسلی دینے کی کوشش کرو۔" پھر چند ثانیے توقف کے بعد وہ لمبے لمبے قدم اُٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔

اس کے بعد زربخت کی مصروفیات بڑھتی گئیں۔ کبھی کبھی وہ شام کے وقت گھر آجاتا لیکن

عام طور پر اُسے رات کے وقت بھی گھر سے باہر رہنا پڑتا۔
ایک رات وہ گھر آیا اور کھانا کھاتے ہی اپنے بستر پر لیٹ گیا۔
ماہ بانو نے جھجکتے ہوئے سوال کیا۔"بھائی جان! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"
"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" اُس نے کروٹ بدلتے ہوئے جواب دیا۔"ذرا تھک گیا ہوں۔"
تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند سو رہا تھا۔

○

رات کے پچھلے پہر یاسمین کی آنکھ کھلی اور اُسے ایسا محسوس ہُوا کہ کوئی اُس کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ کچھ دیر وہ بے حس وحرکت پڑی رہی۔ پھر اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔
"یاسمین! یاسمین!" اُسے ایک جانی پہچانی آواز سُنائی دی اور اُس کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ دروازہ کھولنا چاہتی تھی لیکن اُس کا ہاتھ زنجیر تک پہنچ کر رُک گیا۔ زر بخت نے قید سے رہا ہونے کے بعد کبھی بھی اُس کے ساتھ تنہائی میں بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور رات کے وقت اس کے دروازے پر دستک دینا ایک غیر متوقع بات تھی۔ کچھ دیر وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکی۔ پھر اُسے ایسا محسوس ہُوا کہ وہ واپس جا رہا ہے۔
اُس نے جھجکتے ہوئے دروازہ کھولا۔ باہر کوئی نہ تھا۔ اُسے برآمدے کے کونے میں زر بخت کے کمرے میں روشنی دکھائی دی۔ وہ دبے پاؤں آگے بڑھی۔ روشن دروازے کے قریب پہنچ کر اُس کے قدم رُک گئے اور دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ پھر اچانک اُس کا اضطراب خوف اور جھجک پر غالب آگیا اور وہ آگے بڑھ کر کمرے میں جھانکنے لگی۔ زر بخت زرہ بکتر میں ملبوس تھا۔ اور تلوار کا تسمہ باندھ رہا تھا۔ یاسمین کا دل بیٹھ گیا۔"آپ نے مجھے آواز دی تھی؟" اُس نے اندر پاؤں رکھتے ہوئے پوچھا۔
زر بخت نے مڑ کر اُس کی طرف دیکھا اور مغموم لہجے میں کہا۔"یاسمین! میں جا رہا ہوں۔ میرا ارادہ تھا کہ میں خاموشی سے نکل جاؤں لیکن میری ہمت جواب دے گئی۔ تمہارے دروازے پر

چند بار دستک دینے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ تم گہری نیند سو رہی ہو اور ماہ بانو کو بیدار کئے بغیر میں تمہیں الوداع نہیں کہہ سکوں گا۔ میں اس کا سامنا کرنے سے گھبراتا تھا۔"

"آپ حملے کے لئے جا رہے ہیں؟"

"ہاں مجھے جو مہم سونپی گئی ہے وہ جس قدر اہم ہے اُسی قدر خطرناک ہے۔ آج وہ بارہ ہزار جانباز شہر سے باہر نکل کر دشمن پر حملہ کرنے والے ہیں جنہیں ایران کے پورے لشکر سے منتخب کیا گیا ہے۔ ان میں سے بیشتر آزمودہ کار ہیں جو مسلمانوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لے چکے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو رومیوں کے خلاف بھی لڑ چکے ہیں۔"

یاسمین نے کہا۔ "آپ ان بارہ ہزار آدمیوں کو اس لشکر پر حملہ کرنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں جو رستم کی عظیم فوج کو شکست دے چکا ہے؟"

زربخت نے جواب دیا۔ "ان بارہ ہزار جانبازوں کے حملے کا مقصد دشمن کے لئے ایسے حالات پیدا کرنا ہے کہ وہ یا تو محاصرہ اُٹھانے پر مجبور ہو جائے یا خندق کے پیچھے اپنے مورچوں سے آگے نکل کر شہر پر حملہ کر دے۔ ہم محصور ہونے کے بعد اگر بہرہ شیر کی مضبوط فصیل سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں نے ابھی تک فصیل پر کوئی زوردار حملہ نہیں کیا۔ اُنہوں نے اپنے پڑاؤ کے گرد خندق کھود رکھی ہے اور خندق کے پیچھے ان کے مورچے ہمارے تیروں کی زد سے محفوظ ہیں۔ ہمارے سامنے جو خندق ہے اس میں صرف تین تنگ ایسے راستے ہیں جہاں سے دشمن فصیل کی طرف بڑھ سکتا ہے۔ اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے ان راستوں پر قبضہ کر لیں تو مدائن کا سارا لشکر ہمارے پیچھے ہوگا اور یہ خندق ایک ساعت کے اندر اندر کئی مقامات سے پاٹ دی جائے گی۔ کامیابی کی صورت میں ہم دشمن کے عقب تک اپنے لشکر کی راہنمائی کر سکیں گے اور اگر ہم نے یہ دیکھا کہ دشمن کی مزاحمت زیادہ شدید ہے تو پیچھے ہٹ آنے میں ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوگا لیکن اس حملے میں اگر ہم نے دشمن کے دو چار ہزار آدمی ہلاک کر دئے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے حوصلے قائم رکھنے کے لئے جوابی کارروائی کے لئے مجبور ہو جائے

اور یہی ہم چاہتے ہیں۔ اگر ہم نے اُسے آرام سے بیٹھنے دیا تو محاصرے کی طوالت اُس کے لئے کسی پریشانی کا باعث نہیں ہو گی۔ وہ عراق کے زرخیز میدانوں پر قابض ہو چکا ہے اور کسانوں اور زمینداروں کے تعاون کے باعث اُسے رسد کے متعلق کوئی پریشانی نہیں۔ دشمن کے حوصلے اس لئے قائم رہیں گے کہ ماضی میں اُس نے مسلسل فتوحات حاصل کی ہیں۔ ہمارے حوصلے اس لئے پست ہوتے جائیں گے کہ ہم نے پے درپے شکستیں کھائی ہیں۔ ہماری بہتری اسی میں ہے کہ فیصلہ کُن جنگ جلد از جلد لڑی جائے۔ اس لئے ہم یہ حملے اُس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک کہ دشمن اپنی خندق سے آگے بڑھ کر شہر پر حملہ کرنے کے لئے مجبور نہیں ہو جاتا۔ پھر چند ناکام حملوں کے بعد وہ یہ دیکھیں گے کہ بہرہ شیر کی فصیل ناقابلِ تسخیر ہے تو اُس کے لئے محاصرہ اُٹھا لینے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہو گا۔ یاسمین! میں یہ باتیں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میری بہن کی طرح تم بھی مجھے احمق یا دیوانہ خیال نہ کرو۔ میں جانتا ہوں کہ یہ مہم بہت خطرناک ہے اور ہمیں خندق کے قریب پہنچتے ہی تیروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن دشمن کے حوصلے توڑنے اور اُسے محاصرہ اُٹھانے پر مجبور کرنے کی یہی ایک صورت باقی رہ گئی ہے۔ فتوحات قربانیوں کے بغیر حاصل نہیں۔ آج طلوعِ سحر کے ساتھ جو سرفروش بہرہ شیر سے نکلیں گے اُن میں سے کئی ایسے ہوں گے جو واپس نہیں آئیں گے۔ ممکن ہے کہ یہ ہماری آخری مُلاقات ہو۔ لیکن اگر میں واپس آ گیا تو تمہیں یہ پیغام دے سکوں گا کہ ہم نے بہرہ شیر اور مدائن کو بچا لیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد ماہ بانو بھی میرے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر آنسو بہانے کی ضرورت محسُوس نہیں کرے گی۔"

یاسمین بڑی مشکل سے اپنے آنسُو ضبط کر رہی تھی۔ اُس نے کہا "مجھے معلوم نہیں کہ آپ کی توقعات کہاں تک پُوری ہوں گی۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ اگر میرے بازوؤں میں طاقت ہوتی تو میں آپ کا راستہ روک لیتی۔ اور اگر مجھے یہ اُمید ہوتی کہ میرے الفاظ آپ کو متاثر کر سکیں گے تو میں پُوری قوت کے ساتھ چلاتی کہ آپ روشنی سے آنکھیں بند کر سکتے ہیں۔ صبح کے آفتاب

کو نمودار ہونے سے نہیں روک سکتے۔"

ایک ثانیہ کے لئے زر بخت کا سارا وجود کپکپا اُٹھا۔ اُس نے کہا" یاسمین یہ تمہارے الفاظ نہیں ہو سکتے۔"

یاسمین نے جواب دیا" میں اس سے زیادہ کہہ سکتی ہوں لیکن آپ سُن نہیں سکیں گے۔"
باہر سے نوکر نے آواز دی۔" جناب دو سپاہی آپ کو بُلا رہے ہیں۔ وہ آپ کا گھوڑا بھی لے آئے ہیں۔"

"اُنہیں کہو میں آ رہا ہُوں۔" نوکر واپس چلا گیا اور زر بخت نے یاسمین سے مخاطب ہو کر کہا" اب کسی بحث کا موقع نہیں۔ میں جا رہا ہُوں۔ میں اس اُمید کے ساتھ جا رہا ہوں کہ یہ ہماری آخری مُلاقات نہیں ہو گی۔ اور جب میں واپس آؤں گا تو میں کسی جھجک، خوف یا ندامت کے بغیر تم سے وہ باتیں کہہ سکوں گا جو اس وقت میری زبان پر نہیں آ سکتیں۔ یاسمین دریائے فرات کے پار ایک بستی ہے اور اس بستی میں ایک پُرانا مکان ہے۔ وہ تمہارے اس محل کی طرح خوبصورت نہیں۔ تاہم اُس کا نقشہ ہر وقت میری نگاہوں کے سامنے رہتا ہے۔ جب میں قید میں تھا تو میں یہ سوچا کرتا تھا کہ وہ اُجڑا ہوا مکان پھر آباد ہو گا۔ میں وہاں جاؤنگا۔ میری بہن میرا راستہ دیکھ رہی ہو گی اور اُس کے ساتھ میرے سپنوں کی شہزادی کھڑی ہو گی۔ پھر یہ پُرانا مکان مجھے کسریٰ کے محل سے بھی زیادہ خوبصورت معلوم ہو گا۔ یاسمین! تم جانتی ہو کہ وہ شہزادی کون ہے؟"

یاسمین نے جواب دینے کی بجائے اپنی نظریں زمین پر گاڑ دیں۔

زر بخت نے کہا" یاسمین! یہ اُمید میرا آخری سہارا ہے کہ میں کسی دن تمہیں اس اُجڑے ہوئے مکان کو آباد کرنے کی دعوت دُوں گا۔ اب مجھے دیر ہو رہی ہے۔ لیکن جانے سے پہلے تم سے یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ تم میری دعوت ٹھکرا نہیں دو گی اور اگر میں واپس نہ آ سکوں تو میری بہن کو یہ محسوس نہیں ہونے دو گی کہ وہ دُنیا میں تنہا ہے۔"

یاسمین نے کہا: "مجھے یقین ہے کہ یہ ہماری آخری ملاقات نہیں ہوگی۔ آپ کی سلامتی کے لئے ماہ بانو کی دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ آپ اُسے مل کر نہیں جائیں گے؟"

"نہیں۔ لیکن اُسے بتا دینا کہ میں اُس سے خفا نہیں ہوں۔" زندبخت یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

Saturday
16.9.89
Shahzada Qadir

باب ۳۲

اگلے روز ماہ بانو اور یاسمین مکان سے باہر سڑک پر کھڑی زر بخت کی راہ دیکھ رہی تھیں افراتفری کی حالت میں اِدھر اُدھر بھاگنے والے انسانوں کی چیخ پکار اور آس پاس کے مکانوں سے ماتم کی صدائیں اس خبر کی تصدیق کر رہی تھیں کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے والا لشکر شکست کھا کر واپس آ گیا ہے۔ اُنہوں نے کاؤس کو زر بخت کا پتا کرنے کے لئے بھیجا تھا اور اب ایک ساعت اُس کا انتظار کرنے کے بعد وہ دوسرے نوکر کو اُس کے پیچھے روانہ کر چکی تھیں۔ ہر لحظہ اُن کی بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ماہ بانو نے چند بار سڑک پر بھاگنے والوں سے ہمکلام ہونے کی کوشش کی لیکن اُنہیں ایک ثانیہ کے لئے بھی گوارا نہ تھا۔

چند سوار نمودار ہوئے۔ ماہ بانو بھاگ کر آگے بڑھی اور دونوں ہاتھ بلند کر کے سڑک کے درمیان کھڑی ہو گئی۔ لیکن اُن کی سراسیمگی کا یہ عالم تھا کہ ماہ بانو کے قریب پہنچ کر بھی اُنہوں نے اپنے گھوڑوں کی رفتار کم نہ کی۔ جب سوار سر پر آ گئے تو وہ اچانک مڑ کر ایک طرف بھاگتی ہوئی یاسمین کے ساتھ ٹکرائی اور وہ دونوں سڑک کے کنارے گر پڑیں۔ اور پھر جب وہ اُٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑ رہی تھیں تو ایک سوار واپس مڑا اور اُس نے کہا: "آپ کو ذرا احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ سڑک پر سپاہیوں کا راستہ روکنا جرم ہے۔ زیادہ چوٹ تو نہیں آئی ہے؟"

ماہ بانو نے تلملا کر کہا: "مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اس سڑک کو جنگ کا میدان سمجھتے ہو۔ میں اپنے بھائی کے متعلق پوچھنا چاہتی تھی۔"

سوار نے جواب دینے کی بجائے گھوڑے کی باگ موڑ لی۔ ماہ بانو جلدی سے آگے بڑھ کر چلائی "ٹھہرو! میں زربخت کی بہن ہوں" لیکن سوار نے رکنے یا مڑ کر دیکھنے کی بجائے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

چھ سات آدمی سڑک کے کنارے رُک کر اُن کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کالے رنگ کا قوی ہیکل آدمی، جس کی آنکھوں سے وحشت ٹپکتی تھی آگے بڑھا اور ماہ بانو کے قریب پہنچ کر بولا "آپ فریبرز کی نواسی ہیں؟"

ماہ بانو کو اُس کی صورت اور لباس سے کراہت محسوس ہوئی اور اُس نے جواب دیا "نہیں"۔

وہ یاسمین کی طرف متوجہ ہوا "تو آپ اُن کی نواسی ہوں گی؟"

یاسمین جواب دینے کی بجائے ماہ بانو کی طرف دیکھنے لگی۔ اتنی دیر میں دوسرے آدمی سڑک عبور کر کے اُن کے گرد جمع ہو گئے اور گھور گھور کر اُن کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ گھبرا کر ڈیوڑھی کی طرف ہٹیں اور تین مسلح نوکر اُن کے آگے کھڑے ہو گئے۔

"تم کون ہو اور تمہارا یہاں کیا کام ہے؟" ایک نوکر نے بگڑ کر سوال کیا۔

سیاہ فام آدمی نے جواب دیا "ہم مزدور ہیں اور ہمارا خیال تھا کہ شاید آپ کو ہماری ضرورت ہو۔ شہر خالی ہو رہا ہے اور میں آپ کا سامان دریا کے پار پہنچانے کے لئے بیس آدمی مہیا کر سکتا ہوں"۔

ماہ بانو چلائی "یہاں سے بھاگ جاؤ۔ ہمیں تمہاری ضرورت نہیں"۔

سیاہ فام آدمی نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ وہاں سے چل دئے۔

ایک نوکر نے مڑ کر یاسمین اور ماہ بانو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "آپ کا یہاں کھڑا ہونا ٹھیک نہیں۔ آپ اندر تشریف لے چلیں"۔

"لیکن وہ آدمی کون تھے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ میں نے انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا"۔

"اِس کالے رنگ کے آدمی کی شکل کتنی ہیبت ناک تھی۔ مجھے وہ پاگل معلوم ہوتا تھا لیکن وہ یہ جانتا تھا کہ یہ یاسمین کے نانا کا گھر ہے۔"

دوسرے نوکر نے کہا "کاؤس آ رہا ہے۔"

وہ سڑک کی طرف دیکھنے لگیں۔ کاؤس ہانپتا ہوا اُن کے قریب پہنچا اور اُس نے کسی توقف کے بغیر کہا "زرنجت کا کوئی پتا نہیں چلا۔ شہر کے دروازے بند کر دئے گئے ہیں۔ پڑاؤ خالی ہو رہا ہے اور فوج مدائن کا رُخ کر رہی ہے۔"

"جب میں پڑاؤ میں پہنچا تھا تو وہاں صرف چند زخمی رہ گئے تھے۔ باقی دریا کے پار پہنچا دئے گئے ہیں۔ ایک افسر نے مجھے بتایا کہ پڑاؤ میں صرف عام سپاہی لائے گئے تھے۔ جو عہدہ دار زخمی ہوئے تھے اُنہیں پڑاؤ کی بجائے قلعے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ میں نے قلعے کا رُخ کیا تو سڑک شہنشاہ کی سواری کے لئے بند کر دی گئی تھی اور مجھے کافی دیر انتظار کرنا پڑا۔ پھر شہنشاہ شہزادی پوران اور دُوسرے عہدہ داروں کے رتھ اور اُن کے پیچھے سواروں اور پیادہ سپاہیوں کے دستے گزرنے لگے۔ میرا خیال ہے کہ میں نے آدمان کو سواروں کے ساتھ دیکھا تھا لیکن میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ اُن کی رفتار بہت تیز تھی اور میں اچھی طرح دیکھ نہیں سکا۔ پھر جب راستہ خالی ہونے کے بعد میں قلعے کے قریب پہنچا تو دروازہ بند ہو چکا تھا۔ فصیل کے ایک بُرج سے پہریدار نے مجھے بتایا کہ قلعہ اور شاہی محل خالی ہو چکے ہیں اور چند زخمی جو وہاں لائے گئے تھے مدائن پہنچا دئے گئے ہیں۔ دیکھو بیٹی! اب تمہیں حوصلے سے کام لینا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ زرنجت زخمی ہے اور اُسے مدائن پہنچا دیا گیا ہے۔"

ماہ بانو نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "لیکن ہمیں کسی نے اطلاع کیوں نہیں دی؟"

"بیٹی! شہر خالی ہو رہا ہے۔ فوج جا چکی ہے۔ ایسی افراتفری کی حالت میں لوگ دوسروں کا خیال نہیں کرتے۔ دریا کے پُل پر اتنی بھیڑ ہے کہ کئی بچے اور بوڑھے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔ بعض لوگ پُل کی بجائے کشتیوں پر دریا عبور کر رہے ہیں۔ میں واپسی پر بازار سے گزر رہا

تھا تو ڈھنڈورچی یہ اعلان کر رہے تھے کہ شہر کے باشندوں کو غروب آفتاب سے پہلے شہر خالی کر دینا چاہیئے۔ یہ شہنشاہ کا حکم ہے۔ لیکن اس وقت یہ حالت ہے کہ تمہارے لئے پُل پر پہنچنا بھی مشکل ہوگا۔ سہ پہر تک بھیڑ کم ہو جائے گی اور ممکن ہے کہ اس وقت تک زرو بخت کے متعلق اطلاع مل جائے۔"

یاسمین نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے کہا: "کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ باقی لشکر کی طرح شہنشاہ کے ساتھ چلے گئے ہوں اور انہوں نے اس خیال سے ہمیں اطلاع دینے کی ضرورت محسوس نہ کی ہو کہ وہ تھوڑی دیر تک واپس آ کر ہمیں ساتھ لے جائیں گے۔ تم کہتے ہو کہ لشکر کی رفتار بہت تیز تھی۔ اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ ہزاروں آدمیوں کے درمیان تمہاری نگاہ اُن تک نہ پہنچ سکی ہو۔"

ماہ بانو پُر اُمید ہو کر یاسمین کی طرف دیکھنے لگی اور کاؤس نے کہا: "یہ ہو سکتا ہے بیٹی! سواروں میں سے ہزاروں ایسے تھے جنہیں میں اچھی طرح نہیں دیکھ سکا۔ پھر شہنشاہ کی محافظ فوج کے چند دستے رتھوں سے پہلے نکل گئے تھے اور میں اُس وقت وہاں نہیں پہنچا تھا۔"

یاسمین نے کہا: "وہ یقیناً اُن کے ساتھ ہوں گے۔ وہ ضرور آئیں گے۔ اگر وہ تھوڑی دیر تک نہ آئے تو ہم مدائن پہنچ کر انہیں تلاش کر لیں گی۔"

ماہ بانو نے کہا: "اگر میرا بھائی زندہ ہے۔ اگر وہ زخمی نہیں ہے تو اُس کے نہ آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

کاؤس نے کہا: "بیٹی اندر چلو اور اُس کے لئے دُعا کرو۔ میں مدائن جاتا ہوں۔ اگر وہ وہاں پہنچ چکا ہے تو مجھے تلاش کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ اگر پُل پر زیادہ بھیڑ ہوئی تو میں تیر کر بھی دریا عبور کر لوں گا۔"

ماہ بانو نے کہا: "بہت اچھا۔ آپ گھوڑا لے جائیں اور جلد واپس آنے کی کوشش کریں۔"

کاؤس نے کہا: "نہیں بیٹی! راستے میں اس قدر بھیڑ ہے کہ گھوڑا کام نہیں دے گا۔"

○

ایک ساعت بعد ماہ بانو اور یاسمین ڈیوڑھی کی چھت پر بیٹھی سڑک کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

ایک نوکر نیچے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ سڑک پر ایک سرپٹ گھوڑے کی ٹاپ سُنائی دی اور نوکر نے بلند آواز میں کہا۔ "بیٹی آدمان آگیا۔"

وہ بھاگتی ہوئی نیچے اُتریں اور ڈیوڑھی سے نکل کر سڑک پر آگئیں۔ آدمان نے گھوڑا روکا اور کہا۔ "آپ کے بھائی دریا کے پار آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ زخمی ہو گئے تھے اور میں انہیں اپنے گھوڑے پر ڈال کر قلعے میں لے آیا تھا۔ وہاں سے حکم ہوا کہ زخمیوں کو فوراً مدائن پہنچا دیا جائے۔ آپ گھبرائیں نہیں اب وہ ہوش میں ہیں اور طبیب کہتا ہے کہ انہیں کوئی خطرہ نہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ جب وہ اپنے زخم سے بے پروا ہو کر تیروں کی بارش میں آگے بڑھ رہے تھے تو اُن کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا تھا اور وہ چوٹ کھا کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ میں انہیں دیکھ کر آرہا ہوں۔"

ماہ بانو نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "آپ انہیں قلعے میں لے جانے کی بجائے یہاں کیوں نہ لائے؟"

اس لئے کہ قلعے کے اندر بہترین جراح اور طبیب موجود تھے اور شہنشاہ کے سامنے یہ ظاہر کرنا بھی ضروری تھا کہ وہ میدان سے بھاگے نہیں بلکہ انہیں زخمی ہونے کے بعد بے ہوشی کی حالت میں اُٹھا کر لایا گیا ہے۔"

"لیکن آپ نے ہمیں اطلاع کیوں نہ دی؟"

آدمان نے جواب دیا۔ "اس وقت آپ کو پریشان کرنا مناسب نہ تھا۔ وہ بے ہوش تھے اور میں آپ کو اطلاع دینے سے پہلے اُن کی حالت کے متعلق اطمینان کرنا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ باہر کے لوگوں کے لئے قلعے کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے اور کسی زخمی کے عزیزوں کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی۔ انہیں تھوڑی دیر کے لئے ہوش آیا لیکن جب اُن کا زخم داغا گیا تو وہ دوبارہ بے ہوش ہو گئے تھے۔ پھر شہنشاہ نے زخمیوں کو مدائن پہنچانے کا حکم دیا تو میں نے یہ سوچا کہ فرصت ملتے ہی آپ کے پاس آؤں گا لیکن زخمیوں کو روانہ کرتے ہی شہنشاہ نے فوج کے عہدہ داروں کا اجلاس طلب کیا اور مجھے آپ کے بھائی کی جگہ اس اجلاس میں شریک ہونا پڑا۔ شہنشاہ اس حملے کے نتائج سے اس قدر بددل ہو چکے تھے کہ انہوں نے بہرہ شیر خالی کرنے کا حکم دیا اور مجھے اُن کے ساتھ جانا پڑا۔ اس کے

بعد میں نے مدائن کے پڑاؤ میں آپ کے بھائی کو تلاش کیا تو اُن کا پہلا مطالبہ یہ تھا کہ میری بہن کو اطلاع دینے سے پہلے مجھے دریا کے کنارے اپنے پُرانے مکان میں پہنچا دیا جائے۔ جب میں اُنہیں پالکی پر ڈلوا کر پڑاؤ سے نکل رہا تھا تو راستے میں آپ کا نوکر بھی مل گیا تھا۔ اب میں پورے اطمینان کے ساتھ آپ کو یہ خبر دے سکتا ہوں کہ اُن کی حالت تسلی بخش ہے اور میں دو سپاہی اُن کی حفاظت کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ اب آپ فوراً مدائن پہنچ جائیں۔ میں بہت مصروف ہوں ورنہ میں آپ کے ساتھ جاتا۔ غروب آفتاب کے بعد دریا کا پُل توڑ دیا جائے گا۔ اس کے بعد آپ کو کوئی کشتی بھی نہیں مل سکے گی۔ اب آپ دیر نہ کریں۔ بعض لوگوں نے شہنشاہ کے نکلتے ہی فصیل پر سفید جھنڈا لہرانے کی کوشش کی تھی۔ اگر کچھ فوج شہر کی حفاظت کے لئے موجود نہ ہوتی تو اب تک اُنہوں نے دروازے کھول دئے ہوتے اور شاید میں بھی یہاں نہ آسکتا لیکن غروب آفتاب تک ساری فوج یہاں سے نکل جائے گی۔"

ماہ بانو نے سوال کیا "آپ کہاں جارہے ہیں؟"

آدمان نے جواب دیا "میرے کئی ساتھی جنگ میں کام آچکے ہیں اور کئی زخمی ہونے کے بعد مدائن کے پڑاؤ میں پہنچ چکے ہیں۔ مجھے شام سے پہلے کئی بیواؤں اور یتیموں کو بہرہ شیر سے نکالنا ہے۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔"

آدمان نے گھوڑے کو ایڑ لگادی لیکن تھوڑی دُور جاکر باگ کھینچ کر مُڑا اور اُن کے قریب آکر بولا "دیکھئے آپ کے پاس بہت تھوڑا وقت ہے۔ اگر آپ شام سے پہلے دریا کے پُل پر نہ پہنچ سکیں تو نچلے طبقہ کے لوگ اور غلام جو صرف لُوٹ مار کی نیت سے یہاں رُک جائیں گے۔ آپ کے لئے مُسلمانوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہوں گے۔ مجھے پُل عبور کرتے ہی یہ اطلاع ملی تھی کہ شہر کے بعض علاقوں میں جرائم پیشہ لوگوں نے لشکر کے نکلتے ہی لُوٹ مار شروع کردی ہے اور اُمراء کے نوکر اور غلام اُن کے ساتھ مل گئے ہیں۔ ابھی آٹھ دس ہزار سپاہی بہرہ شیر میں موجود ہیں اور اُنہوں نے کئی آدمیوں کو پکڑ کر موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے لیکن فوج زیادہ دیر یہاں نہیں

ٹھہرے گی اور شلم کے بعد جو لوگ یہاں رہ جائیں گے وہ چوروں اور اچکوں کے رحم و کرم پر ہونگے اس لئے آپ جلدی کریں۔"

ماہ بانو اور یاسمین دو مسلح نوکروں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر گھر سے نکلیں۔ ان کے دو نوکر سامان کی گٹھڑیاں اُٹھا کر چند منٹ پہلے روانہ ہو چکے تھے۔

ڈیوڑھی پر دو پہریدار کھڑے تھے۔ ماہ بانو نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا: "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم بہت جلد واپس آجائیں گی۔ اگر میرا بھائی زخمی نہ ہوتا تو ہم گھر خالی کرنا پسند نہ کرتیں۔ ہم مدائن پہنچتے ہی تمہارے ساتھیوں کو واپس بھیج دیں گی۔ مسلمانوں سے تمہیں کوئی خوف نہیں ہونا چاہیئے۔ جب وہ آئیں گے تو پہرہ شہر کے ہر گھر کی حفاظت اُن کی پہلی ذمہ داری ہوگی وہ مقابلہ کرنے والوں کے ساتھ لڑتے ہیں۔ ہتھیار ڈالنے والوں پر ہاتھ نہیں اُٹھاتے۔"

ایک پہریدار نے کہا: "ہم موت سے نہیں ڈرتے لیکن آپ کو یقین ہے کہ وہ ہمیں قتل نہیں کریں گے؟"

"نہیں وہ تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ میں اس بات کا ذمہ لیتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مسلمان جو سب سے پہلے اس دروازے پر دستک دے گا تمہارے لئے اجنبی نہیں ہوگا۔"

"وہ کون ہے؟" پہریدار نے پریشان ہو کر سوال کیا۔

"اُس کا نام سہیل ہے۔ اُس کے ساتھ ایک اور آدمی ہوگا۔ اگر وہ ہمارے متعلق پوچھیں تو کہہ دینا کہ اگر زرنجت زخمی نہ ہوتا تو ہم اُن کے خوف سے بھاگنے کی کوشش نہ کرتیں۔"

یاسمین نے کہا: "اس آدمی کا نام حسان ہے اور اگر وہ یہاں ٹھہرنا پسند کرے تو تم اُسے یہ محسوس نہیں ہونے دو گے کہ اُس کے میزبان غیر حاضر ہیں۔" نوکر حیرت زدہ ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

وہ باہر نکلیں اور مسلح سوار اُن کے آگے ہو لئے۔ سورج غروب ہونے میں ابھی ایک ساعت باقی تھی اور وہ اطمینان سے دریا کا رُخ کر رہے تھے۔ کوئی دو سو قدم چلنے کے بعد سڑک کے موڑ سے آگے انہیں وہ دو نوکر دکھائی دئے جو تھوڑی دیر قبل سامان کی گٹھڑیاں اُٹھا کر روانہ ہوئے تھے۔

وہ بے تحاشا بھاگتے ہوئے واپس آرہے تھے اور پندرہ بیس آدمی اُن کا پیچھا کر رہے تھے۔ ایک نوکر کے ہاتھ خالی تھے اور دوسرا جس کی گٹھری سر سے کھسک کر گردن پر آگئی تھی چند قدم پیچھے تھا۔ اُنھوں نے گھوڑے روک لئے۔ اگلا نوکر اُنہیں دیکھتے ہی بلند آواز میں چلّایا: "ڈاکو آرہے ہیں۔ اُنہوں نے میری گٹھری چھین لی ہے۔ آپ واپس چلی جائیں۔"

اتنی دیر میں تعاقب کرنے والے پچھلے نوکر کے سر پر پہنچ چکے تھے۔ اچانک ایک آدمی نے اُس کی گٹھری چھین لی۔ دُوسرے نے لاٹھی مار کر گرا دیا۔

ماہ بانو چلّائی: "تم کیا دیکھ رہے ہو، اُسے بچاؤ۔"

نوکر نیزے تان کر آگے بڑھے اور لٹیرے اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹنے لگے۔ وہ اپنے گرے ہوئے ساتھی کے قریب پہنچ کر رُک گئے۔ زخمی نوکر اُٹھا اور بلند آواز میں چلّایا: "انہیں واپس لے جاؤ جلدی کرو۔"

سوار مُڑ کر ماہ بانو اور یاسمین کی طرف دیکھنے لگے اور وہ گھوڑوں کو ایڑ لگا کر اُن کے قریب آگئیں۔ لٹیرے جو سواروں کے نیزوں سے مرعوب ہو کر پیچھے ہٹ گئے تھے اب کوئی تیس قدم دُور اُن کا راستہ روکنے کے لئے صفیں باندھ رہے تھے۔ اور وہ قوی ہیکل اور مہیب صورت آدمی جسے اُنہوں نے دوپہر کے وقت اپنی ڈیوڑھی کے سامنے دیکھا تھا سب سے اگلی صف میں کلہاڑیوں اور برچھیوں سے مسلح آدمیوں کے درمیان کھڑا تھا۔

یاسمین نے سہمی ہوئی آواز میں کہا: "ماہ بانو! یہ وہی ہے ہمیں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔"

زخمی نوکر نے ملتجی ہو کر کہا: "آپ آگے نہیں جاسکتیں۔ وہ بہت زیادہ ہیں اور آگے ساری سڑک پر لوٹ مار ہو رہی ہے۔ آپ مڑ کے دوسرے راستے نکلنے کی کوشش کریں۔"

ماہ بانو نے کہا: "تم گھر پہنچنے کی کوشش کرو۔ اگر فوج کا کوئی دستہ مل گیا تو ہم تمہاری مدد کے لئے بھیج دیں گے۔"

"فوج اب پُل کی طرف بھاگ رہی ہے۔ وہ کسی کی مدد نہیں کرتی۔"

ماہ بانو نے جھنجلا کر کہا: "خدا کے لئے تم جاؤ۔ جلدی کرو۔"

یاسمین کے دوسرے نوکر نے اپنے زخمی ساتھی کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ مکان کی طرف بھاگنے لگے۔

یاسمین اور ماہ بانو خوف اور تذبذب کی حالت میں لٹیروں کی طرف دیکھ رہی تھیں اور دائیں بائیں دو سوار آگے بڑھنے یا پیچھے ہٹنے کے لئے اُن کے اشارے کے منتظر تھے۔ پھر لٹیروں کا رہنما چند قدم آگے بڑھا اور اُس نے کہا: "تمہارے لئے دریا کا راستہ بند ہو چکا ہے۔ فوج تمہاری مدد کے لئے نہیں آئے گی لیکن میں آپ کو پناہ دے سکتا ہوں۔ اگر آپ اپنی عزت بچانا چاہتی ہیں تو گھوڑوں سے اتر جائیں۔ جب ہمیں اس بات کا اطمینان ہو جائے گا کہ فریبرز کا خزانہ کہاں ہے تو ہم آپ کو یہاں ٹھہرنے پر مجبور نہیں کریں گے۔ اپنے ساتھیوں سے کہیں کہ وہ ہتھیار پھینک دیں۔ ورنہ یہ لوگ اُن کی بوٹیاں نوچ ڈالیں گے۔"

ماہ بانو نے جواب دینے کی بجائے سواروں کو اشارہ کیا اور انہوں نے گھوڑوں کی باگیں موڑ لیں اور بلوائی چیختے چلاتے ان کے پیچھے بھاگنے لگے۔

موڑ سے آگے انہوں نے دائیں ہاتھ ایک تنگ گلی کے راستے نکلنے کی کوشش کی لیکن وہاں لٹیروں کا ایک اور گروہ کھڑا تھا۔ ماہ بانو چلائی: "واپس مڑو۔ انہوں نے اِس طرف کے تمام راستے بند کر دیئے ہیں۔"

وہ گلی سے نکلے تو لٹیروں کا دوسرا گروہ چوک میں پہنچ چکا تھا۔ وہ بائیں جانب مُڑے تو ایک آدمی نے جست لگا کر یاسمین کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اِس کے ساتھ ہی ایک سوار نے نیزہ مارا اور وہ گر پڑا۔ پھر وہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے مکان کے قریب پہنچے تو پیدل بھاگنے والے نوکروں میں سے ایک نے اُن کا راستہ روک کر بلند آواز میں کہا: "آپ آگے نہ جائیں۔ بلوائی اس طرف بھی موجود ہیں۔ اگلے موڑ پر عورتوں کی چیخیں سنائی دے رہی ہیں۔ انہوں نے تمام علاقے کی ناکہ بندی کر رکھی ہے۔"

وہ جلدی سے ڈیوڑھی میں داخل ہوئیں اور نوکروں نے دروازہ بند کر لیا۔ پھر جب بلوائی ڈیوڑھی

کے سامنے جمع ہو رہے تھے تو پہریدار اچانک چھت پر سے تیر برسانے لگے۔ تین آدمی زخمی ہو کر گر پڑے اور ہجوم دائیں بائیں سمٹ گیا۔

یاسمین نے خوف سے کانپتے ہوئے کہا: "ماہ بانو! اب کیا ہوگا؟"

اُس نے جواب دیا: "شاید اللہ کو یہی منظور ہو کہ ہم یہیں رہیں۔"

"لیکن اگر فوج نے شہر خالی کر دیا تو یہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

ماہ بانو نے گھوڑے سے اُترتے ہوئے جواب دیا: "اللہ ہماری مدد کرے گا۔"

تھوڑی دیر بعد وہ نوکروں کے ساتھ ڈیوڑھی کی چھت پر کھڑی سڑک کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ بلوائی تیروں کی زد سے دُور کھڑے تھے۔ اچانک بائیں جانب سے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔ اور یاسمین نے کہا: "ماہ بانو فوج آ رہی ہے۔ وہ بھاگ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آدمان کو شہر میں لُوٹ مار دیکھ کر ہمارا خیال آ گیا ہو اور وہ اپنے دوستوں کے بال بچوں کو پُل پر پہنچا کر واپس آ گیا ہو۔"

ماہ بانو نے کہا: "لیکن وہ یہ کہتا تھا کہ پُل سُورج غروب ہوتے ہی توڑ دیا جائے گا۔ اب سُورج غروب ہونے والا ہے۔"

یاسمین نے کہا: "اگر وہ ہماری مدد کے لئے آ رہا ہے تو مجھے یقین ہے کہ پُل کے محافظ اُس کی واپسی کا انتظار کریں گے۔"

ماہ بانو پُر اُمید ہو کر سڑک کی طرف دیکھنے لگی۔ بلوائی آس پاس کی گلیوں اور خالی مکانوں میں رُوپوش ہو چکے تھے۔

یاسمین نے بائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "سپاہی آ رہے ہیں۔ چلو نیچے چلیں۔ وہ ہمارے لئے زیادہ دیر نہیں رُک سکیں گے۔"

وہ جلدی سے نیچے اُتریں۔ پچاس ساٹھ سواروں کا گروہ ڈیوڑھی کے سامنے پہنچا لیکن کسی نے رُک کر اُن کی طرف دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ ماہ بانو بھاگتی ہوئی باہر نکلی اور اُنہیں آوازیں دینے لگی: "ٹھہرو! ٹھہرو! ہمیں ساتھ لے چلو۔ میں زرنجت کی بہن ہوں۔ ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت

ہے۔ ہمیں لٹیروں سے بچاؤ۔ لیکن سوار ہوا سے باتیں کرتے ہوئے آگے نکل گئے اور سڑک پھر سنسان ہوگئی۔

ماہ بانو واپس مڑی اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر چلائی "یاسمین جلدی کرو۔ ہمیں اُن کے ساتھ شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے "۔

وہ گھوڑوں پر سوار ہوکر دو مسلح نوکروں کے پیچھے باہر نکلیں تو سپاہیوں کا دستہ سڑک کے موڑ سے آگے جا چکا تھا اور جب وہ تھوڑی دُور آگے بڑھیں تو بلوائی آس پاس کی گلیوں سے نکل کر سڑک پر جمع ہو رہے تھے۔ لیکن اُنہوں نے رُکنے کی بجائے گھوڑوں کی رفتار تیز کر دی پھر موڑ کے قریب ایک مکان کی چھت سے اینٹوں کی بارش شروع ہوگئی اور ایک نوکر زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی گلی سے چند آدمی نکلے اور لاٹھیاں گھماتے ہوئے اُن کے راستے میں کھڑے ہوگئے۔

ماہ بانو چلائی "یاسمین واپس چلو، ورنہ ہم گھیرے میں آجائیں گی "۔

اُنہوں نے باگیں موڑ لیں۔ اب بلوائیوں کی دو اور ٹولیاں اُن کے سامنے آچکی تھیں۔ مسلح نوکر نے پہلے گروہ پر حملہ کیا اور ایک آدمی کو گرا دیا۔ باقی دائیں بائیں منتشر ہوگئے۔ اتنی دیر میں باقی نوکر دروازہ کھول کر مکان سے باہر آگئے اور اُنہوں نے بلوائیوں کے دوسرے گروہ کو تیر برسا کر منتشر کر دیا۔ ماہ بانو نے ڈیوڑھی میں داخل ہوتے ہی دروازہ بند کرنے کا حکم دیا اور گھوڑے سے اُتر کر بھاگتی ہوئی چھت پر چڑھ گئی۔ بلوائی سڑک کے دائیں بائیں تیروں کی زد سے دُور جمع ہو رہے تھے۔

O

سورج غروب ہو چکا تھا۔ بلوائی اُن کے مکان کا محاصرہ کرنے کی بجائے لُوٹ مار کے لئے ان مکانات کا رُخ کر رہے تھے جہاں سے اُنہیں کسی مزاحمت کا خدشہ نہ تھا۔

ماہ بانو نے ڈیوڑھی کی چھت سے سُنسان سڑک پر نظر دوڑانے کے بعد نوکروں کی طرف دیکھا اور کہا "اب یہ مکان ہمارا قلعہ ہے۔ یہ وحشی جس قدر ظالم ہیں اُسی قدر بزدل ہیں جب تک تمہارے

ترکش میں تیر ہیں یہ اس مکان کے قریب نہیں آئیں گے۔ اس لئے تمہیں انتہائی ضرورت کے بغیر تیر نہیں چلانے چاہئیں"۔

ایک نوکر نے کہا: "ہمارے پاس تیروں کی کمی نہیں ہم انہیں دروازے کے قریب نہیں آنے دیں گے لیکن اگر وہ عقب سے دیوار پھاند کر مکان میں داخل ہو گئے تو؟"

ماہ بانو نے جواب دیا: "اس صورت میں ہمیں مکان کے اندر پناہ لینی پڑے گی اور ہم بالاخانے کے دریچوں یا بالائی منزل کی چھت سے تیر برسا کر انہیں دور رکھ سکیں گے۔ اگر یہ رات بخیریت سے گزر گئی تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ میرا بھائی یقیناً ہمیں نکالنے کی کوشش کرے گا"۔

نوکر نے کہا: "لیکن اگر رات کے وقت مسلمان بہرہ شیر پر قابض ہو گئے تو؟"

ماہ بانو نے جواب دیا: "اگر وہ بہرہ شیر پر قابض ہو گئے تو میں اس بات کا ذمہ لیتی ہوں کہ تم میں سے کسی کا بال تک بیکا نہیں ہوگا۔ تمہیں مسلمانوں سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے"۔

ایک نوکر نے کہا: "لٹیرے کسی وقت بھی عقبی دیوار پھاند کر اندر آسکتے ہیں۔ اس لئے آپ سب مکان کے اندر چلے جائیں میں یہاں رہوں گا اور اگر انہوں نے رات کے وقت اس طرف سے حملہ کیا تو میرے تیر انہیں یہ احساس نہیں ہونے دیں گے کہ میں تنہا ہوں۔ آپ جلدی کریں۔ ورنہ اس جگہ گھر جانا آپ کے لئے بہت خطرناک ہوگا"۔

ماہ بانو نے اضطراب اور تذبذب کی حالت میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "لیکن تم ۔۔۔"

نوکر نے بات کاٹتے ہوئے کہا: "آپ میری فکر نہ کریں۔ میں آپ کو اس طرف کے حالات سے خبردار رکھنے کے لئے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد آوازیں دیتا رہوں گا۔ اگر انہوں نے دروازے پر ہجوم کر دیا اور میں نے دیکھا کہ میں انہیں روک نہیں سکتا تو آپ کے پاس پہنچنے یا باغ میں چھپ کر جان بچانے کی کوشش کروں گا۔ خدا کے لئے آپ جائیں"۔

ماہ بانو اور یاسمین باقی چار نوکروں کے ساتھ نیچے اتریں اور مکان کی طرف بھاگنے لگیں۔ وہ دوسری ڈیوڑھی سے گزر کر باغ میں داخل ہوئیں تو ایک آدمی اچانک درختوں کی آڑ سے نکلا

اور لنگڑاتا ہوا آگے بڑھ کر اُن کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ یہ وہ نوکر تھا جو گھوڑے سے گر پڑا تھا۔

ایک ثانیہ کے لئے اُنہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ بالآخر ماہ بانو نے پوچھا "تم عقب کی دیوار پھاند کر آئے ہو؟"

نوکر نے جواب دیا۔ "مجھے پچھلی گلی کے ایک خالی مکان سے لکڑی کی سیڑھی مل گئی تھی۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ مجھے دیوار پر چڑھتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا اور میں نے سیڑھی بھی اندر کھینچ لی تھی۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ رات کے وقت حملہ کریں گے۔ میں اُن کی باتیں سُن چکا ہوں۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "چلو ہم اندر جا کر تمہاری باتیں سُنیں گے۔ یہاں کھڑے رہنا ٹھیک نہیں۔ تمہیں زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟"

"جی نہیں، میرے پر اینٹ لگی تھی۔ اس کے ساتھ ہی گھوڑا اُچھلا اور میں گر پڑا۔ پھر مجھے اُن سے بچنے کی یہی صورت نظر آئی کہ میں بے حس و حرکت پڑا رہوں۔ وہ میرا گھوڑا پکڑ کر لے گئے۔ لیکن کسی نے میری طرف توجہ نہ دی۔ میں ...."

یاسمین نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اب باتوں کا وقت نہیں، چلو!"

تھوڑی دیر بعد وہ بالاخانے کے ایک کمرے میں صحن کی طرف کھُلنے والے دریچوں کے سامنے کھڑے تھے اور نوکر اُنہیں اپنی سرگزشت سُنا رہا تھا۔

اُس نے کہا۔ "مجھے گھوڑے سے گرتے ہی ہوش آگیا تھا۔ پھر میں نے دم سادھ لیا اور وہ مجھے مُردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اچانک آس پاس کی گلیوں میں رُوپوش ہو گئے۔ پھر مجھے گھوڑوں کی ٹاپ سُنائی دی اور میں رینگتا ہوا سڑک کے کنارے پہنچ گیا۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ وہ فوج کے سپاہی ہیں تو میں نے اُٹھ کر اُنہیں روکنے کی کوشش کی۔ لیکن اُنہوں نے میری چیخ پکار پر کوئی توجہ نہ دی۔ میں اُن کے ساتھ بھاگنے لگا۔ جب وہ موڑ سے آگے نکل گئے تو میں رُک گیا۔ پھر لٹیرے گلیوں سے نکل کر دوبارہ سڑک پر جمع ہونے لگے اور میرے لئے آگے بڑھنے یا پیچھے ہٹنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ پاس ہی ایک مکان کا دروازہ کھُلا تھا۔ میں اندر گھُس گیا۔ اور

دروازہ بند کر لیا لیکن کسی نے میری طرف توجہ نہ دی۔ شاید وہ مجھے بھی اپنا ساتھی سمجھ رہے تھے تھوڑی دیر بعد لیٹروں کا ایک گروہ دروازے کے قریب رُک کر باتیں کرنے لگا۔ وہ کہہ رہے تھے ہمیں رات کے وقت ڈیوڑھی پر حملہ کرنے کی بجائے دوسری طرف سے دیوار پھاندنی چاہیئے۔ پھر کسی نے آواز دی۔ بیوقوفو! یہاں کیا کر رہے ہو ہمسائے میں سینکڑوں امیر لوگوں کے مکان خالی پڑے ہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں وہ گھر بھی دکھا سکتا ہوں جن کے تہ خانوں میں امیر زادیاں چھپی ہوئی ہیں۔ جب وہ منتشر ہو گئے تو میں سڑک کے راستے ڈیوڑھی کی طرف آنا چاہتا تھا۔ لیکن مجھے ڈر تھا کہ اگر آپ اندر پہنچ گئی ہیں تو دروازہ بند ہو گا۔ چنانچہ میں نے مکان سے نکل کر اگلے چوک کا رُخ کیا۔ راستے میں مجھے لیٹروں کی چند ٹولیاں ملیں۔ وہ لوٹ کے سامان کی گٹھڑیاں اُٹھائے بھاگ رہے تھے اس لئے کسی نے میری طرف توجہ نہ دی۔ میں گھوڑے سے گرنے کے بعد اپنا نیزہ وہیں چھوڑ آیا تھا اور مکان سے نکلتے ہوئے میں نے اپنی تلوار اُتار کر پھینک دی تھی۔ اس لئے کسی نے مجھ پر شک نہ کیا۔ ایک مکان میں مجھے عورتوں کی چیخیں اور لیٹروں کے قہقہے سنائی دیئے لیکن میں اُن کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ میں ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد پچھلی گلی میں داخل ہوا۔ وہاں کوئی نہ تھا پھر ایک چھوٹے سے مکان میں مجھے سیڑھی مل گئی جب میں سیڑھی لگا کر دیوار پر چڑھا تو مجھے کونے سے آدمیوں کی آواز سنائی دی اور میں نے جلدی سے سیڑھی اُوپر کھینچ کر اندر پھینک دی۔"

آدھی رات ہو چکی تھی اور ماہ بانو کے دل میں یہ اُمید پیدا ہو رہی تھی کہ شاید لیٹروں نے مکان پر حملہ کرنے کا ارادہ بدل دیا ہے۔ اُن کے تین نوکر جن میں سے دو زخمی تھے چھت پر پہرہ دے رہے تھے اور وہ ماہ بانو اور یاسمین کے ساتھ بالائی منزل کے وسطی کمرے میں صحن اور باغ کی طرف کھلنے والے دریچوں کے سامنے کھڑے تھے۔ نوکروں نے سیڑھی کا دروازہ بند کرنے سے قبل احتیاطاً مکان کی چھت پر اور اُس کمرے میں اینٹوں کے ڈھیر جمع کر دیئے گئے۔ ماہ بانو اور یاسمین کمانیں اُٹھائے ہوئے تھیں اور نوکروں کی طرح اُن کے ترکش بھی تیروں سے بھرے ہوئے تھے۔ آس پاس کے مکانوں میں لیٹروں کی چیخ پکار سنائی دے رہی تھی۔

اچانک ڈیوڑھی کی طرف سے نوکر کی آوازیں آئیں۔ ہوشیار! وہ آ رہے ہیں۔ وہ ڈیوڑھی کی طرف بڑھ رہے ہیں اور پھر بھاگتے ہوئے انسانوں کی چیخ پکار کے ساتھ نوکر کی آواز سنائی: "وہ جا رہے ہیں، وہ بھاگ رہے ہیں۔" سڑک کی طرف پھر ایک بار خاموشی چھا گئی۔

تھوڑی دیر بعد اُنہیں باغ کی طرف آہٹ محسوس ہوئی اور وہ دم بخود ہو کر صحن کی طرف دیکھنے لگیں۔ پھر چھت کے پہریداروں میں سے ایک نوکر بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا اور اُس نے کہا: "آپ ہوشیار رہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ پچھلی دیوار پھاند کر اندر آ گئے ہیں۔ اگر وہ آگے بڑھیں تو آپ ایک ساتھ تیر چلائیں۔"

ماہ بانو نے کہا: "ہمیں معلوم ہے، تم اُوپر جا کر ڈیوڑھی کے محافظ کو آواز دو۔"

نوکر واپس چلا گیا اور ماہ بانو اور اُس کے ساتھی کمانیں سیدھی کر کے چاند کی روشنی میں صحن کی طرف دیکھنے لگے۔

اُچانک پندرہ بیس آدمی درختوں کی آڑ سے نکل کر آگے بڑھے اور اُنہوں نے تیر چلا دئیے۔ تین آدمی گر پڑے اور باقی چیختے چلاتے دوبارہ درختوں کے پیچھے چھُپ گئے۔ اس کے ساتھ ہی ڈیوڑھی کے محافظ کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ "وہ اندر آ چکے ہیں۔ وہ بہت زیادہ ہیں۔ دروازے بند رکھو۔"

اس کے بعد نوکر کی آواز حملہ کرنے والوں کے نعروں میں دب کر رہ گئی۔ پھر چھت پر پہریدار شور مچانے لگے۔ "وہ بیرونی احاطے میں جمع ہو رہے ہیں۔ وہ اس طرف آ رہے ہیں۔"

ماہ بانو نے یاسمین کی طرف دیکھا۔ اُس نے تیر کمان میں چڑھا رکھا تھا لیکن اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ ماہ بانو نے کہا: "میری بہن! حوصلے سے کام لو۔ سہیل کہا کرتا تھا کہ تم اصفہان میں اُس کے ساتھ تیر اندازی کی مشق کیا کرتی تھیں اور تمہارا نشانہ بہت اچھا تھا۔"

یاسمین نے کہا: "وہ ڈیوڑھی پر قبضہ کر چکے ہیں اور تھوڑی دیر تک بہرہ شہر کے سارے لٹیرے یہاں جمع ہو جائیں گے۔ تمہیں اب بھی اُمید ہے کہ ہم بچ جائیں گی؟"

یاسمین نے جواب دیا: "اللہ ہر بات پر قادر ہے۔ اگر اُسے ہمارا زندہ رکھنا منظور ہے تو دنیا کے سارے درندے یہاں جمع ہو کر بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔"

کسی نے درختوں کی آڑ سے آواز دی: "اب تم نہیں بچ سکتے۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ ہتھیار پھینک کر باہر نکل آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم غلاموں اور نوکروں پر ہاتھ نہیں اُٹھائیں گے۔ تمہیں دو لڑکیوں کے لئے اپنی جانیں خطرے میں نہیں ڈالنی چاہیئیں۔ اگر تم دروازہ کھول دو تو اس گھر کی دولت میں تمہارا حصہ ہمارے برابر ہو گا۔"

ایک نوکر نے اینٹ پھینکی اور بولنے والا خاموش ہو گیا۔ پھر ہجوم باغ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نعرے لگاتا ہوا آگے بڑھا۔ چند آدمی تیروں سے زخمی ہو کر گر پڑے۔ چند برآمدے میں پہنچ گئے اور باقی پیچھے ہٹ گئے۔ پھر وہ جو برآمدے میں پہنچ چکے تھے سیڑھیوں کے دروازے کو دھکے دینے لگے۔ اس کے بعد انسانوں کا ایک اور ریلا آیا اور کئی اور آدمی برآمدے میں پہنچ گئے۔

مکان کے محافظ بے تحاشا تیر چلا رہے تھے لیکن برآمدے میں جمع ہونے والا ہجوم ان کی زد سے محفوظ تھا۔

یاسمین چلائی: "ماہ بانو! وہ دروازہ توڑ رہے ہیں۔"

ماہ بانو نے نوکر سے کہا: "تم اپنے ساتھیوں کو یہاں بُلا لو اور کمرے کا دروازہ بند کر دو۔ اگر انہوں نے یہ دروازہ بھی توڑ دیا تو ہم عقب کے کمرے میں چلی جائیں گی۔ ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم آخری وقت تک اُمید کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔"

تھوڑی دیر میں تمام نوکر وہاں جمع ہو چکے تھے۔ اچانک زینے کا دروازہ ٹوٹنے اور گرنے کی آواز آئی اور ہجوم اُوپر چڑھنے لگا۔ چند ثانیے بعد حملہ آور کمرے کے دروازے کو اندر کی طرف اور محصور ہونے والے باہر کی طرف دھکیل رہے تھے۔ اچانک نیچے سے کسی کی آواز سنائی دی "فوج آگئی! فوج آگئی! بھاگو"۔ اس کے ساتھ گھوڑوں کی ٹاپ سُنائی دینے لگی۔ پھر چند سرپٹ سوار صحن میں داخل ہوئے اور انہوں نے بلوائیوں پر حملہ کر دیا۔ چند منٹ میں دروازے پر زور آزمائی

ختم ہو چکی تھی۔ ماہ بانو نے دریچے سے صحن کی طرف دیکھا تو وہاں پندرہ بیس لاشیں بکھری ہوئی تھیں اور ایک طرف چند مسلح سوار کھڑے تھے۔ پھر اُسے ایک مانوس آواز سنائی دی: "ماہ بانو! ماہ بانو!"

"حسان! حسان!" اُس کے دل کی دھڑکنوں نے کہا۔ لیکن اُس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ اُسے یہ سارا واقعہ ایک ناقابلِ یقین سپنا محسوس ہوتا تھا۔ پھر اُس کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ نکلے اور وہ سسکیاں لیتی ہوئی یاسمین سے لپٹ گئی: "یہ حسان ہے یاسمین! مجھے یقین تھا اللہ ہماری مدد کرے گا۔"

"ماہ بانو! ماہ بانو!" حسان دوبارہ چلّایا۔

یاسمین نے کہا: "اُسے جواب دو ماہ بانو! وہ تمہیں آوازیں دے رہا ہے۔"

اور ماہ بانو نے بڑی مشکل سے کہا: "میں زندہ ہوں، میں یہاں ہوں۔"

نیچے سے سہیل کی آواز آئی: "یاسمین کہاں ہے؟"

"وہ میرے ساتھ ہے۔"

"اور زرنجت؟" حسان نے سوال کیا۔

"وہ یہاں نہیں ہے۔" ماہ بانو نے آنسو پونچھتے ہوئے جواب دیا۔

یاسمین نے کہا: "ماہ بانو! میں نیچے جاتی ہوں۔"

نوکرانی نے اُس کے اشارے سے دروازہ کھول دیا۔ وہ نیچے اُتری۔ حسان اور سہیل اُسے دیکھ کر گھوڑوں سے اُتر پڑے۔ اُس نے احسانمندی سے سہیل کی طرف دیکھا۔ پھر حسان کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "میں یاسمین ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" حسان نے جواب دیا۔ "ماہ بانو زخمی تو نہیں، وہ ٹھیک ہے نا؟"

ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور اُس نے کہا: "ہم نے ڈیوڑھی پر تیس چالیس آدمیوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ اُن کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟"

حسان نے جواب دیا: "انہیں کہو یہ لاشیں اُٹھا کر لے جائیں، اس کے بعد انہیں قلعے میں لے جاؤ۔"

تھوڑی دیر بعد وہ بالاخانے کے کمرے میں ماہ بانو سے کہہ رہا تھا: "اب آپ کو یقین کر لینا چاہیے کہ میں آگیا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ شاید آپ یہاں نہ ہوں لیکن باہر کا دروازہ کھلا دیکھ کر ہم اندر داخل ہوئے تو سہیل نے آپ کے نوکر کو پہچان لیا۔ وہ ڈیوڑھی میں زینے کے سامنے پڑا ہوا تھا نزع کی حالت میں وہ صرف اتنا بتا سکا کہ آپ اندر ہیں اور مکان پر حملہ ہو چکا ہے۔ آپ کو زربخت کا کوئی پتا نہیں چلا؟"

ماہ بانو نے جواب دیا: "وہ زخمی ہونے کے بعد مدائن پہنچ چکا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ وہ رہا ہو چکا ہے؟"

"ہاں۔"

"کاؤس کہاں ہے؟"

"وہ اُس کے پاس جا چکا ہے۔"

حسان نے کہا: "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کو ان حالات کا سامنا کرنا پڑے گا تو میں رات ہوتے ہی یہاں پہنچ جاتا۔ ہمیں دوپہر کے وقت یہ معلوم ہو گیا تھا کہ کسریٰ کی فوج بہرہ شیر خالی کر رہی ہے۔ زربخت زیادہ زخمی تو نہیں؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ اُس کی حالت خطرے سے باہر ہے۔"

"آپ اُس کے متعلق فکر مند نہ ہوں۔ انشاء اللہ ہم بہت جلد مدائن پہنچ جائیں گے۔ اب مجھے اجازت دیجیے۔"

"آپ جا رہے ہیں؟" ماہ بانو کے چہرے پر اُداسی چھا گئی۔

"ہاں مجھے بہت کام ہے۔ لیکن آپ اطمینان رکھیں۔ اب آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔"

تھوڑی دیر بعد ماہ بانو اور یاسمین برآمدے میں کھڑی حسان کو گھوڑے پر سوار ہوتا دیکھ رہی تھیں۔

باب ۳۴

زر بخت انتہائی بے بسی کی حالت میں دریا کے کنارے اپنے پرانے مکان کے اندر پڑا ہوا تھا ماہ بانو اور یاسمین کے متعلق ہر آن اُس کی بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ آدمان نے اُسے گھر پہنچاتے ہی فوجی طبیب کی ہدایت کے مطابق نیند آور دوائی کھلا دی تھی لیکن شام کے وقت اُس کی آنکھ کھل گئی تھی اور وہ بار بار چلّا رہا تھا "کاؤس! آدمان کا پتہ کرو۔ وہ ابھی تک کیوں نہیں آیا۔ بہرہ شیر میں کیا ہو رہا ہے۔ اُس نے مجھے اطلاع کیوں نہیں بھیجی؟" کاؤس نے اُس کے اضطراب سے پریشان ہو کر نیند آور دوا کی ایک اور گولی کھلانے کی کوشش کی لیکن اُس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں اپنی بہن اور یاسمین کے متعلق تسلی کئے بغیر نہیں سو سکتا۔"

اُس نے کئی بار آدمان کے نوکر کو اُس کی تلاش کے لئے بھیجا لیکن اُس کا مکان خالی تھا اور اُس پاس جن مکانوں میں فوج کے دوسرے افسر رہتے تھے وہ بھی خالی ہو چکے تھے۔ دریا کے کنارے فوج کے جو سپاہی گشت کر رہے تھے وہ بھی آدمان کے نوکر کو اس سے زیادہ نہ بتا سکے کہ بہرہ شیر خالی ہو چکا ہے اور جو تھوڑے سے بہت لوگ وہاں رہ گئے ہیں اُن کے گھروں میں لوٹ مار شروع ہو چکی ہے

آدھی رات کے وقت زر بخت نے کاؤس سے کہا "تم پہریداروں کے پاس جاؤ اور اُن کے کسی افسر کو میری طرف سے کہو کہ وہ تمہیں کشتی پر دریا کے پار پہنچا دے۔ اگر وہ تمہارا کہنا نہ مانے تو اُسے میرے پاس لے آؤ۔"

کاؤس کو ایک ثانیہ کے لئے بھی اُس کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ تھا لیکن زر بخت چلّایا "خدا کے

لئے میرا کہا مانو جاؤ۔ تم یہاں رہ کر میری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔"

کاؤس بادلِ ناخواستہ باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو ایک اور جوان اُس کے ساتھ تھا جس کے لباس سے پانی نچڑ رہا تھا۔

کاؤس نے کہا: "پہریداروں میں سے کوئی اپنی جگہ سے ہلنے کے لئے تیار نہیں۔ انہوں نے مجھے کشتیوں کے قریب بھی نہیں جانے دیا۔ اس آدمی نے ابھی تیر کر دریا عبور کیا ہے۔ آپ اس سے بہرہ شیر کے حالات پوچھ سکتے ہیں۔"

زربخت لیٹے لیٹے نوجوان کی طرف متوجہ ہُوا تو اُس نے کہا: "میرا آقا بہرہ شیر میں رہتا ہے۔ سہ پہر کے وقت اُنہوں نے مجھے کچھ سامان دے کر مدائن میں اپنے ایک رشتہ دار کے پاس بھیج دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میں بچوں کے ساتھ پہنچ جاؤں گا۔ میں نے مدائن پہنچ کر کچھ دیر ان کا انتظار کیا اور اُن کا راستہ دیکھنے کے لئے پُل پر پہنچ گیا۔ وہاں لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ سُورج غروب ہوتے ہی پُل جلا دیا جائے گا۔ جب سُورج غروب ہونے لگا تو میں بھاگ کر پُل کے پار پہنچ گیا۔ جب وہ دوسرے کنارے پر بھی نظر نہ آئے تو میں مکان کی طرف بھاگا۔ وہ مجھے مکان سے تھوڑی دُور مل گئے اور اُنہوں نے تاخیر کی وجہ یہ بتائی کہ جب وہ گھر سے نکلے تھے تو راستے میں ایک چوک پر اُن کا چھوٹا لڑکا لوگوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا تھا اور اُنہوں نے بڑی مشکل سے تلاش کیا۔ ہم بھاگتے ہوئے دریا کے کنارے پہنچے تو پُل جل رہا تھا اور تمام کشتیاں دوسرے کنارے پہنچ چکی تھیں۔ ہم نے مایوس ہو کر واپس گھر کا رُخ کیا۔ راستے میں جگہ جگہ لُوٹ مار ہو رہی تھی۔ ہم تنگ گلیوں میں لٹیروں کی نگاہوں سے بچتے ہوئے گھر پہنچے تو تھوڑی دیر بعد اُنہوں نے میرے آقا کی بیوی اور لڑکی کے ساتھ جو سلوک کیا وہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ہم نے اُنہیں چھڑانے کی کوشش کی لیکن وہ بہت زیادہ تھے۔ اُنہوں نے ہمیں مارا پیٹا اور ایک کمرے میں بند کر دیا۔ صحن میں ہمیں معصوم لڑکی اور اُس کی ماں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ جب وہ چلے گئے تو ہم دروازہ توڑ کر باہر نکل آئے اور وہ دونوں بے ہوش پڑی تھیں۔ ہم اُنہیں

اُٹھا کر اندر لے گئے۔ میں دیر تک آقا کے پاس بیٹھا رہا۔ پھر انہوں نے مجھے کہا کہ میں دریا کے پار جا کر ان کے لئے مدد حاصل کروں۔ میں گھر سے نکلا تو لٹیرے یہ کہتے ہوئے ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے کہ مسلمان آگئے ہیں۔ لیکن میں نے انہیں نہیں دیکھا اور دریا کے کنارے پہنچتے ہی پانی میں کود پڑا۔ یہاں پہنچتے ہی مجھے سپاہیوں نے پکڑ لیا اور اگر آپ کا نوکر وہاں نہ آتا تو شاید وہ مجھے صبح تک یہاں نہ کرتے۔ میرا خیال تھا کہ وہ میرے آقا کی مدد کے لئے چند آدمیوں کو کشتی پر بھیج دیں گے لیکن وہ میری بات سننے کے لئے بھی تیار نہ تھے۔ اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟"

زربخت اُسے جواب دینے کی بجائے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے کاؤس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کاؤس نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا "اب تم جاؤ۔ اگر مسلمان واقعی بہرہ شیر میں داخل ہو چکے ہیں تو اب وہاں لوٹ مار نہیں ہو گی۔"

زربخت اچانک اُٹھ کر بیٹھ گیا اور کرب انگیز لہجے میں چلایا "بیوقوف! تم اس بات پر مطمئن ہو کر لٹیروں کے بعد اب مسلمان بہرہ شیر میں داخل ہو چکے ہیں۔ میری آنکھوں سے دُور ہو جاؤ" اور پھر اچانک وہ سر پکڑ کر ایک طرف گر پڑا۔

پندرہ منٹ بعد اُسے ہوش آیا تو وہ نوجوان جا چکا تھا اور کاؤس اُسے پانی پلا رہا تھا۔ اُس نے قہر آلود نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا اور ہاتھ مار کر پانی کا کٹورا چند قدم دُور پھینکتے ہوئے چلانے لگا "میری تلوار لاؤ۔ میرا گھوڑا تیار کرو! میں وہاں جاؤں گا۔"

کاؤس نے آگے بڑھ کر اُس کے بازو پکڑ لئے "زربخت! حوصلے سے کام لو۔ تم زخمی ہو — تمہیں بخار ہے۔"

لیکن وہ اُس کے ہاتھ جھٹک کر دروازے کی طرف بڑھا اور دو تین قدم اُٹھاتے ہی منہ کے بل گر پڑا۔

کاؤس نے آرمان کے نوکر کی مدد سے اُسے اُٹھا کر بستر پر ڈال دیا۔

○

زربخت کچھ دیر بے حس و حرکت پڑا۔ پھر اُس کے ہونٹ ہلنے لگے اور اُس نے نیم بے ہوشی

کی حالت میں آہستہ آہستہ ماہ بانو اور یاسمین کو آوازیں دینے کے بعد آنکھیں کھول دیں۔ کاؤس نے ملتجی ہو کر کہا "زر بخت! خدا کے لئے دوا کھا لو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ ضد نہ کرو بیٹا!"

زر بخت کو الفاظ سے زیادہ بوڑھے کی نگاہوں نے متاثر کیا۔ اور اُس نے جواب دینے کی بجائے آنکھیں بند کر لیں۔ کاؤس کے اشارے سے دوسرا نوکر پانی کا پیالہ اُٹھا لایا۔ کاؤس نے جھکتے ہوئے ایک ہاتھ سے زر بخت کی گردن کو سہارا دیا اور دوسرے ہاتھ سے دوائی اُس کے منہ میں ڈال دی۔ پھر دوسرے نوکر نے پانی کا پیالہ اُس کے مُنہ کو لگا دیا۔

جب تھوڑی دیر بعد زر بخت نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو کاؤس نے پیار سے اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "بیٹا مجھ پر یقین رکھو، میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تمہاری پریشانیاں بہت جلد دُور ہو جائیں گی۔ اس وقت دریا کے پار جانے کی کوئی صورت نہیں لیکن ممکن ہے کہ کل تک کوئی صورت پیدا ہو جائے۔"

زر بخت نے قدرے پُر اُمید ہو کر کہا "تمہیں اِس بات کا یقین ہے کہ اگر مسلمان بہرہ شیر میں داخل ہو گئے تو اُنہیں کوئی خطرہ نہ ہو گا؟"

"مجھے یقین ہے۔ تم نے مُسلمانوں کو نہیں دیکھا۔ میں اُنہیں دیکھ چکا ہوں۔ اگر ماہ بانو میری اپنی بیٹی ہوتی تو بھی اِس وقت مَیں یہی دُعا مانگتا کہ کاش بہرہ شیر کے لٹیروں اور ڈاکوؤں کے حملے سے پہلے مُسلمان اُن کی اعانت کے لئے پہنچ جائیں۔"

زر بخت نے مضطرب ہو کر کہا "نہیں نہیں تم مجھے جھُوٹی تسلیاں دینے کی کوشش نہ کرو۔ تم نے کسی فاتح قوم کے لشکر کو ایک مفتوح قوم کی بستیوں اور شہروں میں داخل ہوتے نہیں دیکھا۔ میرے لئے دُعا کرو کہ میں ماہ بانو اور یاسمین کی بے بسی کی داستانیں سُننے کے لئے زندہ نہ رہوں۔"

کاؤس اُسے بتانا چاہتا تھا کہ میں اس لشکر کے ساتھ رہ چکا ہُوں جس نے فاتح اور مفتوح کے متعلق ماضی کے سارے تصوّرات بدل دئے ہیں لیکن زر بخت نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ اور وہ خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد زر بخت سو رہا تھا۔

ایک ساعت بعد دریا کی سمت گھوڑوں کی ٹاپ اور انسانوں کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ اور آدمان کا نوکر بھاگ کر باہر نکل گیا۔ چند منٹ بعد وہ ہانپتا ہوُا واپس آیا اور بولا "کاؤس! کاؤس! ہمارا لشکر دریا کے کنارے جمع ہو رہا ہے اور دشمن فوج دریا کے پار کھڑی ہے۔"

کاؤس نے اپنے ہونٹوں پر اُنگلی رکھتے ہوئے کہا "مجھے معلوم ہے تم آہستہ بات کرو۔"

نوکر نے دبی زبان میں کہا "لیکن اگر اُنہوں نے دریا عبُور کر لیا تو؟"

"تم اطمینان سے بیٹھے رہو۔ وہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔"

"نہیں، میں آدمان کو تلاش کروں گا۔"

"تم دیکھ چکے ہو کہ آدمان کا گھر خالی ہو چکا ہے۔ اگر وہ مدائن میں ہوتا تو یہاں ضرور آتا۔ اب شور نہ مچاؤ۔"

مکان سے باہر گھوڑوں کی ٹاپ سُنائی دی اور پھر کوئی زور زور سے باہر کا دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔ کاؤس اُٹھ کر باہر نکل آیا۔

"کون ہے؟" اُس نے پھاٹک کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

باہر سے جواب آیا "میں آدمان ہوُں، دروازہ کھولو۔"

کاؤس نے دروازہ کھول دیا۔ آدمان نے سوال کیا "اب ان کا کیا حال ہے؟"

"وہ آپ کے متعلق بہت بے چین تھے اور ابھی سوئے ہیں۔"

آدمان نے کہا "مسلمان دریا کے پار جمع ہو رہے ہیں۔ ہمیں ان سے کوئی فوری خطرہ نہیں۔ تاہم میں یہ چاہتا ہوں کہ اُن کی بہن اور دوسری لڑکی کو کسی محفوظ جگہ بھیج دیا جائے۔ اب دریا کے کنارے سارا علاقہ فوج کے لئے خالی کرنا پڑے گا۔"

کاؤس نے کہا "ماہ بانو اور یاسمین یہاں نہیں پہنچیں۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو؟" آدمان نے مضطرب ہو کر سوال کیا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا۔ وہ یہاں نہیں آئیں اور ہم اُن کے متعلق پوچھنے کے لئے آپ کا

انتظار کر رہے تھے۔ اُنہوں نے کئی بار آپ کے نوکر کو آپ کے گھر بھیجا تھا لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔"

"میرے گھر والے شہر میں اپنے رشتہ داروں کے پاس جا چکے ہیں اور مجھے یہاں آنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن میں نے ماہ بانو سے کہا تھا کہ وہ شام سے پہلے دریا عبور کر لیں۔ اب میں زرنجت کو ساری زندگی منہ نہیں دکھا سکوں گا۔ وہ مجھے کبھی معاف نہیں کریں گے۔ ان کا کوئی نوکر بھی یہاں نہیں پہنچا؟"

"نہیں۔"

"اب شاید وہ یہ بھی یقین نہ کریں کہ میں سب سے پہلے اُن کے گھر پہنچا تھا۔ کاش میں اُنہیں اپنے ساتھ لے آتا۔ اس وقت میں بہت مصروف ہوں۔ تھوڑی دیر تک دوبارہ یہاں آنے کی کوشش کروں گا۔ شاید زرنجت کو یہاں سے کسی اور جگہ پہنچانے کا انتظام کرنا پڑے۔"

آدمان نے گھوڑے کی باگ موڑلی۔ اُس کے نوکر نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا: "میرے متعلق کیا حکم ہے؟"

"تم اس مکان کے دروازے سے باہر کھڑے رہو۔ اور اگر کوئی سپاہی یا افسر اس طرف آئے تو اُسے یہ کہہ دو کہ یہ زرنجت کا گھر ہے اور سپہ سالار کا یہ حکم ہے کہ اُنہیں بے آرام نہ کیا جائے۔"

O

مجاہدین نے دجلہ کے کنارے صبح کی نماز ادا کی۔ اسلام کی نصرت کے لئے دعائیں مانگیں اور صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے اکثر ایسے تھے جنہوں نے پہلی بار ایسی عمارات کی جھلک دیکھی تھی جن کی ایک ایک اینٹ پر ساسانی فرمانرواؤں کی سطوت کی داستانیں نقش تھیں۔ کسریٰ کا سفید محل جس کے گنبد آسمان سے باتیں کر رہے تھے، اُنہیں انسانوں کی بجائے جنوں اور پریوں کا مسکن معلوم ہوتا تھا۔

یہ جمعہ کا مبارک دن تھا۔ سعد بن ابی وقاص اُنہیں یہ مژدہ سنا چکے تھے کہ آج جمعہ کی نماز کسریٰ کے ایوان میں پڑھی جائے گی اور مجاہدین اسلام کی صفوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جسے اس

دعوے کی صداقت پر یقین نہ تھا۔ وہ اٹل عزائم اور ناقابلِ شکست حوصلوں کے ساتھ قصرِ ابیض کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اُن کے آگے دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور دریا کے پار ایرانی تیراندازوں اور سواروں کی صفیں کھڑی تھیں۔ پُل رات کے وقت جلا دیا گیا تھا اور تمام کشتیاں دوسرے کنارے پہنچا دی گئی تھیں۔

بظاہر اس بات کا کوئی امکان نہ تھا کہ مسلمان نیا پُل تعمیر کیے یا کشتیاں فراہم کیے بغیر بپھرے ہوئے دریا کو عبور کر سکیں گے۔ لیکن وہ جنہیں اللہ کی نصرت پر بھروسہ تھا ظاہری اسباب سے بے نیاز تھے اور وہ جو دریا کی طغیانیوں کے بعد اپنے لاتعداد لشکر، اپنے قلعوں اور فصیلوں کو اپنی سلامتی کا ضامن خیال کرتے تھے، یہ محسوس کر رہے تھے کہ کاش ہمارے درمیان دریا کی بجائے ایک سمندر کی وسعتیں حائل ہوتیں۔ بہرشیر خالی کرنے کے بعد یزدگرد کے خوف و ہراس کا یہ عالم تھا کہ اُس نے راتوں رات اپنے اہل و عیال، کنیزانِ حرم اور قیمتی ساز و سامان شاہی خدام کے ساتھ حلوان کی طرف روانہ کر دیا تھا اور اُس کے اِس اقدام سے مدائن کے عوام کی طرح اُس کے محافظ بھی بددلی اور مایوسی کا شکار ہو چکے تھے۔ جب وہ دریا کی طرف دیکھتے تو اُنہیں یہ اطمینان محسوس ہوتا کہ مسلمان کئی دن یا کئی ہفتے مدائن پر حملہ نہیں کر سکیں گے لیکن جب اُن کی نگاہیں دریا کے پار جاتیں تو اُنہیں ایسا نظر آتا کہ وہ دریا کی سطح پر دوڑنے اور مدائن کی فصیلوں پر یلغار کرنے کے لیے صرف کسی اشارے کے منتظر ہیں۔

جب سورج کی ابتدائی کرنیں قصرِ ابیض کے گنبدوں پر پھیلنے لگیں تو سعد بن ابی وقاص نے غازیانِ اسلام کی صفوں میں چکر لگایا۔ اس کے بعد عاصم بن عمر تمیمی جنہوں نے مدائن کے راستے کی کٹھن منازل مثنیٰ بن حارثہ کی رفاقت میں طے کی تھیں، ساٹھ جانبازوں کے ساتھ آگے بڑھے اور اُنہوں نے اللہ اکبر کہہ کر دریا میں گھوڑے ڈال دیئے۔

قعقاع نے اس اولوالعزم مجاہد کی تقلید کی اور چھ سو سواروں کے ساتھ دریا میں کود پڑے۔ اور پھر وہ جو دوسرے کنارے کھڑے تھے دم بخود ہو کر اللہ کی نصرت کا ایک ناقابلِ یقین معجزہ دیکھ رہے تھے۔ جب پہلا دستہ منجدھار کے قریب پہنچا تو ساحل کی تمام صفیں دریا میں اُتر چکی تھیں۔ وہ رکاب سے رکاب ملائے آگے بڑھ رہے تھے اور ان کے ضبط و نظم کا یہ عالم تھا کہ یمین و یسار کی جو ترتیب جنگ

کے میدان میں [illegible]
صحراؤں اور [illegible] میں بھی قائم تھی۔ سنگلاخ چٹانوں، بے آب و گیاہ
[illegible] نے والے پانی کی سطح پر حرب و ضرب کی تاریخ کا
ایک نیا عنوان [illegible] ان پیکرانِ شجاعت کی طرف دیکھا اور تعظیم کے
لیے جھک گئیں [illegible] جیسے ایک خواب تھا۔ وہ سکتے کی حالت میں کھڑے
تھے۔ جب عاصم بن عمرو [illegible] قریب پہنچ گئے تو وہ چلانے لگے: "دیواں آمدند۔
دیواں آمدند۔" پھر سواروں [illegible] کی اور ان کی دیکھا دیکھی پورے لشکر میں افراتفری
پھیل گئی۔ پیادہ لشکر نے [illegible] چند شخص نے دریا میں اتر کر مزاحمت کی لیکن
وہ اس سیلاب کو نہ روک سکے۔ مجاہدین تیروں کے جواب میں تیر برساتے ہوئے آگے بڑھے
اور ایرانیوں کی رہی سہی فوج بھاگ نکلی۔

سعد بن ابی وقاص نے کشتیاں جمع کیں [illegible] پیدل فوج کو لانے کے لئے دریا کے دوسرے
[illegible] بھیج دیں۔ جمعہ کی نماز سے کچھ دیر پہلے تمام اسلامی لشکر دریا کے اس پار پہنچ گیا۔ پھر
انہوں نے باوضو ہو کر کسریٰ کے ایوان کا رُخ کیا۔

مدائن کی گلیاں اور بازار سنسان پڑے ہوئے تھے اور اہلِ مدائن بند دروازوں کے سوراخوں
اور دراڑوں سے ایک فاتح لشکر کا جلوس دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ماضی کی تاریخ سے فتح پانے
والوں کے جبر و ظلم اور شکست کھانے والوں کی مظلومیت کی داستانیں سُنی تھیں۔ اُن کے مرجھائے
ہوئے چہرے اور سہمی ہوئی نگاہیں ایک دوسرے سے یہ پوچھ رہی تھیں کہ اب کیا ہوگا؟ اور اس
سوال کا جواب ان جری انسانوں کے چہروں پر لکھا ہوا تھا جو فتح کو اللہ کا انعام سمجھتے تھے جن کی
نگاہیں فخر و غرور کے ساتھ آسمان کی طرف اُٹھنے کی بجائے انکساری سے زمین میں گڑی جا رہی تھیں۔
اور جن کی زبان پر اللہ اکبر کے سوا کوئی اور نعرہ نہ تھا۔ اہلِ فارس کے نزدیک تاریخ کا معجزہ یہی
نہیں تھا کہ مُسلمان پُل اور کشتیوں کے بغیر دریا عبور کر چکے تھے اور ان کا عظیم لشکر شکست کھا چکا
تھا بلکہ اس سے بڑا معجزہ یہ تھا کہ وہ صحرا نشین جنہیں وہ وحشی خیال کرتے تھے اپنے طرزِ عمل سے

ماضی کی ان روایات کو جھٹلا رہے تھے جو بالادستوں کو زیردستوں پر ہر ظلم اور ہر زیادتی کی اجازت دیتی تھیں۔ اُنہوں نے فتح کے لئے کسی لشکر کو اس قدر جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے اور عظیم فتح کے بعد کسی فوج کو اس قدر صبر و سکون سے کام لیتے نہیں دیکھا تھا۔

غازیان اسلام نے کسریٰ کے ایوان میں جمعہ کی نماز ادا کی اور اس کے بعد سعد بن ابی وقاص کے سامنے ان نوادرات اور خزانوں کے انبار لگائے جا رہے تھے جو سائرس اور دارا کے جانشینوں نے صدیوں میں جمع کئے تھے۔ یزدگرد فرار ہوتے وقت کافی خزانہ اپنے ساتھ لے جا چکا تھا۔ تاہم جو دولت مسلمانوں کے ہاتھ آئی تھی وہ حد و حساب سے باہر تھی۔ نوادرات میں ایران کے قدیم حکمرانوں کی تلواروں، خنجروں اور بیش قیمت ملبوسات کے علاوہ مشرق و مغرب کے اُن حکمرانوں کی یادگاریں تھیں جو اُن کے باجگزار رہ چکے تھے۔ بیش قیمت ہیروں، موتیوں، سونے اور چاندی کے برتنوں اور کمخواب کے پردوں کے علاوہ شاہی خزانے سے سونے اور چاندی کے انبار جمع کئے گئے۔ نادرات میں سب سے زیادہ عجیب ساٹھ گز کا وہ فرش تھا جو ایک باغ معلوم ہوتا تھا۔ اُس کی زمین سونے کی تھی، سبزہ زمرد کا تھا۔ درخت سونے اور چاندی کے تھے۔ پتے، شگوفے، پھول اور پھل حریر، جواہرات اور موتیوں سے بنائے گئے تھے اور نہریں پکھراج سے تیار کی گئی تھیں۔

قعقاع بن عمر چند دستوں کے ساتھ بھاگنے والے لشکر کا تعاقب کر کے جو سامان چھین لائے، اُس میں نوشیرواں کے تاج اور مرصع قباؤں اور کسریٰ پرویز، خاقان اور نعمان بن منذر کی تلواروں کے علاوہ سونے کا ایک گھوڑا اور چاندی کی ایک اُونٹنی تھی۔ گھوڑے کی زین چاندی کی تھی اور سینے پر یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے۔ زین کی طرح گھوڑے کا سوار بھی چاندی کا تھا اور اُس کے سر پر سنہری تاج ہیروں سے مرصع تھا۔ اُونٹنی پر سونے کا پالان تھا۔ مہاریں ہیرے اور موتی پروئے ہوئے تھے اور سونے کا سوار سر سے پاؤں تک جواہرات سے مزین تھا۔

یہ وہ دولت تھی جسے جمع کرنے کے لئے ایرانی حکمرانوں نے گزشتہ صدیوں میں مشرق و مغرب کے کئی ملک تاخت و تاراج کئے تھے۔ ان سونے اور چاندی کے ٹکڑوں اور ان چمکتے ہوئے ہیروں اور

موتیوں پر اَن گنت شہروں اور بستیوں کی تباہی اور بربادی کی داستانیں لکھی ہوئی تھیں لیکن ان صحرانشینوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے کوئی چیز چھپانے کی کوشش کی ہو۔ اُنہیں جو چیز ملی وہ بجنسہٖ لاکر امیرِ لشکر کے سامنے رکھ دی۔

حضرت سعدؓ نے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال کے لئے علیحدہ کیا اور باقی دولت مجاہدین میں تقسیم کر دی ۔

زرنجت گہری نیند سے بیدار ہوا تو کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور باہر دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ اچانک اُسے ایسا محسوس ہوا کہ ہزاروں نشتر اُس کے سینے میں اُتر گئے ہیں اور وہ کاؤس کو آوازیں دینے لگا۔

کاؤس کی بجائے آدمان کا نوکر کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے کہا۔ "جناب کاؤس یہاں نہیں ہے۔"

"وہ کہاں ہے؟" زرنجت نے بے چین ہو کر سوال کیا۔

"جناب وہ کہتا تھا کہ میں آپ کی بہن کا پتہ کرنے جا رہا ہوں۔"

"وہ کب گیا تھا؟"

"جناب کافی دیر ہو گئی ہے۔ صبح جب عربوں نے دریا عبور کر لیا تھا تو میں باہر پہرہ دینے کی بجائے اندر آگیا تھا۔ میں نے ...."

"مسلمانوں نے دریا عبور کر لیا ہے؟" زرنجت تڑپ کر اُٹھ بیٹھا۔

"جی ہاں۔ ہماری فوج بھاگ گئی تھی۔ میں آپ کو جگانا چاہتا تھا لیکن کاؤس نے منع کر دیا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ دشمن یہاں آچکا ہے؟"

"جی ہاں، آپ بہت دیر سوئے ہیں۔ کاؤس دریا کے کنارے لڑائی ختم ہوتے ہی باہر نکل گیا

تھا اور اُس نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں آپ کو جگانے کی کوشش نہ کروں۔ رات جب آپ سو گئے تھے تو کاؤس بھی یہاں آئے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ دشمن کی فوج دریا کے پار جمع ہو رہی ہے اور یہ علاقہ محفوظ نہیں۔ ان کا خیال تھا کہ وہ تھوڑی دیر بعد واپس آکر آپ کے لئے کوئی انتظام کریں گے لیکن وہ نہ آئے اور کاؤس مجھے بار بار یہ کہتا تھا کہ آپ کو یہاں کوئی خطرہ نہیں۔ وہ مسلمانوں کے متعلق بہت مطمئن تھا۔ آپ کو یقین ہے کہ وہ آپ کا خیر خواہ ہے ؟"

زربخت نے جواب دیا "کاؤس میرا دشمن نہیں ہو سکتا۔ دشمن کے متعلق اُسے بہت سی غلط فہمیاں ہیں۔"

نوکر نے کہا "مجھے ڈر ہے کہ وہ دشمن سے انعام کے لالچ میں ۔۔۔۔"

زربخت نے بات کاٹتے ہوئے کہا "نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔"

نوکر نے کہا "ہمارے مکان سے باہر دشمن کے دو سپاہی پہرہ دے رہے ہیں۔ وہ کاؤس کے جانے سے تھوڑی دیر بعد یہاں پہنچ گئے تھے اور ابھی تک وہاں کھڑے ہیں۔ شاید انہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ آپ یہاں موجود ہیں۔"

"وہ اندر نہیں آسکے ؟"

"نہیں باہر کا پھاٹک بند ہے اور اُنہوں نے کھلوانے کی کوشش نہیں کی۔ شاید اُنہیں یہ ڈر ہو کہ اندر بہت سے آدمی ہوں گے اور وہ اپنے ساتھیوں کا انتظار کر رہے ہوں۔"

"تم نے اُنہیں اچھی طرح دیکھا ہے ؟"

"ہاں وہ پھاٹک کے دراڑ سے صاف نظر آتے ہیں۔"

"تم اُن کا حلیہ بیان کر سکتے ہو ؟"

"ہاں اُن میں سے ایک کا قد میرے برابر ہے اور ایک ذرا چھوٹا ہے۔ ایک کا رنگ سانولا اور دوسرا قدرے سیاہی مائل ہے۔ دونوں کی عمر مجھ سے زیادہ ہو گی۔"

"تمہیں آس پاس دشمن کی فوج نظر آتی ہے ؟"

"نہیں اب سڑک پر کوئی نظر نہیں آتا۔ میرا خیال ہے کہ اُنہوں نے شہر پر قبضہ کر لیا ہے اور

ہماری فوج نے یہاں سے بھاگنے کے بعد کسی جگہ اُن کا مقابلہ نہیں کیا۔ اب وہ شہر کی ناکہ بندی کر رہے ہوں گے تاکہ کسی کو بھاگنے کا موقع نہ ملے۔ ہو سکتا ہے کہ اُنہوں نے کاؤس کو یہاں سے نکلتے ہی گرفتار کر لیا ہو اور اُس نے اپنی جان کے خوف سے آپ کے متعلق بتا دیا ہو۔"

زرنجت کچھ دیر کرب کی حالت میں نوکر کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے پانی مانگا اور چند گھونٹ پینے کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ نوکر کی طرف متوجہ ہوا۔ "اگر میرا گھوڑا یہاں ہوتا تو میں اپنے زخموں کی پروا کئے بغیر یہاں سے بھاگنے کی کوشش کرتا۔ لیکن تم یہاں ٹھہرنے پر مجبور نہیں تھے۔ جب ہماری فوج بھاگ رہی تھی تو تم نے یہاں سے نکلنے کی کوشش کیوں نہ کی؟"

"میں آدمان کا نوکر ہوں اور اُن کا حکم یہی تھا کہ میں آپ کے پاس رہوں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو بھی میرے لئے مدائن سے باہر کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ مجھے اپنا ڈر نہیں۔ وہ مجھے قتل کر کے کیا حاصل کریں گے۔ لیکن آپ کے متعلق میں بہت فکر مند ہوں۔"

زرنجت نے پوچھا۔ "آدمان نے یہ بتایا تھا کہ میری بہن مدائن کیوں نہیں پہنچی؟"

"جناب وہ اس بات سے بہت پریشان تھے کہ وہ کیوں نہیں پہنچیں۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے اُنہیں تاکید کی تھی کہ وہ شام سے پہلے دریا عبور کر لیں۔ اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ کاؤس نے کہا تھا کہ اگر آپ کو تکلیف محسوس ہو تو میں ایک اور گولی کھلا دوں۔"

"نہیں مجھے اب دوا کی ضرورت نہیں۔"

کسی نے باہر کے پھاٹک پر دستک دی اور نوکر نے چونک کر کہا۔ "جناب وہ دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں۔"

زرنجت کا دل دھڑکنے لگا۔

نوکر نے مضطرب ہو کر کہا۔ "جناب ہم اُنہیں اندر آنے سے روک نہیں سکتے۔ وہ آسانی سے دیوار پھاند سکتے ہیں۔"

زرنجت نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ "جاؤ دروازہ کھول دو۔"

ذکر جھجکتا ہُوا دروازے کی طرف بڑھا۔ رُکا اور مُڑ کر زر بخت کی طرف دیکھنے لگا۔

زر بخت نے کرب انگیز لہجے میں کہا "جاؤ! تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ میں ایک سپاہی کی طرح جان دے سکتا ہوں"۔

ذکر باہر نکل گیا اور زر بخت کے دل و دماغ پر خوف اور بے بسی کی تاریکیاں مسلّط ہو گئیں وہ کچھ دیر دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر جب باہر قدموں کی چاپ سُنائی دینے لگی تو اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"زر بخت!" کسی نے اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

زر بخت نے آنکھیں کھولیں اور حسان کے ساتھ ایک اجنبی کو دیکھ کر اپنا چہرہ آستین میں چھپا لیا۔

حسان نے کہا "زر بخت! میں حسان ہوں اور یہ طبیب تمہارے علاج کے لئے آئے ہیں"۔

زر بخت نے کوئی جواب نہ دیا۔ حسان چند ثانیے اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہا "آپ انہیں اچھی طرح دیکھیں۔ میں شاید چند دن اُن کی خبر نہ لے سکوں لیکن جب تک آپ کو ان کے متعلق اطمینان نہ ہو جائے آپ صبح و شام انہیں دیکھتے رہیں"۔

حسان دروازے کی طرف مڑا اور زر بخت مضطرب سا ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ یکایک ماہ بانو اور یاسمین کے متعلق پُوچھنے کی خواہش اُس کی نفرت پر غالب آ چکی تھی لیکن حسان لمبے لمبے قدم اُٹھاتا ہُوا کمرے سے باہر نکل گیا اور زر بخت کی آواز حلق میں گھُٹ کر رہ گئی۔ پھر وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا "یہ اچھا ہُوا کہ میں اُن کے متعلق نہیں پُوچھ سکا۔ ابھی شاید اُسے ماہ بانو کے متعلق کچھ معلوم نہیں اگر اُسے میں یہ بتا دیتا کہ وہ بہرہ شیر میں ہے تو وہ سیدھا اُس کے پاس جاتا۔ اگر لوگوں کے گھر دشمن کی مار دھاڑ سے محفوظ رہے تو ممکن ہے کہ ماہ بانو کو یاسمین کے ساتھ اصفہان کی طرف بھاگنے کا موقع مل جائے۔ حسان یقیناً ماہ بانو کا پتہ کرنے آیا ہوگا اور اُس کے فوراً واپس چلے جانے کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ یہاں نہیں تھی۔ لیکن وہ طبیب کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا اُسے کیسے معلوم ہُوا کہ

مجھے طبیب کی ضرورت ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ کاؤس نے بہرہ شیر جانے سے پہلے اُسے تلاش کرکے سب کچھ بتا دیا ہو؟"

طبیب نے اُس کی پٹیاں کھول کر زخم دیکھے۔ دوا لگائی اور نئی پٹیاں باندھ دیں لیکن حسان نے ایک ذہنی کش مکش کے باعث اُس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ پھر جب طبیب، دوا پلانے کے متعلق نوکر کو ہدایات دینے کے بعد اُٹھا تو اُس نے مضطرب ہو کر سوال کیا۔ "حسان کو کیسے معلوم ہوا کہ میں زخمی ہوں؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ وہ مجھے یہ کہہ کر یہاں لائے تھے کہ میرا ایک دوست زخمی ہے؟"

"تمہیں معلوم ہے کہ میں ایک ایرانی ہوں؟"

"ہاں اُنہوں نے مجھے راستے میں بتایا تھا کہ میں ایران کی فوج کے ایک بڑے عہدیدار کے علاج کے لئے جا رہا ہوں"

"اور اس کے باوجود آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں زندہ رہوں؟"

طبیب نے جواب دیا۔ "میں صبح سے قریباً بیس ایرانیوں کی مرہم پٹی کر چکا ہوں۔ ان سب کے متعلق میری خواہش یہی ہے کہ وہ زندہ رہیں"۔

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ آپ کے خلاف ایران کی جنگ ختم ہو چکی ہے اور ہم ہمیشہ کے لئے ہتھیار ڈال چکے ہیں؟"

طبیب نے اطمینان سے جواب دیا۔ "ہماری جنگ ایران کے خلاف نہ تھی بلکہ اُس کے حکمران کے خلاف تھی جو انسانوں پر خدائی کا دعویدار تھا۔ ہم اہلِ مدائن کے دشمن نہیں بلکہ ان کے لئے امن اور سلامتی کا پیغام لائے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ جو لوگ ایران میں انسانیت کا بول بالا چاہتے ہیں وہ ہماری فتح کو اپنی فتح سمجھیں گے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے دین کے جو سپاہی آج کسریٰ کے محل میں داخل ہوئے ہیں اُن میں سے ہزاروں ایسے ہیں جو چند برس قبل اس دین کو عرب کے لئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتے تھے۔ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ جو پرچم آج ہم نے دجلہ کے کنارے نصب کیا ہے تم کل اُسے اپنی عظمت کا نشان سمجھ کر جیحوں کے کنارے سے آگے نہیں لے جاؤ گے۔ اور جس طرح آج ہم بدر اور

حنین کے میدانوں میں کفار کی شکستوں کو اہلِ عرب کی عظیم ترین فتوحات خیال کرتے ہیں۔ اسی طرح کل تم قادسیہ اور مدائن میں کسریٰ کی شکستوں کو اپنی فتح نہیں سمجھو گے؟ اگر تم اپنے ساتھ انسانیت کی سلامتی چاہتے ہو اور اُن بدنصیب لوگوں میں سے نہیں ہو جو صبح کی روشنی میں آنکھیں بند کر لیتے ہیں تو میں تمہارے دوسرے زخم کا علاج بھی کر سکوں گا۔ جب تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو ہم اطمینان سے باتیں کریں گے۔ اب میں اجازت چاہتا ہوں۔"

طبیب نے اپنا تھیلا اُٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

نوکر نے کہا: "جناب میں باہر کا دروازہ بند کر دوں؟"

"نہیں"

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ تم تھکے ہوئے ہو، جاؤ آرام کرو!"

نوکر باہر نکل گیا اور زربخت بے چینی کی حالت میں دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے صحن میں کسی کے پاؤں کی چاپ سنائی دی اور پھر اچانک مایوسیوں کی تاریکیوں نے اپنا دامن سمیٹ لیا۔

ماہ بانو اور یاسمین اُس کے سامنے کھڑی تھیں۔ اُن کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ لیکن اُن کے چہروں پر خوف نہ تھا۔ زربخت نے اُٹھ کر دیوار سے ٹیک لگاتے ہوئے ہاتھ پھیلا دیے اور ماہ بانو نے آگے بڑھ کر اپنا سر اُس کے کشادہ سینے سے لگا دیا۔

"بھائی جان! بھائی جان!" وہ ایک بچے کی طرح سسکیاں لے رہی تھی۔

زربخت نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یاسمین کی طرف دیکھا۔ وہ جھجکتی ہوئی آگے بڑھی اور بستر کے قریب کھڑی ہو گئی۔

"آپ کیسے ہیں؟" اُس نے مغموم لہجے میں سوال کیا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" زربخت نے ڈوبتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ اور پھر اچانک اُس کی نگاہیں دروازے کے سامنے ایک آہنی پوش پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ ماہ بانو نے سر اُٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا اور زربخت سے مخاطب ہو کر کہا: "بھائی جان! آپ نے اسے نہیں پہچانا؟ یہ سہیل ہے۔"

زر بخت نے گھٹی ہوئی آواز میں جواب دیا: "میں اُسے کیونکر بھول سکتا ہوں؟"

سہیل آگے بڑھا۔ وہ کچھ دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور پھر زر بخت نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ سہیل نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا: "آپ کی طبیعت کیسی ہے بھائی جان؟"

زر بخت نے اپنے ہونٹوں پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے یقین نہیں آتا کہ میں زندہ ہوں۔ طبیب یہاں نہیں آیا؟"

"وہ مجھے ابھی دیکھ کر گیا ہے اور میں تمہارے بھائی کا بھی شکر گزار ہوں۔"

یاسمین نے پوچھا: "اُن کا بھائی آپ کو دیکھ گیا ہے؟"

"ہاں وہ طبیب کے ساتھ آیا تھا۔"

وہ کچھ دیر خاموشی سے زر بخت کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر کاؤس اور دوسرے نوکر نے بستر کے قریب کرسیاں رکھ دیں اور وہ بیٹھ گئے۔

ماہ بانو نے کہا: "بھائی جان! ہم نے شام سے پہلے دریا عبور کرنے کی کوشش کی تھی لیکن مکان سے نکلتے ہی ہم پر لٹیروں نے حملہ کر دیا۔ ہم نے بڑی مشکل سے گھر میں پناہ لی۔ آدھی رات کے قریب وہ دیوار پھلانگ کر اندر آ گئے۔ انہوں نے ڈیوڑھی پر ایک پہریدار کو قتل کر دیا۔ اس سے پہلے ہمارے دو نوکر زخمی ہو چکے تھے اور ہمیں یہ اُمید نہ تھی کہ ہم صبح کی روشنی دیکھ سکیں گی۔ پھر خدا نے فرشتوں کا ایک گروہ ہماری مدد کے لئے بھیج دیا۔"

"اور سہیل اور اُس کا بھائی اُس گروہ کے ساتھ شامل تھے۔" زر بخت نے شکست خوردہ ہو کر کہا۔

ماہ بانو نے جواب دیا: "بھائی جان! آپ کو معلوم نہیں کہ اگر وہ نہ آتے تو ہم پر کیا گزرتی۔"

زر بخت نے نڈھال سا ہو کر آنکھیں بند کر لیں اور وہ اُس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ نہ لگا سکے۔

سہیل نے اُٹھ کر کہا: "بھائی جان! میں جا رہا ہوں، آپ آرام کیجیے۔"

زر بخت نے جواب دینے کی بجائے اپنے ہونٹ بھینچ لئے اور سہیل کمرے سے باہر نکل گیا۔

باب ۳۴

ایک ہفتہ بعد زرنجت کی حالت قدرے بہتر ہو چکی تھی اور طبیب ماہ بانو کو یہ تسلی دے رہا تھا کہ آپ کا بھائی بہت جلد چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گا۔ سہیل ہر روز اُس کی تیمارداری کے لئے آیا کرتا تھا لیکن حسان کے ساتھ اُس کی دوبارہ مُلاقات نہ ہو سکی۔ پہلی مُلاقات کے بعد اُس کا تاثر یہ تھا کہ وہ حسان کے رحم و کرم پر ہے۔ وہ اُسے زخمی دیکھ کر واپس چلا گیا تھا لیکن جب تندرست ہو جائے تو وہ ایک فاتح کی شان سے واپس آئے گا اور کہے گا۔ "دیکھو زرنجت! تم ایک عام جنگی قیدی کی نسبت بہتر سلوک کے مستحق نہ تھے لیکن اس کے باوجود میں نے تمہاری جان اور تمہاری بہن کی عزت بچانے کی کوشش کی ہے۔ اب تمہارے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ تم میرے پاؤں پر گر پڑو۔ تمہیں زندہ رہنے کے لئے کسی سہارے کی ضرورت ہے اور میں تمہیں سہارا دے سکتا ہوں۔"

ماہ بانو اور یاسمین کی زبانی بہرہ شیر کے مکان پر حملے کی تفصیلات سُننے کے بعد بھی اُسے یہ اطمینان نہ تھا کہ حسان اور اُس کے درمیان فاتح اور مفتوح کے تعلق کے سوا کوئی رشتہ قائم ہو سکتا ہے۔ اُس نے ایک ایسی دُنیا میں آنکھ کھولی تھی جس میں غلبہ حاصل کرنے والے ہمیشہ ظالم اور مغلوب ہونے والے سدا مظلوم رہتے تھے۔ تاہم کبھی کبھی اُس کے دل میں یہ اُمید پیدا ہوتی کہ شاید حسان اُس کی توقعات سے بہتر ثابت ہو اور وہ دوسری مُلاقات کا انتظار کرتا۔ لیکن حسان نہ آیا اور زرنجت کی یہ حالت تھی کہ اُسے جس قدر حسان کا انتظار تھا اُسی قدر اُسے ماہ بانو، یاسمین، کاؤس یا سہیل کے سامنے اُس کا ذکر چھیڑتے ہوئے اُلجھن محسوس ہوتی تھی اور یہ لوگ بھی اُس کے سامنے حسان کا ذکر کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔ اس لئے سہیل

سے بھی کھل کر کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ آتا اور کھڑے کھڑے اُس کا حال پوچھ کر واپس چلا جاتا۔

مدائن اور بہرہ شیر کے تازہ حالات اُسے عمر رسیدہ طبیب کی زبانی معلوم ہو رہے تھے لیکن حسان کے متعلق وہ بھی اس سے زیادہ نہ بتا سکا کہ وہ تمہارے متعلق بہت فکرمند ہے اور جب کبھی ہماری ملاقات ہوتی ہے تو اُس کا پہلا سوال تمہاری صحت کے متعلق ہوتا ہے۔

ماہ بانو کے طرزِ عمل سے اُسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اُس کے نزدیک اُس کی صحت کا مسئلہ اپنے حال اور مستقبل سے کہیں زیادہ اہم ہے لیکن یاسمین کا طرزِ عمل اُس کے لئے ناقابلِ فہم تھا۔ ابتدائی دو دن جب اُس کی حالت قدرے تشویشناک تھی تو وہ بھی ماہ بانو کی طرح دن رات اُس کی تیمارداری میں مصروف رہتی تھی اور وہ اُس کی آنکھوں میں نیند اور تھکاوٹ کے اثرات دیکھ سکتا تھا۔ لیکن جب اُس کی حالت بہتر ہونے لگی تو وہ اس کے سامنے آنے یا اُس کے ساتھ بات کرنے سے اجتناب کرتی تھی۔ کبھی کبھی زربخت کا دل شکایات سے لبریز ہوتا۔ لیکن پیاسی رُوح کی چیخیں شکست اور بے بسی کے احساس میں دب کر رہ جاتیں۔

ایک دوپہر زربخت سو رہا تھا اور ماہ بانو اُس کے بستر کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ زربخت نے کروٹ بدل کر آنکھیں کھول دیں۔ کچھ دیر خاموشی سے ماہ بانو کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اُٹھ کر بیٹھ گیا اور بولا۔" میں حیران ہوں کہ حسان دوبارہ کیوں نہیں آیا۔ کل میرا ارادہ تھا کہ سہیل سے اُس کے متعلق پوچھوں گا۔ لیکن کل وہ بھی نہیں آیا۔

ماہ بانو نے اپنے بھائی کی طرف دیکھا۔ پھر گردن جھکاتے ہوئے بولی۔" سہیل ابھی آیا تھا اور کھڑے کھڑے آپ کے متعلق پوچھ کر چلا گیا تھا۔ میں آپ کو جگانا چاہتی تھی لیکن اُس نے منع کر دیا تھا۔ اُسے واپس جانے کی جلدی تھی۔ سہیل کہتا تھا کہ میرا بھائی کہیں جا رہا ہے اور شاید میں بھی اُس کے ساتھ جاؤں اُس کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کافی عرصہ مدائن سے غیر حاضر رہیں گے۔"

زربخت نے کچھ سوچ کر کہا۔" ماہ بانو! مجھے ان حالات میں اُس کے متعلق پوچھتے ہوئے اُلجھن محسوس ہوتی تھی لیکن اگر وہ کہیں جا رہا ہے تو ہمارے لئے کم از کم یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ ہمارا مستقبل کیا ہے۔"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "سہیل کہتا تھا کہ اُن کی غیر حاضری میں آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی اور جب تک آپ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہو جاتے، طبیب بلا ناغہ یہاں آتا رہے گا۔"

زرنجت نے مضطرب ہو کر کہا۔ "ماہ بانو! مجھے اپنے مستقبل کے متعلق کوئی پریشانی نہیں میں ایک سپاہی ہوں اور شکست کے نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ میں اپنے دشمنوں سے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ میں غلامی کی زنجیروں کا بوجھ اُٹھا سکتا ہوں اور قید و بند کی صعوبتیں بھی میرے لئے نئی نہیں ہوں گی۔ مجھے صرف تمہارے اور یاسمین کے متعلق سوچتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے۔ میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ حسان دوبارہ یہاں کیوں نہیں آیا۔ اگر اُسے یہ اطمینان ہوتا کہ مسلمانوں کے لشکر میں ہمارے متعلق اُس کی کوئی بات مانی جائے گی تو وہ ضرور آتا۔"

ماہ بانو نے ایک مغموم مسکراہٹ کے ساتھ زرنجت کی طرف دیکھا اور کہا۔ "بھائی جان! آپ اُسے بُلاتے تو وہ اب تک کئی بار آپ کے پاس آ چکا ہوتا۔"

"وہ ایک فاتح تھا اور اُسے یہ معلوم تھا کہ میں اس کے لئے اپنے گھر کا دروازہ بند نہیں کر سکتا۔"

"اسے یہ بھی معلوم تھا کہ آپ قباد کے بیٹے ہیں۔ اگر آپ زخمی نہ ہوتے تو وہ اس دن بھی یہاں نہ آتا۔ اُسے معلوم تھا کہ موجودہ حالات میں آپ اُس کے ساتھ بات کرنا پسند نہیں کریں گے۔"

زرنجت نے پوچھا۔ "تمہیں یقین ہے کہ وہ ہمیں پناہ دے سکتا ہے؟"

"بھائی جان! وہ ہماری حفاظت کی ذمہ داری لے چکا ہے۔"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے اُسے میرے متعلق کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا ہو؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ مُسلمانوں کے لشکر کے چند نامور سالاروں میں سے ایک ہے۔ لیکن اگر وہ ایک ادنیٰ سپاہی ہوتے ہوئے بھی ہماری حفاظت کا ذمہ لے لیتا تو بھی میں اس بات کا خدشہ محسوس نہ کرتی کہ ان کا سپہ سالار اُس کا فیصلہ رد کر دے گا۔ اگر آپ اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ان کی قید میں ہیں تو میرے پاس اس وہم کا کوئی علاج نہیں۔ ہماری بدقسمتی اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ آپ ابھی تک حسان کو نہیں سمجھ سکے۔"

"اگر اُس نے ہماری حفاظت کا ذمّہ لیا ہے اور تمہیں اس پر اس قدر اعتماد ہے تو میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ اس کی شرائط کیا ہیں؟"

ماہ بانو کا چہرہ تمتما اُٹھا اور وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

زربخت نے کہا" ٹھہرو ماہ بانو! میں نے ابھی اپنی بات ختم نہیں کی۔ بیٹھ جاؤ! میرا مقصد تمہاری دل آزاری نہ تھا"

ماہ بانو بیٹھ گئی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ زربخت کچھ دیر سر جھکائے سوچتا رہا۔ پھر اُس نے کاؤس کو آواز دی۔ کاؤس کمرے میں داخل ہوا۔

زربخت نے کہا" کاؤس! یاسمین کو بلاؤ۔ میں ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں"

کاؤس جلدی سے باہر نکل گیا۔ ماہ بانو نے جھجکتے ہوئے سوال کیا" آپ اُسے کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا"

یاسمین کمرے میں داخل ہوئی اور ایک کرسی گھسیٹ کر ماہ بانو کے پیچھے بیٹھ گئی۔

کاؤس واپس جانے لگا لیکن زربخت نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا" کاؤس ٹھہرو!"

وہ رُک گیا اور زربخت نے یاسمین سے مخاطب ہو کر کہا" یاسمین! تم بہرہ شیر سے اپنے گھوڑے یہاں منگوا لو۔ پھر یہاں سے موقع ملتے ہی اصفہان پہنچنے کی کوشش کرو۔ کاؤس اور ماہ بانو تمہارے ساتھ جائیں گے۔ اگر مسلمانوں نے تمہارا راستہ روکنے کی کوشش کی تو کم از کم میری بہن کی خوش فہمیاں دُور ہو جائیں گی۔ میرے متعلق تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں چند دن تک ٹھیک ہو جاؤں گا۔ اگر میں اصفہان نہ پہنچ سکا تو بھی مجھے یہ اطمینان ضرور ہو گا کہ تم دشمن کی دسترس سے دُور ہو"

یاسمین نے اُس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا" مجھے یقین ہے کہ اگر میں اصفہان جانا چاہوں تو مسلمان میرا راستہ نہیں روکیں گے لیکن میں اصفہان کی بجائے بہرہ شیر میں اپنے گھر کو زیادہ محفوظ سمجھتی ہوں اور کل صبح ہوتے ہی وہاں چلی جاؤں گی"

زر بخت کچھ دیر سکتے کی حالت میں اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا "مجھے معلوم نہ تھا کہ فریبرز کی نواسی بھی ایران کے مستقبل سے مایوس ہو جائے گی۔"

"میں ایران کے مستقبل کے متعلق مایوس نہیں ہوں۔ مجھے صرف اُن لوگوں کی حالت پر افسوس آتا ہے جو صبح کی روشنی میں آنکھیں کھولنا پسند نہیں کرتے۔ اگر آپ سمٹتی ہوئی تاریکیوں کے ساتھ بھاگنا چاہتے ہیں تو میں آپ کا راستہ نہیں روک سکتی۔ میں اُس وقت کا انتظار کروں گی جب تاریک راستوں کی ٹھوکریں آپ کو آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیں۔"

یاسمین یہ کہہ کر اُٹھی اور بھاگتی ہوئی برابر کے کمرے میں چلی گئی۔

زر بخت نے شکست خوردہ ہو کر کاؤس کی طرف دیکھا اور کہا "کاؤس! خدا کے لئے انہیں سمجھاؤ۔ اب میں اپنے لئے کچھ نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ یہ کسی محفوظ جگہ پہنچ جائیں۔"

کاؤس نے اطمینان سے جواب دیا "اگر آپ کو صرف ان کے متعلق پریشانی ہے تو میں آپ سے یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ اُنہیں مدائن میں کوئی خطرہ نہیں۔"

زر بخت نے تلملا کر کہا "تم۔۔۔ تم ماہ بانو اور یاسمین کی حفاظت کا ذمہ لے رہے ہو؟"

کاؤس نے جواب دیا "نہیں اب ان کی حفاظت مسلمانوں کے سپہ سالار کی ذمہ داری ہے۔"

زر بخت زہر کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اُس کا سارا وجود لرز رہا تھا۔ پھر اُس نے سنبھلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "مجھے معلوم نہ تھا کہ تم انہیں بہکانے کے لئے یہاں آئے تھے۔"

"نہیں زر بخت! میں تمہیں ہلاکت کے راستے سے بچانے کے لئے یہاں لے آیا تھا اور مجھے اس شخص نے یہاں بھیجا تھا جو اس دُنیا میں تمہارا بہترین دوست ہے۔"

"زر بخت نے کہا "تم مسلمان ہو چکے ہو؟"

"ہاں مجھے اس بات پر فخر ہے کہ مجھے غرور، نفرت یا خوف نے سلامتی کا راستہ اختیار کرنے سے نہیں روکا۔"

ماہ بانو نے اُٹھ کر زر بخت کی طرف دیکھا اور کہا "اگر حق اور صداقت کا اعتراف کوئی جرم

ہے تو میں بھی اپنے آپ کو سزا کے لئے پیش کرتی ہوں۔"

"تم ..... " زربخت نڈھال سا ہو کر بستر پر لیٹ گیا۔

ماہ بانو دروازے کی طرف بڑھی لیکن پھر کچھ سوچ کر رُک گئی اور مڑ کر زربخت کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے چھت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے کاؤس کی طرف دیکھا اور اس کا اشارہ پا کر دوبارہ بستر کے قریب آگئی۔

"بھائی جان!" اُس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا اور اپنا لرزتا ہُوا ہاتھ اُس کی پیشانی پر رکھ دیا۔ زربخت نے جواب دینے کی بجائے آنکھیں بند کر لیں۔

"بھائی جان! بھائی جان!" ماہ بانو کی آواز بھرّا گئی۔

زربخت نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُس کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ "میری بہن!" اُس نے کہا۔ "اب میں مٹتی ہوئی تاریکیوں کے ساتھ بھاگنے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

پھر وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا اور کاؤس کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "کاؤس اگر میں اپنی شکست کا اعتراف کر لوں اور حسان کی نگاہوں سے اپنے مستقبل کا راستہ دیکھ سکوں تو کیا یہ ممکن ہے کہ ہمارے درمیان نفرت کی دیواریں ٹوٹ جائیں گی؟"

کاؤس نے جواب دیا۔ "حسان آپ سے نفرت نہیں کرتا اور اگر آپ اپنے دل میں سلامتی کا راستہ قبول کرنے کا حوصلہ پیدا کر سکیں تو اس کے لئے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اُس نے جہانداد اور ماہ بانو کے بھائی کو ہلاکت سے بچا لیا ہے۔"

"نہیں نہیں" زربخت نے بددل سا ہو کر کہا۔ "تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم اُس کے سامنے میرا ذکر نہیں کرو گے۔ تم اُسے یہ نہیں بتاؤ گے کہ میں صرف مایوسی اور بے بسی کی حالت میں اپنا راستہ تبدیل کر رہا ہوں۔ جب میں تندرست ہو جاؤں گا اور مدائن کے چوراہوں پر کھڑا ہو کر یہ اعلان کر سکوں گا کہ میں نے سلامتی کا راستہ دیکھ لیا ہے تو مجھے اس کا سامنا کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہو گی۔ لیکن ابھی نہیں۔"

کاؤس نے مضطرب ہو کر کہا: "قباد کے بیٹے! تمہارا معاملہ حسان کے ساتھ نہیں بلکہ اس کے خالق کے ساتھ ہے جس کی بارگاہ میں بے بسی اور ندامت کے آنسو رائیگاں نہیں جاتے جو اپنے بندوں کی عاجزی اور انکساری کو نوازتا ہے۔ حسان کو ہمیشہ اس بات کا یقین تھا کہ مستقبل کی سعادتیں تمہاری راہ دیکھ رہی ہیں اور وہ اس بات پر فخر کرے گا کہ جہانداد کا بھائی حق کے راستے میں اُس سے پیچھے نہیں رہا۔"

کاؤس اور وزر بخت کی گفتگو کے دوران ماہ بانو کے چہرے پر کئی رنگ آ چکے تھے۔ وہ بار بار اپنے بھائی کی طرف دیکھتی اور اُسے ایسا محسوس ہوتا کہ اس گفتگو کے ہر جملے اور ہر لفظ کے ساتھ اُس کی آنکھوں کی روشنی اور چہرے کے سکون میں اضافہ ہو رہا ہے اور پھر ایک ساعت بعد جب کاؤس اُسے کلمہ توحید پڑھا رہا تھا تو ماہ بانو کی آنکھیں تشکر کے آنسوؤں سے لبریز ہو رہی تھیں۔ وہ اچانک اُٹھی، بھاگتی ہوئی دوسرے کمرے میں داخل ہوئی۔

"یاسمین! یاسمین!" اُس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "میرے بھائی نے اللہ کا دین قبول کر لیا ہے۔" اور یاسمین بے اختیار اُس سے لپٹ گئی۔

○

اگلی صبح ماہ بانو اور یاسمین نماز سے فارغ ہوئیں تو انہیں مکان سے باہر گھوڑوں کی ٹاپ سُنائی دی۔

تھوڑی دیر بعد سہیل دروازے کے سامنے نمودار ہوا اور اُس نے دبی زبان میں کہا—

"بھائی جان آتے ہیں۔"

ماہ بانو کا چہرہ مسرتوں سے لبریز ہو گیا اور اُس نے کہا: "انہیں اندر لے آؤ۔ میں اپنے بھائی کو جگاتی ہوں۔"

سہیل نے جواب دیا: "نہیں انہیں بے آرام نہ کریں۔ بھائی جان کے ساتھی باہر کھڑے ہیں۔ وہ جانے سے پہلے کاؤس سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ یہاں نہیں ہے۔"

اب آپ اُن کی بات سُن لیں "۔

ماہ بانو نے کہا " کاؤس قرآن کا درس سُننے گیا ہے ۔ ابھی واپس آجائے گا تم انہیں لے آؤ!"

سہیل نے کہا " نہیں آپ آئیں اُنہیں جلدی ہے "۔

یاسمین نے کہا " جاؤ ماہ بانو "۔

" تم میرے ساتھ آؤ! " ماہ بانو نے اُٹھ کر اُس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

وہ کمرے سے باہر نکلیں۔ حسان اندرونی صحن کے دروازے میں کھڑا تھا۔ وہ اُنہیں دیکھ کر دو قدم آگے بڑھا اور بولا " معاف کیجئے میں نے آپ کو بے وقت تکلیف دی۔ زرنجت کا کیا حال ہے ؟"

ماہ بانو نے جواب دیا " وہ ٹھیک ہیں۔ کل اُنہوں نے پہلی بار بستر سے اُٹھ کر صحن میں چکر لگایا تھا "۔

" میں زرنجت کی اجازت کے بغیر اندر آگیا ہوں لیکن کاؤس یہاں نہیں تھا اور میں جانے سے پہلے ایک ضروری پیغام دینا چاہتا تھا "۔

ماہ بانو نے مسرت اور اضطراب کی حالت میں یاسمین کی طرف دیکھا اور پھر اچانک اس کی نگاہیں جھک گئیں ۔

یاسمین نے کہا " آپ کے لئے اس گھر کا دروازہ بند نہیں تھا۔ ماہ بانو کو یہ شکایت تھی کہ شاید آپ راستہ بھول گئے ہیں "۔

حسان نے جواب دیا " ماہ بانو کو مجھ سے ایسی شکایت نہیں ہو سکتی۔ اگر مجھے زرنجت کی صحت کے متعلق اطمینان نہ ہوتا تو میں ضرور آتا "۔

" ماہ بانو نے سوال کیا " آپ کہاں جا رہے ہیں ؟"

" میں حیرہ جا رہا ہوں۔ امیر لشکر کا حکم ہے کہ میں عراق کا دورہ کروں اور مفتوحہ علاقوں کے انتظامات کے سلسلہ میں مقامی اہلکاروں کو مدد دوں لشکر سے چند اور آدمی میرے ساتھ جا رہے ہیں "۔

ماہ بانو کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔ اُس نے بجھی ہوئی آواز میں کہا: "تو آپ ایک لمبے سفر پر جا رہے ہیں؟"

"ہاں اگر کسی محاذ پر ہماری ضرورت محسوس کی گئی تو ہم عراق کے بعد جزیرہ کے علاقوں کا دورہ کریں گے۔ مجھے رات کے وقت اچانک امیر لشکر کا حکم ملا تھا اور یہاں روانہ ہونے سے پہلے زرنجت کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ تندرست ہونے کے بعد مسلمانوں کے متعلق زرنجت کے خیالات کیا ہوں گے۔ لیکن میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ لیجئے یہ امیر لشکر کا حکمنامہ ہے۔" حسان نے ایک لپٹا ہوا کاغذ ماہ بانو کو پیش کر دیا۔

ماہ بانو نے کہا: "اگر یہ حکمنامہ میرے بھائی کے لئے ہے تو آپ کو ان سے مل کر جانا چاہیئے۔ ٹھہرئیے میں ابھی آتی ہوں۔" وہ زرنجت کے کمرے کی طرف چل پڑی۔

حسان نے کہا: "نہیں نہیں ماہ بانو! موجودہ حالات میں شاید وہ میرے ساتھ بات کرنا پسند نہ کریں۔"

ماہ بانو نے ایک ثانیے کے لئے مُڑ کر دیکھا اور پھر تیزی سے قدم اُٹھاتی ہوئی کمرے کے اندر چلی گئی۔

حسان کچھ دیر پریشانی اور اضطراب کی حالت میں کھڑا رہا اور پھر یاسمین کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ مسکرائی اور بولی: "آپ پریشان نہ ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو تلوار نکالنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ماہ بانو کے بھائی کو آپ کا انتظار تھا۔"

"زرنجت کو میرا انتظار تھا؟"

"ہاں اور اُسے یہ شکایت ہے کہ آپ نے اتنے دن اُس کی خبر تک نہ لی۔ اب اپنے ساتھیوں کو پیغام بھیج دیجئے کہ آپ کو کچھ دیر رُکنا پڑے گا۔"

حسان کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن اچانک اُس کی نگاہیں دروازے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ زرنجت ماہ بانو کے ساتھ کمرے سے نمودار ہوا۔ آہستہ آہستہ صحن کے درمیان پہنچ کر حسان کی طرف دیکھنے لگا۔ حسان نے آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلا دئیے اور اُسے گلے لگاتے ہوئے کہا: "زرنجت تمہیں بار بار نہیں

آنا چاہیے تھا۔ چلو اندر چلو۔"

وہ کمرے میں داخل ہوئے اور حسان نے مڑ کر سہیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "سہیل تم جاؤ اور اُنہیں کہو کہ میں اگلی منزل پر اُن سے آملوں گا۔ میرا گھوڑا نوکر کے سپرد کر دو۔"

پھر اُس نے زدبخت کو سہارا دے کر بستر پر لٹانے کی کوشش کی لیکن اُس نے کہا۔ "نہیں، میں تمہارے سامنے بیٹھ کر باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ کرسیوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے۔ ماہ بانو اور یاسمین دروازے میں رُک گئیں۔

زدبخت نے کہا۔ "ماہ بانو آؤ بیٹھ جاؤ۔ یاسمین تم بھی آجاؤ! میری اور حسان کی لڑائی ختم ہو چکی ہے۔ میں تمہارے سامنے اپنی شکست کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ جھجکتی ہوئی آگے بڑھیں اور سمٹ کر بستر کے ایک طرف بیٹھ گئیں۔

حسان نے کہا۔ "زدبخت! میری زندگی کی سب سے بڑی ناکامی یہ تھی کہ میں تمہیں ظلم اور جبر کی حمایت میں تلوار اُٹھانے سے نہ روک سکا۔ لیکن وہ رات جس کی تاریکی میں ہمارے راستے ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے تھے گزر چکی ہے اور اب اگر تم یہ کہہ سکو کہ تم نے صبح کی روشنی میں اپنے دوستوں اور دشمنوں کو پہچان لیا ہے تو میں یہ سمجھوں گا کہ میری ایک بہت بڑی آرزو پوری ہو چکی ہے۔"

زدبخت نے کہا۔ "حسان! اگر میں آج اس قدر کمزور نہ ہوتا تو تمہارے اطمینان کے لیے مدائن کی گلیوں اور بازاروں میں یہ اعلان کرتا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔"

حسان کا چہرہ مسرت سے چمک اُٹھا۔ اُس نے کہا۔ "زدبخت! تم میری خوشی کا اندازہ نہیں لگا سکتے لیکن میرے لیے یہ خوشخبری غیر متوقع نہیں۔ مجھے ہمیشہ اس بات کا یقین تھا کہ کسی دن ہمارے راستے ایک دوسرے سے آملیں گے اور تمہارے لیے سعد بن ابی وقاص کا یہ خط اس بات کا ثبوت ہے۔ مجھے یقین تھا کہ تم مجھے اُن کے سامنے شرمسار نہیں کرو گے۔"

"سعد بن ابی وقاص کا خط! ۔۔۔ میرے لیے؟" زدبخت نے حسان کے ہاتھ سے خط پکڑتے ہوئے کہا۔ "اُنہوں نے کیا لکھا ہے؟"

"انہوں نے حکم دیا ہے کہ تم تندرست ہوتے ہی اپنے علاقے کا انتظام سنبھال لو!"

"انہوں نے میرے خیالات معلوم کئے بغیر یہ حکم دے دیا ہے؟"

"میں نے اس بات کا ذمہ لیا تھا کہ تم اگر اپنے لئے نہیں تو کم از کم ان کاشتکاروں کی بھلائی کے لئے اس حکم کی تعمیل سے انکار نہیں کرو گے جو ابھی تک تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ جب تم اپنی بستی میں جاؤ گے تو وہاں ایک نئے انقلاب کے اثرات دیکھ کر تمہیں یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ دین اسلام عدل و مساوات کے متلاشیوں کی پہلی ضرورت ہے۔"

زربخت نے کہا: "اگر میں اسلام قبول نہ کرتا اور اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیتا تو کیا پھر بھی مجھے دوسرے جنگی قیدیوں سے بہتر سلوک کا مستحق خیال کیا جاتا؟"

"ہاں اس صورت میں بھی امیر لشکر کے سامنے تمہارے متعلق ایک ادنیٰ مسلمان کا یہ کہہ دینا کافی ہوتا کہ تمہارا گھر بے بس اور مظلوم لوگوں کی جائے پناہ تھا۔ جب تم اپنی بستی چھوڑ کر بھاگ رہے تھے تو میں اس قسم کا حکم تمہارے والد کے لئے لایا تھا لیکن بدقسمتی سے مجھے تم سے بات کرنے کا موقع نہ ملا۔"

زربخت کچھ دیر خاموشی سے حسان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا: "کاؤس، یاسمین اور میری بہن ماہ بانو اس بات کی گواہ ہیں کہ میں نے کسی لالچ یا خوف سے اپنا راستہ تبدیل نہیں کیا۔ اگر میرے ماضی کو دیکھتے ہوئے بھی تم مجھ سے کسی بھلائی کی توقع رکھ سکتے ہو تو میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ میرے لئے دعا کرو کہ میں ماضی کی کوتاہیوں کا کفارہ ادا کر سکوں۔"

حسان مسکرایا: "میرا خیال ہے کہ تمہارے لئے میری دعائیں قبول ہو چکی ہیں۔"

یاسمین نے جھجکتے ہوئے حسان کی طرف دیکھا اور کہا: "آپ کی دعائیں ہم سب کے لئے قبول ہو چکی ہیں۔ لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ ماہ بانو کے لئے کیا حکم لائے ہیں؟"

حسان نے پریشان سا ہو کر زربخت کی طرف دیکھا اور یاسمین قدرے توقف کے بعد بولی —

"بھائی جان! ماہ بانو بھی مسلمان ہو چکی ہے۔ ہم دونوں مسلمان ہو چکی ہیں۔"

حسان مسکرایا: "مجھے معلوم تھا کہ تم مسلمان ہو چکی ہو اور زربخت کے متعلق میرے اطمینان کی

ایک وجہ یہ بھی تھی۔

"آپ کو معلوم تھا؟" یاسمین نے حیران سی ہو کر پوچھا۔

"ہاں، کاؤس نے سہیل کو یہ خوشخبری سنائی تھی اور سہیل نے مجھے بتا دیا تھا۔"

یاسمین نے کہا: "لیکن آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ میں نے پوچھا تھا کہ آپ ماہ بانو کے لئے کیا حکم لائے ہیں؟"

ماہ بانو تلملا کر اٹھی اور یاسمین کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی کمرے سے باہر لے گئی۔

حسان کچھ دیر پریشانی کی حالت میں زر بخت کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا: "زر بخت! اب تم آرام کرو اور مجھے اجازت دو۔"

"نہیں ابھی ٹھہرو۔" زر بخت نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

حسان بیٹھ گیا اور کچھ دیر وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر زر بخت نے کہا: "حسان! یاسمین نے تمہارے ساتھ مذاق نہیں کیا تھا بلکہ مجھے اپنی بہن کے متعلق اپنی ذمہ داری کا احساس دلانے کی کوشش کی ہے۔ یہ سوال مجھے پوچھنا چاہیئے تھا کہ تم نے ماہ بانو کے متعلق کیا سوچا ہے؟"

حسان نے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا: "کیا مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہے؟"

"نہیں اب تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں لیکن تم واپس کب آؤ گے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ ہمارے لشکر کے امیر پیشقدمی کے لئے امیر المومنین کے احکام کا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے پیشقدمی کی اطلاع ملتے ہی واپس آنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے میں مدائن آنے کی بجائے سیدھا محاذ پر چلا جاؤں۔ لیکن جب تک کسی نئے محاذ پر جنگ شروع نہیں ہوتی میں عراق میں اپنا کام جاری رکھوں گا۔ اگر اس عرصہ میں تم اپنے گاؤں میں پہنچ گئے تو ہو سکتا ہے کہ کسی دن میں بھی وہاں آ جاؤں۔"

"اور اب تم سیدھے حیرہ جا رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"طبیب کہتا تھا کہ میں اس مہینے کے اختتام تک گھوڑے کی سواری کے قابل ہو جاؤں گا اور اب میری کوشش یہ ہوگی کہ میں جلد از جلد اپنے گاؤں پہنچ جاؤں۔ اگر تمہیں ماہ بانو کے مستقبل کے متعلق اس کے بھائی کا فیصلہ منظور ہے تو تم اگلے چاند کے دسویں روز وہاں آجاؤ۔ کہو حسان! تم ہمارے گاؤں کا راستہ تو نہیں بھول جاؤ گے؟"

"نہیں دوست! تمہارے گاؤں کا راستہ میں نے اُس وقت دیکھا تھا جبکہ میرے سامنے بھیانک تاریکیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔" حسان نے اُٹھ کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

زرنجت اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھا اور اُس کے ساتھ بغلگیر ہوگیا۔

"میرے محسن! میرے دوست! میرے بھائی! خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔" حسان نے کہا۔ اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

ماہ بانو اور یاسمین صحن میں کھڑی تھیں۔ حسان دیوار کے قریب پہنچ کر رُکا اور مُڑ کر دیکھتے ہوئے بولا۔ "یاسمین ادھر آؤ!"

وہ شرماتی ہوئی آگے بڑھی۔ حسان نے کہا۔ "یاسمین! میں تمہارا شکر گزار ہوں اور تم ماہ بانو کو یہ پیغام دے سکتی ہو کہ میں اُن کے گاؤں کا راستہ نہیں بھولوں گا۔" پھر وہ تیزی سے قدم اُٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔

یاسمین مُسکراتی ہوئی ماہ بانو کی طرف متوجہ ہوئی اور اُس نے آگے بڑھ کر سوال کیا۔ "یاسمین! وہ کیا کہتے تھے؟"

"میں نہیں بتاؤں گی۔" اُس نے سنجیدہ ہو کر جواب دیا۔

"خدا کے لئے بتاؤ!" ماہ بانو اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی کمرے کے اندر لے گئی۔

یاسمین نے ایک شرارت آمیز تبسم کے ساتھ اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "وہ کہتے تھے کہ میں ماہ بانو کے گاؤں کا راستہ نہیں بھولوں گا۔ جانتی ہو اس کا مطلب کیا ہے؟ اِس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ اپنے گاؤں جا رہی ہو اور وہ بھی وہاں پہنچ جائیں گے۔ اُنہوں نے میرا شکریہ ادا کیا تھا۔ اب تم یہ سمجھ سکتی ہو کہ وہ کس بات پر اتنے خوش نظر آتے تھے۔ ماہ بانو تمہارے مستقبل کا

فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب تمہیں میری وکالت کی ضرورت نہیں رہی۔ میں آج ہی اپنے گھر چلی جاؤنگی۔"
دوسرے کمرے سے زربخت کی آواز سنائی دی "ماہ بانو! ماہ بانو!"
"آتی ہوں بھائی جان!" ماہ بانو نے جلدی سے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے جواب دیا۔

O

زربخت تکئے کے سہارے بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ ماہ بانو جھجکتی ہوئی اندر داخل ہوئی اور اُس کے ہاتھ کا اشارہ پاکر کرسی پر بیٹھ گئی۔ زربخت کچھ دیر خاموشی سے اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا "ماہ بانو! زندگی کے راستے میں کبھی کبھی ایسے موڑ بھی آجاتے ہیں کہ ہمیں مہینوں اور برسوں کی منازل گھڑیوں میں طے کرنا پڑتی ہیں۔ حسان جا رہا تھا اور میں نے یکایک یہ محسوس کیا کہ اب مجھے اپنی زندگی کی ایک اہم ذمہ داری سے غفلت نہیں برتنی چاہیئے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اگلے چاند کی دسویں تاریخ کو تمہاری شادی کر دی جائے۔ بولو! تمہیں اس فیصلے پر کوئی اعتراض تو نہیں؟" وہ مسکرا رہا تھا اور ماہ بانو کی نگاہیں زمین پر گڑی جا رہی تھیں۔

"میں چاہتا ہوں کہ ہم اس ماہ کے اختتام تک اپنے گاؤں پہنچ جائیں۔ لیکن تم نے مجھے جواب نہیں دیا۔ میرا فیصلہ درست ہے نا؟"

ماہ بانو نے سر اُٹھا کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور اُس کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو گئے۔ زربخت نے آگے جھک کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "میری بہن! میں ہمیشہ تمہارے چہرے پر مسکراہٹیں دیکھتا تھا۔ مجھے تمہارے لئے مرمریں ایوانوں کی تلاش تھی۔ لیکن میں نے آگ کے انگاروں کو پھول سمجھ لیا تھا۔ میری شکست اور میری ناکامی ایک فریب خوردہ انسان کی شکست اور ناکامی تھی لیکن کاش میں اس بات کا احساس کر سکتا کہ میری خود فریبی نے تمہارے راستے میں بھی کانٹے بچھا دئے ہیں۔ ماہ بانو! مجھے معاف کر دو۔ مجھے تم کو اپنے مقدر کی تاریکیوں کی طرف دھکیلنے کا کوئی حق نہ تھا۔"

ماہ بانو نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا: "مجھے آپ سے کوئی شکایت

نہیں۔ کیا یہ میری خوش قسمتی نہیں کہ میرا بھائی مجھے واپس مل گیا ہے ؟"

وہ بولا "تم اس سے زیادہ خوش قسمت ہو ماہ بانو! تم اس شریف اور بہادر انسان کی رفیقۂ حیات بننے والی ہو جس کے ضمیر کی روشنی نے مجھے ہلاکت سے بچا لیا ہے۔"

ماہ بانو اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی لیکن اچانک کچھ سوچ کر رُک گئی اور زربخت کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ "بھائی جان! آپ نے یاسمین کے متعلق کیا سوچا ہے ؟"

زربخت کچھ دیر خاموشی سے ماہ بانو کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اُس کے اُداس چہرے پر مسکراہٹیں پھیل گئیں۔

"ماہ بانو! میں تمہیں یہ بتلانے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ میں نے یاسمین کو ہمیشہ اپنے تخیل کے آسمانوں میں دیکھا ہے۔ جب میں گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا تو بھی میری زندگی کا کوئی لمحہ اُس کی یاد سے خالی نہ تھا۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ شہرت اور حکمرانی کے آخری زینے پر قدم رکھنے کے بعد میں فریبرز کی نواسی کو یہ پیغام دے سکوں گا کہ اب میں کسی شرم و ندامت کے بغیر تمہاری تمنا کر سکتا ہوں پھر وہ زینہ ٹوٹ گیا اور میں نے محسوس کیا کہ ہمارے درمیان وہ پہاڑ اور دریا حائل ہو گئے ہیں جنہیں عبور کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ میں قید سے رہا ہوا تو دنیا بدل چکی تھی۔ تاہم مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ میں ایک بے بس اور نادار انسان کی حیثیت سے یاسمین کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں۔ میں نے یہ سمجھا کہ شاید قدرت نے مجھے اپنے مقدر کی پستیوں سے اُبھرنے کا ایک اور موقع دیا ہے۔ دوبارہ فوج میں شامل ہونے کے بعد میں ماضی کی اس کوتاہی کا ازالہ کرنا چاہتا تھا جس کی بھیانک گہرائیوں میں میری اُمیدیں اور آرزوئیں دم توڑ رہی تھیں۔ لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ میں پھر ایک بار سمٹتی ہوئی تاریکیوں کے ساتھ بھاگ رہا ہوں۔ اب مجھے یہ اعتراف کرتے ہوئے ندامت محسوس نہیں ہوتی کہ میں اپنے راستے کی آخری دیوار کے ساتھ ٹکرا کر واپس آ رہا ہوں۔ ماہ بانو! تم یاسمین کو یہ پیغام دے سکتی ہو۔ اگر وہ مجھے قابلِ نفرت نہیں سمجھتی۔ اگر وہ فریب خوردہ انسان کے ماضی کی کوتاہیوں کو فراموش کر سکتی ہے تو میں یہ سمجھوں گا کہ میں نے سب کچھ کھونے کے بعد سب کچھ پا لیا ہے۔"

ماہ بانو نے کہا: "آپ نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جو یاسمین کو معلوم نہ ہو۔ لیکن ابھی تک آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"میں تمہیں اس سے زیادہ اور کیا بتا سکتا ہوں کہ اگر یاسمین مجھ پر اعتماد کر سکتی ہے تو میں اسے مایوس نہیں کروں گا۔"

"بھائی جان! میں یہ پوچھ رہی ہوں کہ آپ کی شادی کب ہو گی؟"

زربخت نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے جواب دیا: "لیکن تم تو یہ کہہ رہی تھیں کہ وہ بہرہ شیر جا رہی ہے۔"

"آپ کو یہ خیال کیسے آیا کہ وہ جا رہی ہے؟"

"اور تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ جب ہم اپنے گاؤں جائیں گے تو وہ ہمارے ساتھ نہیں ہو گی۔ جاؤ اُسے کہدو کہ اگر وہ مجھے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیتی ہے تو میں اپنی بہن کو اس بات کا اختیار دیتا ہوں کہ وہ اس مہینے کے اختتام سے پہلے ہماری شادی کی تاریخ مقرر کر دے۔ لیکن مجھے تم سے ایک گلہ رہے گا۔"

"وہ کس بات کا؟"

زربخت مسکرا دیا: "میں گزشتہ آٹھ پہر سے یہ سوچ رہا تھا کہ ابھی تک ایک دُور اندیش بہن کو اپنے نادان بھائی کے متعلق اپنی ذمہ داری کا احساس کیوں نہیں ہوا؟"

ماہ بانو نے جواب دیا: "دُور اندیش بہن کو یہ معلوم نہ تھا کہ اُس کا نادان بھائی آٹھ پہر میں اتنی منازل طے کر چکا ہے۔ اب میرا فیصلہ یہ ہے کہ یاسمین کاؤس کے ساتھ بہرہ شیر چلی جائے اور آپ کے صحت یاب ہوتے ہی شادی کی رسومات ادا کر دی جائیں۔ کیا میں اُمید رکھوں کہ آپ ایک ہفتہ تک تندرست ہو جائیں گے؟"

زربخت نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: "ایک ہفتہ تک میں تیر کر دریا عبور کرنے کے قابل ہو جاؤں گا۔ مجھے صرف یہ افسوس ہے کہ حسان یہاں نہیں ہو گا اور میں اُس کے دوستوں میں سے

طبیب کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہم گاؤں پہنچ کر شادی کی دعوت کا انتظام کریں گے۔ اب میں طبیب سے درخواست کروں گا کہ وہ حسان کے چند دوستوں کو بُلا لے۔"

ماہ بانو نے کہا "بھائی جان! یہ کام کاوس بھی کر سکتا ہے۔ مُسلمانوں کے لشکر کے کئی سالار اسے جانتے ہیں اور مدائن میں آپ کو ایسے دوست بھی مل جائیں گے جو مسلمان ہو چکے ہیں۔"

فرد بخت نے کچھ سوچ کر کہا "کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم یاسمین سے پُوچھ لو!"

ماہ بانو مُسکرائی "میں اُس سے پوچھ چکی ہُوں بھائی جان! وہ آپ سے یہ نہیں کہے گی کہ شادی کے موقع پر سارا لشکر ہمارے گھر جمع ہونا چاہیئے۔"

باب ۳۵

ایک صبح بستی کے لوگ ایک دوسرے کو یہ خبریں سُنا رہے تھے :

" زربخت آ گیا ہے ۔" " زربخت مسلمان ہو چکا ہے ۔" " اُس کی بہن اور اُس کی دُلہن بھی ساتھ آئی ہے ۔"

پھر ایک ساعت کے اندر اندر گاؤں کی ساری آبادی اُس کے گھر میں جمع ہو چکی تھی ۔ جوان اور بوڑھے باہر کشادہ صحن میں اُس کے ساتھ بغلگیر ہو رہے تھے اور اندر ماہ بانو اور یاسمین کے گرد عورتوں کا میلہ لگا ہوا تھا ۔

آس پاس کی بستیوں میں قباد کے بیٹے کی آمد کی خبر پہنچی تو وہاں سے بھی عورتوں اور مردوں کے قافلے اُس کے گھر کا رُخ کرنے لگے ۔ وہ چرواہے اور کسان جو اپنے ایرانی آقاؤں کو دُور سے سلام کر لینا بھی ایک کارنامہ سمجھتے تھے اب ایک نئے سانچے میں ڈھل چکے تھے اور زربخت اُن کے چہروں کا اطمینان اور آسودگی دیکھ کر یہ محسوس کرتا تھا کہ اب یزدگرد بھی اس گاؤں میں آجائے تو یہ لوگ اُس کے ساتھ برابر بیٹھنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کریں گے ۔ اسے خود بھی اُن کے ساتھ بیٹھتے اور باتیں کرتے ہوئے ایک راحت محسوس ہوتی تھی اور وہ اپنی ذہنی کایا پلٹ پر حیران تھا ۔

دوپہر کے وقت ایک بوڑھا آدمی حویلی میں داخل ہوا اور گاؤں کے لوگوں نے زربخت کو بتایا کہ یہ بزرگ بحرین کے رہنے والے ہیں اور گزشتہ آٹھ ماہ سے ہمیں اسلام کی تعلیم دے رہے ہیں ۔ زربخت اُس کی تعظیم کے لئے اُٹھا ۔ عمر رسیدہ آدمی نے بے تکلفی سے مصافحہ کرنے کے بعد اُس کے قریب بیٹھتے

ہوئے کہا: "میرا نام عدی ہے اور اس گاؤں کے لوگوں کی طرح مجھے بھی آپ کا انتظار تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے سلامتی کا راستہ دیکھ لیا ہے اور آپ کے متعلق حسان کی اُمیدیں پوری ہوئی ہیں۔ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ قباد کا بیٹا دیر تک اسلام سے دُور نہیں رہ سکتا۔ آپ کے علاقے کا ہر آدمی یہی کہتا تھا کہ ایک نہ ایک دن آپ ضرور واپس آجائیں گے۔"

زربخت نے کہا: "میں بہت عرصہ تاریک راستوں پر بھٹکنے کے بعد واپس آیا ہوں۔ آپ میرے لئے دُعا کریں۔"

عدی نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا شروع کی اور حاضرین اُس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ دُعا سے فارغ ہونے کے بعد عدی کچھ دیر اور زربخت کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ پھر حویلی سے باہر عصر کی نماز کی اذان سُنائی دی اور زربخت لوگوں کے ہجوم کے ساتھ وہاں سے چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے مکان سے کوئی دو سو قدم کے فاصلے پر ایک چھپّر کے نیچے نمازیوں کی صف میں کھڑا تھا۔ یہ چھپّر جس کے چاروں طرف مٹی کی دیوار تعمیر کر دی گئی تھی اس گاؤں کی پہلی مسجد تھی اور اُس کے اندر اتنے ہجوم کے لئے جگہ نہ تھی۔ چنانچہ کئی صفیں مسجد سے باہر کھڑی تھیں۔

زربخت نے نماز سے فارغ ہوتے ہی یہ اعلان کیا کہ ہمیں نماز کے لئے ایک کشادہ عمارت کی ضرورت ہے اور اگلے روز بستی کے لوگ مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر چکے تھے۔

پانچویں روز شام کے وقت ماہ بانو مکان کی چھت پر کھڑی تھی۔ اچانک اُسے گرد آلود اُفق کے اُوپر ہلکی ہلکی بدلیوں کے درمیان پہلی رات کے چاند کی مسکراہٹیں دکھائی دیں اور اُس نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دئے۔ تھوڑی دیر بعد یاسمین زینے سے نمودار ہوئی اور اُس نے آگے بڑھ کر کہا: "یہ چاند کافی بڑا معلوم ہوتا ہے ماہ بانو! اگر کل بادل نہ ہوتے تو یقیناً نظر آجاتا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ بادل ہوں۔ ممکن ہے کہ حسان نے ایک دن پہلے دیکھ لیا ہو اور تمہارے انتظار کی مدت ایک دن کم ہو جائے۔ ویسے بھی اگر وہ سمجھ سے کام لیں تو انہیں دو تین دن پہلے پہنچ جانا چاہیئے۔ صبح کاذب ہم تمہارے بھائی جان سے کہہ رہا تھا کہ حیرہ سے کوئی آدمی پڑوس کے گاؤں میں اپنے رشتہ داروں سے ملنے آیا ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ مسلمان اُن سے

آگے بڑھنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور اسلام کے مبلغ نومسلم قبائل کو جہاد کے لئے تیار رہنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ کاؤس کا خیال ہے کہ اگر مدائن کے لشکر نے پیشقدمی کی تو جو لوگ حسان کے ساتھ عراق کا دَورہ کر رہے ہیں ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو ایک لمحہ کے لئے بھی میدانِ جنگ سے دُور رہ سکے۔ ہو سکتا ہے کہ اُنہیں تنہا آنا پڑے۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تمہارے بھائی جان نے کہا تھا کہ میں حسان کی بستی کے تمام آدمیوں کو یہاں بُلا لوں گا۔"

ماہ بانو نے جواب دیا "تمہیں یہ کیسے خیال آیا کہ اگر جنگ شروع ہو گئی تو وہ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر یہاں پہنچ جائیں گے؟"

یاسمین نے پیار سے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "میری بہن! تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ ضرور آئیں گے۔"

ماہ بانو نے اطمینان سے کہا "یاسمین! اگر وہ جہاد کے لئے جا رہے ہیں تو میرے لئے اُن کا انتظار تکلیف دہ نہیں ہو گا۔ میں اُن کے لئے فتح اور سلامتی کی دُعائیں کر سکتی ہوں لیکن یہ خواہش نہیں کر سکتی کہ وہ میری خاطر جہاد کا راستہ چھوڑ دیں۔

یاسمین نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا "ماہ بانو! تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری شادی پر میرا تحفہ کیا ہو گا؟"

"مجھے تمہاری دُعاؤں سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔"

"اگر میں دُعاؤں کے علاوہ بھی تمہیں کچھ دینا چاہوں تو تم انکار تو نہیں کرو گی؟"

"لیکن بتاؤ تو سہی۔"

"پہلے وعدہ کرو کہ تم انکار نہیں کرو گی۔"

"اچھا میں وعدہ کرتی ہوں۔" ماہ بانو مسکرا رہی تھی۔

"میں مدائن میں اپنا مکان تمہارے حوالے کرنا چاہتی ہوں۔"

ماہ بانو کچھ دیر خاموشی سے اُس کی طرف دیکھتی رہی۔ بالآخر اُس نے کہا "لیکن وہ محل میری

ضرورت سے بہت بڑا ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ حسان اتنا قیمتی تحفہ لینا پسند کرے گا۔"

"اُسے منانا ہمارا کام ہے۔"

"لیکن یہ بھی تو ضروری نہیں کہ وہ بہرہ شیر میں رہیں۔"

"میں نے یہ نہیں کہا کہ میرا تحفہ قبول کرنے کے بعد تمہارے لئے بہرہ شیر میں رہنا بھی ضروری ہوگا۔ وہ مکان تمہارا ہے اور مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ تم اُسے فروخت کرتی ہو یا اپنے پاس رکھتی ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہاں تمہارے بھائی کا گھر تمہارے لئے تنگ ہوگا۔ اس کا ایک حصہ ہر وقت تمہارے لئے خالی رہے گا۔ وہ گھر جو مجھے بہت پسند تھا اصفہان کے قریب ہے۔ وہاں پہاڑوں پر برف گرتی ہے۔ ٹھنڈے اور شفاف پانی کی ندیاں بہتی ہیں اور جب خزاں کے بعد بہار آتی ہے تو وادیاں پھولوں سے مہک اٹھتی ہیں۔ ہمارے باغوں کے سیب اور انگور بہت لذیذ تھے۔ ماہ بانو! مجھے یقین ہے کہ جب اصفہان فتح ہوگا تو میں وہاں جاؤں گی اور تم میرے ساتھ ہوگی گرمیوں کے موسم میں ہم سیب کے درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر پرانے وقتوں کی باتیں کریں گی۔ میں حسان بھائی سے وعدہ لوں گی کہ وہ گرمیوں کا موسم ہمارے ساتھ اصفہان میں گزاریں۔"

"مجھے یقین ہے کہ کسی دن تمہاری یہ خواہش ضرور پوری ہوگی۔ لیکن ابھی اصفہان بہت دور ہے۔"

"نہیں" یاسمین نے کہا "پہلی رات کے چاند کو پورا چاند بنتے دیر نہیں لگتی۔ لیکن تم درست کہتی ہو۔ اس وقت ہمیں صرف دسویں رات کے چاند کا انتظار کرنا چاہیئے۔" وہ ہنس رہی تھی۔

ماہ بانو نے آسمان کی طرف دیکھا تو چاند بادل کی آغوش میں جا چکا تھا۔

"اب چلو" یاسمین نے اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

O

چاند کی دسویں تاریخ طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی زرنجت کے گھر مہمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی لیکن دوپہر تک حسان کے متعلق کوئی اطلاع نہ ملی۔ زرنجت کی بے چینی میں ہر آن اضافہ ہو رہا تھا۔

گاؤں کی لڑکیاں چھت پر کھڑی اُس کی راہ دیکھ رہی تھیں۔ بعض عورتیں ایک کشادہ کمرے میں ماہ بانو
کے گرد بیٹھی دولہا کی سلامتی کی دُعائیں مانگ رہی تھیں۔ یاسمین کبھی دبی زبان میں ماہ بانو کو تسلیاں
دینے کی کوشش کرتی اور کبھی مضطرب ہو کر اٹھتی اور عورتوں کے ہجوم سے نکل کر چھت پر جا پہنچتی
اُسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آج سورج کی رفتار تیز ہو گئی ہے۔ لیکن جب وہ چوتھی بار اُٹھ کر باہر جانے
لگی تو ماہ بانو نے اُس کا دامن پکڑتے ہوئے کہا "یاسمین! خدا کے لئے بیٹھ جاؤ۔"

"لیکن میں بہت پریشان ہوں ماہ بانو!"

"مجھے معلوم ہے تم بہت پریشان ہو۔"

یاسمین بیٹھ گئی اور پھر قدرے توقف کے بعد اُس نے دبی زبان میں سوال کیا "ماہ بانو! سچ
کہو تم پریشان نہیں ہو؟"

"نہیں" اُس نے اطمینان سے جواب دیا۔

"لیکن اگر وہ آج نہ آئے تو؟"

"اگر وہ نہ آئے تو اس میں بھی اللہ کی کوئی مصلحت ہوگی۔"

یاسمین کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ایک لڑکا بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا اور اُس نے کہا "وہ آ رہے
ہیں۔ وہ گاؤں کے قریب پہنچ چکے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد معمر خواتین اور کمسن لڑکیاں جنہوں نے مکان کی چھت اور باہر کے چبوترے
سے ایک مختصر سی برات کو حویلی میں داخل ہوتے دیکھا تھا اپنے اپنے تاثرات بیان کر رہی تھیں
کوئی دولہا کے قد و قامت اور خد و خال پر تبصرہ کر رہی تھی اور کوئی اس بات پر حیران تھی کہ
دولہا کے ساتھ صرف پندرہ آدمی آئے ہیں۔ کوئی اس بات پر مسرت کا اظہار کر رہی تھی کہ لشکر کے
چند نامور سردار اُن کے ساتھ ہیں۔

لیکن ماہ بانو کو اپنے گرد و پیش کا کوئی ہوش نہ تھا۔ وہ کہیں دُور اپنے سپنوں کی حسین وادیوں
میں پہنچ چکی تھی۔ اور اُس کا چہرہ اس ذہنی سکون کا آئینہ دار تھا جو تھکے ہارے مسافروں کو منزلِ مقصود

دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

پھر جب ایجاب وقبول کی رسم ادا ہو چکی تھی۔ مہمان عورتیں اُسے مبارکباد اور دعائیں دینے کے بعد رخصت ہو چکی تھیں اور اس کے کمرے میں یاسمین کے سوا کوئی نہ تھا تو زربخت مسکراتا ہوا دروازے کے سامنے نمودار ہوا اور جھانکنے کے بعد ایک طرف ہٹ گیا۔ حسان کمرے میں داخل ہوا۔ "میری مبارکباد قبول فرمایئے بھائی جان!" یاسمین یہ کہہ کر اٹھی اور باہر نکل گئی۔

ماہ بانو کی گردن جھکی جا رہی تھی۔ حسان نے چند ثانیے توقف کے بعد آگے بڑھ کر کہا۔ "ماہ بانو!"
اُس نے جھجکتے ہوئے نیم وا آنکھوں سے حسان کی طرف دیکھا۔ اور پھر گردن جھکا دی۔

"ماہ بانو! میرے ساتھی جا رہے ہیں۔"

"کہاں؟" اُس نے چونک کر سوال کیا اور اُس کی مضطرب نگاہیں حسان کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔

"ہمیں حیرہ سے اچانک مدائن پہنچنے کا حکم ملا تھا۔"

"اور آپ؟" ماہ بانو اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی۔

"مجھے چار دن یہاں ٹھہرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ میں مدائن جانے کی بجائے سیدھا جلولا کا رُخ کروں گا۔ اب میں اور تمہارا بھائی اُنہیں رخصت کرنے کے لئے دریا تک جا رہے ہیں۔ مجھے اجازت ہے نا؟"

ماہ بانو کے چہرے پر مسکراہٹیں پھیل گئیں۔ اُس نے پوچھا۔ "سہیل کہاں ہے؟"

"وہ میرے ساتھ آیا ہے۔ ابھی بھیجتا ہوں۔"

"وہ یہاں ٹھہرے گا؟"

"نہیں وہ جا رہا ہے۔"

O

دریا کے کنارے عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد ... کے ساتھی کشتیوں پر سوار ہو گئے جب

کشتیاں دوسرے کنارے پہنچ گئیں تو حسان نے ریت پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "زربخت گھوڑے بھیج دو۔ ہم پیدل جائیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد کاؤس اور گاؤں کے دوسرے لوگ جا چکے تھے اور حسان اور زربخت ریت پر بیٹھے شام کی خوشگوار فضا کا لطف اٹھا رہے تھے۔ حسان کسی گہرے خیال میں دریا سے آگے گرد آلود اُفق پر دیکھ رہا تھا اور زربخت سر جھکائے نرم ریت پر اپنے ہاتھ سے لکیریں کھینچ رہا تھا۔

"زربخت!" حسان نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "یہ دریا کتنے انقلاب دیکھ چکا ہے اور گزشتہ چند سال میں انسانیت کی کتنی عظمتیں تھیں جو اس کے ساحل کی ریت پر اپنے نشان چھوڑ گئی ہیں۔ اگر ہمیں فرصت ملی تو ہم کسی دن جزیرہ کی حدود سے کشتی پر سوار ہو کر فرات کے دہانے تک سفر کریں گے۔ اور میں تمہیں اس دریا کے کنارے وہ مقدس مقامات دکھاؤں گا جہاں کفر و اسلام کی عظیم جنگیں لڑی گئی تھیں۔ مذار، بویب، قادسیہ اور دوسرے کئی میدانوں کا نقشہ اس وقت بھی میری نگاہوں کے سامنے ہے اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے اگر قدرت کا کوئی معجزہ فرات کی لہروں کو قوت گویائی عطا کر سکتا تو ان کی زبان پر بار بار ان جری انسانوں کے نام آتے جنھوں نے ان میدانوں میں اسلام کے پرچم بلند کئے تھے اور جن کی رفاقت کے لمحات میری زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ جب میں یہاں سے نکلا تھا تو میرے سامنے مایوسی کی تاریکیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ عراق کی حدود سے باہر نکلنے کے بعد مجھے صرف اتنا اطمینان تھا کہ اب ہرمز کے ہاتھ میری شاہ رگ تک نہیں پہنچ سکیں گے اور میں غریب الوطنی اور بیچارگی کی حالت میں زندگی کے باقی دن پورے کر سکوں گا۔ لیکن جب میں نے مثنیٰ بن حارثہ کو دیکھا تو میری دنیا امیدوں اور ولولوں سے لبریز ہو گئی۔ پھر میں اس قافلے میں شامل ہو چکا تھا جس کے نقیب کی نگاہیں فرات اور دجلہ سے آگے دیکھ رہی تھیں۔ اس وقت مجاہدوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کا کسریٰ کی عظیم سلطنت کے ساتھ ٹکر لینا ایک مذاق معلوم ہوتا تھا اور اگر میں صرف ایک سپاہی کے ذہن سے سوچتا اور میری نگاہیں صرف ظاہری اسباب تک جا سکتیں تو شاید میں بھی یہی کہتا کہ یہ ایک دیوانگی ہے لیکن عزم و یقین کے اس پیکر نے میری نگاہوں کے زاویئے

بدل دیئے تھے۔ صبح کے ستارے کی جھلملاہٹ رات کے مسافروں کو طلوعِ سحر کی بشارت دیتی ہے اور میں نے مثنیٰ بن حارثہ کی نگاہوں میں وہ روشنی دیکھی تھی جس کے سامنے ظلم اور وحشت کی تاریکیاں سمٹنے والی تھیں۔ اب وہ عظیم راہنما جس نے قافلہ حجاز کو عراق کا راستہ دکھایا تھا اس دنیا میں نہیں ہے۔ لیکن وہ روشنی کبھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوگی۔ جب ہم نے مدائن میں کسریٰ کا لشکر دیکھ کر دریا میں گھوڑے ڈال دیئے تھے تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا مثنیٰ اور ان کے اولوالعزم ساتھیوں کی ارواح قصرِ ابیض کے دروازے پر ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔"

زرنجت نے کہا: "میں کاؤس سے اُس کے عزم و استقلال کی داستانیں سُن چکا ہوں اور میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش میں بھی تمہارے ساتھ ہوتا۔ جب مدائن میں یہ خبر پہنچی تھی کہ عرب کے ایک رئیس نے ایران کے خلاف جنگ شروع کر دی ہے تو ہمیں حیرت ہوئی تھی۔ ہمیں یقین نہیں آتا تھا کہ مسلمان کسریٰ کی عظیم سلطنت کے ساتھ ٹکر لینے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ لیکن جب خالدؓ بن ولید نے اسلامی لشکر کی کمان سنبھالی تو ہم نے پہلی بار اس مسئلہ پر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت محسوس کی اس عظیم سپاہی کی شہرت کسریٰ کے دربار تک پہنچ چکی تھی۔ تاہم مسلمانوں کے لشکر کی تعداد کے پیشِ نظر ایران کے فوجی سردار یہ سوچنے کے لئے تیار نہ تھے کہ وہ ایران کے لئے کوئی بڑا خطرہ پیدا کر سکتے ہیں لیکن انہوں نے پہلے معرکے میں ہی ہماری آنکھیں کھول دیں۔ پھر جب وہ ہمارے لشکر کو پے در پے شکستیں دینے کے بعد اچانک شام کے محاذ پر چلے گئے تو ہم نے اطمینان کا سانس لیا۔ ہمیں یقین تھا کہ اب مثنیٰ بن حارثہ کی رہی سہی فوج کسی میدان میں نہیں ٹھہر سکے گی۔ لیکن انہوں نے چند معرکوں میں ہماری آنکھیں کھول دیں۔ مجھے قید خانے میں بویب کی جنگ اور ایرانی لشکر کی شکست اور تباہی کے حالات معلوم ہوئے تھے اور میرے نزدیک مثنیٰ بن حارثہ کی یہ فتح ایک معجزے سے کم نہ تھی۔ پھر جب میں نے قید سے نکلنے کے بعد قادسیہ کے حالات سُنے تو میرے لئے یہ سوال بڑی اہمیت رکھتا تھا کہ مسلمانوں کے لشکر میں کتنے اور خالدؓ اور کتنے اور مثنیٰ باقی ہیں اور وہ کونسا مدرسہ ہے جہاں سے تربیت حاصل کرنے کے بعد یہ صحرا نشین روم اور ایران کے نامور جرنیلوں سے آگے نکل گئے ہیں۔"

حسان مسکرایا۔ "زرینت! یہ اس دین کا فیض ہے جس نے فرزندانِ آدم کو جسم و رُوح کی آزادیوں سے ہمکنار کیا ہے۔ اگر تم قادسیہ کے میدان میں ہوتے تو تم ہر مجاہد کے دل میں خالد بن ولید کے ناقابلِ شکست حوصلے اور ہر مجاہد کی آنکھوں میں مثنیٰ بن حارثہ کے عزم و یقین کی روشنی دیکھتے۔ میں نے روم اور ایران کے معرکوں میں قیصر و کسریٰ کے غلاموں کی کارگزاری دیکھی ہے لیکن قادسیہ کے میدان میں میں نے ان مجاہدوں کا جاہ و جلال دیکھا تھا جن کے سر پر اللہ کا ہاتھ تھا۔ زرینت! ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ عظیم قافلہ دیکھا ہے جس کے راستے کے گرد و غبار میں آنے والی نسلیں اپنی عظمتیں تلاش کریں گی۔"

زرینت نے مغموم لہجے میں کہا۔ "تم خوش قسمت ہو حسان! تم اس قافلے کے ساتھ تھے لیکن میں تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا۔"

حسان نے پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تاریکی میں بھٹکنے والوں کے دل میں صبح کی روشنی کی زیادہ قدر ہوتی ہے۔ ایک دن میں نے مثنیٰ بن حارثہ کو اپنی سرگزشت سناتے ہوئے تمہارے خاندان کا ذکر کیا تھا اور وہ بہت متاثر ہوئے تھے۔ اُنہوں نے کہا تھا کہ ایسے لوگ زیادہ عرصہ اسلام سے دُور نہیں رہ سکتے۔"

زرینت نے کہا۔ "حسان! میرے لیے دُعا کرو کہ میں اپنے ماضی کی کوتاہیوں کی تلافی کر سکوں۔ میرے نزدیک تمہاری نیک توقعات پُورا کرنے کی یہی صورت ہے کہ میں جہاد میں شریک ہو جاؤں۔ مجھے ایک چھوٹا سا لشکر تیار کرنے میں دیر نہیں لگے گی اور میں اس علاقے میں اپنی ذمہ داریاں کاؤس اور عدی کو سونپ سکتا ہوں۔ اگر امیرِ لشکر نے میری درخواست رد نہ کر دی تو ایران کی اگلی منازل میں تم مجھے اپنے ساتھ پاؤ گے۔"

O

مسرت اور شادمانی کے چار دن ایک حسین خواب کی طرح گزر گئے۔ پانچویں روز علی الصبح حسان سفر کی تیاریاں کر رہا تھا اور ماہ بانو اپنے چہرے کی اُداسی کو مسکراہٹوں میں چھپانے کی کوشش

گر رہی تھی۔ زرہ میں ملبوس ہونے کے بعد حسان نے تلوار اُٹھائی۔ اُس کا تسمہ کمر سے باندھا اور پھر سر پر خود رکھتے ہوئے اپنی رفیقہ حیات کی طرف دیکھنے لگا۔

"ماہ بانو! خدا حافظ!"

"خدا حافظ!" اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ اور پھر ایک ثانیہ کے لئے حسان کی نگاہیں اُس کی دلکش آنکھوں کی گہرائی میں ڈوب کر رہ گئیں جہاں محبت اور اطاعت کے دریا موجزن تھے۔

"ماہ بانو! میں انشاء اللہ جلد واپس آؤں گا۔"

"اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو، جایئے!"

حسان اچانک مڑا اور لمبے لمبے قدم اُٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ برآمدے میں یاسمین کھڑی تھی۔ اُس نے حسان کو خدا حافظ کہا اور اُس کی سلامتی کے لئے دُعائیں کرتی ہوئی ماہ بانو کے کمرے میں چلی گئی۔

حسان حویلی سے باہر نکلا تو بستی کے پندرہ نوجوان جو شوقِ جہاد میں اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گئے تھے اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامے زربخت کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ کاؤس، عدی اور بستی کے چند لوگ انہیں الوداع کہنے کے لئے جمع تھے۔ زربخت کے ایک نوکر نے حسان کے گھوڑے کی باگ پکڑ رکھی تھی۔ حسان نے باری باری اُن سے مصافحہ کیا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد ماہ بانو اور یاسمین مکان کی چھت پر کھڑی حسان اور اُس کے ساتھیوں کو دریا کا رُخ کرتے دیکھ رہی تھیں۔

باب ۳۶

امیر المومنین عمر بن الخطاب کے احکام موصول ہونے پر ہاشم بن عتبہؓ کی قیادت میں بارہ ہزار جانباز مدائن سے نکلے اور اُنہوں نے چالیس میل شمال کی طرف جلولا کے سامنے ڈیرے ڈال دئے جہاں ایران کی شکست خوردہ افواج جمع ہو رہی تھیں۔ یزدگرد حلوان میں پناہ لے چکا تھا اور وہاں سے جلولا کے لشکر کو لگاتار رسد اور کمک پہنچ رہی تھی۔ چنانچہ مسلمانوں کی پیشقدمی سے قبل ایرانی جلولا میں ایک لاتعداد لشکر کے علاوہ رسد کے اتنے ذخائر جمع کر چکے تھے جو کئی ماہ کی ضرورت کے لئے کافی تھے۔ پھر وہ شہر کے چاروں طرف ایک گہری خندق کھود چکے تھے اور اس خندق کے پیچھے فصیل تک ایک کھلے میدان میں ان دستوں کے مورچے تھے جن کے لئے شہر کے اندر کوئی جگہ نہ تھی۔ خندق کے آر پار آمد ورفت کے جو راستے چھوڑ دئے گئے تھے اُن کی حفاظت کے لئے بھی تیر اندازوں کے مورچے بنا دئے گئے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں کو خندق عبور کرنے کے بعد فصیل تک پہنچنے کے لئے بھی دشمن کی جس تعداد کا سامنا کرنا پڑتا تھا وہ بھی اُن کی مجموعی تعداد سے زیادہ تھی۔ پھر فصیل پر کوئی جگہ تیر اندازوں سے خالی نہ تھی۔

مسلمانوں کے مقدمۃ الجیش کی قیادت اس عظیم سپاہی کو سونپی گئی تھی جس نے قادسیہ کے میدان میں عزم وہمت اور شجاعت کے الفاظ کو نئے مفہوم عطا کئے تھے اور جسے غازیانِ اسلام خالدؓ بن ولید اور مثنیٰ ابن حارثہ کی روایات کا امین سمجھتے تھے۔ یہ قعقاع بن عمرو تھا جس کی تلوار کو صدیقِ اکبرؓ اور اُن کے بعد فاروقِ اعظمؓ بھی شام اور کبھی عراق کے میدانوں میں غازیانِ اسلام کی فتح کی ضمانت سمجھتے تھے۔

قعقاع نے جلولا کے دفاعی استحکامات کا جائزہ لیا اور پھر ایک طویل جنگ کا کوئی مرحلہ ان کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ تھا۔

لڑائی شروع ہوئی اور کئی ہفتے فریقین کی طرف سے معمولی حملوں اور جوابی حملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ایرانی اپنے تیراندازوں کے مورچوں کے درمیان محفوظ مقامات سے خندق عبور کرکے مسلمانوں پر حملہ کرتے اور جب اُنہیں شدید مزاحمت کے باعث پیچھے ہٹنا پڑتا تو خندق کے درمیانی راستوں پر لوہے کے گوکھرو[1] بچھا دیتے۔ پھر جب مسلمان جوابی حملہ کرتے تو ایک طرف درمیانی راستوں پر بچھے ہوئے گوکھرو اُن کے گھوڑوں کے سُم زخمی کر دیتے اور دوسری طرف سواروں کو ایرانیوں کے تیروں کا سامنا کرنا پڑتا۔ کبھی کبھی خندق کے آس پاس کئی کئی گھنٹے جنگ جاری رہتی تھی اور مسلمانوں کے پے در پے حملوں سے دشمن کی اگلی صفیں ٹوٹ جاتیں لیکن پھر شہر کے دروازے کھل جاتے اور تھکے ہارے ایرانیوں کی جگہ تازہ دم دستے میدان میں آجاتے۔

ایرانیوں کی طرح سامانِ رسد کی مسلمانوں کے پاس بھی کوئی کمی نہ تھی اور وہ مدائن سے تھوڑی بہت کمک بھی حاصل کر رہے تھے۔ تاہم محاصرے کے دوسرے مہینے بھی جنگ کی ظاہری صورت وہی تھی جو پہلے دن تھی۔

یہ شیر اور ہاتھی کا مقابلہ تھا اور شیر آخری جست لگانے سے پہلے ہاتھی میں تھکاوٹ اور ضعف کے آثار دیکھنا چاہتا تھا۔

O

ایک روز مسلمان گھمسان کی لڑائی کے بعد دشمن کو خندق کے پار دھکیل چکے تھے۔ عصر کی نماز کے بعد جنوب کی سمت سے سواروں کی ایک فوج نمودار ہوئی۔

---

[1] لوہے کے ٹکڑے جن کے اُبھرے ہوئے نوک تیز گھوڑوں کے سُموں میں پیوست ہوکر اُنہیں بیکار کر دیتے تھے۔ جلولا اور اُس کے بعد نہاوند کی جنگ میں خاص طور پر ایرانیوں کے اس حربے کا ذکر آتا ہے۔ زمانہ قریب کی جنگوں میں یہ کام خاردار تاروں سے لیا جاتا تھا۔

ہاشم بن عتبہ کو مدائن سے کسی نئے لشکر کی آمد کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ اس لئے انہوں نے مجاہدین کو تیار رہنے کا حکم دیا۔

آنے والا لشکر پڑاؤ سے کچھ فاصلے پر رک گیا، پھر ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آگے بڑھا۔ حسان اور سہیل سپہ سالار کے قریب کھڑے نووارد کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ راستے میں چند سپاہیوں کے قریب رکا اور ان سے کوئی بات کرنے کے بعد سیدھا ہاشم کی طرف بڑھا۔

اچانک سہیل چلایا "بھائی جان! وہ زربخت ہے؟"

حسان کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور اس نے سپہ سالار سے مخاطب ہو کر کہا "جناب میں اسے جانتا ہوں۔ وہ میرے لئے ایک بھائی سے کم نہیں۔"

زربخت ان کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے کود پڑا اور حسان کے ساتھ معانقہ کرنے کے بعد ہاشم بن عتبہ اور دوسرے مجاہدوں کی طرف دیکھنے لگا۔

ہاشم نے سوال کیا "تم مدائن سے آئے ہو؟"

"نہیں جناب میں سیدھا اپنے گاؤں سے آرہا ہوں۔ میں نے امیرِ عساکر سے جہاد میں شامل ہونے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔"

"تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟"

"جناب میرے ساتھ آٹھ سو سوار آئے ہیں۔ میرے علاقے کے کئی اور جوان جہاد میں شریک ہونا چاہتے تھے لیکن انہیں تربیت دینے کے لئے وقت کی ضرورت تھی۔"

"اور یہ آٹھ سو آدمی تربیت حاصل کر چکے ہیں؟"

"ہاں مجھے یقین ہے کہ یہ آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔"

اگلی صبح غازیانِ اسلام خندق کے سامنے صف بستہ کھڑے تھے۔ زربخت کے ساتھی مقدمۃ الجیش میں شامل ہونا چاہتے تھے لیکن ہاشم نے انہیں عقب کے دستوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیتے ہوئے کہا "جب جلولا پر فیصلہ کن حملے کا وقت آئے گا تو تم میں سے کسی

کو یہ شکایت نہیں رہے گی کہ اُسے اپنے جوہر دکھلانے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن ابھی تمہیں بہت کچھ دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جب تک تمہیں یہ اطمینان نہیں ہو جاتا کہ تم اس جنگ کے طور طریقوں سے پوری طرح واقفیت حاصل کر چکے ہو میں تمہیں دشمن کے تیروں کی زد سے دُور رکھنا چاہتا ہوں۔"

اس دن ایرانی لشکر کی سرگرمیاں خندق کے پار تیر برسانے تک محدود رہیں لیکن مسلمانوں کی صفیں اُن کے تیروں کی زد سے دُور تھیں۔ وہ اطمینان سے دشمن کے تیراندازوں کے مورچوں کے پیچھے سوار اور پیادہ دستوں کی نقل و حرکت دیکھ رہے تھے لیکن انہوں نے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کی۔

شام کے وقت عذرہ جب حسان سے ملا تو اس کا پہلا سوال یہ تھا کہ جلولا پر فیصلہ کُن حملہ کب ہو گا؟

حسان نے اطمینان سے جواب دیا: "اب تمہیں زیادہ عرصہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔"

اسی طرح دو دن اور گزر گئے۔ تیسرے روز علی الصباح خندق کے پیچھے شہر کی چار دیواری تک سارا میدان ایران کی افواج سے اٹا ہوا تھا۔ آفتاب کی پہلی جھلک کے ساتھ یہ لاتعداد لشکر خندق کی طرف بڑھنے لگا اور اس کے سامنے قعقاع بن عمرو کے دستے انتہائی منظم حالت میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ایرانی سوار باقی تین اطراف سے سمٹ کر مغرب کی طرف جمع ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کی اگلی صفیں اپنے میمنہ اور میسرہ کی طرف سمٹ رہی تھیں اور اُن کے تیرانداز خندق کے درمیانی راستوں کے سامنے صفیں باندھ رہے تھے۔ اچانک ایرانیوں کے گھوڑوں کی ٹاپ کے ساتھ گرد کے بادل اُٹھے۔ مسلمان اُن پر تیر برساتے ہوئے تیزی سے پیچھے ہٹنے لگے۔ چند منٹ میں خندق سے آگے مغرب کی جانب کوئی آٹھ سو قدم کا فاصلہ ایرانی سواروں سے پُر ہو چکا تھا۔ اور لشکرِ اسلام کے تیرانداز ایک منظم پسپائی کی آخری حد تک پہنچ چکے تھے۔ پھر اُن کے قلب کی صفیں آگے بڑھیں اور انہوں نے ایرانیوں کے آگے نیزوں کی دیواریں کھڑی کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی قعقاع بن عمرو کے جانباز جو ایرانی حملہ آوروں کو خندق سے باہر آنے کا راستہ دینے کے لئے دائیں

بائیں سمٹ گئے تھے پلٹ کر ان پر ٹوٹ پڑے اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔

پہلی یلغار میں خندق کے پار مسلمانوں کے پڑاؤ کے سامنے قدم جمانے کے بعد ایرانیوں کا جوش اور ولولہ اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ وہ ہر آن مسلمانوں کی عام پسپائی کے منتظر تھے سواروں کے پیچھے ان کے پیادہ دستوں کا سیلاب آرہا تھا۔ لیکن جب مسلمانوں کے قلب کے دستے ایک منظم پسپائی کے بعد آہنی دیواروں کی طرح اُن کے راستے میں حائل ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی بازوؤں پر بھی اُن کے دباؤ میں بتدریج اضافہ ہونے لگا تو خندق کے پار لڑائی کا میدان ایرانیوں کی نقل و حرکت کے لئے تنگ ہو چکا تھا۔ انہوں نے بارہا مسلمانوں کا گھیرا توڑ کر آگے بڑھنے کی کوشش کی اور بارہا مسلمانوں کے میمنہ و میسرہ پر حملے کئے لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ مسلمان ان کے دباؤ سے چند قدم پیچھے ہٹ جاتے لیکن پھر یکا یک جنگ کا میدان اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اُٹھتا اور اُن کی آہن شگاف تلواریں ایرانیوں کو ہٹنے پر مجبور کر دیتیں۔

ایرانی لشکر کو خندق سے پیچھے ہٹ آنے کی صورت میں دوبارہ منظم ہونے کے لئے شہر کی فصیل تک ایک کشادہ میدان مل سکتا تھا لیکن ابتدائی کامیابی کے بعد ان کا کوئی سپاہی یا سردار پسپائی کے متعلق سوچنے کے لئے بھی تیار نہ تھا۔ وہ ہر قیمت پر خندق کے پار اُس زمین کے ٹکڑے پر قابض رہنا چاہتے تھے جہاں قدم قدم پر لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔

ایرانیوں کے پیادہ دستوں کی ایک بڑی تعداد ابھی تک خندق کے پار تھی اور وہ مشرق شمال یا جنوب کی سمت سے خندق عبور کر کے مسلمانوں کے بازوؤں کے لئے خطرہ پیدا کر سکتے تھے لیکن اُن کے سپہ سالار کا پرچم مغرب کی سمت لہرا رہا تھا اور وہ کسی اور سمت دیکھنے کے لئے تیار نہ تھے۔ موسم کے لحاظ سے یہ دن بہت گرم تھا۔ صبح سے ہوا بند تھی اور مغرب کے اُفق پر آندھی کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔

دوپہر کے قریب قعقاع بن عمرو نے تیز ہوا کے پہلے جھونکے کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھا۔ اور بلند آواز میں کہا۔ مجاہدو! یہ آندھی تمہارے لئے اللہ کی نصرت کا پیغام لائی ہے۔ اُس نے اللہم

مغرب کی نماز جلولا میں ادا کریں گے۔" اور آن کی آن میں لشکر کا ہر سالار یہ آواز اپنے دستے کے آخری سپاہی کے کانوں تک پہنچا چکا تھا۔ پھر بڑھتی ہوئی تاریکی کے ساتھ مسلمانوں کے حملوں کی شدت میں اضافہ ہونے لگا۔

ایرانیوں کے لئے تند ہوا اور گرد و غبار میں آنکھیں کھول کر چند قدم آگے دیکھنا مشکل تھا اور وہ خندق کی طرف سمٹ رہے تھے۔ اگلی صفیں پچھلی صفوں کو خندق عبور کرنے کا موقع دینے کے لئے پلٹ پلٹ کر جوابی حملے کر رہی تھیں لیکن آندھی نے اُن کی نگاہوں کے سامنے گرد اور تاریکی کے پردے تان دیئے تھے۔ ہوا اُن کے مخالف تھی اور وہ سر جھکائے اندھا دھند تلواریں گھما رہے تھے۔ اُن کے نیزوں اور تیروں کے سامنے کوئی ہدف نہ تھا۔ اس کے برعکس اُن کے لئے مسلمانوں کی تلوار کا ہر وار، نیزوں کی ہر ضرب اور تیروں کا ہر نشانہ مہلک ثابت ہو رہا تھا۔

اچانک قعقاع بن عمرو نے جانبازوں کے ایک گروہ کے ساتھ دائیں بازو سے حملہ کیا اور خندق کے مغربی کنارے جمع ہونے والی بھیڑ کو درمیان سے چیرتا اور روندتا ہوا دائیں طرف نکل گیا۔ ایرانیوں نے اپنی منتشر صفوں کے درمیان اللہ اکبر کے نعرے سنے تو انتہائی سراسیمگی کی حالت میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ ان میں سے ہزاروں تاریکی کے باعث خندق میں گر پڑے۔ ہزاروں خندق کے ساتھ ساتھ دائیں اور بائیں جانب نکل گئے۔ باقی جنہیں خندق عبور کرنے کا موقع مل گیا تھا اپنی پسپائی کے راستوں پر گھوڑے بھگا رہے تھے۔

قعقاع کے جانباز خندق عبور کرنے کے لئے بیتاب تھے لیکن درمیانی راستوں پر گوکھرو بچھے ہوئے تھے اور خندق کے پار تیر اندازوں کی صفیں قائم تھیں۔ ایرانیوں کے وہ دستے جو باقی لشکر سے کٹ چکے تھے جنوب اور شمال کے چند مقامات سے خندق پاٹ کر نئے راستے بنا رہے تھے۔

قعقاع اس صورتِ حال سے باخبر ہوتے ہی اپنے جانبازوں کے ساتھ جنوب کی طرف بڑھا۔ اور ایک تنگ راستے پر جمع ہونے والے ایرانیوں کو منتشر کرتا ہوا خندق کے پار پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کمان کے تمام دستے اس کے ساتھ شامل ہو چکے تھے اور پھر وہ آواز جو جنگ کے ہنگاموں

پر حاوی ہو جایا کرتی تھی قادسیہ اور بویب کے شیروں کی راہنمائی کر رہی تھی اور وہ نگاہیں جن میں خالدؓ بن ولید اور مثنیٰ ابن حارثہ کا عزم و یقین تھا آندھی کی تاریکیوں میں فتح کی منزل دیکھ رہی تھیں قعقاع بن عمر کا رُخ جلولا کے دروازے کی طرف تھا اور وہ جوان کی رفاقت کی لذت سے آشنا تھے، دیوانہ وار اُس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ آن کی آن میں نصرت یا شہادت کے یہ طلبگار مغربی دروازے کے محافظوں پر حملہ کر چکے تھے اور جلولا کا معرکہ اپنے فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکا تھا۔

○

ہاشم کی کمان میں فوج کا بڑا حصہ ابھی تک پیچھے تھا۔ جو چند دستے خندق عبور کر چکے تھے ان کے سامنے ایرانیوں کی منتشر صفیں دوبارہ منظم ہو رہی تھیں لیکن اُن کے پے در پے حملوں کے باعث ایرانیوں کی پیش [illegible] گئی۔ تھوڑی دیر ہاشم کی باقی فوج خندق کے پار پہنچ گئی اور ایرانی پھر منتشر ہونے لگے۔ تاریکی میں آگے بڑھنے کے لیے سپاہیوں اور سالاروں کے لیے کوئی متعین راستے نہ تھے۔ وہ جس سمت ایرانیوں کی چیخ پکار سنتے حملہ کر دیتے اور انہیں یہ اطمینان تھا کہ وہ لحظہ بہ لحظہ ایرانیوں پر غالب آ رہے ہیں۔ دوست اور دشمن کا امتیاز کرنے کے لئے وہ آنکھوں کی بجائے زبانوں سے کام لے رہے تھے اور انہیں صرف ایک دوسرے کی آوازیں یہ بتا رہی تھیں کہ وہ اپنے ساتھیوں سے کتنے دور یا کتنے نزدیک ہیں غازیانِ اسلام کے دلوں میں اس معرکے نے لیلۃ الہریر کی یاد تازہ کر دی تھی۔

قعقاع کے جانباز جنہوں نے اس عرصہ میں شہر کے دروازے پر دشمن کی لاشوں کے انبار لگا دیے تھے باقی فوج سے کٹ چکے تھے۔ اچانک قعقاع نے نقیبوں کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ سپہ سالار شہر کے دروازے پر پہنچ چکے ہیں اور وہ ایک نئے جوش و خروش سے لڑنے لگے۔ پھر یہ نقیب گھوڑے دوڑاتے ہوئے وہاں سے نکلے اور آن کی آن میں اُن کی آوازیں باقی لشکر کی صفوں میں پھیل گئیں اور کسی سپاہی یا سالار نے اس اعلان کی حقیقت معلوم کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

اُن کی حالت اس سیلاب کی سی تھی جو بلندیوں سے نشیب کی طرف دوڑ رہا ہو۔ ایرانی انتہائی افراتفری کی حالت میں ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد مغربی دروازے کے سامنے

میدان خالی ہو چکا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایرانیوں کی قوتِ مدافعت دم توڑ چکی تھی۔ وہ شہر کی چار دیواری اور خندق کے درمیان ایک گھرے ہوئے شکار کی طرح اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ کئی ایسے تھے جو خندق میں گر پڑے اور کئی ان راستوں میں پھنس کر رہ گئے جہاں پسپائی کے وقت انہوں نے گوکھرو بچھا دئے تھے اور پھر جب آندھی تھم گئی اور ڈوبتے ہوئے سورج کی سرخ پیشانی سے گرد و غبار کے پردے ہٹ گئے تو میدان میں حدِ نگاہ تک ایرانیوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔

رات کے پچھلے پہر قعقاع کی قیادت میں پانچ ہزار سوار حلوان کا رُخ کر رہے تھے۔ حسان اس لشکر کے ہراول کا سالار تھا۔ زربخت کے ساتھ جو رضاکار جلولا پہنچے تھے اُن میں سے پچاس حسان کے ہمرکاب تھے اور باقی جلولا میں رہ گئے تھے۔ قعقاع نے اس مہم کے لئے انتہائی آزمودہ کار مجاہدوں کو منتخب کیا تھا اور نئے رضاکاروں کے سلسلے اس کا مشورہ یہ تھا کہ ابھی اُنہیں تجربہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن زربخت کے اصرار پر حسان نے اُس کے ساتھیوں میں سے پچاس منتخب سواروں کو ہراول میں شامل کرنے کی اجازت حاصل کرلی تھی۔ جلولا کے خونریز معرکے کے بعد زربخت کو صرف تین گھنٹے آرام کا موقع ملا تھا لیکن قعقاع کی رفاقت اور ایک اہم مہم میں حصہ لینے کی خواہش اُس کی تھکاوٹ پر غالب آچکی تھی۔

اگلی دوپہر یہ مجاہد ایک چھوٹی سی نہر کے کنارے ایک باغ میں آرام کر رہے تھے۔ زربخت اچانک گہری نیند سے بیدار ہوا اور اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ حسان اُس کے قریب ایک درخت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اُس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے زربخت؟" "کچھ نہیں" اُس نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ "میں نے خواب دیکھا تھا کہ لشکر جا چکا ہے اور میں تنہا یہاں بھٹک رہا ہوں۔ آپ نہیں سوتے؟" حسان نے جواب دیا۔ "جب منزل قریب ہو تو مجھے نیند نہیں آیا کرتی۔ انشاء اللہ ہم حلوان میں جی بھر کر آرام کر سکیں گے۔"

زربخت نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "آپ کو یقین ہے کہ یہ لشکر حلوان کی فتح کے لئے کافی

ہوگا۔ میں جلولا کے میدان میں اللہ کی نصرت کے معجزات دیکھ چکا ہوں۔ پھر بھی کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ حلوان میں یزدگرد کا سامنا کرنے کے لیے ہمیں زیادہ لشکر کی ضرورت پڑے گی۔"

حسان نے جواب دیا۔ "قعقاع کو یقین ہے کہ حلوان میں ہمیں یزدگرد کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ جب ہم وہاں پہنچیں گے تو وہ کوسوں آگے جا چکا ہوگا۔"

"لیکن اُس کی فوج؟"

"وہ ایک نمائشی جنگ لڑے گی اور پھر یزدگرد کی طرح ہر سپاہی کو اپنی جان بچانے کی فکر ہوگی اور اگر اُنہوں نے زیادہ جرأت سے کام لیا تو ہمیں ملک حاصل کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ لیکن قعقاع کے اندازے غلط ثابت نہیں ہوتے۔ مجھے یقین ہے کہ جب جلولا کے شکست خوردہ سپاہی حلوان پہنچیں گے تو وہاں بھگدڑ مچ جائے گی۔"

زر بخت نے کچھ سوچ کر کہا۔ "گاؤں میں عدی ہمیں شام اور عراق کے گزشتہ معرکوں کے حالات سنایا کرتا تھا اور میں اکثر یہ سوچا کرتا تھا کہ کسی قوم کے عروج کے دور میں بمشکل دو چار ایسے انسان ہوتے ہیں جن کی غیر معمولی صلاحیتوں کو فتح اور کامرانی کی ضمانت سمجھا جاتا ہے۔ کبھی کبھی ایک نامور سالار کے ہٹ جانے سے شیروں کا لشکر بھیڑوں کا گروہ ثابت ہوتا ہے۔ ابتدا میں اہلِ ایران مسلمانوں کو صرف مثنیٰؓ بن حارثہ اور خالدؓ بن ولید جیسے عظیم سپہ سالاروں کی بدولت جانتے تھے لیکن جلولا میں کفر و اسلام کا معرکہ دیکھنے کے بعد اگر میں ایک ایرانی کے ذہن سے سوچوں تو میرا پہلا سوال یہ ہوگا کہ لشکرِ اسلام میں اُن عظیم مجاہدوں کی تعداد کیا ہے جنہیں خالدؓ بن ولید اور مثنیٰؓ بن حارثہ اور سعد بن ابی وقاص کی قابلِ فخر روایات کا امین سمجھا جاتا ہے؟ کل میں نے ایک مسلمان کی نگاہ سے کفر و اسلام کا معرکہ دیکھا تھا اور مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ عالمِ انسانیت کے حصے کی تمام سعادتیں اور ساری عظمتیں سمٹ کر جلولا کے غازیوں کے وجود میں آگئی ہیں۔ حسان! میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے ان لوگوں کے ساتھ جینے اور مرنے کی لذت سے آشنا کیا ہے۔"

"ذرینجت! یہ اللہ کا احسان ہے کہ تمہارے لئے میری دُعائیں رائیگاں نہیں گئیں"۔
عصر کی نماز کے بعد غازیانِ اسلام لشکر کوُچ کی تیاری کر رہا تھا۔ قعقاع بن عمر کے اندازے درست ثابت ہوئے۔ یزدگرد نے جلولا کی شکست کی اطلاع پاتے ہی حلوان سے رے کا رُخ کیا اور حلوان کی حفاظت ایک آزمودہ کار جرنیل خسرو شنوم کے سپرد کر دی۔ خسرو شنوم نے حلوان سے تین میل دُور قصرِ شیریں کے قریب غازیانِ اسلام کی پیش قدمی روکنے کی کوشش کی۔ لیکن قعقاع نے ایک ہی حملے میں اُس کا لشکر تتر بتر کر دیا۔ پھر وہ حلوان کی طرف بڑھا تو اہلِ شہر نے مقابلہ کرنے کی بجائے دروازے کھول دیئے۔ چنانچہ غروبِ آفتاب سے پہلے حلوان کے قلعے پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا۔

باب ۳

جلولا اور حلوان کی فتوحات کے ایام میں رومیوں کی ایک فوج موصل سے پیش قدمی کر کے تکریت میں قدم جما چکی تھی اور الجزیرہ کے عیسائی قبائل جو ایران اور روم کی سرحد پر آباد تھے اس فوج کی اعانت کے لئے جمع ہو رہے تھے۔

ان حالات میں دربارِ خلافت سے عبداللہ بن معتم کو پانچ ہزار مجاہدوں کے ساتھ پیش قدمی کا حکم ملا اور اُنہوں نے تکریت کا محاصرہ کر لیا۔ چالیس دن بعد یہ شہر فتح ہو چکا تھا۔[1] اس کے بعد عبداللہ بن معتم نے ربعی بن افکل کو غازیوں کی ایک جماعت کے ساتھ پیش قدمی کا حکم دیا۔ اور اُنہوں نے چند دنوں میں موصل اور نینوا کے آس پاس رُومیوں کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ الجزیرہ کی شکست خوردہ افواج چاروں طرف سے فرات کے کنارے ہیت کے مقام پر جمع ہو گئیں۔ سعد بن ابی وقاص نے جلولا اور حلوان کی جنگوں سے فارغ ہوتے ہی عمر بن مالک کی قیادت میں ایک ساعد فوج روانہ کی اور اُنہوں نے یکے بعد دیگرے قرقیسیا اور ہیت پر قبضہ کر لیا۔ پھر عیاض بن غنم نے پیش قدمی کی اور رہا کے قریب پڑاؤ ڈال کر جزیرہ کے باقی تمام علاقے فتح کر لئے۔ مسلمانوں کی ایک اور فوج جس نے جنگ قادسیہ سے قبل عتبہ بن غزوان کی قیادت میں ابلہ پر چڑھائی کی تھی بصرہ کے

---

[1] محاصرے کے دوران عبداللہ بن معتم کی دعوت پر عیسائی عربوں کی اکثریت اسلام کی طرف مائل ہو چکی تھی اور فیصلہ کن معرکے میں ان لوگوں نے مسلمانوں کا ساتھ دیا تھا۔

آس پاس ایک وسیع علاقے پر قبضہ کرنے کے بعد خوزستان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ عتبہ بن مغیرہ بن شعبہ اس علاقے کے حاکم مقرر ہوئے تو انہوں نے خوزستان کے ایک اہم شہر اہواز پر چڑھائی کر دی۔ اہواز کے رئیس نے جزیہ دے کر صلح کر لی۔ اور مغیرہ کی پیشقدمی رُک گئی۔

۱۷ھ ہجری میں مغیرہ کی جگہ ابو موسیٰؓ بصرہ کے حاکم مقرر ہوئے تو اہواز کے رئیس نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا اور اعلانیہ بغاوت کر دی۔ ابو موسیٰ نے لشکر کشی کی اور اہواز کے علاوہ خوزستان کے دو اور اہم شہر سوس اور مناذر فتح کر لئے۔ اس کے بعد مسلمانوں کا لشکر اہواز کے صدر مقام تُستر کی طرف بڑھا جہاں کسریٰ کے ایک مشہور جرنیل ہرمزان ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ ہرمزان نے اپنے لشکر کی تعداد کے بل بوتے پر شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کی پیشقدمی روکنے کی کوشش کی لیکن ابو موسیٰ کی اعانت کے لئے ایک لشکر کوفہ سے عمار بن یاسر اور دوسرا جلولا سے جریر کی قیادت میں پہنچ گیا اور ہرمزان ایک شدید لڑائی میں شکست کھانے کے بعد قلعہ بند ہو گیا۔ پھر جب اُسے شکست سے بچنے کی کوئی اُمید نہ رہی تو اُس نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دئے کہ اُسے بحفاظت امیر المومنین کی خدمت میں پہنچا دیا جائے گا۔ ہرمزان نے مدینے پہنچ کر اسلام قبول کر لیا اور خوزستان کا علاقہ فارس کے صوبے کی حدود تک مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔

اس کے بعد لشکرِ اسلام کی حالت اُس دریا کی سی تھی جو پہاڑوں سے اُترنے کے بعد کئی شاخوں میں تقسیم ہو کر نشیب کے میدانوں کو اپنی آغوش میں لے رہا ہو۔ راہِ حق کے مسافر کوہ البرز سے لے کر دشتِ مکران تک کسریٰ کی سلطنت کی وسعتوں میں اپنے مستقبل کی نئی منازل اور نئے رستے دیکھ رہے تھے۔

کوفہ اور بصرہ جہاں آب و ہوا کے پیشِ نظر اسلامی لشکر کے لئے مستقل چھاؤنیاں قائم کی گئی تھیں اب پُر رونق شہروں میں تبدیل ہو رہے تھے۔ بالخصوص کوفہ جو لشکرِ اسلام کا ایک بڑا مستقر ہونے کے علاوہ مفتوحہ علاقوں کے گورنر کا صدر مقام بھی تھا عراق کے دوسرے شہروں کی نسبت زیادہ اہمیت اختیار کر چکا تھا۔

فاروقِ اعظمؓ فتوحات کی وسعت کے مقابلہ میں سلطنت کے انتظام، امن اور خوشحالی کو زیادہ

اہمیت دیتے تھے اور وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ مفتوحہ علاقوں کے نظم و نسق اور عدل و انصاف کے مسائل کو ادھورا چھوڑ کر ایران کے دوسرے صوبوں پر چڑھائی کی جائے۔ چنانچہ جزیرہ اور خوزستان کی جنگوں کے بعد اُن کی ساری توجہ مفتوحہ علاقوں کی طرف مبذول ہو چکی تھی اور وہ مقامی باشندوں کو اس عظیم انقلاب کی اہمیت کا احساس دلا چکے تھے جس کا مقصد انہیں جسم و روح کی آزادیوں سے ہمکنار کرنا تھا لیکن شہنشاہیت کے علمبرداروں کو یہ گوارا نہ تھا کہ اس دنیا سے بندہ و آقا کا امتیاز مٹ جائے۔ وہ اُس ماضی کو واپس لانا چاہتے تھے جس کی ہزار سالہ تاریخ کے دامن میں بالادستوں کے مظالم اور زیر دستوں کی بے بسی کی داستانوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ ایک شہنشاہ کی شکست کے بعد دوسرے شہنشاہ کی اطاعت قبول کر سکتے تھے۔ اگر کسریٰ کا تاج کسی قیصر کے سر کی زینت بن جاتا تو بھی وہ اپنے دل کو یہ تسلّی دے سکتے تھے کہ ان کی شکارگاہوں میں بھیڑیوں اور بھیڑوں کا امتیاز باقی رہے گا۔ لیکن عرب کے صحرا نشین اپنے ساتھ ایک ایسا نظام لائے تھے جو براہِ راست شہنشاہیت سے متصادم تھا۔ اہل فارس ایک ساسانی حکمران کی جگہ ایک عرب بادشاہ کی اطاعت قبول کر سکتے تھے اور انہیں یہ اُمید ہو سکتی تھی کہ زمانے کا کوئی اور انقلاب اُن کی قسمت بدل دے گا۔ لیکن انہیں ستم رسیدہ انسانوں کے دوبدوش کھڑا ہونا پسند نہ تھا جو صدیوں سے اُن کی غلامی کی زنجیروں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے تھے۔ یہ انقلاب جس کی رُوح سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں اُن کے نزدیک حال اور مستقبل کا سب سے بڑا خطرہ تھا۔ چنانچہ وہ مرزبان، وہ جاگیردار، وہ مذہبی پیشوا اور فوجی راہنما جنہوں نے ابھی تک عرب و عجم کے معرکے صرف تماشائیوں کی حیثیت سے دیکھے تھے اور جن کے نزدیک اس سے قبل انقلاب کے معنی ایک عارضی مدت کے لئے آقاؤں کی تبدیلی کے سوا کچھ نہ تھے۔ اب یزدگرد کی فتح اور سلامتی کو اپنی موت و حیات کا مسئلہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

یزدگرد نے رے کے مقام پر ڈیرہ ڈال کر کچھ عرصہ رہتے ہوئے حالات کا جائزہ لیا۔ وہاں سے اصفہان کی طرف کوچ کیا۔ وہاں کے لوگوں نے حوصلہ افزائی کی تو کرمان سے ہوتا ہوا خراسان پہنچا اور مرو میں جھنڈے گاڑ کر اپنے نقیب اور ایلچی ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیئے۔

پھر طبرستان فارس، جرجان، نہاوند، رے، اصفہان، ہمدان اور خراسان سے لے کر دریائے سندھ کے کناروں تک انسانوں کا ایک طوفان اُمڈ آیا۔ ایران کی ڈیڑھ لاکھ فوج قم میں جمع ہوئی یزدگرد نے اس عظیم لشکر کا پرچم شاہی خاندان کے ایک فرد فیروزان کو عطا کیا اور اُس نے نہاوند کی طرف پیشقدمی کی۔

امیر المومنین کو کوفہ کے گورنر عمار بن یاسرؓ نے ایرانیوں کی جنگی تیاریوں کی اطلاع دی تو وہ سیدھے مسجدِ نبوی پہنچے اور اہلِ مدینہ کے سامنے عمار کا خط پڑھنے کے بعد اُن کی رائے طلب کی حضرت عثمانؓ نے یہ مشورہ دیا کہ آپ شام، یمن اور عراق کے سالاروں کو اپنے اپنے لشکر کے ساتھ کوفہ پہنچنے کا حکم دیں اور پھر بذاتِ خود وہاں پہنچ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے پورے لشکر کی کمان سنبھال لیں۔ دوسرے بزرگوں نے حضرت عثمانؓ کی اس رائے سے اتفاق کیا لیکن امیر المومنین نے حضرت علیؓ کی رائے دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ جن علاقوں سے فوجیں نکال جائیں گی وہ غیر محفوظ ہو جائیں گے اور اگر آپ نے مدینہ چھوڑا تو پورے ملک میں قیامت برپا ہو جائے گی۔ میری رائے ہے کہ آپ یہاں سے نہ ہلیں اور شام، یمن اور بصرہ وغیرہ سے ایک تہائی لشکر کو نہاوند کی مہم کے لئے جمع ہونے کے احکام بھیج دیں۔ امیر المومنین نے حضرت علیؓ کی رائے سے اتفاق کیا۔ اب اس مہم کے لئے سپہ سالار کے انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا تو وہ نگاہیں جن سے ملت کا کوئی جوہر پوشیدہ نہ تھا، نعمانؓ بن مقرن پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔

حسان، سہیل اور زربخت جلولا اور حلوان کے بعد جزیرہ اور خوزستان کے معرکوں میں مصروف رہے۔ جنگوں سے فراغت کے ایام میں انہیں گھر جانے کی رخصت مِل جاتی۔ جلولا کی فتح سے ایک سال بعد حسان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اُس کا نام سلمان رکھا گیا۔ پھر جب وہ جزیرہ سے خوزستان کے محاذ کا رُخ کرنے سے پہلے چند دن کی رخصت پر اپنے گھر پہنچے تو یاسمین اپنے پہلے بچے کو گود میں لئے بیٹھی تھی۔ زربخت نے اپنے فرزند کے لئے سعد کا نام پسند کیا۔

خوزستان کی مہمات سے فارغ ہونے کے بعد حسان اور زربخت کوفہ کے فوجی مستقر میں تبدیل ہو گئے اور سہیل بصرہ چلا گیا۔ سلمان کی پیدائش کے تیسرے سال حسان حج پر چلا گیا اور زربخت دو ماہ کی رخصت پر گھر آگیا۔ حسان حج اور مدینہ منورہ کی زیارت کے بعد واپس کوفہ پہنچا تو قم میں

ایرانی فوج کے اجتماع کی خبریں مشہور ہو رہی تھیں اور پھر چند ہفتوں کے بعد یہ تینوں اس فوج کے ہراول میں شامل ہو چکے تھے جو ایرانیوں کی پیش قدمی روکنے کے لئے نہاوند کا رُخ کر رہی تھی۔

○

فیروزان کی قیادت میں ایران کی ڈیڑھ لاکھ فوج نے ہمدان کے راستے پیشقدمی کی اور کوہ الوند کے جنوب میں نہاوند کے سامنے ڈیرے ڈال دئے اور پھر چند دن بعد یہ عظیم لشکر ان صحرا نشینوں کا سامنا کر رہا تھا جن کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ نہ تھی۔

اسلام اور مجوسیت کا ایک اور معرکہ شروع ہوا اور نعمان بن مقرن نے ابتدائی دو دن شدید حملوں کے بعد ایرانیوں کو اپنے بیرونی مورچوں سے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد کئی دن حملوں اور جوابی حملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ایرانی شہر کے گرد خندقوں اور مورچوں سے نکل کر حملہ کرتے تھے۔ اور جب مسلمانوں کی طرف سے جوابی کارروائی شروع ہوتی تو وہ پسپا ہو کر کئی راستوں سے اپنے دفاعی حصار کے پیچھے پہنچ جاتے۔

یہ پہاڑی علاقہ عراق کے ان ہموار میدانوں سے مختلف تھا۔ جہاں بویب اور قادسیہ کی عظیم جنگیں لڑی گئی تھیں اور جس کی نرم مٹی میں عربوں کے گھوڑوں کی تیز رفتاری ایک فیصلہ کن عنصر کی حیثیت رکھتی تھی۔ یہاں شہر پر یلغار کرنے سے پہلے مورچوں اور خندقوں کے درمیانی راستوں پر قبضہ کرنا ضروری تھا جن کی حفاظت کے لئے لاتعداد تیر انداز موجود تھے۔ پھر ان مورچوں اور خندقوں سے آگے شہر کی مضبوط فصیل کھڑی تھی۔

ایرانی لشکر کو قلعہ بندیوں سے آگے نکل کر حملہ کرنے اور بوقتِ ضرورت پیچھے ہٹنے کی پوری آزادی تھی اور لشکر کی تعداد اور وسائل کی برتری کے باعث اُن کے لئے جنگ کو طول دینا مشکل نہ تھا۔ اور یہ طوالت مسلمانوں کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔

نعمان بن مقرن نے اس صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے لشکر کے آزمودہ کار سالاروں سے مشورہ کیا اور طلیحہ کے مشورے سے یہ فیصلہ کیا کہ علی الصباح قعقاع بن عمر کی قیادت میں لشکر کا ایک

حصہ ایرانیوں کے مورچوں پر حملہ کرے اور جب گھمسان کی لڑائی شروع ہو جائے تو وہ پسپائی اختیار کر کے پہاڑ کے دامن میں پہنچ جائے اور باقی فوج طلوعِ سحر سے پہلے چند میل دُور ٹیلوں کے عقب میں رُوپوش ہو کر امیرِ لشکر کے حکم کا انتظار کرے۔

یہ جمعہ کا دن تھا۔ قعقاع نے طلوعِ سحر کے ساتھ حملہ کیا اور دشمن کی بیرونی قلعہ بندیوں پر تباہی مچا دی۔ ایرانیوں نے افراتفری کی حالت میں اپنی صفیں درست کیں اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی کچھ دیر بعد قعقاع کا لشکر طلیحہ بن خویلد کے جنگی پلان کے مطابق پیچھے ہٹ رہا تھا اور ایرانی پورے جوش و خروش کے ساتھ حملے کر رہے تھے۔ جنگ کے ابتدائی نقصان نے انہیں اس حد تک مشتعل کر دیا تھا کہ شہر کے اندر اور باہر فیروزان کا سارا لشکر ایک فیصلہ کُن حملے کے لئے میدان میں آچکا تھا۔

وہ اپنے مورچوں اور خندق سے باہر نکل چکے تھے اور مسلمانوں کے پیچھے ان بلندیوں کا رُخ کر رہے تھے جہاں دروں اور گھاٹیوں میں نعمان بن مقرن باقی فوج کے ساتھ اُن کا منتظر تھا۔

قعقاع بن عمر پلٹ پلٹ کر حملے کرتے اور پھر اُن کی پسپائی کی رفتار تیز ہو جاتی۔ ایرانیوں کی یلغار تھوڑی دیر کے لئے رُک جاتی اور پھر وہ پورے جوش و خروش سے مسلمانوں کا تعاقب شروع کر دیتے وہ ان دروں اور گھاٹیوں سے گزر رہے تھے جو آس پاس کے ٹیلوں اور پہاڑیوں میں چھپے ہوئے تیر اندازوں کی زد میں تھے اور انہیں یقین تھا کہ اُن کا ہر قدم فتح کی طرف اُٹھ رہا ہے۔

پھر جب سورج نصف النہار سے آگے نکل چکا تھا تو یہ ٹڈی دل فوج ایک تنگ وادی میں عبرتناک تباہی کا سامنا کر رہی تھی۔ قعقاع کے دستے اچانک دو حصوں میں تقسیم ہو کر وادی کے دائیں بائیں پھیل گئے اور تعاقب کرنے والوں کو اپنے سامنے ان سواروں کی صفیں دکھائی دیں جو حملے کے لئے سپہ سالار کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ نعمانؓ بن مقرن نے تین تکبیریں کہیں۔ اس کے سواروں نے حملہ کیا اور اس کے ساتھ ہی آس پاس کے ٹیلوں اور پہاڑیوں سے ایرانیوں پر تیروں کی بارش ہونے لگی۔ مسلمان سواروں کے پہلے حملے کے ساتھ ہی دشمن کے لشکر میں افراتفری مچ گئی۔ اُنہوں نے پلٹ کر وادی سے نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن عقب کی گھاٹیوں میں تیروں کی بے پناہ بارش نے انہیں دوبارہ

وادی کی طرف سمٹنے پر مجبور کر دیا۔ ایک پہر گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی اور سنگلاخ زمین پر خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ نعمان بن مقرن کبھی سامنے اور کبھی دائیں یا بائیں حملہ کرتے اور دشمن کی صفیں درہم برہم ہو جاتیں۔ اچانک خون آلود پتھروں پر سے اُن کا گھوڑا پھسلا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک ایرانی کے نیزے سے گھائل ہو کر گر پڑے۔ پھر اُن کے بھائی نعیم بن مقرن نے لشکر کا پرچم اُٹھا لیا اور گھمسان کی لڑائی میں لشکر کو اس بات کا احساس نہ ہوا کہ اُن کا سپہ سالار زخمی ہو چکا ہے۔ ایک مجاہد نے گھوڑے سے کود کر اپنے جری راہنما کو سہارا دینے کی کوشش کی لیکن اُنہوں نے ڈانٹ کر کہا۔ میرے بھائی! تم اپنے فرض سے کوتاہی کر رہے ہو۔ تمہیں میرے احکام معلوم ہیں؟

نوجوان ایک لمحہ تاخیر کے بغیر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

ایرانی اب فتح کی بجائے اپنی جانیں بچانے کے لئے لڑ رہے تھے۔ شام کے قریب اُن کی لاتعداد لاشیں وادی میں بکھری ہوئی تھیں۔ اُنہوں نے مسلمانوں کا گھیرا توڑ کر قریب ہی ایک پہاڑی پر قدم جمانے کی کوشش کی لیکن مسلمانوں نے یہاں بھی اُن کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آس پاس کی چوٹیوں سے ان پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور آگے پیچھے پسپائی کے تمام راستے اُن کے لئے بند ہو چکے تھے۔

فیروزان کی رہی سہی فوج رات کی تاریکی سے فائدہ اُٹھا کر بھاگی۔ ایک حصے کا رُخ نہاوند کی طرف تھا اور دوسرا دشوار گزار پہاڑوں سے ہمدان کا رُخ کر رہا تھا اور مسلمان دونوں طرف اُن کا پیچھا کر رہے تھے۔ نعمان بن مقرن جنہیں نزع کے عالم میں فتح کی خوش خبری کا انتظار تھا اسی وادی میں سپردِ خاک کئے گئے۔ ان کے جانشین حذیفہ بن الیمان نے نہاوند کا رُخ کیا اور شہر پر فتح کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ نعیم بن مقرن اور قعقاع بن عمر نے پہاڑوں میں فیروزان کا پیچھا کیا۔ ہمدان کی سرحد کے قریب ایک تنگ گھاٹی پر شہد سے لدے ہوئے گدھوں اور خچروں نے فیروزان کا راستہ مسدود کر دیا۔ اُس نے گھوڑے سے کود کر پہاڑ میں چھپنے کی کوشش کی لیکن نعیم بن مقرن نے اُس کا پیچھا کیا اور پکڑ کر قتل کر دیا۔

قعقاع بن عمر نے ہمدان کی دیواروں تک باقی لشکر کا تعاقب جاری رکھا اور شہر کے حاکم نے

فیروزان کے انجام سے باخبر ہوتے ہی صلح کی درخواست کی اور قعقاع سے اہلِ ہمدان کی جان و مال کی حفاظت کا وعدہ لینے کے بعد شہر کے دروازے کھول دئیے۔ نہاوند کے معرکے میں ایک لاکھ سے زیادہ ایرانی کام آچکے تھے۔ اور اس عظیم فتح نے لشکرِ اسلام کے لئے کسریٰ کی سلطنت کی آخری حدود تک پیش قدمی کے راستے صاف کر دئیے تھے۔

○

یزدگرد کوہ البرز کے دامن میں رے کے مقام پر پڑاؤ ڈال کر نہاوند کی جنگ کے نتائج کا انتظار کر رہا تھا اور شمال کے جنگجو قبائل اس اُمید پر اس کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے تھے کہ نہاوند میں فیروزان کی فتح کے بعد وہ مسلمانوں کے خلاف آخری یلغار میں حصہ لے سکیں گے۔ پھر اُسے یکے بعد دیگرے نہاوند کے میدان میں اپنے لشکر کی عبرتناک شکست اور ہمدان پر مسلمانوں کی یلغار کی خبریں ملیں تو اس نے سراسیمہ ہو کر اصفہان کا رُخ کیا۔ لیکن ایران کا کوئی صوبہ یا شہر ایسا نہ تھا، جسے وہ اپنے لئے محفوظ سمجھتا۔ وہ جس جگہ جاتا وہاں کے باشندے ایک تازہ جوش و خروش کے ساتھ اُس کی حمایت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے اور اُس کے ساتھ ہی مفتوحہ علاقوں کے رئیس بھی بغاوت کے لئے آمادہ ہو جاتے۔ لیکن جب مسلمانوں کی پیش قدمی کی اطلاع ملتی تو وہ بھاگ نکلتا۔ ایک عظیم سلطنت کی لامحدود وسعتوں میں وہ برسوں تک یہ کھیل جاری رکھ سکتا تھا۔ اور ایسے عناصر جو کسریٰ کی زمین پر شہنشاہیت کے خاتمے کو اپنے اقتدار کی موت سمجھتے تھے ہر جگہ موجود تھے۔ اُنہیں صرف اس بات کا انتظار تھا کہ کسی دن کسی نئے محاذ پر مسلمانوں کی فتوحات کا سیلاب رُک جائے اور پھر شمال کے برفانی علاقوں سے لے کر خلیج فارس اور بحرین تک وہ آگ بھڑک اُٹھے جس کے شعلے صرف ربع صدی قبل قسطنطنیہ کی دیواروں کو چھو رہے تھے۔

امیرالمومنین عمرؓ بن خطاب کی نگاہوں سے حال اور مستقبل کا یہ خطرہ پوشیدہ نہ تھا اور دربارِ خلافت میں اُن دُور اندیش مشیروں کی کمی نہ تھی جو ایران کو امن اور سلامتی کی راہ دکھانے کے لئے ان حوصلوں اور اُمیدوں کا مکمل خاتمہ ضروری سمجھتے تھے جو یزدگرد کی ذات سے قائم تھیں۔ چنانچہ

امیرالمؤمنین کو ایران پر عام لشکر کشی کا فیصلہ کرنا پڑا۔ اور پھر لشکرِ اسلام چھ حصوں میں تقسیم ہو کر اُن دُور افتادہ پہاڑوں، میدانوں اور صحراؤں کا رُخ کر رہا تھا جن کے اَن گنت شہر اور قلعے یزدگرد کی ڈوبتی ہوئی اُمیدوں کا آخری سہارا تھے۔

فاروقِ اعظمؓ کی خلافت کے آخری دو برس کا کوئی دن ایسا نہ تھا جب عجم کی کسی گزرگاہ پر قافلۂ حجاز کی نئی منازل متعین نہیں ہوتی تھیں۔ کوئی ہفتہ ایسا نہ تھا جب دُور دُور کے محاذوں سے آنے والے قاصد اہلِ مدینہ کے لئے کسی نئی فتح کی خبر نہیں لاتے تھے۔ راوی تک کے وہ مسافر جو مثنیٰ بن حارثہ کے جھنڈے تلے عراق کی طرف گامزن ہوئے اب ایران کی حدود عبور کر رہے تھے۔ اصفہان فتح ہو چکا تھا۔ فارس کی زمین میں اللہ اکبر کی اذانیں سُنائی دے رہی تھیں۔ آذربائیجان کے آتشکدے ٹھنڈے ہو چکے تھے۔ طبرستان، آرمینیہ، فارس، سیستان، کرمان، خراسان اور مکران کی وسعتیں سمٹ رہی تھیں اور مشرق و مغرب کے ظلمت کدوں میں انسانی عظمتوں کے لئے نئے چراغ روشن ہو رہے تھے۔

یزدگرد نے پے در پے ناکامیوں کے بعد کرمان میں قدم جمانے کی کوشش کی۔ وہاں سے مایوسی ہوئی تو خراسان کی طرف بھاگ نکلا اور مروشاہجہان میں ڈیرے ڈال دئیے۔ سنہ ۲۲ھ میں امیرالمؤمنین کے حکم سے لشکر کے ایک اولوالعزم سالار احنف بن قیس نے خراسان پر چڑھائی کی اور طبسین اور ہرات فتح کرنے کے بعد مروشاہجہان کی طرف بڑھے۔ یزدگرد احنف کی پیشقدمی کی اطلاع ملتے ہی مروشاہجہان چھوڑ کر مرورود چلا گیا۔ احنف بن قیس نے مروشاہجہان پر قبضہ کر کے کسریٰ کے تعاقب میں مرورود پر چڑھائی کر دی لیکن شکست خوردہ شہنشاہ جو مسلمانوں سے ہمیشہ چند میل دُور رہنا پسند کرتا تھا بلخ جا پہنچا۔ اس عرصہ میں احنف کی اعانت کے لئے کوفہ سے ایک نئی فوج پہنچ گئی اور اُس نے بلخ پر حملہ کر کے ایرانی لشکر کو تتر بتر کر دیا۔ یزدگرد شمال کی طرف بھاگا اور دریائے جیحوں عبور کر کے ترکوں کے خاقان کی پناہ میں چلا گیا۔ احنف نے نیشاپور سے لے کر طخارستان تک

خراسان کی شمالی سرحد کے تمام علاقے فتح کر لئے اور مرو رود کو صدر مقام بنا لیا۔ خاقان نے یزدگرد کی اعانت کے لئے ایک عظیم فوج تیار کی اور خراسان پر چڑھائی کر دی۔

ترکوں کے ساتھ ایک بڑی جنگ کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے احنف کی بیشتر فوج بلخ اور دوسرے مقامات سے مرورود کی طرف سمٹ آئی۔ خاقان دریا عبور کرنے کے بعد بلخ سے ہوتا ہوا مرورود کی طرف بڑھا اور اس کے ساتھ ہی یزدگرد نے مرو شاہجہان پر چڑھائی کر دی۔

احنف بن قیس مرورود کے آس پاس کھلے میدان میں ترکوں کے لاتعداد لشکر کا مقابلہ کرنے کی بجائے اپنی فوج کو پہاڑوں کی طرف ایک ایسے مقام پر لے گیا جہاں اس کے عقب میں بلند چٹانیں تھیں اور سامنے ایک ندی تھی۔

خاقان لڑنے کی بجائے صرف قوت کے مظاہرے سے فتح کے متعلق پُر اُمید تھا۔ چنانچہ اُس نے ندی کے پار پڑاؤ ڈال دیا۔ پھر کئی دن یہ حالت رہی کہ ترک سوار صبح کے وقت ندی کے پار صفیں درست کرتے، مسلمانوں کو للکارتے، اِکّا دُکّا تیر برساتے اور غروب آفتاب کے وقت پڑاؤ میں چلے جاتے۔ ایک دن خاقان کی فوج کے تین نامور اپنے لشکر کی صفوں سے نکلے۔ اور اُنہوں نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی۔

احنف بن قیس کسی اور مجاہد کو آگے کرنے کی بجائے بذاتِ خود میدان میں آگئے اور اُنہوں نے یکے بعد دیگرے ان تینوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور اس کے بعد کسی اور کو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ خاقان نے ایک مسلمان کے ہاتھوں اپنے تین نامور بہادروں کی ہلاکت کو بدشگونی خیال کیا اور اگلے دن اس کی افواج پڑاؤ خالی کر رہی تھیں۔

یزدگرد نے مرو شاہجہان کا محاصرہ کرنے کے بعد شہر پر چند حملے کئے لیکن اُسے کامیابی نہ ہوئی۔ تاہم اُس نے اِس اُمید پر محاصرہ جاری رکھا کہ جب خاقان کا لشکر احنف بن قیس کو شکست دے کر اس طرف پیشقدمی کرے گا تو شہر کے مٹھی بھر محافظ لڑے بغیر ہتھیار ڈال دیں گے۔ لیکن جب اُسے اچانک خاقان کی پسپائی کی اطلاع ملی تو اُس نے بھی مرو شاہجہان فتح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور

شمال کی طرف بھاگ نکلا۔ جیحوں کے کنارے اپنے آخری مستقر پر پناہ لینے کے بعد اس کی آخری خواہش یہ تھی کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر دریا کے پار پہنچ جائے۔ لیکن لشکر کے بیشتر سردار جو خاقان کی اعانت کے بھروسے پر ابھی تک اُس کا ساتھ دے رہے تھے، دیارِ غیر میں اُس کی رفاقت پر آمادہ نہ ہوئے۔ جب یزدگرد نے اُنہیں دبانے کی کوشش کی تو انہوں نے اعلانیہ بغاوت کر دی اور اُس کا خزانہ اور ساز و سامان چھین لیا۔ سامانی خاندان کے آخری چشم و چراغ نے اپنے کنبے اور ذاتی خدام کے علاوہ محافظ فوج کے چند دستوں کے ساتھ دریا عبور کر کے فرغانہ کی راہ لی۔ خراسانی دستوں نے منتشر ہو کر اپنے گھروں کا رُخ کیا۔ لیکن بیشتر فوج جو جنوبی ایران کے باشندوں پر مشتمل تھی کئی دن اپنے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کر سکی۔ ان میں سے کئی ایسے تھے جن کے بال بچے اُن کے ساتھ تھے اور وہ منتشر ہو کر اپنے گھروں کا رُخ کرنے میں راستے کی چوکیوں کے مسلمان سپاہیوں کی نظروں سے بچ سکتے تھے۔ لیکن اُنہیں یہ اطمینان نہ تھا کہ وہ خراسان سے گزرتے ہوئے اپنے ہموطنوں کی لُوٹ مار سے بھی محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ایک منظم لشکر کی صورت میں سفر کرنے کے لئے انہیں قدم قدم پر مسلمانوں کے تعاون کی ضرورت تھی۔ اپنے حال کے متعلق اُن کے اضطراب اور مستقبل کے متعلق اُن کی مایوسیوں کا یہ عالم تھا کہ ایک سپاہی دوسرے سپاہی اور ایک سردار دوسرے سردار سے صرف یہ سوال کر سکتا "کیا ہم اپنے وطن کی زمین دوبارہ دیکھ سکیں گے؟ کیا مسلمان ہمیں کسی رحم کا مستحق خیال کریں گے اور ہمیں غلام نہیں بنائیں گے اور کیا ہم نے یزدگرد کا ساتھ چھوڑ کر میں غلطی نہیں کی، اب کیا ہوگا؟"

سردیوں کا موسم شروع ہو چکا تھا اور دُور اُفتادہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہلی برف باری کے نشان دکھائی دے رہے تھے۔ جیحوں کے کنارے کھلے میدان میں شمال کی تند و تیز ہواؤں سے بچنے کے لئے اُنہوں نے چند کوس دُور ایک تنگ وادی میں خیمے نصب کر دئے۔

ترکوں کے لشکر کی پسپائی کے بعد احنف نے یزدگرد کا پیچھا کرنے کی بجائے ان قلعوں اور شہروں پر دوبارہ تابض ہونا ضروری خیال کیا جو مسلمانوں نے خاقان کی پیشقدمی کے وقت خالی

کررہے تھے۔ امیرالمومنین کی ابتدا سے یہ ہدایت تھی کہ اسلامی لشکر کو سب سے پہلے مفتوحہ علاقوں کے نظم ونسق کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ اور ایسی صورتِ حالات پیدا نہیں ہونی چاہیئے کہ مسلمانوں کو اچانک دریائے جیحوں سے آگے بڑھنے کی ضرورت پیش آجائے۔

احنف کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ یزدگرد اپنی بیشتر فوج پیچھے چھوڑ کر دریا عبور کر چکا ہے لیکن اُسے یہ اطمینان نہ تھا کہ جب وہ اس لشکر پر حملہ کرے گا تو خاقان اس کی مدد کے لئے نہیں آئے گا۔

باب ۳۸

حسان جسے بلخ اور مرو رود کے درمیان چند اہم چوکیوں کی حفاظت سونپی گئی تھی۔ ایک قدیم قلعے میں مقیم تھا۔ دو ہزار سپاہی جو اُس کی کمان میں تھے ان چوکیوں کی حفاظت کے علاوہ جیحوں کے ساحل تک شمال کے راستوں کی نگرانی کرتے تھے۔ خاقان کی واپسی کے بعد بظاہر ترکوں کی طرف سے کسی نئی کارروائی کا خطرہ نہ تھا۔ تاہم امیر لشکر شمالی سرحد کے تمام سالاروں کو یہ احکام بھیج چکے تھے کہ جب تک ایران کی رہی سہی فوج دریا کے اس کنارے موجود ہے وہ آر پار ترکوں کی نقل و حرکت کے متعلق چوکس رہیں۔

ایک دن تیسرے پہر حسان اس قلعے کے ایک کشادہ کمرے کے دریچے میں کھڑا برفباری کا منظر دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں خشک گھاس بچھی ہوئی تھی۔ ایک طرف انگیٹھی میں آگ جل رہی تھی اور اُس کے قریب دو کمبل اور ایک پوستین پڑی ہوئی تھی۔

زربخت کمرے میں نمودار ہوا اور برف سے اَٹی ہوئی پوستین اُتار کر جھاڑنے کے بعد کمرے میں داخل ہوا۔

حسان نے دریچہ بند کرتے ہوئے کہا: "تمہیں اس موسم میں زیادہ دُور جانے کی ضرورت نہ تھی۔"

زربخت نے اپنی پوستین ایک طرف پھینک کر آگ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا: "میں اگلی چوکی پر سہیل کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ علی الصباح پچاس سواروں کے ساتھ گشت پر نکلا تھا اور ابھی تک واپس نہیں آیا۔ اب میں وہاں یہ کہہ کر آیا ہوں کہ جب وہ آئے تو ہمیں فوراً اطلاع دی جائے۔"

حسان نے انگیٹھی کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا: "وہ برفباری کی وجہ سے کسی بستی میں رُک گیا ہوگا۔ بیٹھ جاؤ۔"

زربخت نے اُس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔" آج ہماری تیسری چوکی کے سپاہی اس چرواہے کو پکڑ کر میرے پاس لے آئے تھے۔ وہ مُصر تھا کہ اُس نے پرسوں غروب آفتاب کے بعد چھ یا سات کشتیاں دریا عبور کرتے دیکھی ہیں اور اُن پر مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی تھے اور دریا کے اس کنارے چند آدمی اُن کا انتظار کر رہے تھے۔ کشتیاں انہیں اُتار کر واپس چلی گئی تھیں اور کشتیوں سے اُترنے والے مغرب کی سمت روانہ ہو گئے تھے۔ اُن کی تعداد ڈیڑھ یا دو سو سے زیادہ نہیں تھی وہ یقیناً ایرانی فوج کے پڑاؤ میں گئے ہوں گے۔ چرواہا یہ بھی کہتا تھا کہ اگر وہ ترکی میں باتیں کرتے تو میں سمجھ لیتا لیکن وہ شاید فارسی میں باتیں کرتے تھے۔"

" چرواہا فارسی نہیں جانتا ؟"

" نہیں۔"

" پھر وہ ترک نہیں ہو سکتے۔"

" کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ یزدگرد واپس آگیا ہو ؟"

" نہیں، یزدگرد صرف ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ واپس نہیں آسکتا۔ یہ صرف وہ لوگ ہو سکتے ہیں جنہوں نے دریا عبور کرنے کے بعد یہ محسوس کیا ہو کہ اب یزدگرد کا ساتھ دینا سُود مند نہیں۔"

زربخت نے کہا۔" اگر ہمیں اُن کے پڑاؤ پر حملہ کرنے کی اجازت مل جاتی تو اب تک یہ معاملہ ختم ہو چکا ہوتا۔"

حسان بولا۔" امیر لشکر کو اس بات کا یقین ہے کہ ہمیں اُن کے پڑاؤ پر حملہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ وہ انہیں سوچنے کا موقع دینا چاہتے ہیں۔"

" اگر اتنے دن وہ ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ نہیں کر سکے تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ ابھی تک ترکوں کی اعانت کے متعلق پُر اُمید ہیں۔"

" اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انہیں ہم سے کسی نیک سلوک کی اُمید نہ ہو۔ بہر حال اس موسم میں اُنہیں بہت جلد فیصلہ کرنا پڑے گا۔ اور اگر وہ کسریٰ کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں تو اُن کے لئے ہماری

پناہ میں آنے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ سپہ سالار کو اس بات کا یقین ہے کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ دو ہفتے اور انتظار کرنا پڑے گا۔"

زربخت نے کہا: "اگر ہمیں خاقان کا تعاقب کرنے کی اجازت مل جاتی تو ہم اس کے لشکر کو باسانی تباہ کر سکتے تھے۔"

"ہمارا مقصد صرف یہ تھا کہ خاقان کے لشکر کو جیحون کے پار پہنچا دیا جائے اور یہ مقصد لڑائی کے بغیر پورا ہو چکا ہے۔ اور ہم نے خاقان کو اس بات کا احساس دلا دیا ہے کہ اس کے لشکر کی تعداد ہمیں مرعوب نہیں کر سکتی۔ مجھے یقین ہے کہ اب وہ کافی عرصہ جیحون کے اس پار قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

"لیکن مجھے ڈر ہے کہ یزدگرد اسے چین سے نہیں بیٹھنے دے گا اور یہ بھی بعید از قیاس نہیں کہ کسی دن اس کی کوششوں سے ترکوں کے علاوہ ان کے چینی اور تاتاری ہمسائے بھی ہمارے خلاف متحد ہو جائیں۔"

حسان نے اطمینان سے جواب دیا: "ایسی صورت سے عہدہ برا ہونے کے لئے ہماری اوّلین ضرورت یہ ہے کہ مفتوحہ علاقوں سے صدیوں کی شہنشاہیت کے اثرات ختم کر کے اسلامی سلطنت کی نظریاتی بنیادیں مستحکم کی جائیں۔ اگر ہم ایران، شام اور مصر میں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر سکے تو عرب کی طرح عجم میں بھی اسلام کی قوت اور توانائی کے چشمے پھوٹیں گے۔ قبائل اور عوالم ایک ملت کے وجود میں جذب ہو جائیں گی اور راہِ حق کے نئے مسافر اپنے پہاڑوں، صحراؤں اور میدانوں سے آگے نئی منازل دیکھ سکیں گے۔ ہمارا نصب العین غلاموں اور شہنشاہوں کی دنیا میں عربوں کی شوکت اور دبدبے کا مظاہرہ نہیں بلکہ اللہ کی زمین پر اللہ کی نصرت کا پرچم لہرانا ہے۔ آج سے چند سال قبل یہ کون کہہ سکتا تھا کہ کسریٰ کی عظیم افواج قادسیہ، جلولا اور نہاوند کے میدانوں میں روندی جائیں گی اور پھر اس کے جانثار فارس، آرمینیا اور خراسان کی رزم گاہوں میں ہمارے ہمرکاب ہوں گے۔ اور آج یہ کون کہہ سکتا ہے کہ چند سال بعد ترکوں کے ساتھ تصادم کی صورت میں پورا ایران ہماری پشت پر نہیں ہوگا۔ اگر امیر المومنین کے سامنے صرف مشرق و مغرب کے ممالک پر چڑھ دوڑنے کا مسئلہ ہوتا تو آج ہماری اگلی چوکیاں فرغانہ اور سمرقند کے قریب ہوتیں۔ لیکن وہ نظم و نسق کے مسائل کو سرحدوں کی توسیع سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں وہ

یہ محسوس کرتے ہیں کہ مفتوحہ ممالک میں شہنشاہیت کے فتنے دب گئے ہیں، ختم نہیں ہوئے۔ عجم کو ماضی کی تاریکیوں سے نکالنے کے لئے ہمیں وقت کی ضرورت ہے۔"

زوبجت نے کہا: "مجھے یقین ہے کہ عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں کوئی فتنہ سر نہیں اٹھا سکتا۔ اور میں جس قدر انسانیت کے ماضی حال اور مستقبل کے متعلق سوچتا ہوں اسی قدر زیادہ مجھے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ اس دُنیا کو اُن کی ضرورت ہے۔ پہاڑوں کا بوجھ صرف پہاڑ ہی اُٹھا سکتا ہے۔ حسان! اگر ایک انسان دوسرے انسان کو اپنی عمر دے سکتا اور کوئی مجھے یہ یقین دلا سکتا کہ میں ایک سو یا ایک ہزار برس زندہ رہوں گا تو بھی میری سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی کہ میری ساری عمر عمرؓ بن خطاب کو مل جائے۔"

حسان نے جواب دیا: "میرے دوست! اس دُنیا کو ہمیشہ اُن کی ضرورت رہے گی اور وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ موت اُن کے لئے نہیں جن کی زندگی کا ہر سانس اللہ کی رضا کا طلبگار ہوتا ہے اور جن کے ماضی کی یاد میں مستقبل کی سعادتیں جنم لیتی ہیں۔ ہر انسان کی زندگی میں وہ لمحہ ضرور آتا ہے جب وہ اپنے کندھوں کا بوجھ دوسروں کے لئے چھوڑ جاتا ہے اور فاروقِ اعظمؓ بھی قدرت کے اس قانون سے مستثنیٰ نہیں ہیں لیکن کاروانِ حیات کے لئے اُن کے قدموں کے نشان روشنی کے مینار بن جائیں گے اور انسانیت کے ماضی کی تاریخ کے اوراق سے ایک بندۂ مومن کی عزم و یقین ایک اُولوالعزم فاتح کی رواداری اور نیکی، ایک عظیم حکمران کے عدل و انصاف سادگی اور انکساری اور ایک بے مثال انسان کی لامحدود عظمتوں کی رُوح پرور داستانیں تلاش کرنے والوں کو یہ مبارک دَور ہمیشہ یاد رہے گا۔"

عصر کی نماز سے تھوڑی دیر بعد سہیل مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور حسان نے قدرے برہم ہو کر کہا: "تم برفباری کا منظر اپنی چوکی سے قریب رہ کر بھی دیکھ سکتے تھے۔ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ تم نے دشمن کے پڑاؤ پر حملہ کر دیا ہے۔"

سہیل نے اطمینان سے جواب دیا۔ "اب ہمیں دشمن کے پڑاؤ پر حملہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ یزدگرد کے ساتھی ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور دس سرداروں کا وفد سپہ سالار سے صلح کی گفتگو کرنے کے لئے آرہا ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ یہ وفد یہاں آرہا ہے؟"

"جی ہاں! میں وفد کے راہنما کو اپنے ساتھ لے آیا ہوں اور اس کے ساتھیوں کو اپنی چوکی پر چھوڑ آیا ہوں۔ سردی اور تھکاوٹ کے باعث اُن کا بُرا حال تھا۔ وہ مجھے چوکی سے پانچ کوس دُور مل گئے تھے۔ برفباری کے باعث ہمیں کچھ دیر ایک بستی میں رُکنا پڑا۔ لیکن جب موسم میں تبدیلی کے کوئی آثار نظر نہ آئے تو میں انہیں اپنی چوکی میں لے گیا۔ اُن کا خیال تھا کہ ہمارے سپہ سالار مرو میں ہوں گے لیکن جب میں نے انہیں یہ بتایا کہ وہ مشرقی چوکیوں کا معائنہ کر رہے ہیں اور بلخ سے واپسی پر اس راستے سے گزریں گے تو وہ میرے ساتھ آنے پر آمادہ ہو گئے۔"

حسان نے پوچھا۔ "ان کا راہنما کہاں ہے؟"

"وہ قلعے کی ڈیوڑھی میں کھڑا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔"

زربخت نے سوال کیا۔ "تم نے اس کا نام پوچھا ہے؟"

"مجھے اُس کا نام پوچھنے کی ضرورت نہ تھی۔ میں نے دیکھتے ہی اُسے پہچان لیا تھا۔ وہ آپ کا دوست آدمان ہے۔"

"آدمان؟" اُس نے مضطرب ہو کر اُٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، لیکن میں نے اُسے یہ نہیں بتایا کہ آپ یہاں ہیں۔"

"میں اُسے لاتا ہوں۔" زربخت یہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا اور حسان نے سہیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اگر وہ صلح کا ایلچی بن کر آیا ہے تو اُسے ڈیوڑھی میں روکنے کی ضرورت نہ تھی۔ اب تم اپنے موزے اُتار دو اور آرام سے آگ کے سامنے بیٹھ جاؤ۔ زربخت نے مجھے اطلاع دی تھی کہ تم صبح سے غائب ہو اور میں یہ خطرہ محسوس کر رہا تھا کہ تم کوئی حماقت نہ کر بیٹھو۔ لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر تم

ان کا پڑاؤ فتح کر کے آتے تو بھی مجھے اس قدر خوشی نہ ہوتی۔"

سہیل نے جواب دیا۔ "یہ محض اتفاق تھا کہ میں نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ ورنہ اُن کا رخ مرو کی طرف تھا۔"

"اُنہیں چوکی میں کوئی تکلیف تو نہ ہوگی؟"

"نہیں، میں وہاں تاکید کر آیا ہوں کہ اُن کے ساتھ مہمانوں کا سا سلوک کیا جائے۔"

سہیل اپنے موزے اُتار کر انگیٹھی کے سامنے بیٹھ گیا اور حسان نے اُٹھ کر کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے رُک کر سہیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ابھی میں زر بخت سے کہہ رہا تھا کہ ان لوگوں کو فیصلہ کرتے میں دیر نہیں لگے گی۔ ہم صبح ہوتے ہی اُنہیں یہاں بُلا لیں گے۔"

زر بخت آدمان کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کا نحیف و لاغر چہرہ ماضی کے آلام و مصائب کا آئینہ دار تھا۔ اُس نے حسان کی طرف دیکھ کر گردن جھکا لی۔ لیکن حسان نے آگے بڑھ کر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم میرے لیے اجنبی نہیں ہو۔ تمہارے متعلق میں زر بخت کی زبان سے اتنا کچھ سُن چکا ہوں کہ اب مزید تعارف کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اگر تمہارے دوسرے ساتھی بھی یہاں پہنچ جاتے تو اس قلعے میں اُن کے آرام کا بہتر انتظام ہو سکتا تھا۔"

آدمان نے کہا۔ "ہمارے گھوڑے جواب دے چکے تھے۔ لیکن اگر یہ معلوم ہوتا کہ زر بخت یہاں ہے تو میرے ساتھی راستے میں ٹھہرنا پسند نہ کرتے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ آپ کے ساتھیوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ ورنہ ہم سیدھے مرو کا رُخ کر رہے تھے۔"

"تمہیں مرو جانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ہمارے سپہ سالار بلخ کی طرف جا چکے ہیں وہاں سے واپسی پر وہ اس علاقے کی چوکیوں کا معائنہ کریں گے۔ اگر موسم زیادہ خراب نہ ہو گیا تو عام حالات میں اُنہیں آٹھ دس دن تک یہاں پہنچ جانا چاہیئے۔ لیکن میں ان کی خدمت میں اپنا ایلچی بھیج رہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری آمد کی اطلاع پا کر راستے میں رُکنا پسند نہیں کریں گے۔ اب تم اس اطمینان کے ساتھ بات کر سکتے ہو کہ سپہ سالار کی آمد تک تم ہمارے مہمان ہو۔ تشریف رکھیے۔ انشاء اللہ صبح

ہوتے ہی تمہارے ساتھیوں کو یہاں بُلا لیا جائے گا۔"

آدمان آگ کے سامنے بیٹھ گیا اور حسان نے سہیل کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "میں یہ چاہتا ہوں کہ ایلچی کو اسی وقت روانہ کر دیا جائے۔ تم کسی معزز آدمی کو بُلاؤ اور چار سواروں کو اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار کرو۔"

سہیل نے جواب دیا: "اگر آپ اجازت دیں تو یہ خدمت میں اپنے ذمہ لینا چاہتا ہوں۔"

"نہیں تم تھکے ہوئے ہو۔"

سہیل نے اپنے موزے پہنتے ہوئے کہا: "میں اگلی چوکی پر چند گھنٹے آرام کروں گا اور صبح ہوتے ہی آگے روانہ ہو جاؤں گا۔"

زربخت نے کہا: "نہیں سہیل! تم ٹھہرو۔ امیر لشکر کے پاس میں جاؤں گا۔"

حسان نے کہا: "تمہیں اپنے دوست کی میزبانی کے لئے یہاں ٹھہرنا چاہیئے۔ صبح ان کے ساتھی بھی یہاں آ رہے ہیں۔"

سہیل نے ملتجی ہو کر کہا: "بھائی جان! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے قطعاً تھکاوٹ محسوس نہیں ہوگی۔ مجھے اجازت دیجئے۔"

"اچھا جاؤ۔"

سہیل مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا اور حسان اور زربخت آدمان کے قریب بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کمرے میں خاموشی طاری رہی۔ زربخت نے تھوڑی دیر قبل اپنے دوست کے چہرے پر جو اطمینان دیکھا تھا اب اس پر شکست کا احساس غالب آ رہا تھا۔

"آدمان!" اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا: "اگر تم تھکاوٹ محسوس کر رہے ہو تو آرام سے لیٹ جاؤ۔"

"نہیں مجھے تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی۔ گزشتہ حالات نے مجھے بہت سخت جان بنا دیا ہے۔"

حسان نے کہا: "تم صلح کا پیغام لے کر آئے ہو اور اگر میری کسی بات سے تمہارے دل کا بوجھ ہلکا ہو سکے تو میں اپنے سپہ سالار، اپنے امیر اور تمام مسلمانوں کی طرف سے یہ اعلان کر سکتا ہوں کہ ہم تمہارے جان و مال اور عزت کی حفاظت کے ضامن ہیں۔"

آدمان نے کہا: "میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے اس قسم کی باتیں سہیل اور زربخت کے منہ سے سن چکا ہوں لیکن فرات سے لے کر جیحوں تک مسلمانوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لینے کے بعد مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں ہو سکتی کہ ہماری کم از کم سزا کیا ہو سکتی ہے۔ مرو کی طرف روانہ ہوتے وقت ہمیں یقین تھا کہ آپ کے لشکر کی پہلی چوکی میں داخل ہوتے ہی ہمیں بیڑیاں پہنا دی جائیں گی۔ اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کے جان و مال اور عزت کی حفاظت کی ذمہ داری لینے کے لئے کہاں تک بااختیار ہیں جنہیں پے در پے شکستوں اور مایوسیوں نے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا ہے؟"

"ہمارا ایک ادنیٰ سپاہی بھی ہتھیار ڈالنے والوں کو پناہ دینے کا حق رکھتا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ ہمارے ساتھ قیدیوں یا غلاموں کا سلوک نہیں کیا جائے گا؟"

"نہیں ہمارا مقصد تمہیں غلام بنانا نہیں بلکہ آزادی کی نعمتوں سے بہرہ ور کرنا ہے۔"

"اگر ہم اسلام قبول نہ کریں تو؟"

"تو بھی آپ پُرامن رہنے کا وعدہ کر کے اپنے گھروں کو جا سکیں گے۔"

"اور ہمارے بال بچے؟"

"اُن کی حفاظت بھی ہماری ذمہ داری ہوگی۔"

"اگر ہم یزدگرد کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے آتے تو؟"

"تو ہمیں صرف یہ اطمینان کرنا پڑتا کہ وہ کوئی نیا فتنہ پیدا نہیں کرے گا۔"

"آپ کو یقین ہے کہ ایران ہمیشہ کے لئے مغلوب ہو چکا ہے؟"

"نہیں، بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اہلِ ایران کسریٰ کی غلامی سے نجات حاصل کر چکے ہیں اور

اگر اُس نے ترکوں کے خاقان یا چین کے شہنشاہ کی اعانت سے دوبارہ اُن پر مسلط ہونے کی کوشش کی تو وہ ایرانی جو صدیوں کے بعد آزادی کی راحتوں سے آشنا ہوئے ہیں اسلام کے پرچم کو اپنا پرچم سمجھیں گے۔ اس قلعے میں کئی ایرانی رضاکار موجود ہیں اور تم ان سے یہ پوچھ سکتے ہو کہ اللہ کے دین کے متعلق اُن کے جذبات کیا ہیں۔"

آدمان نے زرنجت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "زرنجت کو اس جگہ دیکھنے کے بعد مجھے کسی دوسرے ایرانی سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔"

زرنجت نے کہا۔ "آدمان! نئے حالات دیکھنے کے بعد تمہارے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں ہوگا کہ صدیوں کی تاریکی کے بعد جس صبح کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں وہ کتنی حسین اور دلفریب ہے۔ میں نے چند برس قبل یہ محسوس کر لیا تھا کہ ہم سمٹتی ہوئی تاریکیوں کے ساتھ بھاگ رہے ہیں لیکن تم ایک مدت بھٹکنے کے بعد واپس آئے ہو۔"

آدمان نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔ "ہمارے لئے واپس آنے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔ ہماری اُمیدوں اور حوصلوں کا سفینہ جیحوں میں ڈوب چکا ہے۔ ہمارے ساتھیوں کا ایک گروہ فرغانہ کے راستے میں یزدگرد کا ساتھ چھوڑ کر واپس آگیا ہے اور اُن کی باتیں سُن کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ باقی لوگ بھی زیادہ عرصہ اس کا ساتھ نہیں دیں گے۔"

○

نماز مغرب کے بعد آدمان اپنے میزبانوں کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ چونکہ چند اور آدمی بھی کھانے پر موجود تھے، اس لئے اُسے زرنجت کے ساتھ کھل کر بات کرنے کا موقع نہ ملا۔ قلعے میں یہ خبر مشہور ہو چکی تھی کہ یزدگرد کے لشکر کے چند اور سردار جو آدمان کی رفاقت میں امیر لشکر کے ساتھ امن کی گفتگو کے لئے آئے ہیں بلخ کی چوکی میں رُک گئے ہیں۔ آدمان کے لئے مسلمانوں کے چہروں سے اُن کی مسرت کا اندازہ لگانا مشکل نہ تھا۔ تاہم اُن کے طرزِ عمل نے یہ محسوس نہ ہونے دیا کہ اس خوشی میں فتح کا غرور بھی شامل ہے۔ اُن کی نگاہیں برتری کے احساس کی بجائے جذبۂ تشکر

کی ترجمانی کر رہی تھیں۔ اور آدمان کا اضطراب حیرت میں تبدیل ہو چکا تھا۔

جب یہ محفل عشا کی نماز کے لیے برخاست ہوئی تو حسان نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اب آپ آرام سے سو جائیں۔" وہ سب باہر نکل گئے۔ آدمان نے ایک کمبل اُٹھایا اور اپنے اُوپر ڈال کر ٹانگیں پھیلا دیں۔

کچھ دیر بعد جب وہ کروٹ بدل کر انگیٹھی میں سُلگتے ہوئے انگاروں کی طرف دیکھ رہا تھا تو زربخت دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا۔ آدمان نے اچانک مُڑ کر اُس کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

زربخت نے اُس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ تم سو گئے ہو گے۔"

"میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ وہ نہیں آئیں گے؟"

"کون؟ حسان! نہیں وہ دوسرے کمرے میں چلے گئے ہیں۔"

آدمان نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "میں تم سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ اگر تم نہ آتے تو مجھے ساری رات نیند نہ آتی۔ مدائن سے کسریٰ کے ساتھ فرار ہوتے وقت مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ میں تمہاری خبر نہ لے سکا۔ لیکن حالات ایسے تھے کہ میں جان پر کھیل کر بھی تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔"

زربخت نے اُسے تسلّی دیتے ہوئے کہا۔ "مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں۔ شاید تمہاری جگہ میں بھی یہی کرتا۔"

آدمان نے کہا۔ "ایک سوال بار بار میری زبان پر آتا ہے لیکن مجھے بولنے کی ہمت نہیں پڑتی۔"

"تم میری بہن کے متعلق پوچھنا چاہتے ہو؟"

"ہاں اگر تمہیں دیکھ کر مجھ پر ندامت کا احساس غالب نہ آجاتا تو میرا پہلا سوال اس کے متعلق ہونا چاہیئے تھا۔ میرا خیال تھا کہ تم خود اس کا ذکر چھیڑو گے اور مجھے پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ پھر جب تم مجھے اس کمرے میں لے آئے تو یہاں تمہارا سالار موجود تھا اور مجھے اُس کے

سامنے تمہاری بہن کا نام لینے کی جرأت نہ ہوئی۔ میرے لئے بہرحال وہ ایک اجنبی تھا۔"
زربخت مسکرایا۔" آدمان! وہ اجنبی ماہ بانو کا شوہر ہے۔ اب تمہارے دل پر کوئی بوجھ نہیں رہنا چاہیئے۔"

" اپنی گفتگو سے وہ ایرانی معلوم ہوتا ہے۔"

" نہیں، وہ عراق کے ایک عرب خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور کسریٰ کے سپاہی کی حیثیت سے رومیوں کے خلاف گزشتہ جنگ میں حصہ لے چکا ہے۔ وہ میرے بڑے بھائی جہانداد کے ساتھ رومیوں کی قید میں بھی رہ چکا ہے لیکن وہ سلطنت جس کی حفاظت کے لئے اُس نے جان کی بازی لگائی تھی اُسے مظلومیت کے احساس اور بے بسی کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہ دے سکی۔ جب ظلم و وحشت کی تاریکیوں نے اُسے بحرین کی طرف دھکیل دیا تھا تو وہ تنہا تھا اور جب وہ واپس آیا تھا تو اُس کے ساتھ ان حق پرستوں کا قافلہ تھا جس کی گزرگاہوں پر انسانی عظمتوں کے چراغ روشن ہو رہے تھے۔ آدمان! تم حسان کی سرگزشت سننے کے بعد اس انقلاب کی اہمیت کا صحیح اندازہ کرسکو گے جس نے غلاموں اور آقاؤں کی دنیا میں انسانیت کے پرچم بلند کئے ہیں۔"

آدمان نے جواب دیا۔" میرے لئے اس شخص کی سرگزشت دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی، جس نے تمہاری زندگی کا راستہ بدل دیا ہے۔ لیکن تم نے مجھے یاسمین کے متعلق نہیں بتایا؟"

" یاسمین میری رفیقۂ حیات بن چکی ہے۔ معاف کیجئے میں تمہارے گھر کا حال نہیں پوچھ سکا۔"

" ہم کسریٰ کے ساتھ حلوان چلے گئے تھے۔ پھر مجھے اپنی دو کمسن بہنوں اور ایک بھائی کو اپنے ماموں کے پاس چھوڑ کر جلولا جانا پڑا۔ وہاں لڑائی میں زخمی ہو کر نکلا تو حلوان کے راستے کی ایک بستی میں پناہ لی۔ چار دن ایک کسان کی جھونپڑی میں چھپا رہا۔ اس عرصے میں مسلمان حلوان پر قابض ہو چکے تھے۔ اس لئے میں وہاں نہ جا سکا۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ جس لڑکی کے ساتھ میری شادی ہونے والی تھی اُس کے والدین نے مدائن چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ میں نے اپنی تمام اُمیدیں شہنشاہ کی فتح کے ساتھ وابستہ کر دی تھیں۔ لیکن اب ایران میں ساسانیوں

کا پرچم شاید ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہو گیا ہے؟"

زر بخت نے کہا۔" میں تمہیں اس بات کا یقین دلا سکتا ہوں کہ تمہارے عزیز و اقارب اگر حلوان یا مدائن میں ہیں تو وہ تمہیں بہت جلد مل جائیں گے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم کسریٰ کے ساتھ ہو تو شاید آج وہ اس قلعے میں تمہارے استقبال کے لئے موجود ہوتے۔"

آدمان نے پُر اُمید ہو کر سوال کیا۔" کیا تمہیں یقین ہے کہ انہیں لونڈیاں اور غلام نہیں بنایا گیا؟"

" نہیں، مفتوحہ شہروں کے باشندوں کی جان و مال اور عزت کی حفاظت ہماری اولین فرض ہے۔"

" تمہیں یہ بھی یقین ہے کہ مجھے حلوان اور مدائن جانے کی اجازت مل جائے گی؟"

" ہاں "

" کب؟"

" تم جب چاہو جا سکتے ہو۔ ایران تمہارا وطن ہے اور جب تم اس بدلتی ہوئی دنیا کو میری اور حسان کی نگاہوں سے دیکھو گے تو تم یہ محسوس کرو گے کہ ایران کی طرح شام اور مصر بھی تمہارے وطن ہیں۔ اسلام نے اس دنیا میں صرف آقاؤں اور غلاموں کا امتیاز ہی ختم نہیں کیا بلکہ قبیلوں اور نسلوں کے درمیان نفرت کی دیواریں بھی توڑ دی ہیں۔ آدمان! مجھے ہر نئی منزل پر تمہارا انتظار تھا۔ کاش اُس دن تم مدائن میں رُک جاتے اور میں تمہیں بھی سمٹتی ہوئی تاریکیوں کے ساتھ بھاگنے اور گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دینے سے روک سکتا۔ اب سو جاؤ۔ ہم کل سارا دن باتیں کریں گے۔"

" نہیں اب مجھے نیند نہیں آئے گی۔ میں تمہاری سرگزشت سننا چاہتا ہوں۔ میں وہ تمام واقعات سننا چاہتا ہوں جن کے باعث ہماری زندگی کے راستے جدا ہو گئے تھے۔ میں حسان کی سرگزشت بھی سننا چاہتا ہوں اور میں یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کونسا معجزہ تھا جس نے عرب کے صحرانشینوں میں روم اور ایران کی سلطنتوں سے ٹکر لینے کا حوصلہ پیدا کر دیا تھا؟ اگر تم آقاؤں اور غلاموں کا امتیاز پسند نہیں کرتے اور تمہارا مقصد مفتوحہ ممالک کے باشندوں کے جان و مال اور آزادی کی حفاظت کرنا ہے تو جنگ کے میدانوں میں اپنا خون بہانے سے تمہیں کیا لذت

حاصل ہوتی ہے ؟"

زربخت نے جواب دیا "میری اور حسان کی داستان اُن ہزاروں انسانوں کی داستان ہے جنہوں نے وحشت ناک تاریکیوں میں بھٹکنے کے بعد روشنی دیکھی ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم اس داستان میں اپنے ہر سوال کا جواب تلاش کر سکو گے ۔"

آدمان ہمہ تن گوش ہو کر زربخت کی طرف دیکھنے لگا اور اُس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اپنی سرگزشت شروع کر دی ۔

O

اگلے روز صبح آدمان کی آنکھ کھُلی تو زربخت کا بستر خالی تھا۔ وہ کچھ دیر بے حس و حرکت لیٹا رہا۔ پھر دروازے کی طرف قدموں کی آہٹ سُنائی دی اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ حسان کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے دریچہ کھولنے کے بعد اُس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا "دیکھئے آسمان صاف ہو چکا ہے اور دھوپ بھی نکل آئی ہے ۔"

آدمان نے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ میں بہت دیر سویا ہوں ۔"

"میں صبح آیا تھا لیکن آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ زربخت کہتا تھا کہ رات آپ نے بہت دیر تک باتیں کی ہیں ۔"

"مجھے صبح ہوتے ہی اپنے ساتھیوں کا پتا لگانا چاہیئے تھا۔ وہ میرا انتظار کر رہے ہوں گے ۔"

حسان نے جواب دیا "آپ کو اُن کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں زربخت اُن کے پاس جا چکا ہے اور وہ اُنہیں بہت جلد یہاں لے آئے گا ۔"

وہ کچھ دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر آدمان نے کہا "یہ عجیب بات ہے کہ کل تک آپ میرے لئے اجنبی تھے اور آج میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میں برسوں سے آپ کو جانتا ہوں۔ زربخت کی باتوں نے میری نگاہوں کے سارے حجاب دُور کر دیئے

ہیں۔ تاہم ایک سوال بار بار میرے ذہن میں آتا ہے۔ گزشتہ رات جب زرنجت عرب اور ایران کے عظیم معرکوں کے متعلق اپنے تاثرات بیان کر رہا تھا تو میری آنکھوں کے سامنے اس حکمران کی خیالی تصویریں گھوم رہی تھیں جس کی راہنمائی میں صحرا نشینوں نے زمانے کی تاریخ کے دھارے بدل دئیے ہیں۔ میں عمر بن الخطاب کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا لیکن زرنجت کو باتیں کرتے کرتے نیند آگئی۔"

حسان نے جواب دیا۔" ہم انہیں امیرالمومنین کہتے ہیں لیکن اُنہیں ایک ایسا حکمران سمجھ لینا صحیح نہیں ہے جسے اپنی رعایا پر قیصر و کسریٰ کے سے اختیار حاصل ہوں۔ عجم کے بادشاہوں کا ہر حکم اُن کی رعایا کے لئے ایک قانون کا درجہ رکھتا ہے لیکن عمر فاروقؓ اسلام کی حدود سے باہر ہمیں کوئی حکم نہیں دے سکتے۔"

"کیا اُن کے سامنے کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ آپ کا فلاں حکم اسلام کے آئین کے مطابق اور فلاں اس کے خلاف ہے؟"

"کسی مسلمان کے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں آسکتا کہ عمر فاروقؓ کا کوئی حکم اسلام کے آئین کے خلاف ہو سکتا ہے لیکن اگر خدانخواستہ وہ کوئی ایسا حکم دیں تو ایک بدوی بھی اُن پر نکتہ چینی کا حق رکھتا ہے۔ میں اُنہیں دیکھ چکا ہوں اور مدینے کے اُن لوگوں سے بھی مل چکا ہوں جنہوں نے انہیں برسرِعام لوگوں کے اعتراضات کے جواب دیتے اور اُنہیں مطمئن کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

آدمان نے کہا۔" میں یہ سمجھ سکتا ہوں کہ اُنہوں نے قیصر و کسریٰ کا غرور خاک میں ملا دیا ہے میں اُن کی قوت اور عظمت کا اندازہ لگا سکتا ہوں۔ میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ اس دنیا کا کوئی فاتح اُن سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی کہ کوئی عرب اور بالخصوص کوئی مسلمان ان کی طرف دیکھنے یا اُن کے ساتھ ہمکلام ہونے کی جرأت کر سکتا ہے۔"

حسان مسکرایا۔" جب تم صرف ایک ایرانی کی حیثیت سے سوچو گے تو عمرؓ بن خطاب کی کئی باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آسکیں گی۔ تم نے کسریٰ کے محل اور قلعے دیکھے ہیں تم نے انسانوں پر خدائی کا دعویٰ کرنے والوں کے تخت اور تاج دیکھے ہیں۔ تم نے بادشاہوں کو ہمیشہ جواہرات سے مرصع

قباؤں میں ملبوس دیکھا ہے۔ لیکن اگر تمہیں کسی دن مدینے جانے کی سعادت نصیب ہو تو تم ایک ایسے فرمانروا کو دیکھو گے جس کے کھردرے لباس میں پیوند لگے ہوئے ہیں۔ جسے سوکھی روٹی کا ایک نوالہ اُٹھاتے ہوئے بھی یہ خیال مضطرب کر دیتا ہے کہ آج اُس کی رعایا کا کوئی فرد بھوکا نہ رہ گیا ہو جو مسلح پہریداروں کے بغیر گھر سے نکلتا ہے اور شہر سے باہر کسی جھاڑی کی چھاؤں میں سو سکتا ہے جس نے اپنے آرام کے لئے کوئی محل اور اپنی حفاظت کے لئے کوئی قلعہ تعمیر نہیں کیا۔ جسے اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے جاسوسوں کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور جسے دیکھ کر مدینے کا غریب سے غریب آدمی یہ فخر کر سکتا ہے کہ وہ ہم میں سے ایک ہے۔"

شاہانِ عجم کو ریاست اور مذہب کے تمام قوانین اور ضوابط پر بالادستی حاصل تھی اور ان کے لامحدود اختیارات خلقِ خدا کے حقوق کی نفی کرتے تھے۔ لیکن اسلام کا مقصد اللہ کے بندوں پر اللہ کے دین کی بالادستی قائم کرنا ہے۔ امیر المومنین کوئی ایسا حکم صادر نہیں کر سکتے جو دین کے احکام کے منافی ہو۔ دین کے احکام ہمیں کسی شہنشاہ کی غلامی کی زنجیریں نہیں پہناتے بلکہ ہمارے انسانی حقوق کی حفاظت کرتے ہیں۔ امیر المومنین اس گھر کے محافظ ہیں جہاں دنیا کا ہر مظلوم پناہ لے سکتا ہے۔ وہ اس عظیم سلطنت کے معمار ہیں جس کی بنیادیں اخوت اور مساوات پر رکھی گئی ہیں۔ مستقبل کے مؤرخ انہیں یرموک، اجنادین اور قادسیہ اور نہاوند کی عظیم فتوحات پر خراجِ تحسین پیش کریں گے۔ لیکن میرے نزدیک عمر فاروقؓ کی سب سے بڑی فتح وہ ہے جو انہوں نے اپنی بے پناہ قوت پر حاصل کی ہے۔ وہ اس غرور کو شکست دے چکے ہیں جو ہمیشہ طاقت کے احساس کے ساتھ جنم لیتا ہے۔ تم ان بازوؤں کی بے پناہ قوت کا اندازہ کرو جو اسکندریہ سے بلخ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان نگاہوں کا تصور کرو جس کے ایک اشارے پر مشرق و مغرب کے نقشے بدل جاتے ہیں۔ پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ فتح جو اس مردِ حق آگاہ نے اپنی ذات پر حاصل کی ہے کتنی عظیم ہے۔"

دینِ اسلام کا معجزہ یہی نہیں کہ عرب کے صحرا نشین مشرق و مغرب کے شہنشاہوں کی قبائیں نوچ رہے ہیں بلکہ یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ عمر فاروقؓ کو یہ فتوحات و کامرانیاں متاثر نہیں کر سکیں جو

بندوں کو خدائی کا دعویدار بنا دیتی ہیں۔ اُنہوں نے وہ دیواریں توڑ دی ہیں جو صدیوں سے راعی اور رعایا کے درمیان کھڑی تھیں اور مقہور اور مجبور انسانوں کو اللہ کے خوف کے سوا ہر خوف سے آزاد کر دیا ہے"

آدمان کچھ دیر خاموشی سے حسان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے سوال کیا۔ "آپ ایران کی آخری حدود پر اپنے پرچم نصب کرنے کے بعد مطمئن ہو جائیں گے یا یزدگرد کا تعاقب جاری رکھیں گے؟"

"امیرالمومنین ایک مفرور بادشاہ کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے اور اگر خاقان نے امن پسندی کا ثبوت دیا تو وہ ہمیں جیحوں سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اسلامی سلطنت کی حدود جس رفتار سے پھیل رہی ہیں اسی قدر مستعدی سے اس کی تعمیر اور استحکام کے لئے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ جب ایران سے صدیوں کی بادشاہت کے اثرات ختم ہو جائیں گے تو عرب کی طرح یہاں کے حالات بھی اسلام کے حق میں سازگار ہو جائیں گے۔ اگر ان کے سامنے اہل عجم پر عرب کے مسلمانوں کو مسلط کر دینے کا مسئلہ ہوتا تو یہ کام کوئی مشکل نہ تھا۔ عجم کے حکمرانوں کی طرح وہ بھی بندوں اور آقاؤں کے درمیان آہنی دیواریں کھڑی کر سکتے تھے۔ اُن کے پاس وہ قوت موجود ہے جس کے بل بوتے پر کسریٰ اور قیصر مشرق و مغرب کے ممالک پر چڑھ دوڑتے تھے۔ اور پھر اُن کی تلوار مغلوب ہونے والوں کو صدیوں تک سر اُٹھانے کی اجازت نہ دیتی تھی لیکن امیرالمومنین اس نظام حیات کے داعی ہیں جس کا اوّلین مقصد اس دُنیا سے بندہ و آقا کا امتیاز مٹانا ہے اور یہ نظام ایک جبری تعاون کی بجائے رضاکارانہ تعاون کا طلبگار ہے۔ جب عرب کے ظلمت کدے میں اسلام کی روشنی نمودار ہوئی تھی تو اس کا پہلا تصادم ان عناصر کے ساتھ تھا جو اپنے اقتدار کے لئے قبائلی منافرتوں کا سہارا لیا کرتے تھے اور اپنی انفرادیت کو اللہ کے دین کی وحدت میں گم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ لیکن وہ اسلام کی اخلاقی اور رُوحانی قوتوں کے سامنے مغلوب ہو کر رہ گئے۔ آج یہی لوگ اس دین کے علم بردار کہلانے پر فخر کرتے ہیں۔ لیکن عرب کی حدود سے آگے دینِ حق کا تصادم منتشر اور متحارب قبائل کے ساتھ نہیں تھا بلکہ مشرق و

مغرب کی ان دو عظیم سلطنتوں کے ساتھ تھا جس کے پیچھے ایک ہزار سال کی تاریخ موجود ہے۔ ہم قیصر اور کسریٰ کو شکست دے چکے ہیں لیکن صدیوں کے مقہور اور مجبور انسانوں کے ذہن بدلنے اور اُنہیں اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم عرب کی طرح عجم میں بھی اسلام کے نظامِ حیات کو اُس کی مثالی صورت میں پیش کر سکیں۔

امیر المومنین جس قدر مسلمانوں کی فتوحات پر خوش ہیں اُسی قدر اُنہیں یہ خدشہ رہتا ہے کہ اگر اسلام کے علمبرداروں نے ظلم اور جہالت کے گرتے ہوئے ایوانوں کی جگہ اسلام کے حصار کے لئے مضبوط بنیادیں فراہم نہ کیں تو کسی دن عجم کی آندھیاں ہماری زندگی اور توانائی کے صاف اور شفاف چشموں کو بھی گرد آلود کر دیں گی۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ جب عرب کی طرح ایران بھی اسلامی تہذیب و اخلاق کا گہوارہ بن جائے گا تو یہاں بھی وہی ناقابلِ تسخیر قوتیں جنم لیں گی جن کے سامنے قیصر و کسریٰ کی سطوت کے پرچم سرنگوں ہو چکے ہیں۔ پھر نئے قافلوں کے سالار خالدؓ اور مثنیٰؓ کی نگاہوں سے ایران شام اور مصر کی حدود سے آگے نئی منازل دیکھ سکیں گے۔ اگر تم زرنجت کی سرگزشت سُن چکے ہو تو تمہارے لئے میری گفتگو معمہ نہیں ہو گی۔ وہ کسریٰ پر اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار تھا۔ لیکن میرا دل گواہی دیتا تھا کہ یہ نوجوان زیادہ عرصہ اسلام سے دُور نہیں رہ سکے گا۔ اور آج تمہارے متعلق بھی میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تم ساری عمر تاریکی میں بھٹکنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ میں اس روشنی کے لئے تمہاری نگاہوں کی پیاس دیکھ سکتا ہوں جو چند سال قبل زرنجت نے دیکھی تھی۔"

حسان یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔ آذمان کچھ دیر اس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا۔ "زرنجت کہتا تھا کہ میں جب چاہوں اپنے گھر جا سکتا ہوں۔ لیکن میں اس سلسلہ میں آپ کی شرائط معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

حسان نے جواب دیا۔ "تم ہماری پناہ میں آ چکے ہو۔ اور ہمارے لئے یہ جان لینا کافی ہو گا کہ تم ایک ذمّی کی حیثیت قبول کرنے پر آمادہ ہو۔ اگر تم اپنی زندگی کا راستہ تبدیل کرنا چاہو تو تمہارے لئے اسلام کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔"

"اور میرے ساتھی بھی واپس جا سکیں گے؟"

"ہاں"

"میں زربخت کا دوست ہوں اور اُسے مجھ پر اعتبار آ سکتا ہے لیکن کیا آپ اُن لوگوں پر بھی اعتماد کر سکیں گے جو اپنے متعلق کوئی ضمانت پیش نہیں کر سکتے؟"

"ہاں ہم اُنہیں اس بات کا موقع دیں گے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اپنے وطن کی نئی بہاریں دیکھیں اور پھر پوری آزادی کے ساتھ اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں۔ تمہارے ساتھی ہم سے دُور رہ کر کسی خطرے کا باعث ہو سکتے تھے لیکن جب وہ اپنے گھروں کو لوٹیں گے تو وہ ذمی جنہوں نے اسلامی عدل و انصاف اور وہ نو مسلم جنہوں نے اسلامی اخوت کے عملی مظاہرے دیکھے ہیں، اُن کی راہنمائی کے لئے موجود ہوں گے۔ پھر اگر اُن میں سے کسی نے کوئی فتنہ بپا کرنے کی کوشش کی تو اُسے راہِ راست پر لانے کے لئے ہمیں اُس کے اپنے عزیزوں اور دوستوں کا تعاون حاصل ہوگا۔ ہمارے لشکر کو مدت سے تمہارا انتظار تھا۔ ان مجاہدوں میں سے کئی ایسے ہیں جن کے گھر سینکڑوں کوس دُور ہیں اور تمہاری آمد پر ان کی مسرت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب اس محاذ پر کسی نئی جنگ کے خطرات باقی نہیں رہیں گے تو انہیں بھی اپنے گھر جانے کے لئے رخصت مل جائے گی۔"

آدمان نے کہا: "اب میں کسی جھجک کے بغیر آپ کے سامنے اس حقیقت کا اعتراف کر سکتا ہوں کہ ہمارے لئے ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ گزشتہ چند ہفتوں سے ہمارا لشکر رسد کی کمی کے باعث بھوکوں مر رہا ہے۔ بیشتر سپاہیوں کو ہم اس سردی میں بھی پورا لباس نہیں دے سکتے۔ پہلے یہ حالت تھی کہ مقامی لوگ ہر جگہ ہمارا خیر مقدم کرتے تھے اور ہمیں رسد حاصل کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی تھی اور تنگی کے ایام میں ترکوں کا خاقان بھی دل کھول کر ہماری مدد کرتا تھا لیکن یزدگرد کی پے در پے ناکامیوں کے بعد مقامی لوگ مایوس ہو چکے ہیں اور خاقان کی طرف سے بھی اب ہمیں اعانت کی توقع سے زیادہ حملے کا خطرہ ہے۔ بیماری اور فاقوں نے ہمارے

آدمیوں کا یہ حال کر دیا ہے کہ اُن میں سے اکثر سفر کے قابل نہیں۔ بالخصوص عورتوں اور بچوں کی حالت انتہائی قابلِ رحم ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ ہم برفباری سے چند دن قبل آپ کی پناہ لینے کا فیصلہ نہ کر سکے۔"

"تم نے زربخت کو یہ نہیں بتایا؟"

"نہیں، مجھے یہ ہدایت کی گئی تھی کہ میں سپہ سالار سے پُورا اطمینان حاصل کئے بغیر اپنی کوئی کمزوری ظاہر نہ کروں۔ سردارانِ لشکر کو یہ ڈر تھا کہ مسلمان ہمارے مستقر کے حالات سے باخبر ہوتے ہی حملہ کر دیں گے۔"

"کم از کم تمہیں اپنے دوست پر اعتماد کرنا چاہیئے تھا۔"

"مجھے زربخت پر یہ اعتماد ہو سکتا تھا کہ وہ ہمیں ہلاکت سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا لیکن میرے لئے یہ سمجھنا مشکل تھا کہ وہ کس قدر بااختیار ہے۔ مجھے ایک دوست کو آزمائش میں ڈالنا پسند نہ تھا۔ اُس کی گفتگو سے مجھے اس بات کا یقین تو آ گیا تھا کہ آپ لوگ گرے ہوئے دشمن پر تلوار نہیں اُٹھائیں گے لیکن یہ اُمید نہیں ہو سکتی تھی کہ دشمن کی بھوک بھی آپ کو پریشان کر سکتی ہے۔"

"ہم مسلمان ہیں۔" حسان یہ کہہ کر اُٹھا اور دروازے کے قریب جاکر آوازیں دینے لگا۔

"یوسف، یوسف! اِدھر آؤ۔"

ایک نوجوان جس کی عمر بمشکل بیس سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

حسان نے کہا۔ "یوسف! ہمارے پاس جتنے خچر ہیں اُن پر آٹا لاد دو۔ چند آدمیوں کو اُس پار کی بستیوں سے بھیڑ بکریاں خریدنے کے لئے روانہ کر دو۔ یہ رسد باہر جا رہی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے عقب کی چوکیوں کو پیغام بھیج دو۔ بھیڑوں اور بکریوں کی تعداد سو سے کم نہیں ہونی چاہیئے۔ اور مقامی چرواہوں میں چند جفاکش آدمیوں کو بھی بُلا لو۔ تیس چالیس آدمی سامان رسد کے ساتھ جائیں گے اور اُنہیں معقول معاوضہ دیا جائے گا۔"

نوجوان نے جھجکتے ہوئے سوال کیا "یہ رسد کہاں جائے گی ؟"

حسان نے برہم ہو کر کہا "ہمارے سامنے انسانوں کی جانیں بچانے کا مسئلہ ہے اور تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ میں دوپہر تک یہ سننا چاہتا ہوں کہ رسد لے جانے والوں کا قافلہ تیار ہو چکا ہے۔"

نوجوان باہر نکل گیا اور حسان نے مڑ کر آدمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اگر تم کل یہاں پہنچتے ہی مجھے یہ حالت بتا دیتے تو اب تک یہ کام ہو چکا ہوتا۔"

آدمان نے کہا "میں بعید شرمسار ہوں لیکن آپ کو یہ یقین ہے کہ سپہ سالار کی اجازت کے بغیر اتنا بڑا قدم اٹھانے کے بعد آپ سے کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی ؟"

"نہیں، ہمارا سپہ سالار بھی ایک مسلمان ہے اور مجھے اُن کو یہ سمجھانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کہ بھوک کیا ہوتی ہے۔ اب تمہیں قافلے کے ساتھ جانا پڑے گا اور تمہارے لشکر کو ہمارے سپہ سالار کے سامنے حاضر ہونے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے مستقر کے حالات سننے کے بعد وہ بذاتِ خود وہاں پہنچ جائیں گے۔"

آدمان خوشی سے حسان کی طرف دیکھ رہا تھا اور اُس کی آنکھیں تشکر کے آنسوؤں سے لبریز ہو رہی تھیں۔

حسان نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "آدمان! اگر تمہارے دل میں کوئی اُلجھن ہے تو میں دُور کر سکتا ہوں۔"

"نہیں" اُس نے گھٹی ہوئی آواز میں جواب دیا "اب میری تمام اُلجھنیں دُور ہو چکی ہیں ہم نے جو راستہ اختیار کیا تھا اُس کی آخری منزل یہی ہو سکتی تھی۔"

"نہیں میرے دوست! یہ تمہارے نئے راستے کی پہلی منزل ہے۔ تم ماضی کے ظلمت کدوں سے نکل کر حال کے اجالوں میں آ گئے ہو۔"

○

پانچ دن بعد ایرانی لشکر کے سردار اپنے پڑاؤ سے باہر مسلمانوں کے سپہ سالار کا خیر مقدم

کر رہے تھے۔ احنف بن قیس، حسان، سہیل اور فوج کے چار سالار اُن کے قریب پہنچ کر گھوڑوں سے اُتر پڑے اور پچاس سوار اُن کے پیچھے قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ زربخت جو دو دن قبل آدمان اور اُس کے ساتھیوں کے ہمراہ رسد کا سامان لے کر پہنچا تھا ایرانی سرداروں کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر آدمان جسے یہ لوگ مسلمانوں کے سپہ سالار کے سامنے اپنی ترجمانی کا فرض سونپ چکے تھے آگے بڑھا اور اپنی تلوار اُتار کر احنف بن قیس کو پیش کر دی۔ احنف نے مُڑ کر حسان کی طرف دیکھا۔ اور اُسے اپنی ترجمانی کا حکم دینے کے بعد آدمان سے مخاطب ہُوا۔ "اگر تم اپنے لشکر کو پُرامن رکھنے کی ذمہ داری لے سکتے ہو تو ہم تمہیں غیر مسلح نہیں کریں گے۔ یزدگرد کے ساتھ ہماری جنگ ختم ہو چکی ہے لیکن ایران میں امن اور سلامتی کے لئے تمہارے حصے کا کام باقی ہے۔ میں تمہارے حالات سُن چکا ہوں اور مجھے تمہارے مصائب کا علم ہے۔ تمہاری حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔"

آدمان نے کہا۔ "مجھے اپنے ساتھیوں کی طرف سے یہ کہنے کا پُورا اختیار ہے کہ ہم ایران کے امن اور سلامتی کے لئے آپ کی توقعات پُورا کریں گے۔"

"اور میں مسلمانوں کی طرف سے اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ تمہیں بحفاظت اپنے اپنے گھر پہنچا دیا جائے گا۔ میں نے سُنا ہے کہ تم میں سے بعض سفر کرنے کے قابل نہیں لیکن سردیوں کے موسم میں یہ جگہ اُن کے لئے موزوں نہیں۔ انہیں مرورود پہنچ کر زیادہ آرام مل سکے گا۔ جو لوگ انتہائی معذور ہیں اُنہیں مرو کے راستے میں اس سے بہتر جائے پناہ مل جائے گی۔ اگر دوبارہ برفباری شروع ہو گئی تو تمہیں بہت زیادہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ تم کل ہی روانہ ہو جاؤ۔ میں مرو پہنچ کر تمہارا انتظار کروں گا۔"

آدمان مُڑ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس کی نگاہیں جذبۂ تشکر سے لبریز تھیں۔ ایک بوڑھے سردار نے آگے بڑھ کر کہا۔ "آپ ہماری دعوت قبول فرمائیں۔ پڑاؤ میں ہمارے ساتھی آپ کے منتظر ہیں۔"

"نہیں میں فوراً مرورود پہنچنا چاہتا ہوں۔ اب آپ کے ساتھیوں سے وہیں ملاقات ہوگی۔"

احنف یہ کہہ کر حسان کی طرف متوجہ ہُوا۔ "حسان! اب انہیں مرو پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے۔"

میں راستے کی تمام چوکیوں کو یہ حکم بھیج دوں گا کہ انہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ تمہارے ساتھ چالیس آدمی کافی ہوں گے اللہ بخت اور سہیل بھی تمہارے ساتھ جائیں گے۔ تمہاری غیر حاضری میں قلعے کی حفاظت یوسف کی ذمہ داری ہو گی۔"

ایک اور سردار نے آگے بڑھ کر کہا۔ "جناب میں آپ کو ایک اہم خبر دے سکتا ہوں میں اُن لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے یزدگرد کے ساتھ فرغانہ کے راستے کی چند منازل طے کرنے کے بعد آپ کی پناہ لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ میں اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ اب دریا کے اُس پار آپ کی کسی چوکی کو ترکوں کے حملہ کا خطرہ باقی نہیں رہا۔ دریا عبور کرنے کے بعد راستے کی تمام چوکیوں کے محافظوں کے طرزِ عمل سے ہمیں یہ محسوس ہوا تھا کہ خاقان ہماری حمایت میں آپ کے خلاف تلوار اُٹھانے پر پشیمان ہے اور جب یزدگرد فرغانہ پہنچے گا تو اُس کی حیثیت ایک بن بُلائے مہمان یا ایک قیدی سے مختلف نہیں ہو گی۔"

"میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ موجودہ حالات میں خاقان کیا سوچ سکتا ہے۔" احنف نے مسکراتے ہوئے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑلی اور پھر قدرے توقف کے بعد آدمان سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم کچھ اور کہنا چاہتے ہو؟"

"میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر اس دنیا میں ایک نیکی دوسری نیکی کو جنم دے سکتی ہے تو ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔ جنگ کے میدان میں آپ ہمارے لئے ایک معمہ تھے لیکن اب ہماری نگاہوں کا حجاب اُٹھ چکا ہے۔"

"اللہ تمہیں حق کا راستہ پہچاننے کی ہمت دے۔" احنف یہ کہہ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور چند سوار اُس کے پیچھے ہو لئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے تو آدمان اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ "میرے دوستو! ہمیں رات کے اندھیروں اور صبح کے اُجالوں میں امتیاز کرنے کے لئے فرات سے جیحوں تک بھٹکنے کی ضرورت نہ تھی۔"

دو ماہ بعد حسان، زربخت اور سہیل کو گھر جانے کی رخصت ملی۔ راستے کی منازل میں اُن کے علاقے کے آٹھ مجاہد اُن کے ساتھ شامل ہو گئے۔

ایک شام جب سورج کی سُرخ پیشانی مغرب کے اُفق کو چھو رہی تھی۔ یہ قافلہ گندم کے لہلہاتے کھیت عبور کرنے کے بعد دریائے فرات کے کنارے کھڑا تھا۔ سامنے دریا کے پار دو کشتیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ لیکن وہاں ملاح موجود نہ تھے۔

ایک نوجوان نے زربخت سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ملاح اس وقت گاؤں میں چلے گئے ہوں گے۔ میں اُنہیں بھیجتا ہوں۔"

نوجوان نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور اُس کے ساتھیوں نے اپنے گھوڑے جھاڑیوں سے باندھ دئے۔ تھوڑی دیر بعد اُنھوں نے مغرب کی نماز ادا کی اور دریا کے کنارے سرسبز گھاس پر بیٹھ گئے۔

یہ بہار کا موسم تھا اور خراسان کی سردیوں کے بعد اُنہیں شام کے جھونکے انتہائی خوشگوار محسوس ہوتے تھے۔ خاموش فضا میں بارھویں رات کا چاند نور کے خزانے بکھیر رہا تھا۔ حسان اچانک اُٹھا اور دریا کے کنارے ٹہلتا ہوا اپنے ساتھیوں سے چند قدم دُور نرم ریت پر بیٹھ گیا۔ کئی مہینے اپنی رفیقہ حیات سے جُدائی اور ایک طویل اور صبر آزما سفر کے بعد وہاں راتوں کا تصوّر کر رہا تھا جو رات کے پار اُس کی راہ دیکھ رہی تھیں۔

کبھی اُس کی نگاہوں کے سامنے حال اور مستقبل کی روشنی پھیل جاتی اور کبھی اُس کی روح ان ویرانوں کا طواف کرنے لگتی جہاں زندگی کے بے نشان راستے ماضی کی بھیانک تاریکیوں میں گم ہو کر رہ جاتے تھے۔ ان اندھیروں اور اُجالوں کے درمیان راہ حق کے ان مسافروں کے قدموں کے نشان کہکشاں کی طرح چمکتے تھے جن کی رفاقت میں اُس نے بحرین سے لے کر خراسان تک سفر کیا تھا۔ وہ جنگ کے میدانوں میں مجاہدوں کے نعرے، گھوڑوں کی ٹاپ، تیروں کی سنسناہٹ اور تلواروں کی جھنکار سُن رہا تھا۔ وہ ان نامور سالاروں کو دیکھ رہا تھا جن کی تلواروں

کی نوک سے دنیا کے نقشے پر نئی لکیریں کھینچی گئی تھیں اور جن کے نام عزم ویقین جرأت اور شجاعت کی ان گنت داستانوں کے عنوان بن گئے تھے۔ اور وہ ان بچھڑے ہوئے ساتھیوں کو آوازیں دے رہا تھا جن کے خون شہادت سے ظلمت کدوں میں توحید کے چراغ روشن ہوئے تھے۔ اور پھر جب اُس کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو رہے تھے تو اُس کے کانوں میں قافلۂ حیات کے ایک جیالے نقیب اور ایک اُلوالعزم راہنما کے یہ الفاظ گونج رہے تھے: "مجھے معلوم نہیں کہ اللہ کی زمین کی سرحدیں کہاں ختم ہوتی ہیں اور جب اللہ کے سپاہیوں کا لشکر اس طرف آئے گا تو میں کہاں تک اُس کا ساتھ دے سکوں گا۔ ممکن ہے کہ میں اُفق کی پہلی لکیر سے بھی آگے نہ جا سکوں لیکن جب تک قافلۂ حجاز کا سفر جاری رہے گا اور جب تک اللہ کی زمین کی حدُود ختم نہیں ہوں گی میری رُوح ان ابدی مسرتوں سے ہمکنار رہے گی جو اللہ کی راہ میں قدم اُٹھانے والوں کا مقدر ہیں۔ قیامت تک اسلام کے غازیوں کی فتوحات ہوں گی۔ میں صرف یہ اطمینان چاہتا ہوں کہ بدر وحنین کا قافلہ مدائن کے راستے پر گامزن ہو چکا ہے۔ اور اس راستے کی ابتدائی منازل کے چراغ میرے خون سے روشن ہوئے ہیں"۔

اور حسان کے آنسو اُسے یہ جواب دے رہے تھے: "میرے قائد! میرے دوست! میرے محسن! بدر وحنین کا قافلہ مدائن سے بہت آگے جا چکا ہے۔ تُو نے جو پرچم اُٹھایا تھا اُس کا سایہ الوند اور البرز کی چوٹیوں سے آگے جا چکا ہے۔ تُو نے جس قافلے کو آوازیں دی تھیں، اُس کے مُسافر کئی صحرا، کئی دریا اور کئی پہاڑ عبُور کر چکے ہیں"۔

اچانک عقب سے سہیل کی آواز سنائی دی۔ "اُٹھیئے بھائی جان!"

"کشتیاں آگئیں؟" اُس نے چونک کر سوال کیا۔

"ہاں بھائی جان ادھر دیکھیئے ایک چھوٹا سا ملاح آپ کو گھر لے جانے کے لئے بیقرار ہے"۔

حسان نے مُڑ کر دیکھا سہیل اُس کے کمسن بیٹے کو اُنگلی سے لگائے ہوئے تھا۔ اُس

نے دونوں ہاتھ پھیلا دئے۔

سلمان جھجکتا، شرماتا آگے بڑھا، رُکا اور پھر بھاگ کر اُس سے لپٹ گیا۔

سہیل مسکرایا۔" بھائی جان! ایک چھوٹا سا ملاح اور بھی ہے لیکن اُسے نیند آرہی ہے۔"

حسان اُٹھ کر گھاٹ کی طرف دیکھنے لگا۔ چند قدم دُور زر بخت اور کاؤس کے ساتھ ماہ بانو اور یاسمین کھڑی تھیں۔ زر بخت نے اپنے بیٹے سعد کو گلے لگا رکھا تھا اور ماہ بانو اپنے دوسرے فرزند کو سینے سے چمٹائے ہوئے تھی۔ حسان بھاگ کر آگے بڑھا اور اُس نے کہا۔" ماہ بانو! تمہیں اس وقت یہاں آنے کی ضرورت نہ تھی۔"

ماہ بانو کی نگاہیں جن میں محبت اور اطاعت کے دریا موجزن تھے جُھک گئیں اور اُس نے جواب دینے کی بجائے سوئے ہوئے بچے کو آگے بڑھا دیا۔ حسان نے اُسے اُٹھا کر چُوما پھر چاند کی روشنی میں اس کے حسین چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔ بچہ اچانک بلبلا اُٹھا اور سلمان نے شکایت کے لہجے میں کہا۔" ابا جان! آپ نعمان کو کیوں مارتے ہیں؟"

حسان نے بچہ کاؤس کو تھما دیا۔ پھر زر بخت کے بیٹے کو اُٹھا کر پیار کرتے ہوئے یاسمین سے مخاطب ہوا۔" اور میری بہن کیسی ہے؟"

وہ بولی۔" ننھی بہن کو اپنے بڑے بھائی سے شکایت ہے کہ وہ اپنی خیریت کی اطلاع نہیں دیتے۔"

حسان مسکرایا۔" اب ننھی بہن کو یہ شکایت نہیں رہے گی۔ میں اپنی رخصت ختم ہونے کے بعد کوفہ میں منتقل ہو جاؤں گا اور وہاں سے ہر ہفتے تمہیں میری خیریت کی اطلاع ملتی رہے گی اور تمہیں زر بخت کے متعلق بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ امیر لشکر نے یہ وعدہ کیا ہے کہ اُسے رخصت ختم ہونے سے پہلے اصفہان میں تبدیلی کے احکام مل جائیں گے۔ وہ اصفہان کے عامل کو لکھ چکے ہیں۔ اب تم خوش ہونا؟"

یاسمین نے کہا۔" میں اس شرط پر خوش ہو سکتی ہوں کہ آپ گرمیوں میں وہاں آیا کریں گے۔"

"اصفہان بہت دُور ہے یاسمین! بہر حال ہمیں جب چھٹی ملا کرے گی ہم اصفہان کے سوا کہیں اور نہیں جائیں گے۔"

سلمان نے کہا۔ "میں بھی وہاں جاؤں گا۔"

"ہاں بیٹا! تم بھی جاؤ گے۔"

"اور امی بھی جائیں گی۔ ہم سب جائیں گے۔"

ماہ بانو نے سہیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ "سہیل! تم نے اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا؟"

سہیل نے جواب دیا۔ "مجھے خراسان کی آب و ہوا پسند آگئی ہے۔"

حسان نے کہا۔ "اگر خراسان کے محاذ پر امن رہا تو اگلے سال سہیل کو وہاں عراق کے کسی مستقر پر تبدیل کر دیا جائے گا۔ اب چلو۔ لیکن کشتیاں کہاں ہیں؟"

زر بخت نے جواب دیا۔ "صرف ایک کشتی آئی تھی اور وہ ہمارے ساتھیوں اور گھوڑوں کو دریا کے پار چھوڑ کر ابھی واپس آجائے گی۔"

"وہ جا چکے ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ کشتی کب آئی تھی۔"

"اس وقت آپ شاید کسی اور دُنیا میں تھے۔"

سہیل نے سوال کیا۔ "آپ کیا سوچ رہے تھے بھائی جان! ہم سمجھ رہے تھے کہ آپ سو رہے ہیں۔"

حسان نے جواب دیا۔ "میں جاگ رہا تھا لیکن بہت دُور چلا گیا تھا۔ جب تم نے آواز دی تھی تو میں مثنیٰ ابن حارثہ سے باتیں کر رہا تھا۔"

تھوڑی دیر بعد وہ کشتی میں سوار ہو چکے تھے اور حسان کے خیالات پھر اس حسین ماضی کی طرف دوڑ رہے تھے جب فرات کی لہریں اُچھل اُچھل کر مثنیٰ ابن حارثہ، خالدؓ بن ولید، سعدؓ بن ابی وقاص کا خیر مقدم کیا کرتی تھی اور اُس کا دل اُن جاودانی مسرتوں سے لبریز تھا جو صرف اللہ کے دین کا پرچم اُٹھانے والوں کا انعام ہوتی ہیں۔

نسیم حجازی

ایبٹ آباد۔ ۲۴ مئی ۱۹۶۸ء